پارہ ۱۱

یعلمکم الکتٰب والحکمۃ ویعلمکم ما لم تکونوا تعلمون

مفتاح کنوز اسرار ربانی منشور لامع النور فیوض سبحانی مجموعۂ معارف حقائق ذخیرۂ اسرار دقائق یعنی تفسیر شیخ امام عماد الدین ابو الفدا اسمٰعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی اور تفسیر امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری وغیرہ اکابر ائمہ کے افادات کیساتھ مع بہت سے مفید التزامات کی رعایت کیگئی ہے عماد دین ایمان،

الموسوم بہ

تفسیر مواہب الرحمٰن

المشتہر

مع جامع البیان

مصنفہ

حبر العلوم العقلیۃ والنقلیۃ بحر الفنون الفرعیۃ والاصلیۃ قاطع شبہات الملحدین دافع مکائد الغابرین حاوی الفضائل والفواضل عمدۃ الاجلۃ والاماثل المتفرد بالعلم الخفی والجلی مولانا مولوی سید امیر علی صاحب فتاوی الہندیہ ترجمۂ عالمگیریہ عین الہدایہ طاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ مزید اہتمام اور حسن انتظام سے

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں چھپی

سنہ ۱۹۳۱ء

اطلاع - اس مطبع مین ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ فروخت کے لئے موجود ہے جس کی فہرست ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے جسکے معائنہ و ملاحظہ سے شائقین اصلی حالات کتب معلوم فرما سکتے ہیں قیمت بہت مناسب ہے اس کتاب کے مثل بیچ کے تین صفحہ جو سادے تھے ان مین بعض کتب اردو و فارسی و عربی کے درج کرتے ہیں تاکہ بعض کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانوں کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو۔

تفاسیر قرآنی اردو

تفسیر قادری۔ ترجمۂ اردو تفسیر حسینی مترجمۂ مولوی فخر الدین صاحب کامل دو جلدمیں سے ر

تفسیر سورۂ فاتحہ۔ مسمیٰ بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین۔ ۳۰ر

تفسیر سورۂ یوسف۔ چہ مصرعہ از مولوی اشرف علی۔ ۵ر

پنجسورہ مترجم۔ با ترجمۂ اردو۔ ۳ر

ایضاً فارسی

تفسیر حسینی از ملا حسین واعظ بستعارف سند اول پوری تفسیر خوشخط مجلد سے ر

تفسیر اسرار الفاتحہ مصنفۂ ملا معین ہروی در تصوف عہ ر

ایضاً عربی

تفسیر بے نقط فیضی مسمیٰ بہ سواطع الالہام علم کے سر کا تاج جنبی جو کتاب خزانہ اکبری شہنشاہ اکبر مین گوہر نایاب مخفی تھی اپنے خزانہ کی منزلت کیجئے عجیب صنعت ہر بالکل برائے لطف عجیب بلاغت و سلاست پھر مبتدا و خبر اور شرط و جزا کی اصطلاح بے نقط فرعون و قارون کا نام بے نقط رود کا ترجمہ بے نقط شہنشاہ ہند کا عزت کرنا واقعی بجا تھا اور فیضی مصنف کا فخر زیبا و بیجا ہی پایا جیسا سنا تھا مطبع کی تمام کوشش سے نہایت

نفیس نسخہ ملا جسکو جواہر رقم خوشنویس نے لکھا بہت عمدہ چھپا۔ لعہ بلا جلد۔ مجلد عہ ر

احادیث اردو

مظاہر حق ترجمۂ مشکوٰۃ المصابیح مترجمہ جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم و مغفور کامل چار جلد مین ہے جامل المتن یعنی اول عبارت عربی حدیث کی بعدہ اسکا ترجمہ اردو میں اس مترجمین ترجمۂ اسماء الرجال کا بھی اضافہ کیا گیا ہے مہ عہ ر

تحفۃ الاخیار۔ ترجمۂ اردو مشارق الانوار مترجمہ مولوی خرم علی۔ عہ ر

ترجمۂ جامع ترمذی جامل المتن جلد اول مترجمۂ مولوی فضل احمد انصاری دلاوری لاہوری۔ یہ ترجمہ النفیس بصرف زر کثیر مطبع نے کرایا ہے اور حقوق ترجمہ بحق مطبع محفوظ و مندود ہیں۔ للعہ ر

ایضاً جلد دوم حسب مراتب بالا۔ عہ ر

حدیث فارسی

اشعۃ اللمعات جامل المتن شرح مشکوٰۃ از مولانا عبد الحق محدث دہلوی چار مجلدات مین مجلد الطبع عہ

ایضاً عربی

تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول از شیخ عبد الرحمن بن علی یمنی معروف۔ عہ ر

دلائل الخیرات۔ با ترجمۂ فارسی و اسماء متبرکہ

و خواص اسماء حسنے معروف۔ ۳ر

زاد السبیل الی الجنۃ و السلسبیل ذخیرہ احادیث مؤلفۂ مولانا غلام یحییٰ۔ ۵ر

فقہ اردو

غایۃ الاوطار۔ ترجمۂ اردو در مختار مترجمۂ مولوی خرم علی و مولوی محمد احسن کامل چار جلدیں عہ ر

راہ نجات۔ ضروری مسائل نماز و روزہ وغیرہ ۱ر

مفتاح الجنۃ۔ از مولوی کرامت علی جونپوری ۵ر

حقیقۃ الصلوٰۃ مع رسالہ بے نمازان۔ ۱ر

ترجمۂ فتاوی عالمگیری اس مستند کتاب کا ترجمہ مولانا احتشام الدین اور جناب مولانا امیر علی صاحب نے فرمایا ہے اس دفعہ ضخامت کی وجہ سے دس جلدوں مین شائع کیا ہے قیمت کامل عہ ر

کشف الحاجۃ۔ ترجمۂ اردو ما لا بد منہ از مولوی محمد نور الدین۔ ۳ر

ہزار مسئلہ۔ شامل ہفت رسالہ (۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثمانیہ (۳) صد و سی مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باری تعالیٰ (۵) حلیہ شریف (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل مولفۂ مولوی عبد اللہ بن عبد السلام۔ ۲ر

شرع محمدی منظوم مسائل فقہیہ از محمد خان قندھاری۔ ۳ر

یَعْتَذِرُوْنَ اِلَیْکُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَیْھِمْ

بہانے لاوینگے　تمھارے پاس　جب پھر کر جاؤگے　اُنکی طرف

قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَکُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰہُ مِنْ اَخْبَارِکُمْ وَسَیَرَی اللّٰہُ عَمَلَکُمْ وَرَسُوْلُہٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ

تو کہہ　بہانے مت بناؤ　ہم نہ مانینگے تمھاری بات　ہمکو بتا چکا ہے اللہ　تمھارے احوال　اور ابھی دیکھیگا اللہ تمھارے کام　اور اُسکا رسول　پھر جاؤگے

اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

طرف اس جاننے والے چھپے اور کھلے کے　سو وہ بتا دیگا تمکو　جو　کر رہے تھے

مروی ہو کہ غزوہ تبوک سے تخلف کرنے والے منافقین کچھ اوپر اسّی آدمی تھے پس اللہ تعالےٰ نے اُن کے حال سے آگاہ فرمایا کہ۔ یَعْتَذِرُوْنَ اِلَیْکُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَیْھِمْ تمھاری طرف اعتذار کرینگے جب تم لوٹوگے اُن کی طرف۔ اعتذار یہان باطل عذر کرنے کے معنی مین ہے ضمیر الیکم راجع بآنحضرت صلعم و مومنین ہے اور ہوسکتا ہے کہ تشریف کے واسطے فقط آنحضرت صلعم کو بصیغہ جمع یاد فرمایا ہو کیونکہ آگے فقط قل سے جواب دینے کا حکم فقط آنحضرت صلعم کو متعین ہو اگرچہ ہوسکتا ہو کہ جمیع مومنین کی طرف سے آنسرور صلعم کو حکم جواب کا ہو۔ یعتذرون الیکم مین اشارہ ہو کہ اُنکا اعتذار بغرض دنیاوی فقط تمھاری ہی طرف ہو نہ حضرت حق تعالےٰ کی طرف۔ اذا رجعتم الیھم۔ فرمایا اور اذا رجعتم الے المدینۃ نہین فرمایا اس لیے کہ اہل مدینہ وغیرہم سب کو شامل ہو اور مبنیٰ اعتذار کا ملاقات پر ہو نہ مدینہ پہونچنے پر لہٰذا الطریق بیان واقع کے اس قید کو ذکر فرمایا والحاصل غیب سے خبر دی کہ جب تم لوگ اے مومنو اس سفر تبوک سے واپس ہوکر اُن منافقون سے جو بغیر عذر و اجازت بیٹھ رہے ہین ملوگے تو تمھاری پاسداری کے لیے تم سے اعتذار یعنے جھوٹے عذر کرینگے۔ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا حکم دیا کہ اے محمد صلعم تو کہدے کہ تم اعتذار مت کرو۔ ظاہر یہ ہے کہ صریح اُنسے یہ امر کہدینے کا حکم دیا جس سے اُنکا جھوٹ ظاہر ہوا اور فضیحت ہوئی اور احتمال ہو کہ انکے حال سے اعلام مقصود ہو کیونکہ حدیث کعب رضی اللہ عنہ مین جو انشاء اللہ تعالےٰ آگے آویگی ظاہر ہو کہ معتذرین کے اعتذار پر آنحضرت صلعم نے چشم پوشی کی تھی پس شاید عموماً ان منافقون و دوسرون سب سے چشم پوشی فرمائی یا صاف کہکر پھر تعرض نہ کیا ہو سیاقی بالجملہ پہلے تو اعتذار کا بے فائدہ ہونا بتلایا کہ عذر مت کرو پھر اُسکا سبب فرمایا کہ لَنْ نُّؤْمِنَ لَکُمْ ہم ہرگز تمھاری تصدیق نہ کرینگے یعنے اعتذار بیفائدہ مت کرو کیونکہ مقصود اعتذار سے یہ کہ تم سچے سمجھے جاؤ سو ہم تمھاری تصدیق ہرگز نہ کرینگے اسکا سبب یہ ہو کہ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰہُ مِنْ اَخْبَارِکُمْ ہم کو اللہ تعالےٰ نے تمھارے اخبار سے آگاہ کردیا ہو یعنے اس غزوہ سے پیچھے رہنے مین جو تمھارے دلون کے بھید شر و فساد کے بدون کسی واقعی عذر کے تھے اُن خبرون سے ہمکو اللہ تعالےٰ نے آگاہ کردیا پس تمھارا عذر جھوٹ معلوم ہو پس تمھاری تصدیق ہرگز ہم نہ کرینگے۔ وَسَیَرَی اللّٰہُ عَمَلَکُمْ وَرَسُوْلُہٗ اور آیندہ دیکھیگا اللہ تعالےٰ تمھارے اعمال کو اور اُسکا رسول یعنی اللہ تعالےٰ نے آگاہ کردیا ہو کہ تمھارے دلون پر نفاق کی مہر ہو تو تم کبھی نیک کام نہ کروگے چنانچہ آیندہ اللہ تعالےٰ تمھارے اعمال کو دیکھیگا اور اُس کا رسول قولہ ورسولہ عطف ہے اسم پاک برتر عز و جل کی طرف اور بیچ مین عملکم فاصل ہے تو اسمین تنبیہ ہے کہ مدار ثواب و عقاب اللہ تعالےٰ کا دیکھنا ہے اور بعض نے کہا کہ یہان دیکھنا بطریق عموم مجاز ہو کیونکہ اللہ تعالےٰ کا دیکھنا یہ کہ ثواب و قبولیت فرماوے اور رسول اللہ صلعم کا دیکھنا یہی دیکھنا ہے۔ فافہم۔ اور بیضاوی نے اشارہ کیا کہ دیکھنا آیندہ وقت کی طرف نسبت کرنے سے مراد انکے افعال کا اظہار علی العموم

ہوا اور بعض نے لکھا کہ شاید اس مین انکو توبہ کی گنجایش دی ہے کہ دیکھو آیندہ تم توبہ کرکے سچے ہوجاتے ہو یا نفاق پر اصرار رکھتے ہو اور احتمال
ہے کہ خبر غیب کی تصدیق و ازدیاد ایمان کے لیے مومنون کو دکھلانا منظور ہو کہ تمھارے نفاق استمراری کے مطابق تم سے اعمال جو دنیا مین
صادر ہونگے وہ مومنین دیکھینگے اسطرح کہ اللہ تعالے کی تقدیر اُن مین بوجہ نفاق جاری رہیگی جیسے خبر فرمائی ہے۔ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰی
عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ اے الی اللہ تعالے۔ پھر تم موت طبعی سے لوٹا دیے جاؤگے طرف عالم الغیب والشہادة کے۔ یعنی طرف
اللہ تعالے کے جو غیب وظاہر سب جانتا ہے پس یہ وہم مت کرنا کہ اللہ تعالے تمھارے اعمال دیکھکر جانیگا بلکہ وہ تمھارے دلی بھیدون کو
بلکہ جہانتک تم نہین جانتے ہو سب کو خوب جانتا ہے۔ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ پس او تعالے عالم الغیب تم کو تمھارے اعمال
سے خبردار فرما دیگا تم کو دلی نفاق و کفر سے مطلع کرکے اُسی کے موافق بدلا دیگا اور معلوم ہو کہ نفاق کا بدلا جہنم کا سب سے نیچا طبقہ ہے۔
ف عرائس مین ان آیات کے رموز حقایق کو دقیق اشارات مین بیان کیا چنانچہ لکھا کہ قوله تعالے لیس علی الضعفاء ولا علی المرضی الخ۔
حاصل معنی منصوص یہ ہین کہ ضعیفون ومریضون وفقیرون پر تخلف کرنے مین کچھ گناہ نہین ہے۔ اور بطریق اشارت اسمین حق تعالے نے اہل قرب
ومحضور وعشاق ومستغرقین کی ایک قوم کو معذور فرمایا جنھون نے مجاہدہ مین جسم کو گھلا دیا اور ریاضت مین نفس کو بیمار ڈالا اور بدوام
ذکر وجولان فکر مین دل کو گلا دیا پس مشاہدہ بقا مین دنیاے فانیہ سے نکل گئے پس ضعفاء وہ بندے ہین کہ بار محبت اُٹھانے سے ضعیف
ہین اور مرضی جو تلخی عشق سے بیمار ہوگئے ہین اور فقراء وہ ہین جو مقام تجرید وتفرید مین دونون جہان سے خارج ہوگئے ہین پس عبودیت
کی راہ سے محض فضل کے ساتھ اُن کی طرف سے عتاب کو اُٹھا لیا کیونکہ تیغ محبت سے قتل ہوکر دروازہ وصال پر گرے پڑے ہین ضعف اُن کا
ازراہ شوق ہے اور انکا مرض ازراہ محبت ہے اور اُن کی فقیری ازراہ رضا ہے یعنے قضاء آلہی پر کمال خوشی سے راضی ہین پھر یہ لوگ اللہ تعالے
کے دین اور اُسکے رسول صلعم کی سنت پر شفقت رکھتے ہین اس راہ سے انکا وصف زیادہ فرمایا بقوله اذا نصحوا للہ ورسوله یعنے بندگان
حق عز وجل کو اللہ تعالے کی راہ اور اُسکے رسول صلعم کی سنت سکھلاتے اور تعلیم معرفت مین سعی وشفقت کرتے ہین۔ پھر کرم وقہر سے انکا خلاص
ہونا بیان فرمایا بقوله تعالے ما علی المحسنین من سبیل۔ یعنے جلال وجمال کے مشاہدہ والون پر ازراہ عتاب کے حجاب کو راہ نہین ہے کیونکہ
حق تعالے نے ازل ہی مین انکو اپنی رحمت سے پسند کرلیا اور معرفت مین قصور انکا معاف کردیا ہے کیونکہ تمام مخلوق اُسکی عظمت وکبریا کی
برداشت سے عاجز ہے لہذا فرمایا واللہ غفور رحیم یعنی عاجزی اُن لوگون کی اُسکی معرفت عظمت وکبریائی مین ثابت اور اُنکی تقصیر متحقق ہے پس
فضل قدیم سے انکے قصور کو معاف کیا بعض اکابر نے کہا کہ جسکو قدرت نہو اُسپر گناہ نہین۔ قاسم رح نے کہا کہ جو کوئی سب احسان اللہ تعالے ہی کی
طرف سے اعتقاد کرے اُسپر کسی کو راہ نہین۔ قال الشیخ مجھے ایک نکتہ ظاہر ہوا کہ جن بندون کو احسان قدیم سے سرفراز کرکے محسن کیا اُسکے مقبول بارگاہ
ہونے کو کوئی گناہ وکوئی فعل ہو تغیر نہین دے سکتا اور محسن ہونا اسکا اللہ تعالے کے احسان سے ہے کہ اسکو شہود عطا فرمایا اور شہود یہ ہے کہ اللہ تعالے کے سوا
کسی کا کچھ وزن اپنی نگاہ مین نہ دیکھے تاکہ کوئی شخص اسپر اپنی احسان کی راہ نہ پاوے پھر ان فقیرون کے سچے ارادے کو جو اپنی جان قربان کرتے ہین رکھتے
ہین وصف کے ساتھ بیان فرمایا بقوله ولا علی الذین اذا ما اتوک لتحملهم آہ یعنے سواے اللہ تعالے کے کسی کو نگاہ مین نہین رکھتے حتی کہ مشاہدہ مین
جو حلاوت پاتے ہین وہ بھی نگاہ مین نہین رکھتے بلکہ اللہ تعالے ہی کا مقصود ہونا انمین ثابت رہتا ہے اور قوله لتحملهم یعنی مشاہدہ آلہی مین تو انکو اپنے ساتھ
لیجاوے کہ ہمیشہ مشاہدہ مین رہین اور کبھی طرفة العین دور نہ رہین پھر پوری آیت سے انکا سخت غم جو حقوق طریقت گم ہونے مین اُنپر طاری ہوا
بیان فرمایا بقوله تعالے قلت لا اجد ما احملکم علیه یعنی تمام عالم مین سواے حق عز وجل کے کوئی ایسی چیز نہین جو قابل برداشت ہو۔ تولوا و

اعینہم تفیض من الدمع حزنا الآخر۔ اس مین بیان ہو کہ حزن سے رونا ایسے بندون کی شان ہے جو مقام ارادت مین ہون اور جو لوگ کہ عارف کامل ہین وہ اللہ تعالےٰ کی فرحت سے روتے ہین۔ نصرآبادی رحمہ نے کہا کہ قولہ لتحملہم الآخر یعنے اللہ تعالےٰ کی طرف ہمہ تن متوجہ ہونے اور اُسی پر بھروسا کرنے مین اُنکا حامل ہووے۔ اور نیز مخالفت کا بوجھ اُن کے سرسے دور کرے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے بیان فرمایا کہ عتاب فقط اُن لوگون پر ہے جو دنیا پر تکیہ کیے خوش بیٹھے ہین بقولہ تعالےٰ انما السبیل علی الذین یستاذنونک وہم اغنیاء آہ۔ بالجملہ یہ لوگ مخالف اہل اللہ ہین اور ہوائے نفس کے تابع ہوکر رضوان الٰہی سے باز رہے۔ نصرآبادیؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے ندامت کو تونگرون پر لازم کر دیا کہ جنھون نے اپنے اموال واملاک پر اعتماد کرکے بےپروائی اختیار کی اور اگر حق عزوجل پر اعتماد کرتے تو تونگری سے ملامت اضرور نہین ہو بس متوکل علی اللہ تعالےٰ ہوکر لائق مدح ہوتے۔ واضح ہو کہ نفس کے واسطے بہت سے فریب و مکر ہین جنکو بندہ مومن بسبب صدق الیقین کے اللہ تعالےٰ کے فضل سے جانتا اور اپنے آپ کو بچاتا ہے بخلاف اہل النفاق کے کہ وہ فریب نفس کی تصدیق کرتے ہین حالانکہ خفی مکر مین پڑکر عمداً کھلے مکر و عذر مین مبتلا ہوجاتے ہین اسی واسطے قولہ تعالےٰ یعتذرون الیکم اذا رجعتم الیہم الآیہ مین تنبیہ موجود ہو کہ منافق فریب خوردہ کے عذر پر اعتماد نہین پھر اُنکا دروغ قسم کھانا بیان فرمایا بقولہ

سَيَحۡلِفُونَ بِاللّٰهِ لَكُمۡ اِذَا انۡقَلَبۡتُمۡ اِلَيۡهِمۡ لِتُعۡرِضُوۡا عَنۡهُمۡ ؕ فَاَعۡرِضُوۡا عَنۡهُمۡ ؕ اِنَّهُمۡ رِجۡسٌ ۫ وَّ

اب قسمین کھاوینگے اللہ کی تمھارے پاس جب پھر کر جاؤگے ان کی طرف تاکہ اُنسے درگذر کرو سو درگذر کرو اُن سے وہ لوگ ناپاک ہین اور

مَاۡوٰىهُمۡ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ ۝ يَحۡلِفُوۡنَ لَكُمۡ لِتَرۡضَوۡا عَنۡهُمۡ ۚ فَاِنۡ تَرۡضَوۡا عَنۡهُمۡ

اُنکا ٹھکانا دوزخ ہے بدلا اُن کی کمائی کا قسمین کھاوینگے تمھارے پاس کہ تم اُنسے راضی ہوجاؤ سو اگر تم راضی ہوگئے اُنسے

فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرۡضٰى عَنِ الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِيۡنَ ۝

تو اللہ راضی نہین بےحکم لوگون سے

سَيَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰهِ لَكُمۡ اِذَا انۡقَلَبۡتُمۡ اِلَيۡهِمۡ عنقریب قسم کھاوینگے منافقین اللہ تعالےٰ کی تمھارے لیے جب تم لوٹکر اُنکی طرف جاؤگے یعنے جب تبوک سے واپس ہوکر اُنسے ملوگے تو تم سے قسم کھاوینگے کہ ہم لوگ پیچھے رہنے مین معذور تھے۔ قسم کو اللہ تعالےٰ کے نام پاک سے مصرح کیا تاکہ منافقون کی بیباکی ظاہر ہو کہ اپنے خالق جل شانہ کے نام پاک کے ساتھ دروغ قسم مین ایسے بیباک ہین۔ قولہ لکم مین اشارت ہو کہ ایسی بزرگ قسم کو جھوٹا کھانا خالی تمھارے واسطے عمل مین لاوینگے۔ اوپر کی آیت مین اور اس آیت مین تکرار نہین بلکہ دونون کا سیاق الگ الگ ظاہر ہو زیادہ تطویل کی ضرورت نہین چنانچہ اس آیت کا سیاق یہ ہو کہ تمھاری خوشنودی کے واسطے قسم دروغ بنام پاک حق عزوجل کھاوینگے۔ لِتُعۡرِضُوۡا عَنۡهُمۡ تاکہ تم اُنسے اعراض کرو یعنی انکو تخم کو چھوڑ کو نہین بس غایت مقصود انکو اس کبیرہ گناہ فسق سے تمھاری رضامندی تھی کہ تم اُنکو ملامت نہ کرو۔ فَاَعۡرِضُوۡا عَنۡهُمۡ سو تم اُنسے مُنھ موڑ لو۔ اسی واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تخلف کرنے والون مین سے کسی پر عتاب نہین فرمایا اگرچہ اُنکا جھوٹا ہونا بذریعہ وحی کے جانتے تھے پس متخلفین جاہل منافق اپنی نادانی سے آکر جھوٹی قسمین کھاکر عذر بیان کرکے رخصت ہولیتے جاتے اور یہ نجانتے کہ وحی الٰہی سے فضیحت ہوچکے ہین آیت مین وہ فقہ ہو جو حدیث صحیح مین ہو کہ مومن جھگڑالو بدزبان پردہ فاش کرنے والا نہین ہوتا۔ اور اشارہ ہو کہ حلم الٰہی سجانا اختیار کرے کہ باوجود اُنکے دروغ قسم کیے چونکہ اللہ تعالےٰ کے نام پاک کے واسطہ سے دنیاوی مقصود چاہا تھا وہ پورا کردیا۔ اور آدمی کو پوشیدہ بات مین اپنی نیت کا پھل ملتا ہے اور آیت مین اشارہ مومنون کے شرف پر ہو کہ اُنکی رضامندی کے لیے اُنسے منافقون نے دروغ حلفی کی تو اللہ تعالےٰ نے حکم دیا کہ اچھا تم اُن سے

منھ موڑ لو۔ اگر کہا جاوے کہ انھون نے اعراض ہی چاہا تھا بدین معنی کہ تم کو معذور رکھو کیونکہ تم سے معذرون کا برتاؤ رکھین اور اللہ تعالے نے بھی اعراض کا حکم دیا تو جواب یہ کہ اعراض دو طرح کا ایک اعراض صفح جیسے عالم کسی جاہل سے اعراض کرتا اور دوم اعراض مقت جیسے یہان ہے کہ انھون نے اعراض صفح چاہا اور یہان انکو اعتراض مقت کیونکہ آگے فرمایا۔ اِنَّهُمْ رِجْسٌ یہ لوگ پلید ہی ہین۔ رجس بمعنی پلیدی اور یہ مبالغہ ہو کہ پلید نہین بلکہ عین پلیدی ہین اس لیے کہ انکے افعال جملہ قبیح تھے یعنی دین اگرچہ نصیحت ہو اور مسلمان پر دوسرے مسلمان بھائی کو نصیحت کرنا واجب ہو مگر تم کو اُن منافقون سے اعراض کا حکم اس لیے دیا گیا کہ یہ بالکل نجس ہین تو اُنسے پاک اعمال کی امید مت رکھو کیونکہ اللہ تعالے نے انکو نجس مخلوق فرمایا وہ علیم و خبیر ہے پس نصیحت کہ جس سے پاک ہوکر داخل جنت ہون انھین بیکار ہے ایسے پلید کا ٹھکانا جنت نہین۔ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ اور انکا ٹھکانا جہنم ہے یعنے درک اسفل جہان آگ کے صندوقون مین بند ہونگے پھر اُن صندوقون کے کھلنے کی کسی طرف راہ نہوگی۔ جیسے انھون نے دنیا مین اللہ تعالے عز وجل سے کفر و انکار کیا اور اُسکے رسول صلعم سے دشمنی و اُسکے جناب مین بدزبانی کی اور مومنون سے سخت عداوت کی اور دنیا کے واسطے قبیح و بد افعال کیے پس جہنم انکا ٹھکانا ہے جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ بدلا اُن بد افعال کا جنکو دنیاوی زندگی مین کماتے تھے پس اللہ عز وجل نے ظلم کچھ نہین کیا جبکہ فرمادیا کہ دنیا پر سکون کرو گے اور اعمال بد کے مرتکب ہوگے تو برخلاف مومنون نیکوکارون کے تمھارے لیے جنت نہین بلکہ دوسرا ٹھکانا جہنم ہوگا پس انھون نے خود اپنے اوپر ظلم کیا کہ حکم اللہ تعالے شانہ کو نہ مانا اور یہ کام کیے۔ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ منافق لوگ جھوٹی قسمین کھاتے واسطے اُس غرض کے کھاتے ہین کہ تم اُنسے راضی ہو جاؤ حیف ہے کہ مخلوق کی رضامندی چاہتے ہین اور خالق جل سلطانہ کے نام پاک کی جھوٹی قسم کھاتے ہین۔ حدیث صحیح مین ہو کہ جس بات مین حضرت خالق عز وجل کی نافرمانی ہوتی ہو اُسمین کسی مخلوق کی تابعداری نہین ہو لہذا ان منافقون کو مخلوق کی رضامندی چاہنے سے کچھ فائدہ نہوا اور حق تعالے نے فرمایا۔ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ سو اگر تم لوگ اے مومنو ان منافقون سے راضی ہو جاؤ تو انکو کچھ فائدہ نہوگا کیونکہ اللہ تعالے راضی نہین ایسی قوم سے جو فاسق ہون۔ حاصل معنی یہ ہین کہ یہ منافق عجب احمق ہین کہ تمھاری رضامندی چاہتے ہین حالانکہ تمھاری رضامندی انکے کون کام آویگی جبکہ اللہ تعالے اُنسے راضی نہو پس سمجھدار ہوتے تو اخلاص کے ساتھ اللہ تعالے کی رضامندی چاہتے جس سے سب راضی ہو جاتے بجائے لایرضی عنھم کے لایرضی عن القوم الفٰسقین۔ مین انکی تقبیح ہو کہ یہ قوم فاسق ہین بیضاوی رحمہ اللہ نے کہا کہ شاید یہ معنی ہون کہ اگر منافقون کو قابو ملجاوے کہ فریب سے کسی گروہ اہل ایمان کو اپنے حال سے ملتبس کردین تو انکو یہ ممکن نہوگا کہ اللہ تعالے کی جناب مین ملتبس کر سکین کہ پھر انکی پردہ دری نہو اور اُنپر عذاب نازل نہو۔ بالجملہ آیت سے مقصود یہ کہ اعتراض و عدم التفات کا حکم دینے کے بعد منع فرمادیا کہ اُنسے راضی نہو اور اُنکے عذرون سے فریب مت کھاؤ۔ واضح ہو کہ اہل نفاق ہین گانون و پورے کے گنوار بھی تھے پس دیہاتی منافقون کا اور مومنون کا حال بھی بیان فرمایا بقولہ تعالے۔

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ

گنوار سخت منکر ہین اور منافق اور اسی لائق کہ نہ سیکھین قاعدے جو نازل کیے اللہ نے اپنے رسول پر اور اللہ

عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ

سب جانتا ہو حکمت والا اور بعضے گنوار وہ ہین کہ ٹھہرالیتے ہین اپنا خرچ کرنا چٹی اور تاکتے ہین تم پر زمانہ کی گردشین انھین پر آوے گردش

السَّوْءِ ۚ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَتَّخِذُ

بری — اور اللہ سب سنتا ہے جانتا — اور بعضے گنوار وہ ہین کہ ایمان لاتے ہین اللہ پر — اور پچھلے دن پر — اور

عِنْدَ اللَّهِ وَصَلَوَاتِ الرَّسُولِ ۚ أَلَا إِنَّهَا قُرْبَةٌ لَهُمْ ۚ سَيُدْخِلُهُمُ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ

اللہ سے — اور دعائین — رسول کی — سنتا ہے وہ انکے حق مین نزدیکی ہے — داخل کریگا — انکو اللہ اپنی مہر

غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

بخشنے والا — مہربان ہے

اس کلام مین اعلام ہے کہ گنواروں مین کفار و منافقین ہین اور مومنین بھی ہین پھر ان منافقون کا کفر و نفاق بہت سخت ہے اور وے احق ہین کہ حدود الٰہی سے واقف نہون چنانچہ ابراہیم تابعی رح سے روایت ہے کہ زید بن صوحان اسی اثنا میں ہوا اعرابی آکر بیٹھا اور وے اپنے شاگردوں سے حدیث کرتے تھے اور نہاوند کے جہاد مین انکا ہاتھ کٹ گیا تھا تو اعرابی نے کہا کہ تمہاری باتین تو بھلی معلوم ہوتی ہین ولیکن مجھے آپکے ہاتھ سے کچھ شک پڑتا ہے یعنی چوری مین نہ کاٹا گیا ہو تو حضرت زید نے کہا یہ تو بایان ہاتھ ہے اعرابی بولا کہ واللہ مجھے نہین معلوم کہ دایان کاٹا جاتا ہے یا بایان تو زید نے کہا کہ سچ فرمایا اللہ نے الْأَعْرَابُ أَشَدُّ كُفْرًا وَنِفَاقًا وَأَجْدَرُ أَلَّا يَعْلَمُوا حُدُودَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ اعراب لفظ عرب کی جمع نہین کیونکہ عرب تو ہر ایسے شخص کو کہتے ہین جو ملک عرب مین ساکن ہو خواہ شہر کا ہو یا قصبہ کا یا گانون کا اور اعراب وہ لوگ ہین جو پور وہ دگانون مین رہتے ہون۔ کما قال سیبویہ رح پس جیسے ہندی مین گنوار کا لفظ اہل شہر کو نا گوار ہے ویسے ہی عرب کو اعرابی کہنا بُرا لگتا ہے اعرابی ہے بالجملہ جو شخص کہ گانون مین بسے اور بدو ہو وہ اعرابی ہے کہ درحقیقت پانی و گھاس جہان جہان ملتی ہے وہین اپنے ڈیرے لیے پھرتے ہین کہین قیام نہین اگرچہ بعضے کسی پور وہ مین رہ پڑین اور عربی وہ ہین جو قصبہ و شہروں مین بستے ہون لہذا مہاجرین و انصار کو اعراب نہین کہہ سکتے ہین بعض نے کہا کہ اولاد اسمعیل علیہ السلام نے عرب مین نشو و نما پایا تو عربی ہوئے پھر یا حذف اکرکے عرب کہلائے یہانتک کہ جو انکے ملک مین رہکر انکی زبان بولے وہ عرب کہلاتا ہے اور بعض نے کہا کہ عرب نام اس لیے ہوا کہ انکی زبان انکے ضمائر کی معرب یعنی صاف صاف بخوبی تمام مظہر ہے کیونکہ زبان عرب مین جو بلاغت و فصاحت ہے اور کسی زبان مین نہین ہے۔ واللہ اعلم آیت کریمہ مین اعراب سے مراد وہی لوگ ہین جو بدو یعنی دیہات کے گنوار ہین تو انکو فرمایا کہ اعراب اشد ہین از راہ کفر و نفاق کے یعنی انکا کفر و نفاق زیادہ سخت و شدید ہوتا ہے وَأَجْدَرُ أَلَّا يَعْلَمُوا اور زیادہ سزاوار ہین کہ نہ جانین حدود اُس چیز کے جو اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول پر نازل فرمایا یعنی قرآن مجید و سنت مطہرہ کے حدود اور شرائع سے واقف نہون۔ کیونکہ گانون مین جو بستے ہین اور اہل علم سے ملتے نہین اور کتاب و سنت کو سنتے نہین پس نادانی سے انکا کفر و نفاق بھی سخت ہوتا ہے یہین سے بعض نے کہا ہے ۔ وہ مرد و مرد را احمق کند ۞ عقل را بے نور و بے رونق کند ۞ یعنی گنوار پنجا آدمی کو احمق و بے عقل کردیتا ہے۔ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ اور اللہ تعالےٰ علیم حکیم ہے اُسنے اپنے علم و حکمت سے گنواروں کو گنوار کیا۔ واضح ہو کہ صیغہ اعراب کی بمنزلہ صفت جنس ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ عورت کی ذات مکارہ ہے حالانکہ بعض عورتین اللہ تعالےٰ کی درگاہ مین بڑے مرتبہ والی ہین لہذا اعراب کی تقسیم فرمائی بقولہ۔ وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا اے یتخذ ما ینفق فی سبیل اللہ غرامۃ و خسرانا۔ اور اعراب مین سے بعض وہ ہے کہ جو کچھ اللہ تعالےٰ کی راہ مین خرچ کرتا ہے اُسکو ڈانڈ دینا جانتا ہے کیونکہ دار آخرت و ثواب کا یقین نہین رکھتا تو خوف قتل وغیرہ سے

جو کچھ دیتا ہے وہ اسکے نزدیک گویا ڈانڈ و برباد ہے۔ مروی ہے کہ نزول آیت کے وقت ایسے گنوار بنو اسد و غطفان تھے۔ اور یہ امر بھی انکی جہالت
پر متفرع ہے کہ جفا و غلظت قلب سے اس انتظام عجیب دنیا ہی کو امتحان گاہ اور اسکے بعد جزا و سزا کو باوجود دلائل قدرت الٰہیہ کے
نہیں سمجھتا بلکہ مطمح نظر اسکا یہی دنیاے فانیہ ہے پس جو کچھ اس کو صدقات راہ الٰہی میں بخوف اسلام دینے پڑتے ہیں انکو ڈانڈ و برباد
سمجھتا ہے۔ وَيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَائِرَ اور دوائر جمع دائرہ وہ حالت کہ نعمت سے بدلکر سختی و بلیت پر ہو جاوے گویا امر شر میں مستعمل ہے جیسے
لفظ گردش۔ تربص یعنی انتظار لینا اور ایسا گنوار انتظار کرتا ہے تمہارے حق میں گردش زمانہ کا یعنی زمانہ پلٹے اور تم مغلوب ہو تو وہ چھوٹ جاوے
عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ انہیں پر بری گردش رہے۔ یہ انکی بدخواہی کے انتقام پر اہل ایمان کی طرف سے خود اللہ تعالیٰ عز و جل نے بددعا
فرمائی۔ یہ بھی مومنون کے لیے تشریف ہے اور چونکہ مومنون کی لاعلمی میں انکے بدخواہ تھے باوجود خیر خواہی اہل ایمان کے تو ان کی طرف سے
بددعا فرمانے میں اشعار ہے کہ گنواروں کی ناحق بدخواہی کے عوض مومنون کے بددعا کرنے سے پہلے قبول فرمائی گئی اور یہ امر معلوم ہے کہ جو
کچھ اللہ تعالیٰ چاہے وہ واقع ہو تو یہ بددعا بمنزلہ اخبار غضب الٰہی کے ہے کیونکہ قبول سے واقع ہو گئی۔ اور بیضاوی رح نے کہا کہ یہ بھی
ہو سکتا ہے کہ یہ کلام بددعا نہو جو از قسم جملہ انشائیہ ہے بلکہ جملہ خبریہ ہو پس مومنون کو بھی آگاہ کر دیا کہ گردش بد انھیں گنواروں ہی پر ہے اور
ظاہر کلام شیخ سیوطی رح سے بھی یہی معنی ظاہر ہوتے ہیں کہ جملہ خبریہ ہے کیونکہ لکھا۔ السوء بالضم والفتح اے یدور العذاب والهلاک علیهم لاعلیکم۔
سوء بضم سین فقط بقراءۃ ابو عمرو و ابن کثیر رح اور بالفتح قراءت باقی قراء رحمہم اللہ تعالیٰ اور معنی تفسیری یہ کہ عذاب و ہلاک کی گردش انھیں گنواروں
پر ہوگی تم پر نہوگی۔ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ اور اللہ تعالیٰ نے بندوں کی باتوں کو جو زبان سے کہیں سنتا ہے جو دل میں رکھیں جانتا ہے یا جو
افعال کریں وہ جانتا ہے پس ہر ایک کے لیے اسکے نفس عمدی کو موافق اسکی نیت کے بدلا فرماتا ہے۔ اب دوسری قسم اعراب کا بیان فرمایا
بقولہ۔ وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ اور اعراب میں بعض وہ ہے کہ یقین لاتا ہے اللہ تعالیٰ پر اور روز آخر یعنی قیامت
پر جسمیں دنیا کے اعمال نیک و بد کا ہر ایک بدلا پاوے گا لہذا فرمایا۔ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبَاتٍ عِنْدَ اللَّهِ اے تقربۃ عند اللہ وَصَلَوَاتِ
وسیلۃ الی صلوات الرَّسُولِ اے دعوات الرسول لهم۔ اور لیتا ہے یعنی سمجھتا و یقین کرتا ہے اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہے
تقرب اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور وسیلہ طرف حاصل ہونے دعاؤن رسول اللہ صلعم کے یعنی اپنے صدقات و خیرات کو اللہ تعالیٰ کے
نزدیک تقرب جانتا اور رسول اللہ صلعم کی دعائیں حاصل ہونے کا وسیلہ سمجھتا ہے۔ چنانچہ عبد اللہ بن ابی اوفی رض کہتے ہیں کہ میرا باپ اپنی
قوم کے صدقات لایا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ میرے لیے دعا فرماوین تو آپ نے فرمایا کہ اللھم صل علی آل ابی اوفی۔ علما رح نے کہا
کہ صلوات کی لفظ سے دعا کرنا مخصوص بشان پاک آنحضرت صلعم ہے اور دوسرے کو اس لفظ سے اختیار نہیں ولیکن سنت ہے کہ جو شخص صدقات
لینے پر مقرر ہے وہ جس صدقہ دینے والے سے وصول کرے تو اسکو دعا دیوے۔ حاصل آنکہ اعراب میں ہر فرد بشر کافر و منافق نہیں بلکہ بعض انمیں سے
سچے مومن ہیں کہ ایمان صحیح رکھتے اور جو کچھ صدقہ دیتے انمیں قربت الٰہی کی امید اور صلوات الرسول صلعم کی تمنا رکھتے ہیں پس اعراب میں جنسے یہ
بات ہو انکو ثواب بھی بہت زیادہ ہے جیسے اس زمانہ میں بعد زمانہ وفات سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے جو صدق نیت سے عامل خیر ہیں انکو تھوڑے
عمل نیک میں بہت بڑا ثواب ملتا ہے جیسا کہ حدیث صحیح سے یہ مضمون ثابت ہے اور دیکھو آیت میں اللہ عز و جل نے ان اعراب کے واسطے فرمایا۔ أَلَا إِنَّهَا
قُرْبَةٌ لَهُمْ آگاہ ہو کہ یہ انفاق انکے لیے قربت ہے یعنی اس سے انکو تقرب حاصل ہوا۔ سَيُدْخِلُهُمُ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ ضرور انکو اللہ تعالیٰ
اپنی رحمت یعنی جنت میں داخل فرماویگا۔ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ البتہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم۔ اس کلام میں اللہ تعالیٰ نے کمال فضل ظاہر فرمایا کہ

اول حرف تنبیہ ۔ الا ۔ سے دوم حرف انّ تحقیقیہ سے ۔ سوم جملہ اسمیہ و تصریح لفظ قربت سے اور چہارم سیدخلہم کے حرف سین سے جو تحقیق
پر دلالت کرتا ہے اور پنجم وعدۂ ادخال رحمت کی تخصیص سے ششم تذئیل بقولہ ان اللہ غفور آخر سے کلام کو تاکید فرمایا ۔ زہے نصیبہ
بندون کے جو اس نعمت سے سرفراز ہین روایت ہے کہ یہ لوگ مانند جُہَینہ و مُزَینہ وغیرہ کے ہین ۔ واضح ہو کہ یہ لوگ ان اعراب مین سے بلفضل
ممتاز تھے پس انپر قیاس نہ کرنا چاہیے اور سیاق کلام مشعر ہے کہ علما و اہل علم و اہل صلاح و تقوی و اہل عقل سے جنکو دین کی سمجھ حاصل
دور رہنا امر مکروہ ہے کیونکہ سمجھ موٹی و بھدی اور قلب سخت و غلیظ ہو جاتا ہے اسیواسطے آنحضرت صلعم کو جب اس اعرابی نے ہدیہ بھیجا
آپ نے کئی گونہ بھیجکر تب اسکو راضی کیا تو فرمایا تھا کہ مین نے قصد کیا کہ کسی شخص کا ہدیہ قبول نہ کرون سوائے قریشی یا ثقفی یا انصاری یا د
ت بات یہ تھی کہ یہ لوگ ہمیشہ سے مکہ و طائف و مدینہ و یمن وغیرہ شہرون ہی کے رہنے والے ہین پس رقیق القلب و سلیم الطبع سمجھدار ہ
ابن عباس رض نے کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ من سکن البادیۃ جفا آخر ۔ یعنے جو شخص کہ بادیہ مین بسا وہ جافی القلب یعنی د
موٹا و سخت ہو جاتا ہے اور جو شکار کے پیچھے ہوا وہ غافل ہو جاتا ہے اور جو سلطان پاس گیا وہ فتنہ مین پڑجاتا ہے ۔ رواہ البیہقی و النسا
ابو داؤد و احمد و الترمذی وقال حسن غریب ۔ ابوہریرہ رض نے مرفوع روایت کی کہ جو بدوی ہوا وہ جافی ہوا اور جسنے شکار کا پیچھا کیا وہ
ہوا اور جو دربار سلطانی مین گیا وہ فتنہ مین پڑا ۔ اور جس کسی نے آپ سے سلطان کا قرب بڑھایا وہ اللہ تعالے سے دور ہوتا گیا ۔ رواہ ا
و ابوداؤد ۔ معنی قولہ جو دربار سلطانی مین گیا آہ یعنی دنیا کی طرف راغب ہو کر دین کی طرف سے فتنہ مین پڑجاتا ہے ۔ اور قولہ جس کسی نے
سلطان جو صاحب سلطنت و حکومت ہے جب اس سے تقرب بڑھایا تو جتنا تقرب و دنیا کی چاہ بڑھتی جائیگی اسیقدر اللہ تعالے سے دو
جائیگا سچ فرمایا حضرت صلعم نے اور یہ خبر غیب ہے اگرچہ عرب کے لوگ سلطان اور اسکی شان و شوکت دنیاوی اور اسکے یہان کی دروغگوئی
بیہودگی سے واقف نہ تھے پھر آخر جب زمانہ خلافت نبوت ختم ہو گیا اور اسلام مین سلطان ہونے لگے تو اسکو تجربہ کے موافق پایا اور کیون نہین
کلام نبوت بوحی الٰہی سبحانہ و تعالے ہے ف فی العرائس قولہ و من الاعراب من یتخذ ما ینفق مغرما الآیہ ۔ یہ حال ان دنیادارون کا ہے جنھون نے مع
نہ پائی کہ جان فدا کرنا حقیر سمجھتے تو مال کیا چیز ہے بقول کسے ۔ زنہار از آب شمشیرت کہ شیران را ازان ؛ تشنہ لب گشتی و گردن را در آب انداخ
پس دنیادارون کا یہ حال ہے کہ تکلف کے ساتھ دکھلانے سنانے ناموری کے لیے خرچ کرتے پھر اسکو بھی ڈانڈ سمجھتے ہین یعنے ناموری کے
اس راہ مین جسمین کچھ لہو و لعب نہین مجبوری اٹھاتے ہین ورنہ شہوات نفسانی مین ناموری کے لیے خرچ کرتے کہ اسمین حسب حظ نفس کرچاہتے
وہ آنکھون کے سامنے ہے بخلاف اس صورت کے کہ انکو معرفت نہین کہ اس خرچ مین کیا طلب کرتے ہین اور اگر مطلوب کو جانتے تو انپر جان فدا کر
بھی آسان ہوتا ۔ بعض نے کہا کہ جو شخص مال و متاع وغیرہ کسی چیز مین اپنی ملکیت دیکھتا ہے اسکو یہ چیز خرچ کرنا ڈانڈ معلوم ہوتا ہے اسی ۔
منافقین کو جہاد مین اپنی جان کا خوف ہوتا تھا اور جو شخص ان چیزون کو اپنے پاس عاریت سمجھتا ہے اور ملکیت اللہ تعالے خالق عالم ذوالجلال والاکر
کی جانتا ہے وہی سچا ہے اور وہ جو کچھ خرچ و خیرات کرنے کی توفیق پاتا ہے تو بہت غنیمت جانتا ہے ۔ یہ کلام لطیف ہے ۔ پھر اللہ تعالے نے اعراب مین سے ایسے بندون
مستثنی کیا جنکے دلون مین نور ایمان و ہدایت کی تجلی فرماکر اللہ تعالے و اسکے رسول پر ایمان کی توفیق دی پس وہ جو کچھ خیرات کی توفیق پاتے ہین اس کو
غنیمت جانتے و تقربات و صلوات کے امیدوار ہوتے ہین چنانچہ فرمایا و من الاعراب من یؤمن باللہ والیوم الآخر الآیہ ۔ پس یہ لوگ اللہ تعالے کے نزدیک
قربات کے امیدوار ہین یعنے پردہ کھل جاوے اور مشاہدہ مل جاوے اور وصال کی امید لگائے ہین پس اہل ایمان کا یہی حال ہے کہ
لقاء الٰہی کے امیدوار رہتے ہین لہذا اصحابہ رضی اللہ عنہم کے حق مین فرمایا فمنہم من قضی نحبہ و منہم من ینتظر یعنی منتظر ہین کہ کب موت تشریف لاوے

قولہ وصلوات الرسول یعنے اکرم الاولین والآخرین اپنے رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی دعاے شریف حاصل ہونے کے اُمیدوار ہین تاکہ اس سے
اللہ تعالے کے نزدیک مزید قرب ومنزلت حاصل ہو۔ پھر حق تعالے نے اُسکو قبول فرمایا لقولہ الا انہا قربۃ لہم یعنی یہ امر اُنکے لیے وسیلہ
قربت بحق تعالے باہل وسیلہ ہے۔ پہلے انکو اپنی ہستی قربان کرنے کی توفیق دی پھر اُنکا وصف فرمایا سیدخلہم اللہ فی رحمتہ ضرور عنقریب اُنکی
جنت مین جو مقام رضوان ومنزلت دیدار باحجاب ہے جگہ پاوینگے پس کمال رحمت اُنکا مشاہدہ ہے بعض مشائخ نے کہا کہ جو کوئی قرب الٰہی
چاہے تو جو کچھ فدا و قربان کرگیا اُسکو حقیر وہیچ نظر آویگا حتی کہ اپنی جان حقیر قربان کریگا اور شرماویگا پس سچے طالب کی یہی پہچان ہوا ورجو ایسا نہو
وہ سچا نہین اور کیونکر قرب الٰہی پاوے جو ہر دم ایسی چیز سے قرب بڑھاوے جو اللہ سبحانہ تعالے سے دور کرنے والی ہو اور وہ دنیاے فانی ہو پھر اللہ تعالے
نے ایسے پاک برگزیدہ بندون کا وصف فرمایا جو سبقت کرکے مجلس اکرم۔ دنا فتدلی فکان قاب قوسین اوادنی۔ کے ذوق وصال سے بہرہ وافی
لے گئے اور اُنکے پرتو انوار سے انکے اہل جوار حکم قولہٗ اولئک قوم لا یشقی جلیسہم اُنکے ادنی مجلس مین داخل ہوئے بقولہ تعالے۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ
اور جو لوگ قدیم ہین پہلے وطن چھوڑنے والے اور مدد کرنے والے اور جو انکے پیچھے آئے نیکی سے اللہ راضی اُنسے اور وہ راضی اس سے

وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ
اور رکھے ہین واسطے انکے باغ نیچے بہتی نہرین رہا کرین انہین ہمیشہ یہی ہے بڑی مراد ملنی

جب مخلوق انسانی مین سے اہل کفر ونفاق کا مردود ہونا و اصناف منافقین شہری و دیہاتی و اُنکے افعال واطوار قبیحہ کا حال اور
ایک گروہ اعراب کے مقبول و مقرب ہونے کا حال معلوم ہوگیا اور دیگر اصناف منافقین وغیرہ جنکا حال مخفی تھا بسبب اسکے کہ اخفاے
نفاق مین مثل باریک وسوسہ نفس وشیطانی کے جو لغاوت امر خیر ہوتا ہے بہت کوشش رکھتے تھے اور جیسے اکثر فقیر ریاکار کا حال پوشیدہ
ہوتا ہے ایسے اصناف باقی ہین تو درمیان مین سلسلہ تقرب بعض اعراب مقبولین کے اعلی طبقہ اہل قرب و درجات اور ائمہ اہل منزلت و
سادات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا حال جن مین بالتبع صنف اہل قبول از اعراب بھی بطفیل شامل ہوجاوے بیان فرمایا
بقولہ۔ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ
قولہ السابقون الاولون۔ مبتدا۔ من تبعیضیہ یعنے مہاجرین وانصار مین سے جو سابقین اولین ہین اور بعض نے کہا کہ من بیانیہ
ہے یعنے سابقین اولین وہ جملہ مہاجرین وانصار ہین اور شاذ قراءۃ مین والانصار بالرفع ہے معطوف ہے بر قولہ السابقون پس
من المہاجرین مین من تبعیضیہ ہے یعنے مہاجرین مین سے سابقین اولین اور جملہ انصار۔ قولہ والذین اتبعوہم عطف بر مبتدا ہے یعنے
السابقون۔ اور قولہ باحسان متعلق بفعل۔ اتبعوہم یعنے اتباع باحسان کی۔ یعنے محسنین ہونے کے ساتھ متبع ہوے اور بعض علما و
تابعین نے کہا کہ نیک کامون مین جو عموماً نیک نظر آتے ہین اتباع کی اور جن کامون کا بھید پوشیدہ ہو کہ عوام کو وہ بظاہر نیک
نہین کھلتے اُن مین اتباع لازم نہین کی پس باحسان کا تعلق اتبعوہم سے تعیین کرتا ہو کہ اتباع باحسان کی شرط واسطے ثبوت خیر
یعنے رضوان الٰہی کے فقط والذین اتبعوہم کے ساتھ ہو اسیواسطے شیخ تابعی محمد بن کعب نے استدلال کیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سب کو بلا شرط
اللہ تعالے نے بکمال رحمت بخش دیا بلکہ سب پر اپنا رضوان نازل فرمایا۔ قولہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ خبر مبتدا ہے یعنے سابقین اولین
سے مطلقاً اور اُنکے تابعین سے بشرطیکہ تبعیت باحسان ہو اللہ تعالے راضی ہوا اور وے سب اللہ تعالے سے راضی ہوئے۔ واضح ہو کہ

محمد بن کعب کی استدلال سے معلوم ہوا کہ قولہ من المہاجرین والانصار مین من بیانیہ ہے یعنے جملہ صحابہ مہاجرین والانصار مراد ہین پس
والذین اتبعوہم سے بعد صحابہ کے جو لوگ قیامت تک ہون وہ داخل ہین اور اس مین اتفاق ہے کہ والذین اتبعوہم سے اصطلاحی تابعی
فقط مراد نہین یعنے فقط وہی لوگ جنکو اصطلاح مین تابعین کہتے ہین یعنے ہر وہ مومن جس نے کسی صحابی کو دیکھا ہو اور آنحضرت صلعم کو
نہ دیکھا ہو پس یہی مقصود نہین ہان تابعین رحمہم اللہ اس تقدیر پر والذین اتبعوہم مین داخل ہین اگرچہ حدیث صحیح مین یہ آیا ہے کہ میری اُمت
مثل باران رحمت کے ہے کہ کوئی جانتا نہین کہ آول بہتر ہے یا اخیر۔ اور یہ بھی ثابت ہو کہ تم لوگون پر جو وقت آتا جائیگا وہ اگلے وقت
سے گھٹا ہوا ہی ہوگا یہان تک کہ تمھاری وفات ہو جاوے۔ ولیکن بدلائل قطعیہ بمانند قولہ تعالےٰ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس الآیۃ وصحاح
احادیث کے اہل ایمان نے اجماع کیا ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین تمام اُمت مابعد سے افضل واکرم ہین جیسا کہ آخر مین انشاء اللہ تعالےٰ
یہ مسئلہ مذکور ہوگا۔ اب تفسیر معلوم کرو کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ۔ شیخ سیوطی رح
نے لکھا کہ مراد انسے وہ صحابہ ہین جو بدر کے جہاد مین شریک تھے یا مراد سب صحابہ ہین جنکو چھوڑکر آنحضرت صلعم نے انتقال فرمایا۔ وَالَّذِیْنَ
اتَّبَعُوْهُمْ اور وہ لوگ جنھون نے سابقین اولین کی اتباع کی۔ قال الشیخ یعنے قیامت تک جو اتباع کرین۔ بِاِحْسَانٍ فی العمل
یعنے نیک کام کرنے مین۔ اولی یہ کہ باحسان فی الفعل کہا جاوے تاکہ قول وعمل وغیرہ ہر نیکی کو شامل رہے۔ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اللہ تعالےٰ
ان سب سے راضی ہوا یعنی اُنکی اطاعت کرنے سے راضی ہوا یعنے اُنکو ثواب جمیل وفضل کبیر دیا۔ وَرَضُوْا عَنْهُ اور یہ سب کے سب
اللہ تعالےٰ سے راضی ہوے یعنی ثواب الٰہی سے نہایت خوش ہوگئے۔ مترجم کہتا ہے کہ واضح کرکے اس مقام کا بیان اسطرح ہو
کہ اگر من تبعیضیہ ہے تو سابقین اولین سے آخر وقت تک کے جملہ صحابہ مین سے وہ جماعت مراد ہین جو سابق اول ہین مہاجرین مین
سے بھی اور انصار مین سے بھی۔ اور اُنکے واسطے عمل باحسان وغیرہ کی کوئی قید نہین لگائی پس معلوم ہوگیا کہ اُنکے جملہ افعال داخل ثواب
ہین اور یہ فضل الٰہی ہو پس اُنکے سواے جو باقی صحابہ رہے وہ قولہ والذین اتبعوہم باحسان مین داخل ہین اور چونکہ لفظ عام ہے لہٰذا
بعد زمانہ صحابہ کے قیامت تک والے اہل ایمان اُنکے طفیل مین اس نعمت عظمی سے سرفراز ہین مگر اس شرط سے کہ اتباع باحسان ونیکوکاری
ہو۔ پس معنی یہ ہوے کہ صحابہ مین سے سابقین اولین کے گروہ نے اور باقی صحابہ وقیامت تک والے مومن جنھون نے سابقین کی اتباع
باحسان کی ہو سب سے اللہ تعالےٰ راضی ہوا اور یہ سب بندے اپنے اللہ تعالےٰ سے راضی ہوے۔ اب بیان معرفت سابقین اولین باقی رہا
سعید بن المسیب وغیرہم نے فرمایا کہ سابقین اولین وے صحابہ ہین جنھون نے وہ زمانہ بھی پایا جب کہ آنحضرت صلعم بحکم الٰہی بجانب بیت المقدس نماز
پڑھتے تھے۔ یہ ابتداء ورود مدینہ منورہ کا زمانہ تھا پھر قریب ڈیڑھ برس بعد ہجرت کے قبلہ بجانب کعبہ معظم تحویل فرمایا۔ شعبی رح نے کہا کہ جو وقت تک
بیعۃ الرضوان واقع ہوئی یعنے مقام حدیبیہ مین ہجرت کے چھٹے سال تک والے صحابہ ہین اور عطاء بن یسار نے فرمایا کہ جو صحابہ جنگ بدر مین تھے وے
سابقین ہین۔ جنگ بدر ہجرت کے دوسرے سال واقع ہوئی بعض علماء نے کہا کہ ان اقوال مین اختلاف رفع کرنا ممکن ہو باین طور کہ انتہاء
سابقین اولین کی بیعۃ الرضوان کے وقت تک تھی۔ ولیکن مفسر رح نے من تبعیضیہ کی صورت مین فقط یہی قول لیا کہ وے اہل بدر ہین پس معروف
اطلاق اہل بدر کا صرف انھین تین سو تیرہ صحابہ پر ہی جو واقعہ بدر مین حاضر تھے اور اُنکے فضائل صحاح احادیث مین بہت ہین ولیکن اسوقت مدینہ
مین اور بہت سے صحابہ موجود تھے جنکو آنحضرت صلعم نے ساتھ جانے کا حکم نہین دیا تھا بوجہ اسکے کہ لڑائی کا قصد نہ تھا پس بیان سابقیت وا ولیت
جسمین مفہوم زمانہ شامل ہو اُسکے الفاظ سے مقام اسکو مقتضی ہو کہ اہل بدر سے معنی عموم مراد ہون یعنی جو صحابہ بر وقت واقعہ بدر کے موجود تھے خواہ واقعہ

جنگ مین حقیقۃً حاضر ہون یا حکماً شریک ہون پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی شامل ہر اور اظہر قول شعبی رح ہر کہ بیعۃ الرضوان تک والے سابقین ہین اور اگر من المهاجرین کے بعد قولہ والانصار بالرفع ہو تو سبقت باعتبار ہجرت کے ہوگی اور ہجرت سابقہ وہ ہر جو قبل صلح حدیبیہ یعنے زمانہ بیعۃ الرضوان سے پہلے واقع ہوئی پس اُسوقت والے مہاجرین سابقین ہین اور اسوقت تک کے نصرت والے انصار سابقین ہین پھر انکے بعد والے اُن کے ساتھ لاحق ہین جیساکہ قولہ والذین اٰمنوا من بعد الآیۃ آخر سورہ انفال اسپر دلیل ہر اور یہ صریح مؤید قول شعبی رح ہر فافہم۔ اور علی ہذا قراءۃ متواترہ من المهاجرین والانصار بالجر کی صورت مین بھی یہ توجیہ مستقیم ہر کما لایخفی شیخ ابو منصور بغدادی نے کہا کہ ہمارے اصحاب کا اجماع ہر کہ تمام صحابہ مین سے چارون خلفاء افضل ہین اُنکے بعد عشرۂ مبشرہ بالجنۃ مین سے باقی چھ یعنے دس صحابہ کے لیے قطعی جنتی ہونے کا وعدہ آنحضرت صلعم کی زبان پاک سے وارد ہوا انہین چارون خلفا بھی ہین پس انکے بعد چھون باقی افضل ہین پھر اُنکے بعد اہل بدر پھر اہل اُحد پھر اہل بیعۃ الرضوان ہین۔ اور علی قاری رح وغیرہ نے لکھا کہ بالاجماع آنحضرت صلعم کا دیکھنے والا مومن جسکو صحابی کہتے ہین تمام غوث و قطب وغیرہ سے جسنے آنحضرت صلعم کو نہین دیکھا پایا ہر افضل ہے۔ یہ سب تو بیان اس تقدیر پر تھا کہ من تبعیضیہ ہر اور اگر من بیانیہ ہو تو یہ معنی ہونگے کہ سابقین اولین جو جملہ صحابہ مہاجرین و انصار ہین جنکو چھوڑ کر آنحضرت صلعم نے انتقال فرمایا اُنسے اور اُنکے اتباع باحسان کرنے والون سے جو کوئی قیامت تک ہو سب سے اللہ تعالے راضی ہوا اور وے اللہ تعالے سے راضی ہوے۔ اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالے نے تو سابقین اولین کو فرمایا اور تم کہتے ہو کہ سب صحابہ مراد ہین تو جواب یہ کہ سبقت و اولیت امر اضافی ہر پس والذین اتبعوہم اپنے پچھلون سے سب صحابہ مقدم و سابق ہین۔ اور یہی محمد بن کعب کا قول ہر کہ سب صحابہ مراد ہین چنانچہ ایک شخص نے اُنسے صحابہ رضی اللہ عنہم کا حال بلحاظ انکے آپس کے بعض جھگڑون کے دریافت کرنا چاہا تو اسی آیت سے استدلال کرکے جواب دیا کہ اللہ تعالے نے بدون قید احسان فی العمل کے اُنکو کرامت فرماکر کرم فرمایا پس تجھکو انکے حال سے بحث کرنے سے کیا مطلب ہر ہان انکے بعد والون کے حق مین یہ شرط کردی کہ باحسان انکے متبع ہون تو اللہ تعالے کی رضا پاوینگے۔ اس شخص نے کہا کہ واللہ مین نے گویا آج تک اس آیت کو نجانا یہان تک کہ مجھے محمد بن کعب سے معنی سمجھ مین آئے۔ ولیکن واضح ہو کہ اس تقدیر پر مرجع کلام آلہی کا مقدور ازلی کی طرف ہوگا کیونکہ قیامت تک کے بلکہ نزول آیت سے بعد مسلمان ہونے والے وقت نزول کے ظاہر نہ تھے اور اللہ تعالے فرماتا ہے کہ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ یعنی وے اللہ تعالے سے راضی ہوے اور اللہ تعالے اُنسے راضی ہوا حالانکہ قیامت تک والون سے جو موجود و پیدا نہین ہوے ہین یہ رضا کہان ظاہر ہوئی پس مراد یہ ہر کہ ازل مین ہر ایک امر اللہ تعالے کے یہان مقدر اور اُسکے علم مین بلا تفاوت قبل وجود کے معلوم ہر پس ازل ہی مین اُنکے واسطے برگزیدہ کرنا اور طرفین سے رضامندی متحقق ہوگئی پس یہ تشریف بدون علت و سبب کے ہر کیونکہ افعال آلہی معلل باغراض نہین وہ جو چاہے کرے اور جو کرے عین حکمت ہر اور اہل سنت کا تقدیر پر اجماع ہر اور ہو سکتا ہر کہ یون کہا جاوے کہ یہ امر فقط والذین اتبعوہم کے حال مین ہر اور اُنکے حق مین شرط باحسان کی لگائی ہر پس ہمین یہی شرط ملحوظ ہین اگرچہ بحرف شرط نہو یعنی جو کوئی اتباع کرے صحابہ رضی اللہ عنہم کی اس طرح کہ اعمال مین محسنین سے ہو تو وہ مستحق رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ ہے اور یہ نظیر احکام صوم و صلوۃ ہر کیونکہ خطاب بحرف ندا کے واسطے منادی کا حضور ضرور ہر حالانکہ یا ایہا الذین آمنوا سے جہان خطاب ہے وہان مخصوص بحضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نہین بلکہ قیامت تک جو کوئی ہو بلا فرق داخل ہر و تحقیق الکلام فی الاصول۔ اور اگر یون کہا جاوے کہ یہ منقبت اُن حضرات کی ہے جو موجود تھے اور معنی یہ ہین کہ سابقین اولین از مہاجرین و انصار سے اور اُنکے باحسان اتباع کرنے والون سے اللہ تعالے راضی ہوا اور وے اللہ تعالے سے راضی ہوے یعنی رضوان آلہی اُنکو حاصل ہوگیا تو یہ اُنکے واسطے کامل فضیلت ہر شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ یہ کمال فضیلت اور نہایت مراد ہے پس ہلاکی و بربادی ایسی قوم کی جو اُن بزرگون سے بغض رکھے یا بدی کرے خصوص تمام

صحابہ کے سردار بعد رسول اللہ صلعم کے اور سب سے افضل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے پس فرقہ رافضیہ عجب بیوقوف عقل کے اندھے اور دل کے اوندھے ہین کہ آیات مین ذرا غور نہین کرتے اور اللہ تعالے عزوجل جن بندون سے ایسی رضامندی فرماوے اُنسے یہ فرقہ رافضہ عداوت کرکے حق تعالے سے عداوت کرتے ہین نعوذ باللہ تعالے من ذلک۔ مترجم کہتا ہے کہ درحقیقت یہ فرقہ شقی ازلی ہے اور جو اُن سے محبت کرے وہ اُن کے ساتھ بسبب موالات کے جہنمی کیونکہ آیت کریمہ مین ہر ایک معنے اور ہر تقدیر پر حضرات خلفاء اربعہ وکرام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اس تشریف الٰہی مین داخل ہین چنانچہ اس تقدیر پر کہ سابقین اولین سے اعلیٰ طبقہ صحابہ اور اُن کے متبعین سے مابعد کا طبقہ تا نزول آیت کریمہ مراد ہو تو بھی ان سب سے اللہ تعالے راضی ہوا اور وے اللہ تعالے سے راضی ہوے اور جب اسطرح موکد تراضی متحقق ہوگئی تو پھر اللہ تعالے کی رضا کی مخالفت کرنے والے شیطان کی رضا رچا ہتے ہونگے۔ واضح ہو کہ اس تقدیر پر بھی تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اور قیامت تک کے متبعین داخل ہوجاوینگے اس لیے کہ والذین اتبعوہم۔ فرمایا ہے پس مدار رضوان کا اُن حضرات سابقین کی اتباع ہے لہذا جو مومن نیکوکاری واحسان کے ساتھ مراوہ اُنکا متبع ہے اور اسمین دلیل ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی اقتدا کرنا وسیلۂ رضوان الٰہی ہے اور حدیث مین ہے کہ میرے صحابہ ستارون کے مانند ہین جسکی تم اتباع کرو مراد کو پہونچ جاؤگے اور منجملہ ان دلائل کے جو مثبت اس امر کے ہین کہ عموماً سب مراد ہین اور تمام لوگ مابعد کے شامل ہین جیساکہ محمد بن کعب وغیرہ کے کلام کا نتیجہ ہے یہ حدیث ہے جو ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ جب یہ آیت اُتری تو سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ میری تمام امت سب کے واسطے ہے اور بعد رضامندی ملجانے کے پھر سخط نہین یعنی اللہ عزوجل نے رضامند ہونے کو ظاہر کردیا پھر اپنے فضل سے ناخوش نہ ہوگا۔ پھر واضح ہو کہ مرد صالح تھوڑے تامل کرنے سے سمجھتا ہے کہ یہ رضوان الٰہی امر مقصود ہے جو اُنکو اسوقت حاصل ہوچکا اگرچہ بطریق کمال وہ رضوان فی الجنۃ ہے۔ فافہم۔ پھر بعد رضوان کے فرمایا۔ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ ابن کثیرؒ کی قراءۃ مین من تحتہا الانہار ہے المعنی اور مہیا فرمائین اُن بندون کے لیے جنتین جنکے نیچے نہرین جاری ہین۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا درحالیکہ ہمیشگی والے ہین اس مین ہمیشہ۔ ابداً تاکید ہے ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ یہ مجموع جو بیان ہوا یا اُن مین سے ہر ایک امر فوز عظیم ہے وقدم تفسیر نحوہا فی الآیۃ مرارا ف۔ علماء نے اتفاق کیا کہ سب سے پہلے آنحضرت صلعم پر حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا ایمان لائین۔ پھر روایات مختلف ہین کہ دوسرا کون شخص ہے پس بعض نے کہا کہ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ہین اور اکثرون کے نزدیک اُسوقت دس برس کے تھے اور ابن عباس رضہ نے کہا کہ بعد خدیجہ رضہ کے ابوبکر رضی اللہ عنہ ایمان لائے اور عروہ بن الزبیر نے کہا کہ زید بن حارثہ اور شیخ اسحق بن ابراہیم کہتے تھے کہ اختلاف نہین بلکہ یہ معنی ہین کہ بعد خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مردان آزادمین سے ابوبکر رضی اللہ عنہ ایمان لائے اور لڑکون مین سے علی بن ابی طالب رضہ اور موالی مین سے زید بن حارثہ رضہ پس یہ لوگ سب سے پہلے سبقت کرنے والے ہین۔ اور انصار مین سے وہ چھ آدمی ہین جو زمانۂ جاہلیت مین موسم حج مین کفار قریش سے معاہدہ کرنے گئے تھے اور آنحضرت صلعم کی دعوت اسلام کرنے پر معاہدہ وغیرہ چھوڑکر راستہ مین گھاٹی پہاڑ پر ایمان لائے اور واپس ہوکر دوسرے سال بارہ آدمی نے بیعت کی اور ایمان لائے پھر تیسرے سال ستر آدمی مشرف ہوے پس یہ لوگ انصار مین سے سب سے سابق ہین۔ پھر لوگ گروہا گروہ ایمان مین داخل ہوگئے جیسے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر عثمان بن عفان وزبیر بن العوام اور عبدالرحمن بن عوف وسعد بن ابی وقاص وطلحہ رضی اللہ عنہم ایمان لائے پھر لوگ پے در پے ایمان لاتے گئے۔ اور پہلے مذکور ہوا کہ آیت مین سابقین اولین سے کون لوگ مراد ہین اہل بدر یا بیعۃ الرضوان یا جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم علی ما مفصلا فتذکر۔ امام رازی وغیرہ نے یہان ایک قول یہ لکھا کہ ہجرت ونصرت کی راہ

سے سابقین مہاجرین و سابقین انصار مراد ہین بدلیل آنکہ اللہ تعالے نے مطلقاً سابقین فرمایا۔ اور یہ نہین کہا کہ کس امر مین سابق ہین تو لفظ
مجمل رہا پس لفظ سے اجمال رفع کرنے کے واسطے ضرور ہوا کہ اُسکو پھیرا جاوے ایسی چیز کی طرف جس سے مہاجرین و انصار ہوئے ہین
اور وہ ہجرت و نصرت ہے پس سبقت براہ ہجرت و سبقت براہ نصرت مراد ہوئی۔ مترجم کہتا ہے کہ مین نے بھی سابق مین اس طرف
اشارہ کیا ہے فتامل۔ اور میری توجیہ اور اس تقریر اور قول شعبی رحمہ اللہ کے اجماع سے بڑی قوت اس قول کی ہوگئی کہ اہل بیعۃ الرضوان
مراد ہین فافہم واللہ اعلم۔ واضح ہو کہ قولہ والذین اتبعوہم باحسان۔ سے اہل سنت کے واسطے کمال تسکین ہے اسواسطے کہ یہی فرقہ ہے جو
آنحضرت صلعم و آپکے صحابہ رض کی اتباع پر بدون کسی تغیر و تبدیل و اختراع و بدعات کی اقتدا کرتا ہے۔ مسئلہ شیخ محمد بن الفضل بخاری رح
نے کہا کہ جو کوئی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے یار غار ہونے سے انکار کرے وہ کافر ہے اور شیخ دہلوی و ایک جماعت علماء نے اکثر فرقہ
رافضہ کے مرتد ہونے اور اُنکے ساتھ مناکحت جائز نہونے کا فتوی دیا ہے اور شک نہین کہ جو فرقہ ان لوگون مین سے جو اپنے کو شیعہ
کہتے ہین قطعیات کے منکر ہین وے مرتد ہو کر دائرہ ایمان سے خارج ہوگئے۔ مسئلہ سب الصحابہ رضی اللہ عنہم کبیرہ گناہ ہے اور بعض نے
کہا کہ انکار اُن کے بزرگان مرضی ہونے کا بسبب اس آیت کریمہ و دیگر آیات کے کفر و ارتداد ہے۔ نعوذ باللہ منہ۔ ابو سعید خدری رض
سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ لاتسبوا اصحابی الحدیث یعنی میرے صحابہ کو بدی کے ساتھ مت یاد کیجیو کیونکہ تم مین سے
اگر کوئی کوہ اُحد کے برابر سونا خرچ کر ڈالے تو ان مین سے کسی کے ایک مُد برابر نہ پہونچیگا اور نہ آدھے مُد برابر۔ شراح رحمہم اللہ نے کہا کہ اسکے
یہ معنی ہین کہ اگر کوئی شب و روز بلا وقفہ عبادت کرے اور خیرات کرتا رہے بلکہ جسقدر اسکے حیطہ امکان مین نہین بلکہ عادۃً اس سے محال ہے
فرض کرو کہ اسقدر بجا لاوے تو بھی کسی صحابی کے ایک ادنی مقدار عمل خیر کو بھی نہین پہونچیگا اور ظاہر ہے کہ انکا اخلاص و اُن کا جان و
مال باوجود فقر و فاقہ کے فدا کرنا اس حال سے کہ آفتاب نبوت سے انکی پاک آنکھین روشن تھین اور انوار معارف سے مالامال تھے یہ کوئی
کہان سے لاویگا ایک نعمت عظمی انکو دیدار و خدمت حضرت سرور عالم عین مقصود خلق بنی آدم صلے اللہ علیہ وسلم حاصل تھی کہ وہ اب
محال ہے۔ ایک روایت مین ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جس کسی کو دیکھو کہ میرے کسی صحابی کو بُرا کہتا ہے تو اُس سے کہو کہ تجھپر اللہ تعالے کی لعنت پھٹکار
ہے۔ ایک روایت مین ہے کہ فرمایا جسنے میرے کسی صحابی کو بُرا کہا تو اُسپر اللہ تعالے و ملائکہ و تمام لوگون کی لعنت ہے۔ صحیح حدیث مین ہے کہ آپ نے
فرمایا خیر القرون قرنی الحدیث۔ قرن بنابر قول مشہور کے سو برس کا ہوتا ہے تو معنی یہ کہ میرے وجود کی صدی بہت بہتر ہے پھر وہ صدی
جو اس سے پیچھے آویگی پھر اُسکے بعد والی صدی۔ علماء نے اتفاق کیا کہ بھلائی کی تخصیص انھین تین صدی کے واسطے ہے اور آیندہ
چوتھی صدی سے لیکر زمانہ امام مہدی علیہ السلام تک لوگ اخلاص و امانت مین ناقص ہونگے اور بھلے لوگ کم اور بُرے زیادہ ہون گے اور
لوگ بدعتین نکالینگے جسپر اُس زمانہ والے اکثر متفق ہوجاوینگے بخلاف زمانہ صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین کے کہ بدعت بھی کوئی نکالتا اور
تو اُسپر بھی اہل تقوی کثرت سے انکار کرکے اُسکو برباد کردیتے اگرچہ اُس قوم مین جسنے بدعت نکالی ایک داغ رہجاتا اور یہ خود حدیث شریف سے بھی
ثابت ہے اور آنحضرت صلعم نے بدعت سے بچنے کی بہت تاکید فرمائی ہے منجملہ احادیث کے صحاح کی حدیث من احدث فی امرنا ہذا و فی روایۃ فی امر دیننا
ہذا الحدیث یعنی جسنے ہمارے اس دین مین یعنی جو اسوقت اصل موجود تھا کوئی ایسی بات نکالی جو اس مین سے نہین ہے تو وہ مردود ہے یہان سے صاف
ظاہر ہوگیا کہ علماء مین سے جسنے بدعت اُسکو کہا جو بعد آنحضرت صلعم کے نکالی جاوے پھر طرح طرح کے الوان طعام کو بھی اقسام بدعت مین
شمار کیا تو اس عالم سے سہو ہوا اللہ تعالے مغفرت کرے کیونکہ یہ تو بدعت لغوی ہو سکتا ہے اور بدعت شرعی تو وہی ہے جو دین کے امور مین

احداث ہو یعنی ثواب کا طریقہ نیا نکالا جاوے اسطرح کہ اصول شرع سے اُسکا ثبوت نہو پس جو امر منظر ثواب نہو وہ کبھی بدعت نہ ہوگا حتی کہ
اعراب قرآن مجید وغیرہ جبکہ مستقل طریقہ ثواب نہین تو بدعت مین کیون داخل کیے جاتے ہین ہان تعلیم قرآن مجید کا آسان طریقہ ہے سو یہ
خود شرع سے ثابت ہے آیا یہ نہین دیکھتے کہ اپنے دروازے پر بیٹھکر قرآن مجید پڑھانا یا دو زانو ادب سے بیٹھکر یا کتاب مصحف سے دیکھکر پڑھانا
یہ کوئی بدعت نہین ہین بلکہ طریقہ تعلیم مین شرعاً اختیار ہے اس لیے کہ تعلیم کا حکم دیا بدون تخصیص کسی وضع خاص کے تو باشارت یا باقتضا ثابت
ہو گیا کہ طرق مذکورہ جائز ہین اور چونکہ بے ادبی کرنا مطلقاً وخصوص کلام مجید سے حرام و ممنوع ہے پس طریقہ خلاف ادب علیحدہ بخصوص سے منکر و
ممنوع ثابت ہے اب ایک بات یاد رکھو کہ علما کا اجماع ہے کہ افعال ثواب کی ہیأت امر توقیفی ہے مثلاً قرارۃ قرآن وغیرہ جو نماز مین ہے وہ جبھی
نماز واقع ہوگی کہ جب اسی ہیأت سے ہو جو شارع نے بیان فرمائی ہے جیسے اعداد رکعات کہ فجر کی دو رکعات اور عصر کی چار و مغرب کی تین رکعات
ہین انہین بھی قیاس کو کچھ دخل نہین بلکہ امر توقیفی ہے واقف کرا دینے سے ہم واقف ہو گئے ورنہ جاہل رہتے کیا نہین دیکھتے کہ جس دن عید کا چاند
ہوگا اُس دن تک روزہ فرض متحتم ہے اور اسکے دوسرے روز عید کے دن حرام پھر بھلا قیاس کو یہان کیا مجال ہے اور دیکھو کہ دارمی وغیرہ مین مروی
ہے کہ کچھ لوگ مسجد مین بیٹھے حلقہ کرکے اسطرح یاد الٰہی تعالے کرنے لگے کہ بھائیو سو مرتبہ تسبیح پڑھو پھر ایک بولا کہ بھائیو اب سو مرتبہ تحمید پڑھو تو ایک
شخص نے دیکھکر عبد اللہ بن مسعود رضہ سے جاکر کہا وہ تشریف لائے اور اُن کو ملامت کرنے لگے اور کہا کہ ابھی اتنا زمانہ نہین ہوا کہ آنحضرت
صلعم کے کھانے کے برتن ٹوٹے ہون کہ تم نے بدعتین نکالنی شروع کر دین تو وہ لوگ بولے کہ یا حضرت ہم تو فقط تسبیح و تحمید کرتے ہین
اس مین کیا برائی ہے تو فرمایا کہ تم وہ طریقہ پکڑو جو آنحضرت صلعم کے یاروں کا ہے اور تم اپنے لیے استغفار کرتے تو تمہارے واسطے بہتر تھا
غرضکہ انکو متفرق کر دیا۔ راوی کہتا ہے کہ پھر مین نے انھین مجمع والون کو چند روز بعد دیکھا کہ خارجیون کے ہمراہ ہو کر مارے گئے ہین مترجم
اپنے برادران اسلام سے کہتا ہے کہ ﷲ تعالے آپ لوگ ایسی باتون و طریقون سے پرہیز کرین جو بدعت ہین یا ان مین بدعت حسنہ و سیئہ
ہونے کا اختلاف ہے اور اس اختلاف سے بچکر بحکم قولہ تعالے وأمر قومک یاخذوا باحسنہا۔ وہی طریقہ اختیار کرین کہ بالاتفاق وہ نہایت خوب
و محبوب و مسنون ہے جیسے حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم پر تخلیہ مین جوش خاطر و محبت کے ساتھ درود پڑھنا کہ اُسکے فضائل سے قرآن مجید
و احادیث مالامال ہین واللہ تعالے ہو الموفق للصدق والصواب صحابہ رضی اللہ عنہم کا طریقہ عین سنت تھا۔ کیا خوب اُمت مرحومہ مقبول
الٰہی سبحانہ تھے کہ اُن کے حق مین فرمایا رضی اللہ عنہم اللہ تعالے اُن سے راضی ہوا ورضوا عنہ اور وے بھی اللہ تعالے اپنے معبود سے
راضی ہوے پس اے لوگو تم اُن کی اقتدا کرو وہی صواب ہے اور سوا اسکے سب بدعت و ضلالت و جہنم کی پکی ڈنڈی ہے۔ نعوذ باللہ
تعالے من عذاب جہنم ف۔ فی العرائس قولہ تعالے والسابقون الاولون آلخ یعنے غیب سے پیدا ہوکر بحضور خالق عز و جل حاضر ہونے
کے وقت ازل ہی مین شوق و محبت سے ارواح کے ساتھ مشاہدہ کی طرف سبقت کرنے والے بندے۔ پھر جب ارواح ابدان مین آئین
تو بھی برابر اسی طرف پرواز کرنے پر آمادہ رہین۔ ابن عطاء رح نے کہا کہ سابقین وہ ہین کہ ازل ہی مین اُنکو عنایت پہونچی کہ مقبول ہو گئے ہین۔ قولہ والذین
اتبعوہم باحسان یعنی سابقین کو اور اُن کے حال کرامت کو پانے والے۔ اور باحسان اتباع اس احسان سے ہے جو اُنپر بھی بفضل و کرم ازل
مین واقع ہوا تھا۔ قولہ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔ رضاے الٰہی اصل وہ تھی کہ ازل مین اُن کو چھانٹ لیا پس کشفاً مشاہدہ سے یہ بندے
اپنے پروردگار سے راضی ہو گئے۔ اور جعفر رح نے کہا کہ اُن کی رضامندی اس نعمت پر کہ جو اُن کو اپنے حبیب محمد صلعم کی اتباع سنت کی
توفیق دی پس جان و مال فدا کرکے مومن ہوے۔ نصر آبادی رح نے کہا کہ پہلے حضرت حق عز و جل ہی کی رضا تھی کہ یہ بندے راضی ہوے

یہ حال تو نہایت کمال کے ساتھ ایمان میں راسخ بندون کا ہے پھر اُن کے مخالف نہایت کمال کے ساتھ نفاق میں راسخ آدمیون کا حال بیان فرمایا۔ بقولہ تعالے

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ ۖ نَحْنُ

اور بعضے تمہارے گرد کے گنوار منافق ہیں اور بعضے مدینے والے اَڑ رہے ہیں نفاق پر تو اُنکو نہیں جانتا ہم کو

نَعْلَمُهُمْ ۚ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ۝

معلوم ہیں اُنکو ہم عذاب کرینگے دو بار پھر پھیرے جاوینگے بڑے عذاب میں

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ قولہ ممن حولکم۔ خبر مقدم قولہ منافقون مبتدا۔ اور قولہ ومن اہل المدینۃ عطف ہے قولہ ممن حولکم پر گویا یون ہے کہ وممن حولکم من الاعراب ومن اہل المدینۃ منافقون۔ اور قولہ ممن حولکم اے ممن حول بلدکم یعنی تمہارے شہر کے گرد والے گنوارون میں سے منافق لوگ اور اہل مدینہ میں سے بھی۔ اور شاید اول مبتدا خبر الگ ہو اور قولہ ومن اہل المدینۃ خبر مقدم اور قوم مبتدا محذوف ہو یعنی تمہارے شہر کے گرد والے اعراب میں سے اور اہل مدینہ میں سے منافق ہیں وے نفاق پر اڑ رہے ہیں۔ تمرد بمعنی صفائی وخلوص یعنے نفاق پر خالص ہیں جیسے سابقین اولین لوگ ایمان پر خالص ہیں۔ اور تمیز مرد بمعنی مشق وعادت ہے یعنے نفاق پر نہایت مشّاق ہیں اُن کی عادت ہو گئی ہے حتی کہ فرمایا۔ لَا تَعْلَمُهُمْ تو اُنکو نہیں جانتا ہے۔ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ہم اُنکو جانتے ہیں۔ یعنی نفاق میں کامل مشّاق ایسے ہیں کہ انکی ظاہری طاعت واخفاء نفاق باطن کی عادت سے تجھپر اُنکا حال پوشیدہ ہو گیا باوجود اسکے کہ حق تعالے نے آنحضرت صلعم کو کمال نور فراست عطا فرمایا تھا اور قولہ نحن نعلمہم سے نکل آیا کہ انکی مشّاقی انکو کچھ مفید نہیں کیونکہ اگرچہ مشّاقی سے تجھپر اخفا کرکے فریب دیا تو مفید نہ ہوا اس لیے کہ ہم انکو خوب جانتے ہیں اور اللہ تعالے ہی کے علم پر آدمی کا بدلا ہے وہی عذاب وثواب دینے والا ہے لہذا فرمایا۔ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ہم انکو عنقریب ضرور دو بار عذاب کرینگے علمائے تفسیر میں سے بعض نے کہا کہ اللہ تعالے دانا ہے کہ دو بار کون کون ہیں اور کیا عذاب ہے اور بعض سلف سے مروی ہے کہ عذاب دنیا خواہ فضیحت ورسوائی خواہ قتل وصیبت اور خواہ باعث اموال واولاد جو درحقیقت منافقون کے لیے بحکم قولہ تعالے انما یرید اللہ لیعذبہم بہا فی الحیوۃ الدنیا۔ عذاب ہے اور دوسرا عذاب قبر ہے یہ دونون عذاب تو عاجل وجلد ہیں۔ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ پھر رد کیے جاوینگے طرف عذاب عظیم کے یعنی قیامت میں دوزخ میں ڈالے جاوینگے۔ ف قولہ وممن حولکم من الاعراب میں کون گنوار مراد ہیں تو امام محی السنہ وشیخ مفسر سیوطی وغیرہما نے لکھا کہ وہ قبیلہ اسلم واشجع وغفار وغیرہ ہیں جو مدینہ کے گرد اترے تھے بعض نے اعتراض کیا کہ آنحضرت صلعم نے ان قبیلون کے لیے اچھی دعائیں فرمائی ہیں پس تفسیر میں اشکال ہوا اور مترجم جواب دیتا ہے کہ معترض کو حرف من حولکم میں من تبعیضیہ سے شاید سہو ہوا کیونکہ تفسیر کے یہ معنی ہیں کہ من اسلم واشجع وغفار یعنی ان قبائل میں سے بعض بعض منافق ہیں حاصل آنکہ تفسیر من حولکم کی ہے دفی البیضاوی ہولاء کانوا نازلین حول المدینۃ پس من حولکم یعنی من اسلم واشجع الخ جواب کوئی اشکال نہیں ہے کما لا یخفی۔ قولہ لا تعلمہم۔ ابوالبقاء عکبری رح نے لکھا کہ علم یہاں متعدی بیک مفعول بھی ہو سکتا ہے اور متعدی بدو مفعول بھی ہے مفعول دوم محذوف ہو کا لے لا تعلمہم منافقین۔ تو انکو منافق نہیں جانتا یہی بعض مفسرین نے بھی لکھا۔ اور مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک پسندیدہ تقریر نہیں ہے اس لیے کہ جب علم کے معنی دل سے جان لینا ٹھہرے تو اللہ عز وجل کے فرمانے سے آنحضرت صلعم نے جان لیا کہ وہ منافق ہیں لہذا معنی یہ ٹھیک ہیں کہ لا تعلمہم باعیانہم یعنی مخصوص ہر ہر فرد کو نہیں جانتا ہے

اور اس تقریر سے یہ اشکال بھی مندفع ہوا کہ نفاق کے ایسے ایسے علامات ہین کہ آنحضرت صلعم پر چھپ نہین سکتے تھے۔ اور اصل اس اشکال
کی قولہ تعالے ولو نشاء لاریناکہم فلعرفتہم بسیاہم ولتعرفنہم فی لحن القول الآیۃ ہو کیونکہ اس مین مصرح ہے کہ معرفت باعیان اگرچہ عطا نہوئی
مگر معرفت بلحن القول آپ کو حاصل ہوئی ہے اور یہان بھی یہی معنی مراد ہین کہ بعین اُن کو تو نہین جانتا ہے اور یہ نہین کہا کہ علامات سے
بھی نہین جانتا۔ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ اس معنی کے واسطے شاہد روایت امام احمد ہو کہ جبیر بن مطعم نے کہا کہ یا رسول اللہ وے لوگ
زعم کرتے ہین کہ مکہ مین ہمارے لیے کچھ ثواب نہین تو فرمایا کہ تمہارے اجر تمہارے پاس آجاوینگے اگرچہ تم لومڑی کے بل مین ہو اور مجھے کان
مجھ کا کر سننے کا اشارہ کیا اور میرے کان مین فرمایا کہ میرے ساتھیون مین سے بعضے منافق ہین۔ الحاصل ضرور منافقین سے ایسے بعض
قول صادر ہوجاتے ہین جنسے نفاق کی شناخت ہوجاوے۔ اور پردہ فاش کرنے سے احتراز کرنا انبیاء علیہم السلام کی شان ہے اور آنحضرت صلعم
نے بھی حرملہ رضی اللہ عنہ کو اُسکے ساتھی منافقون کے پردہ فاش کرنے سے منع فرمایا۔ کما رواہ الحاکم وابن عساکر وقولہ تعالے سنعذبہم
مرتین۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ جمعہ کے روز آنحضرت صلعم خطبہ پڑھنے کھڑے ہوے اور فرمایا کہ او فلانے تو نکل جا کہ تو منافق ہے
اور او فلانے تو بھی نکل تو بھی منافق ہے پس مسجد مین سے چند منافقونکو فضیحت کرکے نکال دیا اتنے مین عمر رضی اللہ عنہ جو بہت دور رہتے
تھے آئے اور یہ منافق لوگ نکلے جاتے تھے پس عمر رضی اللہ عنہ یہ سمجھکر کہ نماز ہوگئی شرم کرکے ان لوگون سے چھپے اور یہ لوگ حضرت عمر رض سے
اس حال سے چھپے کہ انکی فضیحت کا حال عمر رض کو معلوم ہو پھر عمر رض مسجد مین آگئے تو دیکھا کہ ابھی نماز نہین ہوئی ہے اتنے مین ایک صحابی رض نے
حضرت عمر رض سے پکار کر کہا کہ اے عمر رض مبارک ہو کہ اللہ تعالے نے آج منافقون کو رسوا کیا۔ ابن عباس رض نے کہا کہ یہ پہلا عذاب ہو اور
دوسرا عذاب سو وہ عذاب القبر ہو۔ اسنادہ جید وفی مسند احمد عن ابن مسعود رض نحو ذلک وفیہ انہ اخرج فی الیوم ستۃ وثلثین رجلا من
المنافقین۔ اور شیخ قتادہ رح وغیرہ سے مروی ہو کہ مراد عذاب الدنیا وعذاب القبر ہے اور کہا کہ ہم سے ذکر کیا گیا کہ آنحضرت صلعم نے حذیفہ رضی اللہ
عنہ سے منجملہ اسرار کے بارہ منافقون کو بیان کیا اور ہم سے بیان کیا گیا کہ عمر رضی اللہ عنہ جب کسی مردہ کی نسبت گمان کرتے کہ شاید یہ بھی عنہم
مین سے ہو تو حذیفہ کی طرف دیکھتے پس اگر حذیفہ رض نماز پڑھنے کھڑے ہوتے تو نماز پڑھاتے ورنہ چھوڑ دیتے۔ اور عمر رض نے حذیفہ رض سے قسم دلائی کہ تمکو قسم ہو
وحدہ لاشریک کی کہ مین ان لوگون مین سے تو نہین ہون تو حذیفہ رض نے کہا کہ نہین اور مین تمہارے بعد اور کسی کو اس سے امون نہین کرونگا۔
واضح ہو کہ آیت مین جو منافقین مراد ہین ان کی شان فی الجملہ ان کے دو مرتبہ معذب ہونے سے ظاہر ہے اگرچہ عموماً ظہور نہو۔ اور بعض نے جو
تفسیر مین کہا کہ عذاب اول عذاب الدنیا اور دوم عذاب الآخرۃ ہے یہ قول ٹھیک نہین کیونکہ اللہ تعالے نے عنقریب ان کو معذب کرنے کو
فرمایا بقرینہ قولہ ثم یردون الی عذاب عظیم۔ پس قول البعض خلاف ظاہر سیاق ہو اور یہ جو کہا گیا کہ دوم عذاب النار ہمانند دیگر کفار
ہوگا پھر ان کا مستقر درک اسفل النار ہوگا تو یہ بھی نہایت بعید ہے کیونکہ اس تقریر سے سیاق تسہیل و تہوین ہوگا حالانکہ سیاق تشدید و
تہویل ہے واللہ تعالے اعلم بالصواب۔

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ۭعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اور بعضے دیگر ہین اپنا گناہ ملایا ایک کام نیک اور دوسرا بد شاید اللہ معاف کرے انکو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے

جب ایسے لوگون کا حال جو بسبب شک و نفاق کے غزوہ تبوک سے تخلف کر گئے تھے بیان ہوگیا تو اب ایسے متخلفین کو ذکر فرمایا جو باوجود
یقین و تصدیق کے بطور گناہ سستی و آرام طلبی کے پیچھے رہے تھے۔ بقولہ۔ وَاٰخَرُوْنَ اے ومن حولکم او من اہل المدینۃ او منہا قوم آخرون

یعنی مدینہ کے گردوالون یا مدینہ والون یا دونون مین سے ایک قوم دیگر ہین یعنے ایک اور فریق کے لوگ ہین کہ۔ اِعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ
جنھون نے اپنے گناہون کا اقرار کیا یعنے پیچھے رہنے پر نادم ہوے اور منافقون کی طرح جھوٹے عذر نہین کیے۔ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا
وَّاٰخَرَ سَيِّئًا خلط کیا انھون نے دو طرح کے اعمال کو ایک عمل صالح کو اور دوسرے عمل طالح کو عمل صالح اُن کا ایمان و دیگر اعمال اسلام مثل
نماز روزہ وغیرہ ہین اور عمل سیئی یہی تخلف ہے۔ یا عمل صالح سے مراد توبہ وندامت ہے جو بعد تخلف کے اُنپر طاری ہوئی۔ اور خلط سے
مراد مطلق اکٹھا ہوجانا اور یہ مطلب نہین کہ ایک دوسرے سے دودھ پانی کی طرح ملکر خراب کرین کہ نہ دودھ رہے نہ پانی۔ اور بعض نے کہا کہ
واؤ جمع بمعنے با ہے الصاق بطریق استعارہ ہے اے خلطوا العمل الصالح بالسئی۔ اور واحدی رح نے کہا کہ فائدہ اس استعارہ کا یہ ہے
کہ مراد خلط سے اجتماع ہے نہ حقیقۃً خلط کرنا یا ان اشارہ ہے کہ مجتمع ہونے سے عمل مخلوط کے رونق عمل صالح کم ہوجاتی ہے۔ اور آیت
مین دلیل ہے کہ خالی اعتراف گناہ و اقرار سے توبہ متحقق نہین ہوتی جب تک کہ یہ عزم قوی نہ ہو کہ آیندہ ایسی حرکت نہوگی اگرچہ سرزد ہوجائے
بعض نے کہا کہ اعتراف مستعمل بمعنے ندامت ہے جیسے اردو مین نوکر کی سفارش مین آقا سے کہتے ہین کہ معاف کیجیے وہ اپنے قصور کا معترف ہے
یعنے نادم ہے کہ اب کبھی نہوگا۔ پس ایسے ہی یہ بندے معترف نادم و عازم ہوکر مغفرت کے اُمیدوار تھے۔ ابن عباس رض و مجاہد وغیرہما سے مروی
ہے کہ جب ابو لبابہ وغیرہ نے سُنا کہ متخلفین کے حق مین ایسا ایسا نازل ہوا ہے تو نادم ہوکر اپنے آپ کو مسجد کے ستونون سے باندھ دیا اور
قسم کھائی کہ کوئی ہم کو نہ کھولے اگر ہماری توبہ قبول ہوجاوے تو آنحضرت صلعم کھولین ورنہ موت بہتر ہے پس آنحضرت صلعم نے کھولا جبکہ
آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالے نے فرمایا۔ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ۔ لگتا ہے کہ اللہ تعالے انکی توبہ قبول فرماوے۔ مواہب
مین کہا کہ عسی کلام الٰہی مین بالاتفاق تحقیق وقوع کے لیے ہے۔ بعض نے نکتہ لکھا کہ عسی سے تعبیر مین اشعار ہے کہ اللہ تعالے کی طرف سے
یہ امور محض فضل و انعام ہین پس توبہ وغیرہ سے کسی طرح کوئی امر اسپر واجب نہین ہوتا تو توبہ و شرم کی حالت مین بھی امیدوار و خوفناک
رہین کہ مناسب بشان کبریائی و عظمت الٰہی یہی ایمان اُمید و بیم ہے ہان کبھی کفار کی طرح نا امید نہون کیونکہ مومن ہین۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌ بالتحقیق اللہ تعالے غفور رحیم ہے یعنے بے انتہا و بدرجہ کمال مغفرت کرنے والا و رحمت فرمانے والا ہے۔ آیت کا سبب نزول
اگرچہ خاص ہے ولیکن حکم عام ہے کذا قالوا اور ابو عثمان رح سے مروی ہے کہ میرے نزدیک قرآن مین یہ آیت مومنون کے لیے کمال
اُمیدگاہ ہے۔ رواہ الطبرانی۔ سمرہ بن جندب نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ آج رات دو آنے والے میرے پاس آکر مجھے اُٹھا کر
سونے چاندی کی اینٹون سے بنے ہوے شہر مین لے گئے اسی وقت مجھ سے ایک گروہ سے ملاقات ہوئی جنکے آدھے دھڑ نہایت خوبصورت
تھے اور آدھے کریہ منظر پس دونون نے ان لوگون سے کہا کہ جاکر اس نہر مین کود پڑو وے لوگ ہمارے پاس اچھی صورت مین واپس
آئے کہ وہ بدشکلی اُنسے دور ہوگئی تھی پھر دونون نے مجھ سے کہا کہ یہ جنت عدن ہے اور وہ آپ کی منزل تا رفیع ہے اور یہ لوگ جو آدھے
خوبصورت و آدھے بدصورت تھے وہ لوگ ہین کہ عمل صالح و عمل سئی کو خلط کیا تھا تو اللہ تعالے نے اُنسے تجاوز فرماکر انکو بخش دیا۔ رواہ
البخاری فی التفسیر من صحیحہ۔ بالجملہ حق تعالے نے سچے ان مومنین کو جن سے بسبب عدم توفیق کے گناہ تخلف سرزد ہوا اور وے اس پر سخت
نادم ہوے اپنے فضل و کرم سے بخشا اور اپنے رسول کو حکم دیا۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ

لے | اُنکے مال مین سے | زکات کہ اُنکو پاک کرے اس سے اور تربیت | اور دعا دے اُنکو | البتہ تیری دعا اُنکو آسودگی ہے

لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ○ اَلَمْ یَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ یَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ

اور اللہ سب سنتا ہے جانتا کیا جان نہیں چکے کہ اللہ ہی قبول کرتا ہے توبہ اپنے بندوں سے اور لیتا ہے زکاتیں

وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ○

اور اللہ ہی توبہ قبول کرنیوالا مہربان ہے

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ ضمیر راجع بجانب مومنین متخلفین خالطین عمل صالح بالسئی ہے اور بعض نے کہا کہ عموماً مومنین کی طرف راجع ہے اسی واسطے بعد وفات حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض احیاء عرب نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا یہ سمجھکر کہ حکم صدقات لینے کا مخصوص بآنحضرت صلعم تھا اور امام کو دینے کا حکم نہیں پس حضرت ابوبکر رض وصحابہ رض نے بالاجماع انکار کیا اور ابوبکر رض نے انسے قتال کا حکم دیا بعض صحابہ کو کچھ تامل ہوا پھر سب متفق ہوگیے بہرحال ضمیر کسی طرف ہو اس مین اتفاق ہے کہ حکم عام ہے اگرچہ شیخ مفسر رح نے ظاہر اقول اول اختیار کیا اسے خذ من اموال ہو لاء المتخلفین الذین خلطوا العمل الصالح بالسئ - صَدَقَةً یعنی ان مومنین کے اموال سے جنہون نے تخلف کا گناہ کیا ہے صدقہ لے - تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّیْهِمْ بِهَا کہ تو ان کی تطہیر وتزکیہ کرلے اس صدقہ کے وسیلہ سے یعنی اس صدقہ کے تقریبات سے تو انکو گناہون سے عموماً واس گناہ تخلف سے خصوصاً پاک کرے - دلیل ہے کہ صدقہ بعد گناہ سے توبہ کے لیے پسندیدہ وبہتر ہے اور صدقہ اچھا وسیلہ تقرب بحق تعالے ہے - قال الشیخ پس آنحضرت صلعم نے ان متخلفین کے اموال سے تہائی لیکر صدقہ کردیا مروی ہے کہ ان لوگون نے کل مال لٹا دینا چاہا تھا یہ کہکر کہ اسی مال نے ہمکو گناہ مین ڈالا پس نزول آیت سے آنحضرت صلعم نے تہائی لیکر صدقہ کردی پس اگر وحی سے تعیین مقدار معلوم ہوئی تو ظاہر ہے ورنہ تہائی کی تعیین شاید آپ نے اجتہاد سے فرمائی ہو بعض کا نکتہ ہے کہ انقطاع از تعلقات دنیاوی دنیا سے موت اور آخری دائمی حیات ہے پس حق میت تہائی مال سے متعلق ہوتا ہے اسیقدر صدقہ کردیا حتی کہ کچھ تعلق نفس بدنیا سے فانیہ نہ رہا فافہم - وَ صَلِّ عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ اے واستغفر لہم فان استغفارک رحمۃ لہم اور انکے واسطے انکے گناہون سے مغفرت مانگ کہ تیرا مغفرت مانگنا انکے واسطے رحمت ہے کذا روی عن ابن عباس رض - صلاۃ بالف قیاسی ہے کیونکہ مبدل واوی ہے اور دوسرے مواضع مین صلوٰۃ بالواو رسم الخط قرآنی ہے جسپر قیاس نہین ہوسکتا - والصلوۃ بمعنی استغفار ہے چنانچہ صلاۃ الجنازہ میت کے لیے استغفار ہے اگرچہ صلاۃ جب مضاف بجانب حق تعالے ہو تو رحمت حقیقی ہے اور یہ در اصل آثار ونتائج سے ہے جب مضاف الیہ مین جیسے مومنین کا آنحضرت صلعم پر صلاۃ ودرود پڑھنا بمعنی دعا ہے - بالجملہ آنحضرت صلعم کو اخذ صدقات اور انپر صلاۃ کا حکم دیا اسیواسطے آپ اہل صدقات پر صلاۃ بھیجا کرتے چنانچہ عبداللہ بن ابی اوفی نے کہا کہ جب آنحضرت صلعم پاس کسی قوم کا صدقہ لایا جاتا تو فرماتے اللہم صل علی آل فلان پس میرا باپ اپنے صدقہ کو لایا تو فرمایا اللہم صل علی آل ابی اوفی - رواہ البخاری ومسلم وغیرہما - وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ اور اللہ تعالے سمیع ہے پس تیرے استغفار کو انکے حق مین سنتا ہے اور علیم ہے کہ جو شخص تیرے استغفار کا سزاوار ہے اسکو خوب جانتا ہے - حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کسی پر صلاۃ فرمائی تو اس شخص کو پہونچی واسکی اولاد کو اور اسکے اولاد کی اولاد کو یعنی آپ کی صلوۃ اس شخص کی تین پشت تک کے واسطے کافی وباقی ہوتی تھی - رواہ احمد سبحان اللہ کیا خوش نصیب لوگ تھے - ایک عورت نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھپر میرے شوہر پر صلاۃ فرمائیے فرمایا صلی اللہ علیک وعلی زوجک - واضح ہو کہ اللہ تعالے عز وجل اپنے حبیب رسول محمد صلعم پر صلاۃ فرماتا ہے پس یہ منزلت رفیع دیکھو اور ہے امتی لوگ تو انکا یہ منھ کہان کہ انپر اللہ تعالے صلاۃ فرمائے ہان اگر یہ کرامت چاہتے ہین تو اپنے پاک رسول صلعم کے ذریعہ سے حاصل کرین چنانچہ حدیث صحیح مین ہے کہ جو بندہ مومن مجھپر ایک مرتبہ درود بھیجے اللہ تعالے

عزوجل اسپر دس مرتبہ سلام فرماتا ہو۔ والحمد للہ رب العالمین۔ پھر مومنون کو صدقات پر تحریض فرمائی بقولہ۔ اَلَمْ یَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ یَقْبَلُ
التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَیَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ کیا انہون نے یہ نجانا کہ اللہ تعالے وہ پاک پروردگار قبول فرماتا ہو توبہ کو اپنے بندون سے
اور لیتا ہے صدقات کو۔ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ اور اللہ تعالے تواب الرحیم ہو یعنے یہ اسکی شان پاک ہے۔ ائمہ صوفیہ نے
کہا کہ کرم قدیم وہ از شان صفات ہے چنانچہ قبول توبہ کے ساتھ اخذ صدقات کو باوجود ظہور حال کے ایسی شان سے ملایا کہ منافقین
خیالات باطل مین پڑے حالانکہ وہ تعالے مستغنی پاک ہے اور نفع صدقات انہین کو کامل واصل ہا بلکہ ابوہریرہ رض نے کہا کہ رسول اللہ صلعم
نے فرمایا کہ اللہ تعالے صدقہ قبول فرماتا ہے (یعنے حلال کمائی سے کما فی حدیث آخر) اور اسکو اپنے داہنے مین لیتا ہے۔ (یعنے صفت
یمین مین) پس اسکی تربیت فرماتا ہے جیسے کوئی تم مین سے اپنا گھوڑے کا بچہ پرورش کرتا ہے حتی کہ ایک چھوہارا کوہ اُحد برابر ہو جاتا ہے اور
اسکی تصدیق کلام الٰہی تعالے مین ہے قولہ الم یعلموا ان اللہ ہو یقبل التوبۃ عن عبادہ ویاخذ الصدقات اور قولہ یمحق اللہ الربوا ویربی الصدقات
الآیہ۔ یہ حدیث صحیحین وغیرہ مین ہے۔ حاصل آنکہ محتاج فقیر کے ہاتھ مین پہونچنے سے پہلے موافق حدیث ابن مسعود رض کے یمین الرحمن تعالے
مین پہونچتا اور اسکی نظر رحمت وقبول سے ایک چھوہارا مثل کوہ اُحد کے ہو جاتا ہے اور ایک حدیث مین مصرح ہو کہ حلال کے سوا قبول نہین
ہو فی تفسیر الحافظ ابن کثیر رح حوشب بن سیف حمصی نے کہا کہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے زمانہ مین لوگون نے جہاد کیا اور عبد الرحمن بن خالد
بن الولید انپر سردار تھے پس لشکر مین سے ایک نے سو دینار رومی چھپا لیے جب لشکر واپس آیا تو وہ شخص نادم ہوا اور امیر لشکر کے پاس لایا تو
عبد الرحمن نے فرمایا کہ لوگ متفرق ہو گیے اور مین تجھ سے قبول نہین کرونگا یہان تک کہ تو خود انکو قیامت کے روز اللہ تعالے کے حضور مین
لاوے پس اس شخص نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس جانا شروع کیا اور ہر ایک اسکو یہی جواب دیتا تھا پس دمشق مین آکر معاویہ رض کے پاس
گیا کہ وے قبول کر لین انہون نے بھی انکار کیا پس وہ روتا ہوا غمناک نکلا اور استرجاع پڑھتا چلا جاتا تھا راہ مین عبد اللہ بن الشاعر السکسکی
کیطرف گذرا عبد اللہ نے اس سے حال پوچھا تو اسنے سب بیان کیا اور یہ عبد اللہ فقیہ عالم تھے پس اس سے کہا کہ تو میری بات مانیگا اُسنے کہا
کہ ہان تو کہا کہ تو معاویہ رض پاس جا کر کہہ کہ آپ اپنا حق لے لیجیے یعنی پانچوان حصہ غنیمت بیت المال کے لے لیجیے پھر باقی اَسّی دینار لے کر
تمام اہل لشکر کی طرف سے صدقہ کر دے کہ اللہ تعالے ہر ایک بندے کا نام ونشان ٹھیک جانتا ہو ہر ایک کو اُس کا حق عطا فرماویگا پس
معاویہ رض نے سنکر کہا کہ اگر مجھے یہ فتوی ملا ہوتا تو میرے نزدیک تمام مال سے جسکا مین مالک ہون زیادہ محبوب تھا اس شخص نے کیا اچھا فتوی
دیا ہو۔ رواہ ابن عساکر رحمہ اللہ تعالے ف فی العرائس قولہ تعالے وآخرون اعترفوا بذنوبہم الخ ایک قوم کا حال ہے کہ جب اللہ تعالے
نے انکو اپنی ذات کی معرفت دی اور انکے نفوس کے عیب انپر کھولے تو اپنے نفس کو پہچانکر سخت نادم ہوے اور یہ قوم وہ ہے کہ انوار لطف ازلی
انکو بعد تھوڑے قہر کے ملے تاکہ امتحان مین آکر لطف وقہر دونون سے واقف ہون۔ پھر جب مقام استقامت مین پہونچے تو مشاہدہ حضرت
ذوالجلال سے انکو سکون ہوا اور وہ اسی مین قولہ تعالے عسی اللہ ان یتوب علیہم ان اللہ غفور رحیم بعض نے کہا کہ ندامت سے توبہ کرنے کی نیت
والون کی شناخت یہ ہو کہ جو گناہ ہو گیا اسکا اعتراف کرین اور طاعتون پر نظر نکرین اور گناہ کو پیش نظر رکھکر ہمیشہ توبہ واستغفار مین گڑگڑاتے
رہین اس امید سے کہ اللہ تعالے توبہ قبول فرماوے۔ قولہ تعالے خذ من اموالہم صدقۃ الخ بیان ہو کہ صدقہ لینے مین ید الرسول علیہ السلام
ید اللہ تعالے ہو کیونکہ حدیث مین صحیح ہوا کہ سائل فقیر کے ہاتھ مین پہونچنے سے پہلے صدقہ ید اللہ عزوجل مین پہونچ جاتا ہو۔ اشارہ ہے کہ انکے
حظوظ نفس کو لے لیتا کہ انکے اور حق عزوجل کے درمیان نفس کا لگاؤ نرہے تنبیہ ہو کہ انکے اموال سے صدقہ لینے مین اپنے دست مبارک کی

برکت پہونچا کہ بخل و بدخلقی سے پاک اور نفوس طاہر ہوجاوین۔ وقولہ وصل علیہم۔ انکے واسطے دعا کردے یعنی اللہ تعالےٰ انکو قرب و کرامت کے لیے قبول فرماوے۔ قولہ ان صلاتک سکن لہم یعنی مومنین کے دلون کو تیری دعا سے سکینت ہو کیونکہ تیری دعا مقرون بالاجابۃ ہے جسکا وے یقین رکھتے ہین۔ ردیم رح نے کہا کہ تطہیر انکے سرایر کی اور تزکیہ انکے نفوس کا۔ واسطی رح نے کہا کہ تطہیر انکے ابدان کے اموال مین مشغولی سے اور تزکیہ ان اموال پر فخر کرنے اور اسکے جمع کرنے مین آلتا ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام پر زکوۃ نہین اس لیے کہ انکے دلون پر اموال کا خطرہ نہین ہوتا قال الواسطی ایضاً انکے ظاہر حال کی پاکیزگی گناہون سے اور باطن کے عیب سے حاصل ہو پس ظاہری گناہ یہ کہ فقیر پر احسان رکھین اور باطنی عیب یہ کہ اذیت دین بعض نے کہا کہ قولہ صل علیہم آہ یعنے تیری دعا سے انکو تعلقات دنیاوی سے انقطاع ہوگا۔ قولہ تعالےٰ الم یعلموا ان اللہ ہو یقبل التوبۃ آخر اپنے کرم قدیم سے واقف کیا کہ دیا بہت اور قبول کیا تھوڑا۔ اور گناہ کرین تھد سے اور عطا فرماوے بھلا ایمان تائب بندہ وہ کہ غفلت مین جو زمانہ گذرا اسپر متاسف و نادم ہوا اور قبول توبہ اس ندامت کی جزا ہین کشف مشاہدہ ہو نصرآبادی رح نے کہا کہ لینے و قبول کرنے مین فرق ہے کیونکہ کبھی قبول کرکے لیتا ہے اور لیتا نہین بدون قبول کے پس لینا اعم ہو۔ اور نیز کہا کہ قبول توبہ سے صدقہ لینا افضل ہو اسی واسطے اسمین تربیت و بڑھاو رہوتی ہو کما فی الحدیث میرے نزدیک یہ کہ قبول اعم ہو کیونکہ بسا اوقات لے لیتا ہے اور اپنی درگاہ کے لایق نہین رکھتا جیسے صدقہ مال حرام پس بندہ کو دلوا دیتا ہے پس اپنی رضا نہین بلکہ دینے والے کی خوشنودی دینے سے دوسرا پاجاتا ہو اور کبھی پاک صدقہ کو درگاہ عظمت کے لائق قرار دیکر تربیت فرماتا ہو اور نیز میرے نزدیک قبول توبہ افضل از اخذ صدقہ ہو کیونکہ صدقہ ایسی چیز ہے کہ وجود تائب سے اسکو تعلق نہین اور جو معصیت بسبب مخالفت کے صادر ہوئی وہ نفس تائب سے ہو پس جب مخالفت سے خجل ہوکر درگاہ الٰہی مین سر بسجدہ ہوا تو مخالفت سے خارج ہوا اور ربوبیت کے لیے خاضع اور یہ خجالت عند اللہ تعالےٰ بہت مقبول ہو یہ فعل قلب ہو اور صدقہ عمل جوارح و ذکر اللہ تعالےٰ اکبر ہو۔ فافہم۔ پھر اللہ تعالےٰ نے متخلفین کو بطریق تہدید حکم فرمایا

وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ ۖ وَسَتُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ

اور کہہ کہ عمل کیے جاؤ پھر آگے دیکھیگا اللہ کام تمھارا اور رسول اسکا اور مسلمان اور تم پھیرے جاؤگے اس چھپے اور کھلے کے واقف

فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

پاس پھر وہ جتادیگا تمکو جو کچھ تم کرتے تھے

وقل اعملوا خطاب اعملوا مین تین احتمال ہین۔ اول آنکہ بے عذر تخلف کرنے والون کو ہو۔ دوم آنکہ ان لوگون کو جنھون نے عمل صالح و طالح کو خلط کیا اور توبہ قبول ہوئی اور انکو صدقہ و استغفار کی توفیق ہوئی پس خطاب بمعنی کہ اعمال صالحہ کیے جاؤ سوم آنکہ عموماً آدمیون کو خطاب ہو پس وجہ سوم مین مومنین بھی داخل ہونگے حالانکہ آگے فرمایا کہ مومن تمھارے اعمال دیکھینگے اور آدمی خود اپنے اعمال کیا دیکھیگا پس یہ احتمال خالی از تکلف نہین ہو اور وجہ دوم مین اگر کلام بروجہ تہدید و وعید ہو جیسا کہ مجاہد رحمہ اللہ تعالےٰ سے مروی ہو تو مناسب بماسبق نہین کیونکہ وہ گناہ کے معترف ہوسے اور معاف فرمائے گئے ہین اور اگر کلام بطریق ترغیب و ترہیب ہو تو ہوسکتا ہو اور وجہ اول مین صرف اتنی بات ہے کہ اب خطاب پھر ان لوگون کو ہوا جو بلا عذر متخلف ہوئے اور ہوسکتا ہو کہ خطاب عموماً متخلفین کو ہو خواہ عذر والے ہون پس انکے حق مین ترغیب مع ترہیب ہوگا اور خواہ بے عذر والے ہون پس انکے حق مین تہدید و وعید ہوگا اور مترجم کے نزدیک شامل عموم مجاز یا عموم مشترک کے علی اقوال المجوزین یہی اولی ہو۔ المعنی تو کہہ اے محمد صلعم کہ تم لوگ عمل کرو یعنی جو کام تم سے بن پڑے کرو چاہو نیک یا بد۔ فسیری اللہ عملکم پس ضرور اللہ تعالےٰ

تمہارے کام کو دیکھیگا یعنی وہ دانا ہے خبیر ہے تمکو اسکا بدلا دیگا۔ وَرَسُوْلُہٗ اور رسول اللہ اسکو دیکھیگا پس تمہارے عمل کے موافق تمہارے
حق مین جزا مانگیگا اور مانند اسکے جو اسکے اختیار مین ہو۔ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اور مومنون دیکھینگے پس تمہارے عمل کے موافق تم سے برتاؤ کرینگے۔ بالجملہ
بد اعمال کی صورت مین تہدید ہے یہ مراد کہ ایسے اعمال مت کرو کہ سزا و بددعا و فضیحت کے مستوجب دنیا مین ہو اور نیک اعمال کی صورت
مین ترغیب ہو کہ جس روز حسرت اٹھاؤ عنقریب لطف الٰہی سے سرفراز و دعاے رسول سے مشرف و استغفار مومنین سے نیک نام دنیا مین بھر م
والے ہوگے۔ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰی عَالِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ اور عنقریب ضرور عالم الغیب والشہادة کی طرف پھیرے جاؤگے یعنی انھین اپنے
اعمال کے ساتھ۔ فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ پس جو کچھ تم کرتے تھے اس سے تم کو خبردار فرماویگا پس نیک کام والا کرامت خاصہ و منزلت
عالیہ و مجمع عام مین نیکنام ہوگا اور بدکام والا غضب شدید و دوزخ و ہمیشگی کا اور مجمع انام مین بدنامی پاویگا۔ یہ ضروری واقع ہوگا لقوله تعالےٰ
یوم تبلی السرائر الآیة ولقوله تعالےٰ یومئذ تعرضون لا تخفی الآیة۔ اور رہا دنیا مین پس اللہ تعالےٰ کبھی لوگون پر ظاہر فرما دیتا ہے خصوص کارہاے بد مین
تو حدیث بخاری رح سے ثابت ہو کہ ایک بار و دو بار کو اللہ تعالےٰ پوشیدہ کر دیتا ہے پھر تیسری بار مین پردہ فاش ہو جاتا ہے۔ ابو سعید رضی اللہ عنہ نے
کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اگر تم مین سے کوئی آدمی کسی سخت ٹھوس پتھر کے اندر جسمین نہ کوئی راہ ہو اور نہ سوراخ ہو کوئی عمل کرے تو بھی اللہ تعالےٰ
اسکے کام کو جیسا ہے کیسا ہی ہو لوگون پر ظاہر فرماویگا۔ رواہ احمد۔ اور یہ بھی حدیث مین وارد ہوا کہ زندون کے اعمال انکے مردے اقربا پر عالم برزخ مین
پیش کیے جاتے ہین چنانچہ جابر بن عبد اللہ رض سے روایت ہو کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تمہارے اعمال تمہارے اقربا و عشائر کے سامنے انکی
قبرون مین پیش ہوتے ہین پس اگر نیک ہوتے ہین تو خوش ہو جاتے ہین اور اگر اور طرح کے ہوتے ہین تو اللہ تعالےٰ سے دعا کرتے ہین کہ اللهم الهمهم ان
یعملوا بطاعتک۔ اے پروردگار ہمارے ان لوگون کو الہام فرماوے کہ تیری طاعت پر عمل کرین۔ رواہ ابو داؤد الطیالسی رحمہ اللہ اور
امام احمد نے انس رض سے یہی حدیث روایت کی اور اس مین دعا یہ ہے اللهم لا تمتهم حتی تهدیهم کما هدیتنا۔ اے پروردگار ہمارے تو ان لوگون
کو موت نہ دیجیو یہان تک کہ انکو ہدایت فرما جیسے تونے ہم کو ہدایت فرمائی اور بخاری رح نے کہا کہ حضرت عائشہ رض نے فرمایا کہ جب تجھے کسی آدمی کا
کام بھلا معلوم ہو تو اس سے یون کہنا کہ اعملوا فسیری اللہ عملکم ورسوله والمؤمنون مترجم کہتا ہو کہ مقصود اس سے دو امر مین۔ اول آنکہ
کسی آدمی کی مدح نہ کرے کہ وہ اترا جاوے کہ فتنہ مین پڑ کر خسارہ اٹھا باوے چنانچہ حدیث مین مادح کو قتل کر دینے والا کہا ہے۔ اور
دوم یہ کہ صریح مدح سے جب احتراز چاہا تو ایسے طور پر مدح ہو کہ وہ اس فتنہ سے بھی بچ جاوے بایں طور کہ کام کیے جاؤ تمہارے کام کو
اللہ تعالےٰ و رسول و مومنین دیکھتے مین یعنی اللہ تعالےٰ ہر حال مین بعلم قدیم خوب جانتا ہے اور رسول اللہ صلعم و مومنین کے حضور مین اعمال
پیش ہو کر اطلاع ہوتی ہے پس وہ شخص خوشی خوشی نیک کام مین اسطرح کوشش کریگا کہ میرا کام عمدہ ہو اور وہ جبھی ہوگا کہ خالص اللہ تعالےٰ
کے واسطے نبی کی موافقت طریقہ سنت کے بجا لاوے۔ علاوہ برین اس کلام مین ادب خوب ہو کیونکہ خوبی اعمال کی اسکا قبول ہو کر ذخیرہ آخرت
و وسیلہ نجات ہو جانا پس اللہ تعالےٰ دانا تر ہو کہ کون بندہ اس کرامت سے سرفراز ہوا کیونکہ انس رض کی حدیث مین ہو کہ تم کسی مومن کو دیکھکر اعجاب مت
کرو یعنی نہایت پسندیدہ مت سمجھو جب تک یہ نہ دیکھو کہ اسکا خاتمہ کیونکر ہوتا ہو کیونکہ آدمی عمر بھر یا بہت زمانہ تک ایسا نیک کام کیا کرتا ہے
کہ اگر اسی پر خاتمہ ہوتا تو جنت مین داخل ہوتا مگر وہ برگشتہ ہو کر کوئی کام بد کر بیٹھتا ہو اور آدمی عمر بھر یا ایک زمانہ تک بد کام کرتا ہو کہ اگر اسی پر مرتا تو
دوزخ مین جاتا پھر مڑ کر وہ نیک کام کرتا ہو اور جب اللہ تعالےٰ اپنے بندہ کے حق مین بھلائی چاہتا ہو تو اسکو کام مین لگا لیتا ہو تو صحابہ رض نے
پوچھا کہ یا رسول اللہ تعالےٰ کام مین لگا لینا کیونکر ہے۔ فرمایا کہ اسکو نیک کام کی توفیق دیتا اور اسی پر اسکو وفات دیتا ہے۔ رواہ احمد۔

ف فی العرائس قولہ وقل اعملوا فسیری اللہ عملکم ورسولہ الآیۃ حق سبحانہ تعالے نے علوم آلہیہ کی تین قسمین فرمائین ان مین سے ایک قسم کو اپنی ذات پاک کی شان سے مخصوص فرمایا اور دوسری قسم رسول اللہ صلعم کے واسطے اور تیسری قسم مین اولیاء کو شامل کیا پس جو علم کہ مخصوص بشان حق تعالے ہے وہ علم قدیم ومحیط ہے کہ ہر مخلوق کو گھیرے ہوے اسطرح ہے کہ سوائے اسکے کسی کی یہ طاقت اور کسی سے اس کا امکان نہین ہے پس اسی کی شان سے ہے کہ ضمائر وسرائر کو از راہ علم و دیکھنے کے بدون اکتساب وغیرہ کسی امر کے محیط ہے اور شان آلہی عز وجل اس سے برتر ہے کہ عبارت وبیان وعقل وگمان سے ادا ہوسکے یا سمجھ مین آوے وللہ المثل الاعلیٰ۔ وقد قال تعالے وہو اللہ فی السموات وفی الارض یعلم سرکم وجہرکم ویعلم ما تکسبون۔ پھر انبیاء علیہم السلام کو مخصوص کرکے اس مین سے ایک نور عطا کیا جس سے ان کے دل پاکیزہ منور ہین کہ اعمال خلائق کو بعیان وبیان دیکھتے ہین اور یہ نور جس سے مخصوص ہوے نور الذات ہے پھر اولیاء مومنین کو اس نور کی روشنی سے مخصوص کیا کہ وہ لوگ خلوت مین نور فراست سے خلائق کے اعمال کو اور انکے دل کے چھپے امور کو دیکھتے ہین اور یہ نور صفات ہے۔ اس کلام پاک مین بندگان مخلصین وصادقین کو بہت خوف دلایا کیونکہ انکے صدق واخلاص پر شیطانون ونفس کے وسواس کا ہجوم ہوتا ہے جب تک کہ اپنے دلون وسرائر کی نگہبانی نہ رکھین تب تک خطرات ایسے آتے ہین کہ خوف لغزش ہے پس حق سبحانہ تعالے ورسول اللہ تعالے ومومنین دیکھین حیف ہے کہ بدون صدق واخلاص کے پاوین جب تک اعمال مین کچھ میل ہو۔ شیخ ابوحفص یا ابوعثمان رح نے کہا کہ جو کروہ نیک کام کر اور خالص نیت سے کر کہ اللہ تعالے تیرے دلی بھید کو جانتا ہے اور رسول اللہ صلعم اسکو مشاہدہ سے دیکھتے ہین اور مومنین اس کو فراست وتوسم سے کما قال تعالے ان فی ذلک لآیۃ للمتوسمین۔ واضح ہو کہ اہل ایمان وصدق والے متخلفین مین سے ایک گروہ نے مانند ابولبابہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کی توبہ بفضل آلہی جلد پائی اور دوسرا گروہ اسمین کچھ پچھڑا کما قال تعالے

وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ

اور بعضے اور لوگ ہین کہ انکا کام ڈھیل مین ہے حکم پر اللہ کے یا انکو عذاب کرے یا معاف کرے اور اللہ سب جانتا ہے حکمت والا

ارجا تاخیر کردینا۔ یقال ارجیتہ بالیاء التحتیۃ وارجاتہ بالہمزۃ ای اخرتہ۔ یعنی مین نے اسکی تاخیر کردی متخلفین غزوہ تبوک مین سے منافقین کا بیان ہوگیا اور مومنین کے دو گروہ مین سے ایک جس کی توبہ قبول ہوگئی اس کا بیان ہوگیا اور بعض نے کہا کہ انکی توبہ جلد قبول ہونے کا ظاہری سبب یہ تھا کہ فی الجملہ انکے پاس عذر تھا اور ظاہر یہ ہو کہ اہل عذر کا بیان قولہ لیس علی الضعفاء ولا علی المرضیٰ الآیۃ میں ہوا بدون مواخذہ وعتاب کے ذات اب باد وسرے گروہ مومنین کا حال ہے واٰخرون مرجون اے موخرون یعنی موقوف امرہم۔ نافع وحفص وحمزہ وکسائی نے مرجون بدون ہمزہ درمیان جیم و واو کے پڑھا اور باقیون نے ہمزہ مضمومہ مرجئون پڑھا۔ لذا قال الخطیب وظاہر کلام بیضاوی وغیرہ دلالت کرتا ہے کہ محاورہ ارجیتہ وارجاتہ کے اختلاف پر بادل ہمزہ واو ہے۔ فافہم المعنی اور دوسرے لوگ موخر کیے گئے ہین لامر اللہ۔ لامر اللہ فی شانہم۔ واسطے حکم آلہی کے ان کی شان مین یعنی دیگر فریق مومنین متخلفین کا امر اس حال مین قبول وعدم قبول توبہ کی راہ سے متوقف ومنتظر چھوڑا گیا ہے اور اللہ تعالے کے حکم پر کہ دیکھیے اللہ تعالے کا حکم انکے بارہ مین کیونکر ہے۔ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ یعنے یا تو ان کو عذاب فرماویگا تو یہ ظاہر ہوجائیگا کہ ان کی توبہ قبول نہ ہوئی تھی۔ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ اور یا ان کی توبہ قبول فرماوے گا یعنے نازل فرماوے گا پس اس خطار کے مواخذہ سے بچ جاوین گے یعنے اللہ تعالے

جانتا ہے کہ اس نے ان لوگوں کے حق میں کیا حکم مقرر فرمایا ہے وہ کسی بندہ کو ظاہر نہیں پس فی الحال خوفناک منتظر چھوڑ دیا کہ دیکھیے عذاب ہوتا ہے یا قبولیت توبہ نازل ہوتی ہے پس بندوں کو اسوقت مشکوک وخوفناک چھوڑا اور صاف ظاہر نفرمایا کہ امر الٰہی انکے حق میں کیونکر ہے اور یہ تعلیق گویا مکافات اس آرام طلبی کی ہے جسکی وجہ سے ساتھ نہیں گئے تھے اور اس سے معلوم ہوا کہ امر وارادہ الٰہی عزوجل ہی سے توبہ بھی ہوتی ہے جیسے عذاب کرنا - وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ اور اللہ تعالیٰ علیم حکیم ہے ہر امر میں اسکی حکمتہائے عجیبہ وغریبہ کو کوئی نہیں جان سکتا - وہی انکے احوال کا علیم ہے اور وہی ان کے لائق حکم کا حکیم ہے - ابن عباس رضہ ومجاہد وعکرمہ وضحاک وغیرہم رضی اللہ عنہم نے کہا کہ مراد وآخرون مرجون سے وہ تین صحابہ ہیں جنکا بیان قولہ وعلی الثلثۃ الذین خلفوا میں آویگا اور وہ مرارہ بن الربیع وہلال بن امیہ وکعب بن مالک ہیں جو غزوہ تبوک سے بدون عذر کے بخواہش آرام وآسائش بدون شک ونفاق کے پیچھے رہ گئے تھے بلکہ اتفاق سے کعب رضی پیچھے رہے چنانچہ مفصل انشاء اللہ تعالیٰ قصہ توبہ میں بیان ہوگا - اور ابولبابہ وغیرہ نے توبہ کر کے اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں سے باندھا اور کمال غم ورنج اپنے ایمان کی طرف سے اٹھایا اور سخت ہی نادم تھے پس انکی توبہ قبول ہو گئی اور ان تین صحابہ رضی اللہ عنہم نے ندامت اٹھائی وتوبہ کی اور کوئی عذر زبان سے نہ نکالا پس ان کے حکم ظاہر کرنے میں تاخیر فرمائی گئی وکان امر اللہ قدرا مقدورا - اور لطیف اشارہ ہے کہ بمقتضائے غلبہ رحمت بر غضب آخر توبہ قبول ہوگی - واضح ہو کہ بیضاوی رحمہ اللہ نے جو قولہ اما یعذبہم کی تفسیر میں کہا کہ ان یعذبہم ان اصروا علی النفاق - یعنے عذاب کریگا اگر نفاق پر اصرار کیے رہے تو یہ سہو ہے اسواسطے کہ یہ تینوں صحابی ہرگز منافق نہ تھے بلکہ کعب بن مالک کے سوائے باقی دونوں بدری صحابی ہیں اور اہل بدر کے حق میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کرو جو چاہو میں نے تمھیں بخشدیا اور واضح ہو کہ جس بدری شخص سے شراب پینا واقع ہو گیا تھا اسکو سزائے حد شراب خواری دینے پر خلیفہ ودیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے باوجود اس وعدۂ مغفرت کے اجماع کیا اور اسکو سزا دی تو اخذ اسکا یہی آیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آیت میں فرمایا کہ اما یعذبہم یعنی چاہے دنیا میں انکو اس خطا کی سزا دیگا نہ آخرت پس ظاہر ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کسی آدمی یا کسی قوم کو درحقیقت بخش دیتا ہے مگر اس سے دنیا میں خطا سرزد ہونا ممکن ہے پس اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے خاتمہ بخیر فرماوے وہو ولی النعم المولیٰ نعم المجیب - واضح ہو کہ قوی وہ بندوں کی طاعت واصلاح اس طریق سے کہ فریب نفس وطرق اہل کفر سے بچیں واہل صدق والعرفان کی پیروی کریں پس قبائح اطوار منافقین کے بیان میں اہل الیقین کی برأت وصدور ستا

وقوع خطا میں انکا طریقہ جو مخالف طریقہ منافقین ہے ذکر فرما کر بعض اہل نفاق کے قبیح اطوار کا بیان فرمایا بقولہ۔

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِرْصَادًا لِمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ

اور جنھوں نے بنائی ایک مسجد ضد پر اور کفر پر اور پھوٹ ڈالنے کو مسلمانوں میں اور تھانکا اُس شخص کی جو لڑ رہا ہے اللہ سے

وَرَسُولَهُ مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَىٰ ۖ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۝ لَا تَقُمْ فِيهِ

اور رسول سے آگے کا اور وہ قسمیں کھاوینگے کہ ہمنے تو بھلائی ہی چاہی تھی اور اللہ گواہ ہے کہ وہ جھوٹے ہیں تو نہ کھڑا ہو اسمیں

أَبَدًا ۚ لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ ۚ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ

کبھی جس مسجد کی بنیاد دھری پرہیزگاری پر پہلے دن سے وہ لائق ہے کہ تو کھڑا ہو اسمیں اسمیں وہ مرد ہیں جنکو خوشی ہے

يَتَطَهَّرُوا ۚ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ ۝

پاک رہنے کی اور اللہ چاہتا ہے ستھرائی والوں کو ۝

واو عاطفہ ہے اور الذین یا تو منصوب المحل بنابر اختصاص ہے جیسے قولہ والمقیمین الصلوٰۃ مین ہے پس منجملہ اقوام منافقین کے ان لوگون کو مذمت
مین مخصوص فرمایا اور یا مرفوع المحل بنابر آنکہ مبتدا ہے اور خبر محذوف ہے یعنی ومنہم۔ اور منافقون مین سے بعض وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا
مَسْجِدًا وہ لوگ ہین کہ جنہون نے ایک مسجد بنائی۔ ضِرَارًا مضارّۃ۔ ضرر رسانی کے لیے کہ اس سے اہل مسجد قبا کو ضرر دینا مقصود
ٹھہرایا یہ ایک بات۔ وَكُفْرًا اور کفر کہ اللہ تعالےٰ سے منکر ہون اور اہل اسلام پر فخر کرین کیونکہ اسکے بنانے سے منافقون کی قوت منظور
تھی یہ دوسری بات ہے۔ وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ اور مومنین مین پھوٹ ڈالنے کو۔ اس لیے کہ تمام مومنین مسجد قبا مین جمع ہوتے پس
اس ضرر والون نے مسجد بناکر چاہا کہ کچھ ادھر پھوٹ آوین اور باہم نفاق و لگائی بجھائی کا موقع ملے کہ انہین پھوٹ پڑ جاوے۔ یہ تیسری بات
ہے۔ واضح ہو کہ شیخ ابن کثیر رح وغیرہ نے لکھا کہ مدینہ مین رسول اللہ صلعم کے تشریف لانے سے پہلے گروہ خزرج مین ایک شخص ابو عامر تھا جو زمانہ
جاہلیت مین نصرانی ہوگیا اور جوگیون کی طرح تکلیف و مشقت اٹھاتا جسکو جاہل بڑا عابد کہتے اور بہت مانتے پھر جب آنحضرت صلعم ہجرت
کرکے آئے اور اہل اسلام سب آپ کے گرد مجتمع و باہم متفق ہوے تو یہ ابو عامر راہب جل مرا پھر جب بدر مین فتح ہوئی تو کھلا دشمن ہوگیا اور
مشرکین مکہ سے ملکر لڑائی پر آمادہ کیا پھر جب احد مین اہل اسلام مبتلاے امتحان ہوے تو یہ فاسق کسیقدر افروختہ ہوا پھر جب انجام کار اللہ تعالیٰ
نے اہل ایمان کو فتح دی یہان تک کہ جنگ حنین مین ہوازن وغیرہ نے شکست کھائی تو یہ فاسق باوجود تعلیم و تفہیم رسول اللہ صلعم کے متمرد ہوکر
شام کو بھاگ گیا تاکہ وہان سے لشکر لاوے اور اہل ایمان کو شکست دے اور گروہ خزرج مین بارہ مرد جو پہلے منافق تھے اُنکو اُسنے کہلا بھیجا کہ تم لوگ
ایک مسجد بناؤ اور استمالت کرتے رہو مجھ سے قیصر روم نے لشکر دینے کا وعدہ کیا ہے مین آتا ہون اور میرے خطوط و ایلچی وغیرہ اُسی مسجد کے
نشان پر آکر اُترا کرینگے پس ان منافقون نے اُس مسجد کی بنیاد ڈالی اور آنحضرت صلعم کی خدمت مین آئے کہ آپ وہان نماز پڑھ کر ہمارے لیے
برکت کی دعا فرماوین آپ نے فرمایا کہ مین اسوقت سفر تبوک کا عازم و اُسین مشغول ہون۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہان سے لوٹا تو دیکھا جائیگا۔
پس آپ تبوک کو تشریف لے گیے اور یہان ان لوگون نے اس مسجد کو مرصد ابو عامر بنایا۔ جو مسجد یعنی عبادتگاہ الٰہی توحید و اسلام تھی
بلکہ چار باتون کے ارادہ پر تھے ایک ضرار دوم کفر کرنا اور سوم پھوٹ ڈالنا مومنون مین اور چہارم۔ وَإِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
ارصاد انتظار۔ اور اکثر نے کہا کہ یعنی اعداد لینے سامان مہیا کرنا اور بعض نے کہا کہ بھلائی کے واسطے سامان مہیا ہونے کے انتظار مین بدون
حرف صلہ متعدی ہوتا ہے یقال ارصدتہ۔ اور برائی مین ارصدت لہ۔ بولتے مین جیسے آیت مین ہے۔ یعنی اور ارصاد واسطے اس شخص کے جس نے
محاربہ کیا اللہ تعالیٰ و اسکے رسول سے یعنی ابو عامر راہب کے انتظار کرنے کو یہ معقل بنایا۔ مِن قَبْلُ اگر متعلق حارب ہے تو یہ معنی ہین کہ انتظار
ایسے شخص کا جسنے اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول سے محاربہ کیا قبل بناء اس مسجد کے پس محاربہ سے مراد کفر و انکار و کافرون کو آنحضرت صلعم کی لڑائی
پر آمادہ کرنا اور خود ابو عامر مذکور نے آنحضرت صلعم سے گفتگو کی اور مدعی ہوا کہ مین ملت حنیفیہ ابراہیم علیہ السلام پر ہون اور آنحضرت نے رد کر دیا
اور اگر متعلق اتخذوا ہے تو یہ معنی کہ اتخاذ اسکا قبل ان بنانے والون کے منافق ہوجانے کے واقع ہوا یعنی جنگ تبوک مین ساتھ نجانے سے
انکا نفاق ظاہر ہونے سے پہلے ہی ان منافقون نے اسکو بنایا چنانچہ جب آنحضرت صلعم غزوہ تبوک سے واپس ہوکر قریب مدینہ کے پہونچے
تو جبرئیل علیہ السلام اخبار مسجد الضرار لیکر نازل ہوے جس سے اسکے بنانے والون کا ارادہ و حال سب ظاہر ہوگیا پس آپ نے مالک بن
الدخشم و معن بن عدی کو بھیجا کہ اس مسجد ظالم کو ڈھا کر جلا دو پس ان دونون نے آکر اسکو ڈھا کر جلا دیا جسمین سے بنانے والے منافق نکل بھاگے۔
وقال اللہ تعالیٰ۔ وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَىٰ اے واللہ لیحلفن الذین بنوہ ما اردنا ببنائہ الا الخصلۃ الحسنیٰ۔ اور واللہ کہ اسکے بنانے والے

قسمین کھاوینگے کہ ہم نے اسکے بنانے مین کچھ نہین ارادہ کیا سواے خصلت حسنیٰ کے یعنی ہماری مراد فقط یہی تھی کہ ضعیفون و مسکینون کو مینھ بوندی اولون وجاڑے پالے مین آرام ملے اور مسلمانون پر فراخی حاصل ہو۔ اسکو اللہ تعالےٰ نے رد فرما دیا بقولہ۔ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ۔ اور اللہ تعالےٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ لوگ جھوٹے ہین۔ گواہی معاینہ کی خبر ہوتی ہے پس ان لوگون نے جب پاک پروردگار عالم الغیب والشہادۃ کے نام سے جھوٹی قسم کھائی اسی سمیع بصیر نے انکا دروغ ظاہر فرما دیا پس گواہی دینا بمعنی خبر دینا ہے یعنے اللہ تعالےٰ تمکو خبر دیتا ہے کیونکہ وہ دلون کے بھید سب دیکھتا ہے پس بعض نے کہا کہ گواہی دیتا یعنے جانتا ہے اور اول ابلغ ہے۔ بالجملہ یہ مسجد گرا کر جلا دی گئی اور وہ مقام گھورا کر دیا گیا اور ابوعامر فاسق جسکے لیے منافقون نے اسکو مرصد بنایا تھا وہ شام مین تنہا بے یار وغمگسار مر گیا اور جب اسنے اسلام سے انکار کیا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو یہی بد دعا دی تھی کہ تنہا خوار مرے۔ پھر چونکہ منافقون نے آنحضرت صلعم سے درخواست کی تھی کہ آپ اس مین نماز پڑھکر ہمارے لیے برکت کی دعا فرماوین تو نازل ہوا قولہ تعالےٰ۔ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا۔ تو اس مین کبھی کھڑا نہو۔ پس عام اوقات وزمانہ کو یہی شامل ہے اور آنحضرت صلعم کے بعد آپ کی امت اس مین آپ کے تابع ہے اور کھڑے ہونے سے مبالغت البلوغ یعنی اس امر کو مستلزم ہے کہ کبھی اس مین نماز مت پڑھ اور شاید عام قیام تعبیر ہو عام صلاۃ سے جیسے بولتے ہین کہ فلان شخص قائم اللیل ہے وفی الحدیث من قام رمضان ایمانا واحتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ یعنی جو کھڑا ہوا رمضان مین یعنے تراویح پڑھی از راہ ایمان وامید ثواب کے اسکے لیے اسکے پہلے گناہ بخشے جاوینگے۔ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ لام قسم ہے یا لام ابتدا یعنے واللہ وہ مسجد البتہ وہ مسجد جسکی بنیاد ڈالی گئی تقویٰ پر اول روز سے وہ سزاوار تر ہے اس بات کی کہ تو اسمین قیام کرے۔ یعنے مدینہ مین آنحضرت صلعم کے داخل ہونے کے اول روز جس مسجد کی بنیاد پڑی اس مین تیرا نماز پڑھنا ٹھیک ہے۔ قال المفسر رح وہ مسجد قبا ہے جیسا کہ بخاری مین آیا ہے یہی ابن عباس وضحاک وحسن وشعبی وغیرہم سے مروی ہے اور اسی کو بیضاوی رح نے مرجح کہا کیونکہ اللہ تعالےٰ نے من اول یوم فرمایا اور ظاہر ہے کہ مطلقًا اول روز مراد نہین ہو سکتا کیونکہ پہلا دن تو حضرت آدم ع سے بھی پہلے تھا پس مراد مدینہ مین داخل ہونے کا پہلا روز ہے اور مسجد قبا اسی روز آنحضرت صلعم نے بنائی جیسا کہ کتب تاریخ مین مفصل ہے اور یہی مقام کے بھی مناسب ہے کیونکہ مسجد الضرار مقام قبا مین منافقون نے بنائی تھی اور یہ مسجد التقویٰ بھی وہین بنی ہوئی تھی جسکی فضیلت اس کے مقابلہ مین ذکر فرمائی ہے اور نیز دلالت کرتا ہے اسپر قولہ تعالےٰ۔ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ اس مسجد التقویٰ مین ایسے مرد ہین کہ اپنے تئین ستھرا کرنا چاہتے ہین اور اللہ تعالےٰ ستھرائی کرنے والون کو دوست رکھتا ہے۔ ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ یہ آیت اہل قبا کے حق مین اتری۔ ابوہریرہ رض نے کہا کہ وے لوگ پانی سے استنجا کیا کرتے تھے۔ رواہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجہ۔ ابن عباس نے کہا کہ جب یہ آیت اتری تو حضرت صلعم نے عویم بن ساعدہ کے پاس آدمی بھیجا کہ وہ کیا طہور ہے جسپر اللہ تعالےٰ نے تمہاری ثنا فرمائی ہے تو عویم نے عرض کیا کہ ہم اور کچھ نہین جانتے سواے اتنی بات کے کہ ہر مرد وعورت ہم مین سے جو پاخانہ سے نکلا وہ اپنی شرمگاہ کو پانی سے دھو ڈالتا ہے تو آنحضرت صلعم نے کہا کہ وہ یہی ہے۔ رواہ الطبرانی واحمد وابن خزیمہ فی صحیحہ ورواہ ابن جریر عن خزیمہ بن ثابت واحمد عن محمد بن عبد اللہ بن سلام ایک جماعت جنمین ابن عباس وعروہ وعطیہ وعبد الرحمن بن زید وشعبی وحسن بصری وسعید بن جبیر وقتادہ ہین کہا کہ مسجد التقویٰ مسجد قبا ہے اور حضرت عمر وابن عمر وزید بن ثابت وابوسعید خدری وسعید بن المسیب وغیرہم نے کہا کہ وہ مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اسی کو ابن جریر رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اول روز سے جو مسجد التقویٰ پر موسس ہوئی اسمین دو شخصون نے اختلاف کیا ایک نے کہا کہ

وہ مسجد قبا ہے۔ آور دوسرے نے کہا کہ وہ مسجد رسول اللہ صلعم ہے پس رسول اللہ صلعم نے جواب دیا کہ وہ میری مسجد ہے۔ رواہ احمد والترمذی وصححہ والنسائی
ومسلم وغیرہم اور بظاہر یہ حدیث مرجح ہے کہ آیت مین جو مسجد مذکور ہے اس سے مسجد نبوی مراد ہے ولیکن کمالین مین لکھا کہ صحیح قول اول ہے یعنی آیت
مین مسجد قبار مراد ہے اور اس حدیث مین جو فرمایا کہ وہ میری مسجد ہے تو اس سے ظاہر کر دیا کہ جو شخص یہ گمان کرے کہ اول روز سے تقوی پر موسس
ہونے کی صفت مخصوص بہ مسجد قبا ہے وہ غلط گمان ہے۔ شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ حدیث مین جو صحیح مذکور ہے یہ نبوی کی نسبت آیا کہ اول روز سے تقوی پر موسس
مسجد ہے تو یہ صحیح ہے ولیکن آیت مین اور اس حدیث مین کچھ منافات نہین ہے اس لیے کہ جب مسجد قبار کی نسبت یہ بات ثابت ہے
کہ اول روز سے تقوی پر موسس ہوئی تو مسجد نبوی بطریق اولی صادق ہے۔ ایسا ہی قول سمہودی رح کا ہے اور کرخی رح نے بھی اسی طرح
توفیق دی ہے پس بعض لوگون نے جو روایات مسجد قبار کو بالکل ضعیف و اقوال صحابہ و سلف کو بسبب اس حدیث کے غیر مقبول قرار
دیکر صرف مسجد نبوی سے اس کی تفسیر متعین کر دی تو یہ وہم واہی ہے خلاف اصول مقررہ علم الحدیث کیونکہ دونون مین توفیق اچھی طرح
ممکن ہے جیسا کہ بیان ہوا فافہم۔ قولہ من اول یوم متعلق باسس ہے اور من بمعنی منذ اے منذ اول یوم تاسیسہ سہیلی رح نے کہا کہ حضرت
عمر رضی اللہ عنہ نے جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجماع سے تاریخ و سنہ کی تحریر اول سال ہجرت سے نکالی تو یہ رائے انکی تنزیل القرآن سے
موافق واقع ہوئی کیونکہ اول یوم یہ وہی روز ہے کہ اسلام کو اعزاز و لوگون کو امن ہوا پس صحابہ رضی اللہ عنہم کی نسبت یہی گمان اولی ہے
کہ انھون نے قرآن مجید ہی سے سمجھ کر اول روز تاریخ کا اول روز ہجرت دخول مدینہ مقرر کیا کیونکہ کتاب اللہ تعالے کے معانی و اشارات
جاننے و سمجھنے مین صحابہ رضی اللہ عنہم سب سے بڑھکر ہین۔ انتہی ملخصا۔ وقولہ احق ان تقوم فیہ۔ اسم تفضیل یہان اپنے معنے پر نہین ہے یعنے
یہ مراد نہین کہ مسجد التقوی نماز کے لیے بہ نسبت مسجد الضرار کے احق ہے حتی کہ مسجد الضرار حقیق رہجاوے حالانکہ مسجد الضرار مین نماز حرام تھی بلکہ
احق بلا نسبت ہے یعنے فی نفسہ اس مین نماز نہایت ہی خوب ہے اور شاید باعتبار زعم منافقین کے ہو یعنی اگر مسجد الضرار اس قابل ہو کہ اسمین
نماز قائم کیجاوے جیسا کہ منافقون کا زعم ہے تو اولے مسجد التقوی ہوگی۔ فافہم۔ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ آیت مین دلیل ہے کہ قدیمی مساجد
جو اول روز سے تقوی پر موسس ہین ان مین نماز پڑھنا مستحب ہے اقول یعنے جو مساجد ایسے وقت و ایسے لوگون کی تعمیر سے بنی ہین کہ غالب گمان
سے انکی بنیاد تقوی و مال حلال سے معلوم ہو جیسے وہ مساجد جو زمانہ صحابہ و تابعین و جہاد کرنے والون کے وقت مین بنی ہین۔ قال ایضا۔
اور نماز ایسی جماعت کے ساتھ جو پرہیزگار و عابد لوگ ہین کہ بھرپور اچھی طرح طہارت کے ساتھ نجاسات وغیرہ سے بچے ہوے رہتے ہین مستحب
ہے۔ اور حدیث مین ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ایک روز صبح کی نماز پڑھائی اسمین سورہ روم پڑھی اور متوہم ہوے تو سلام کے بعد فرمایا کہ تم مین
سے کچھ لوگ ہمارے ساتھ نماز پڑھنے آتے ہین جو اچھی طرح طہارت نہین کرتے پس جو ہمارے ساتھ نماز مین آوے اسکو چاہیئے کہ اچھی طہارت
کرلے۔ رواہ احمد۔ وقولہ واللہ یحب المطہرین۔ ابو العالیہ رح نے کہا کہ پانی سے طہارت کرنا اچھی بات ہے ولیکن یہ لوگ جنکی اللہ تعالے نے آیت
مین تعریف فرمائی ہے یہ گناہون سے پاک تھے کسی طرح کی نجاست و شرک سے ملوث نہ تھے۔ اور ابن عباس رض نے کہا کہ یہ آیت اہل قبار
کے حق مین نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم نے انسے پوچھا انھون نے عرض کیا کہ ہم لوگ پتھرون سے استنجا کرنے کے بعد پانی سے دھو ڈالتے ہین۔ رواہ
البزار رحمہ اللہ۔ قال الحافظ رح مین اس روایت کو اس لیے لایا ہون کہ فقہا مین تو یہ مسئلہ مشہور ہے کہ ڈھیلون سے پہلے استنجا
کرکے پھر پانی سے دھووے اور محدثین مین سے پچھلے بہت سے لوگ یا سب کے سب پچھلے لوگ اس سے واقف نہین ہوے وفی السراج
جو مسجد کہ ناموری یا فخر یا دکھلانے و سنانے کے واسطے یا اور کسی غرض سے سوائے خالص اللہ تعالے کی رضامندی چاہنے کے بنائی

جاوے یا حرام یا مشکوک مال سے بنائی جاوے وہ مسجد الضرار سے ملحق ہو یعنے اس مین نماز وغیرہ حرام ہے۔عطاء رح سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالے نے ملکون کو فتح کردیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عمال صحابہ رض کو لکھا کہ جابجا مسجدین بنواؤ اور خیال رکھو کہ ایک ہی شہر مین ایسی دو مسجدین مت بنوانا کہ ایک سے دوسری کو مضرت پہونچے۔مسئلہ ہندوستان کے شہرون مین ہر محلہ مین کئی کئی مسجدین ہین اور اسپر بھی لوگ وہان اور مسجد بنوانے مین وہی ثواب جانتے ہین جو احادیث صحیحہ مین آیا کہ اللہ تعالے اسکے لیے جنت مین گھر عطا فرماتا ہے۔حالانکہ یہ دوسری موجودہ مسجدون کے حق مین اضرار ہے پس اسکا خیال ضرور ہے۔مسئلہ جب محلہ مین کئی مسجدین ہون تو جو مسجد کہ مال حلال سے خالص اللہ تعالے کے لیے رضامندی چاہنے کو بنی ہو اور سب سے قدیم ہو اسمین نماز پڑھنا چاہیے۔اور حرام ایسی مسجد مین ہے جو مال حرام ہی ہو یا مسجد الضرار کے حکم مین ہو جیسا کہ سراج المنیر ہے وغیرہ منقول ہوا۔اور شیخ ابن کثیر رح نے تصریح فرمائی ہے۔پھر اللہ تعالے نے بانی مسجد تقوی و بانی مسجد الضرار کی تمثیل فرمائی۔بقولہ تعالے

أَفَمَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ تَقْوَىٰ مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ أَمْ مَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ شَفَا جُرُفٍ

بھلا جسنے بنیاد دھری اپنی عمارت کی پرہیزگاری پر اللہ سے اور رضامندی پر وہ بہتر یا جسنے نیو رکھی اپنی عمارت کی کنارہ پر ایک کھائی کے جو ڈھیتا ہے

هَارٍ فَانْهَارَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِي بَنَوْا

پھر اسکو لیکر ڈھے پڑا دوزخ کی آگ مین اور اللہ راہ نہین دیتا بے انصاف لوگون کو ہمیشہ رہیگا اس عمارت سے جو بنائی تھی

رِيبَةً فِي قُلُوبِهِمْ إِلَّا أَنْ تَقَطَّعَ قُلُوبُهُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝

شبہ انکے دل مین مگر جب ٹکڑے ہوجاوین انکے دل اور اللہ سب جانتا ہے حکمت والا

اس آیت مین اللہ تعالے نے تقوی پر بنیاد رکھنے والے مین اور نفاق و کفر پر بنیاد رکھنے والے مین بڑا بھاری فرق ہونا ظاہر فرمایا بقولہ أَفَمَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ تَقْوَىٰ مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ أَمْ مَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ یہ جملہ مستانفہ ہے اور ہمزہ استفہام تقریری ہے اور جس نے زعم کیا کہ استفہام انکاری ہے اس نے خطا کی۔بعد ہمزہ کے فاء عاطفہ مقدر ہے اے اذا تبین حال اہل مسجد التقوی و حال اہل مسجد الضرار و صار الامر معلوما فاذا الاول خیر ام الثانی بنیان مصدر ہے بمانند عمران کے اور مراد اس سے اسم مفعول یعنے مبنی ہے۔شفا بمعنے کنارہ و طرف۔جرف بضم جیم و سکون راء ایک قراءۃ مین و بالضم راء بھی دوسری قراءۃ مین بمعنی وہ جگہ جو سیل سے منجرف ہو جاوے یعنی پانی کے ہلکورون سے کھد جاوے۔اور بعض نے کہا کہ کنارہ کی جڑ سے جو خالی ہو جاوے کہ وہ گرنے ہی کو ہوتی ہے۔اجتراف بمعنے جڑ سے اکھاڑ لینا۔ہار بمعنے ساقط در اصل ہاء ر تھا عین کلمہ بے سبب واجبی حذف ہو مانند شاک السلاح و شائک السلاح۔یقال ہار البناء اے سقط بعض نے کہا کہ اصل مین ہاور تھا یعنے جو گرنے کو ہو۔پھر ہار و کیا گیا کہ لام کلمہ بجاے عین کے قلب کرکے ہار ہوا۔اور شمس العلوم مین ہے کہ جرف وہ جس کی جڑ پانی کھا گیا اور اوپر کا کنارہ لگا ہو پھر جب وہ بھی ٹوٹا تو وہ ہار کہلاتا ہے۔اور بعض نے کہا کہ بدون تقلیب و بدون حذف کے ہار در اصل ہور تھا اعلال سے ہار ہوا لیکن یہ خلاف مشہور ہے ورنہ توجیہ اولی ہے۔کما قال السمین رح۔پھر تقدیر کلام یون ہے۔افمن اسس بنیان دینہ علی تقوی اے مخافۃ من اللہ و رضوان منہ خیر یعنے بھلا جس نے نیو رکھی اپنی عمارت کی یعنے اپنے دین کی عمارت کی اللہ تعالے کے خوف پر اور اللہ تعالے کے رضوان پر وہ بہتر ہے ام من اسس بنیان دینہ علی جرف ہار۔یا وہ جس نے اپنی عمارت دین کی نیو رکھی جرف ہار پر یعنے ایسے کنارے پر جو گرا جاتا ہے یا ایسے کنارے پر

جس کی جڑ پانی سے خالی ہوگئی ہے یا ایسے کنارے پر جس کی جڑ خالی اور وہ گگار اکھٹ گیا ہے۔ فانہار بہ فی نار جہنم۔ اے فانہار الشفا او الجرف الہار او البنیان بہ اے بالبنیان او البانی فی نار جہنم۔ با برتعدیہ ہے اور معنی یہ کہ پھر لے گرا یہ کنارہ اس عمارت کو۔ یا لے گرا یہ گگار اجسکا ہوا اس عمارت کو یا اسکے بنانے والے کو نار جہنم مین۔ الحاصل جس نے تقویٰ ورضوان پر مستحکم نیاد رکھی وہ بہتر ہے یا جسنے گرتے گگارے پر جسکا گرنا بھی نار جہنم مین ہووے وہ بہتر ہے یعنے پہلا بالضرور بہتر ہے دوسرے سے۔ پس اول مثال اہل مسجد قبا کی ہے اور دوم مثال منافقین مسجد الضرار کی ہے سبحان اللہ تعالےٰ یہ کلام نہایت بلیغ وبدیع ہے اور رازی رح نے لکھا کہ مین تمام عالم مین کوئی مثال اس سے بڑھکر منافقون کے حال سے مطابق نہین پاتاہون اور حاصل کلام یہ ہے کہ دو عمارتین ہین انمین سے ایک کے بنانے والے نے تقویٰ ورضوان الٰہی کی نیت کی دوسری کے بنانے والے نے نفاق ومعصیت کی نیت کی پس اول عمارت تو اچھی وباقی رکھنے کے قابل ہے اور دوسری خراب ڈھانے کے قابل ہے وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ اور اللہ تعالےٰ قوم ظالم کو راہ نہین دیتا یعنے نیک کامون پر انکو قدرت نہین ہوتی ہے حضرت قتادہ رحمہ اللہ نے کہا کہ واللہ مسجد الضرار کی عمارت پوری نہونے پائی تھی کہ جہنم مین جا پڑے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رض نے کہا کہ مین نے رسول اللہ صلعم کے زمانہ مین دیکھا کہ مسجد الضرار سے دھوان نکلتا تھا۔ رواہ الحاکم وابن جریر وغیرہما۔ ابن جریج رح نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا گیا کہ کچھ لوگون نے وہ مقام کھودا جہان مسجد الضرار تھی تو وہان سے دھوان نکلتا پایا۔ ایسا ہی قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے خلف ابن یاسین رح نے کہا کہ وہ مسجد ضرار جسکو اللہ تعالےٰ نے قرآن مین ذکر فرمایا ہے مین نے دیکھا کہ اس مین سے ایک پتھر سے دھوان نکلتا تھا اور اب تو وہ گھور ا تھی۔ رواہ ابن جریر رح جب مسجد الضرار بنانے والے منافقون کی مراد پوری نہوئی اور اللہ تعالےٰ نے انکا پردہ فاش کردیا اور فضیحت ہوئے تو نہایت خوفناک ہوگئے تھے اس جہت سے کہ ابو عامر فاسق جسکو اپنا سردار بنایا تھا وہ حضرت رسول اللہ صلعم کی بددعا سے تنہا جنگل مین مرکر جہنم مین پڑا اور مسجد الضرار بھی جہنم مین گئی تو منافق ڈرے کہ دیکھیے ہم قتل کیے جاوین یا نکالے جاوین اور اللہ تعالےٰ نے انکو اس فعل بد کی پاداش مین مسجد سمیت جہنمی کردیا کہ نفاق انکے دلون مین ایسا جما کہ کبھی نہ نکلا جیسے قولہ واشربوا فی قلوبہم العجل سے معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل کے دلون مین گوسالہ رچ گیا تھا چنانچہ حق عز وجل نے فرمایا۔ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِي بَنَوْا رِيْبَةً فِي قُلُوْبِهِمْ برابر رہیگی انکی عمارت وہ جسکو انھون نے بنایا تھا شک انکے دلون مین یعنی یہ عمارت انکے دلون مین نفاق وشک ہوکر برابر باقی رہیگی کیونکہ وہ انکو لیکر جہنم مین گری ہے پس ان کے دلون سے شک ونفاق کبھی نہ جائیگا۔ اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ مگر اسکہ انکے دل پارہ پارہ ہوجاوین یعنی وے مرجاوین۔ کما قال ابن عباس رض ومجاہد وقتادہ وزید بن اسلم والسدی والضحاک وغیر واحد من السلف والخلف وعلی ہذا استثنار کے معنے یہ ہونگے کہ بغیر موت کے انکے دل سے شک نہ نکلیگا اور بعد موت کے جب مسجد الضرار کے ساتھ جہنم مین پڑینگے تو آگاہ ہونگے کہ ہم خطا پر تھے حالانکہ اسوقت کچھ مفید نہوگا۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ اور اللہ تعالےٰ علیم حکیم ہے یعنے جو کچھ انکے دلون مین شک ونفاق مضمر ہے اور جو حکمت انکو اسطرح رکھنے مین ہے اللہ تعالےٰ پر روشن ہے ف ان آیات کے حقایق واشارات کو سننا چاہیے نقال فی العرائس قولہ تعالےٰ لمسجد اسس علی التقویٰ الآیۃ۔ اسمین بیان ہے کہ ہر عبادت کی محکم بنیاد نہین ہوتی مگر تقویٰ سے اور تقویٰ نہین ہوتا مگر اس طرح کہ غیر کی طرف نظر سے دل پاک ہو۔ پس جہان تقویٰ آیا وہان شرک وشک وریا ونفاق وغیرہ جتنے ذمائم نفسانی وشیطانی ہین سب نیست ونابود ہوجاتے ہین اور وہان عمدہ اخلاق وصفائی دل و یاد الٰہی خالص رہجاتے ہین اور جب یہ ہوا تو خلوص نیت سے اعمال بدرجہ عرفان پہونچے اور عرفان بدرجہ توحید پھر بمشاہدہ موحد یعنے جسکی توحید کرتا ہے پس ہر نعت عیان وبہر الہام بیان ہوگیا۔ کما قال تعالےٰ الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ۔ اور اس آیت سے معلوم ہوگیا کہ تسر قدیمی ہے اور ہر زمانہ

ہین حق تعالےٰ نے بندہ صادق کی ایذارسانی پر ایک مکار ملعون ومقہور کیا ہے چنانچہ قولہ تعالےٰ وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا من المجرمین
آلآیۃ بھی اسپر شاہد ہے پس آنحضرت صلعم کی ایذا دینے والون مین سے جو مقہور وملعون ہوے ہین ایک ابوعامر فاسق بھی تھا در ظاہر مین شخص
راہب تھا یعنے درویش گوشہ نشین نصرانی تھا مگر آنحضرت صلعم کی عداوت مین یہان مدینہ مین منافقون سے کہا کہ تم کر د سالوس پھیلا کر
مسجد بناؤ اور مین قیصر روم سے لشکر لینے جاتا ہون اور عنقریب اسکے وعدہ کے موافق لیے آتا ہون اور یہ سمجھا کہ ایذاے اولیاء اللہ تعالےٰ
اشد غضب الٰہی تعالےٰ ہے پس موافق بد دعاے حضرت سرور عالم صلعم کے تو وہ مردود تنہا شہر و دمرا۔ اب اس زمانہ مین خیال کرو کہ اہل مکر
وسالوس کا یہ حال ہے کہ صوف کا لباس پہنکر زہد وتقوی ظاہر کرتے ہین اور مسجد حجرہ بنا کر اُس مین چلّے کھینچتے ہین اور اپنے شیاطین دنیاوی
مالدار تعلقدار و نوابون کے یہان بھیجتے ہین کہ وے جاکر انکو بہکادین کہ فلان بزرگ چلہ مین بیٹھے ہین اور بڑے زاہد وعابد وصاحب کرامت
ہین انکی زیارت سے نجات وحصول مراد ہو غرضکہ تمام لوگون کو انکا معتقد کرکے دنیا حاصل کرنا چاہتے ہین اور جن امور مین رضاے الٰہی نہین
ہے اور راہ توحید ومستقیم سے مانع ہین اور آخرت سے پھیرنے والے ہین مگر اہل دنیا کو مرغوب ومحبوب ہین انکو جاری کرکے دنیا کماتے ہین اور جو در حقیقت
اولیاء اللہ تعالےٰ دنیا کے بندے وراہ توحید وآخرت پر ہین ان کی مذمت وتقبیح کرتے ہین اور ان کی برائیون وغیبت سے پیٹ بھرتے ہین تاکہ
بندگان حق عزوجل کو راہ راست سے پھیرین اور انکی صحبت سے مستفیض نہونے دین پس ایسے لوگ ہی اللہ تعالےٰ کی خیانت کرتے ہین۔
وقال تعالےٰ واللہ لا یہدی کید الخائنین۔ پھر آخر جو لوگ خاص بندے ہین انکے نزدیک خوار وفضیحت ہو جاتے ہین بہر حال اللہ تعالےٰ
ایسے لوگون سے روے زمین کو پاک فرماوے۔ مترجم کہتا ہے کہ ہمارے زمانہ مین ایسے لوگون کی بہت کثرت ہے اور عوام اُن کے اعتقاد
دین قدیم وصراط مستقیم واتباع رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے باز رہتے ہین اللہم احفظنا وانت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین۔ شیخ
نے لکھا کہ شیخ ابوبکر الوراق نے کہا کہ جس نے اپنی نیت صحیح رکھی اور اسکو شک وشبہہ عارض نہوا تو اسکی حالت ہمیشہ استقامت پر
ٹھیک رہتی ہے اور صحت نیت اسطرح ہے کہ بالکل اپنی مراد سے جاتا رہے اور فقط ارادہ الٰہی پر راضی ہو جاوے۔ شیخ ابوعثمان رح نے
آیت کریمہ سے استنباط کیا کہ جو زمین فتنہ ہو اس سے سواے فتنہ کے کچھ نہین پیدا ہوتا اور زمین رحمت سے انسان کو رحمت ملتی ہے اگرچہ
کچھ دنون بعد ملے۔ قولہ تعالےٰ فیہ رجال یحبون ان یتطہروا الآیۃ۔ اہل قبا کی تعریف فرمائی کہ وے طہارت کو چاہتے ہین اور اللہ تعالےٰ
طہارت والون کو چاہتا ہے۔ طہارت کے مراتب ہین۔ اسرار کی طہارت تو خطرات سے ہوتی ہے یعنے سر باطنی کو خطرات نفس وشیطان وغیرہ
سے پاک رکھنا چاہیے۔ ارواح کی طہارت غفلتون سے یعنے ہر غفلت سے پاک رکھنا چاہیے۔ قلوب کو شہوات سے پاک اور عقول کو جہالات
سے پاک۔ نفوس کو کثرات سے پاک۔ بدنون کو لغزش وافعال قبیح سے پاک رکھنا چاہیے جسکو اللہ تعالےٰ نے ازل مین محبوب فرمایا اسکو
دنیا مین ہر ایک شخص سے جو اسکو اللہ تعالےٰ سے غافل کرے پاک رکھتا ہے کیونکہ جس سے محبت ہو اسکو غیرت مین نہین چھوڑا جاتا ہے سہل رح
نے کہا کہ طہارت تین طرح ہے۔ علم کی طہارت جہالات سے اور یاد کی طہارت بھول سے اور طاعت کی طہارت معصیتات سے ہے۔ بعض نے
کہا کہ یہان اشارت ہے کہ ماسواے حق تعالےٰ کے ہر دو جہان کے تعلق سے ان بندون کو طہارت محبوب تھی قولہ لمسجد اسس بنیانہ علی
التقوی من اللہ الآیۃ۔ اللہ تعالےٰ سو ہر چیز جو وہم وقیاس وگمان وخیال سے پاک وبرتر ہے کوئی بندہ جو کچھ خیال کرے وہ پاک تعالےٰ
اُس سے پاک ہے ہر کچھ عادات اُس کے واسطے ہین اور وہ صادقین کے دل ہین جو سچے وخالص اعتقاد سے اسکے بندے بنے اور ہر زمانہ
مین وہ بہت تھوڑے ہین اور سب کی ابتداء ہمارے ایک بندہ کی تفصیل مین اور وہ بندہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

ہین پس اللہ تعالے عز وجل وہی اللہ تعالے وحدہ لا شریک ہی اور اُسکا ایک بندہ محبوب محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے اور اسکے طفیل مین عجب مراتب رسول وانبیاء واولیا ہین اور یہ وہی بندے ہین جو صدق دل سے خالص اللہ تعالے کے بندے ہین پھر یہ ہر زمانہ مین تھوڑے ہین پس انکے دل وہی اللہ تعالے کی عمارات ہین جن مین مناظر قدس وانس منور بانوار تجلی حق عز وجل ہین پس جسنے دل کو رذیل اخلاق سے پاک کر کے یاد آلہی جل جلالہ وتمناے لقاء حق تعالے وشوق ومعرفت وتوحید وتفرید وخوف وعظمت وکبریائی ومراقبہ خطاب واسرار وطلب رضوان ووصال آلہی سبحانہ تعالے سے آراستہ کیا وہ نور عظیم کو پہونچ گیا جو بیان سے باہر ہے۔ واسطی رح نے کہا کہ قولہ علی تقوی من اللہ۔ اشارت ہے کہ اصل تقوی از جانب اللہ تعالے عز وجل ہے پس متقی پر حق تعالے سبحانہ کا احسان ہے اور ہمہ تن اسی کی طرف متقی کا التفات لہذا امتحان کے لیے آیات مابعد مین امر جہاد وغیرہ مین اُنکو مشغول کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ سراج وغیرہ مین لکھا کہ سابق مین غزوہ تبوک کی تمہید مین گزرا کہ رسول اللہ صلعم نے جب جہاد کے لیے لوگون کو حکم دیا اور وے گرانبار ہوے تو اللہ تعالے نے قولہ یا ایہا الذین آمنوا مالکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل اللہ اثاقلتم الی الارض ارضیتم بالحیوۃ الدنیا من الآخرۃ الآیہ سے انکار فرمایا کہ زندگانی دنیا پر راضی ہو جاؤ پھر آمادہ کیا بقولہ انفروا خفافا وثقالا وجاہدوا الآیہ۔ پھر بعد تشریح احوال ایمان وذمائم نفاق کے اب اسکی فضیلت وتحقیق حالت پر متنبہ فرمایا بقولہ تعالے

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

اللہ نے خرید لی مسلمانون سے اُنکی جان اور مال اس قیمت پر کہ اُنکو بہشت ہے لڑتے ہین اللہ کی راہ مین

فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ

پھر مارتے ہین اور مرتے ہین وعدہ ہو چکا اُسکے ذمے سچا توریت اور انجیل اور قرآن مین اور کون ہے قول کا پورا اللہ سے زیادہ

فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

سو خوشیان کرو اس معاملت پر جو تم نے کی ہے اُس سے اور یہی ہے بڑی مراد ملنی

اِنَّ اللّٰهَ البتہ اللہ تعالے عز وجل نے جو خالق ومالک تمام عالم دنیا وآخرت کا ہے۔ اشْتَرٰى خرید فرمایا۔ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اپنے مومن بندون سے جو اُس کے مخلوق ومملوک ہین۔ اَنْفُسَهُمْ ان مومن بندون کی جانین۔ وَاَمْوَالَهُمْ اور ان مومنون کے اموال کہ خود ہی انکو رزق فرمائے ہین۔ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ بعوض اس امر کے کہ ان مومنون کے لیے جنت مخصوص ہے سبحان اللہ تعالے کیا فضیلت ہے کہ اسپر جان ومال فدا کرنا بہت متاع حقیر ہے لہذا حسن بصری رح نے فرمایا کہ اے لوگو سچے کانون سنو پس قسم ہے ذات پاک حق عز وجل کی کہ یہ خریداری محض نفع وسراسر فائدہ ہے اس سے روے زمین کے تمام مومنون سے قیامت تک اللہ تعالے نے مبایعت فرمائی واللہ کوئی مومن اس بیع سے محروم نہین رہا۔ مولوی رومی نے کہا ؎ جان دہی از بہر حق جانت دہند + نان دہی از بہر حق نانت دہند + ؎ اللہ اللہ زود بفروش وبخر + قطرہ دہ بحر پر گوہر ببر + اللہ تعالے کی تمام مخلوق ومملوک ہین چنانچہ مومن کی جان خود اپنی نہین بلکہ محض اللہ تعالے کی مخلوق ومملوک ہے اور ایسے ہی مال بھی اُسی کا دیا ہوا رزق ہے پس خرید یہان بطریق استعارہ تبعیہ کی تمثیل ہے جیسے قولہ تعالے اولئک الذین اشتروا الضلالۃ بالہدی مین تمثیل مقصود ہے۔ اور یہ امر خود واضح ہے اور کافرون ومنافقون کو متروک ومطرود کر کے فقط مومنین کی تخصیص فرمائی اور مومنون کی جانون ومالون کو مبیع قرار دیا جو کہ مبیع مین عمدہ ومقصود ہوا کرتی ہے اور جنت کو

دام وصول بنایا جو کہ مقصود حاصل ہونے کا وسیلہ ہوتا ہے اور یہ کمال فضل ہے۔ اور خرید کرنا اپنی ذات پاک جل جلالہ کی طرف نسبت فرمایا اور یوں نہ کہا کہ ان اللہ تعالے باع الجنۃ بانفسہم واموالہم یعنی جنت کو اللہ تعالے نے مومنوں کے ہاتھ بعوض اُن کی جانوں و مالوں کے فروخت کیا تو یہ بھی کمال فضل مومنین ہو کہ قولہ ان اللہ اشتری۔ سے نکلا کہ اللہ تعالے کو مومنوں کی جانوں و مالوں کی طرف کمال اعتنا ہے اور یوں نفرمایا کہ اشتری انفسہم واموالہم بالجنۃ بلکہ یوں فرمایا کہ بان لہم الجنۃ تاکہ تحقیق معلوم ہو جاوے کہ یہ جنت اُنکے واسطے مخصوص ہوچکی ہے۔ یہ وہ مقام ہے کہ مومن اس خوشی میں تو جان فدا کردے تو حقیر ہے اللہم ربنا اجعلنی مومنا من المومنین وانت ارحم الراحمین۔ پھر بعض نے کہا کہ انفسہم میں مجاہدین کی جانیں والیسے ہی انکے اموال مراد ہیں اور صحیح یہ ہو کہ جملہ مومنین کی جانیں مراد ہیں کہ وہ طاعت الٰہی میں انکو خرچ یہاں تک کہ موت آوے اور اموال کو طاعت الٰہی میں خرچ کریں یہاں تک کہ مرجاویں پس جہاد میں جان و مال خرچ کرنا سب سے پہلے داخل ہے۔ اور انفسہم کو اموالہم سے مقدم کیا تاکہ تحقیق ہو جاوے کہ یہ مبالعت اُن کے مال کمانے سے پہلے ہو گئی ہو اور حاصل اس مثال کا یہ ہو کہ مومنوں کا اپنی جانوں و مال کو اللہ تعالے کی طاعت و رضامندی میں یعنی موافق شرع و سنت رسول اللہ صلعم کے قربان کرنا موجب کمال ثواب و رضوان الٰہی تعالے ہو اور وہ جنت ہے پس زہے نصیب اُس کے جسنے یہ مبیع پائی کہ یہ حقیر جان اُسی کی مخلوق ہے اور یہ حقیر اموال اُسی کا رزق دیا ہوا ہو اسی کو اس پاک خالق رازق جل جلالہ نے قبول فرماکر خریدا اور جنت جو محل اکرام و انعام و رضوان ہے عطا فرمایا و ہیں اُسکا رضوان و دیدار ہو سبحان اللہ تعالے کہاں یہ حقیر اور کہاں وہ انعام کبیر الحمد للہ رب العالمین۔ لہذا حسن البصری و قتادہ رح نے کہا کہ واللہ اُسکو حضرت حق سبحانہ تعالے نے خریدا تو انکو بہت بھاری ثمن دیا۔ اور عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر دونوں چیزیں انھیں کے لیے کردیں حسن بصری رح نے کہا کہ ہماری جانیں سب اُسکی مخلوق ہیں اور ہمارے اموال سب اُسی کا رزق عطیہ ہے۔ ایک جماعت محدثین نے روایت کیا کہ لیلۃ العقبہ میں قبل ہجرت کے جب آنحضرت صلعم نے ایک گروہ انصار سے بیعت لی تو انھوں نے عرض کیا کہ جو شرائط آپ کو منظور ہیں ہم سے لے لیجیے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالے کے واسطے تم پر یہ شرط ہے کہ اُسی کی توحید کرو کچھ بھی اُس سے شرک نکرو اور میری ذات کے لیے یہ کہ اپنی جانوں و مالوں سے جس طرح روک ٹوک کرتے ہو میری نصرت کرو تو عرض کرنے لگے کہ ہم نے منظور کیا تو ہمارے لیے کیا ہے فرمایا کہ تمھارے لیے جنت ہے تو انصار بولے کہ واللہ ہم لنے بیع میں سراسر نفع پایا اب ہم بیع نہ پھیرنے دینگے اور نہ خود پھیرینگے۔ روایت ہے کہ ایک اعرابی اس آیت کو پڑھتا ہوا آیا اور آنحضرت صلعم سے کہا کہ یہ کس کا کلام ہے فرمایا کہ اللہ تعالے جل جلالہ کا عرض کیا کہ بیع ہیں سراسر سیر نفع ہو واللہ میں نہ پھیروں نہ پھیرنے دوں پس جہاد کو روانہ ہوا اور وہاں شہید ہوگیا۔ قال تعالے۔ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ۔ جملہ مستانفہ بیان غرض خریدت یعنے اس بیع میں کیا مفاد ہے اور حمزہ وکسائی کی قراءت میں فیقتلون بصیغہ مجہول ہے اور دوم بصیغہ معروف اور باقیوں کی قراءت میں اول معروف ہو اور دوم مجہول ہو۔ یعنی قتال کرتے ہیں یا قتال کرینگے یہ بندے اللہ تعالے کی راہ میں پس قتل کرتے ہیں کافروں کو اور قتل کیے جاتے ہیں یا قتل کریں اور قتل کیے جاویں بعض علماء نے کہا کہ یقاتلون سے مراد امر ہے یعنے مومنوں سے اسطرح خریدا تو وہ قتال کریں۔ اور بنابر قراءۃ حمزہ وکسائی کے یہ معنی ہیں کہ قتل کیے جاتے ہیں اور قتل کرتے ہیں یعنے باوجودیکہ بتقدیر و مشیت الٰہی انمیں سے بعضے قتل کیے جاتے ہیں تو باقی قتال پر ثابت قدم رہتے ہیں کیونکہ قتل ہوجانا ہمیں مراد لی جاتا ہے گر منافق بسبب ضعف اعتقاد و شک کے سستی سے بھاگتا ہے۔ الحاصل مومنین اللہ تعالے کی راہ میں قتال کرتے ہیں خواہ قتل کریں یا قتل ہوں یا قتل کریں بھی و مقتول بھی ہوں بہر حال

اُن کے لیے جنت ہے صحیحین وغیرہ مین حدیث ہو کہ جو شخص خالص اللہ تعالےٰ پر ایمان و رسولون کی تصدیق پر اُسکی راہ مین جہاد کو نکلا تو اللہ تعالےٰ
نے اُسکے واسطے تکفل کر لیا کہ اُسکو وفات دے تو اُسکو جنت مین داخل فرماوے یا جہان سے نکلا وہین اُسکو اجر و غنیمت سمیت واپس فرماوے
مترجم کہتا ہو کہ پہلی بات کیا خوب ہو اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے روزی فرماوے۔ قال تعالےٰ۔ وَعۡدًا عَلَيۡهِ حَقًّا۔ اسے وَعَدَ
اللہ تعالےٰ علی ذلک وَعۡدًا وحق ذلک حقا۔ فِي التَّوۡرٰىةِ یعنی وعدہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے اس فعل جہاد پر وعدہ اور محقق کر دیا اُس کو
خوب محقق جو ثابت و نازل ہے توراۃ مین یعنے جو کتاب آسمانی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی تھی اُس مین مومنین کے لیے یہ
وعدہ لکھ دیا تھا۔ وَالۡاِنۡجِيۡلِ اور کتاب انجیل مین جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی تھی۔ وَالۡقُرۡاٰنِ۔ اور اب اس کتاب مجید
قرآن مین ثابت فرمایا جو افضل الرسل و خاتم النبیین محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا اور وہ اگلی کتابون کا جامع و شاہد ہے حاصل
آنکہ یہ وعدہ حضرت علام الغیوب کی طرف سے مومنون کے لیے اگلی کتابون سے نازل چلا آتا ہو یہان تک کہ قرآن مجید مین نازل ہوا
پس وعدہ محقق و ثابت ہو۔ وَمَنۡ اَوۡفٰى بِعَهۡدِهٖ مِنَ اللّٰهِ اور کون ہو وہ جو اللہ تعالےٰ سے بڑھکر اپنا وعدہ وفا کرے یعنی کوئی اس سے
بڑھکر نہین ہے۔ دیکھو بندے بدعہدی سے شرم کرتے اور کبھی بدعہدی نہین کرتے ہین تو بھلا اُن بندون کا خالق جو ہر چیز پر قادر ہو اُسکے
وعدے کا کیا پوچھنا ہو اُسکے قبضۂ قدرت مین ہر چیز ہے جو چاہے کر سکتا ہے پھر وفائے وعدہ سے کیا چیز مانع ہو سکتی ہو پس جب بندون کو
بدون اُنکے کسی استحقاق کے پیدا کر دیا اُنکو تمام نعمتین عطا فرمائین تو فضل و کرم سے جو وعدہ فرمایا وہ بے شک پورا ہو۔ فَاسۡتَبۡشِرُوۡا بِبَيۡعِكُمُ
الَّذِيۡ بَايَعۡتُمۡ بِهٖ اب خطاب سے مشرف کر کے مومنون کو دو چند مسرور فرمایا کہ جب یہ جان چکے تو خوش ہو جاؤ اس اپنی بیع پر جو تمنے
عقد مبایعت سے قرار دی ہے۔ وَذٰلِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ اور یہی تو فوز عظیم ہو سبحان اللہ عزوجل بے شک یہی فوز عظیم ہو تنبیہ واضح رہے
کہ اس آیت کریمہ مین کمال بلاغت و انواع تاکیدات ہین۔ اول قولہ ان اللہ اشتری یعنی خریدنے والا وہ اللہ تعالےٰ عزوجل ہو جس کی جناب
پاک مین دروغ کا وہم نہین ہو سکتا پس عقد و عہد کامل مضبوط ہو۔ دوم اُسکو بیع و خرید سے استعارہ کیا اور عقد بیع بعد واقع ہونے کے واجب
ہوتا ہو لہذا بلفظ یشتری نہین بلکہ اشتری فرمایا کہ واقع ہو گیا۔ سوم قولہ وعدًا۔ کیونکہ وعدہ الٰہی حق ہو۔ چہارم قولہ علیہ کیونکہ کلمہ علی وجوب
کے لیے ہو۔ پنجم قولہ حقاً کیونکہ تاکید تحقیق ہو۔ ششم قولہ فی التوراۃ والانجیل والقرآن۔ اسے ثابتا کائنا فیہا۔ کیونکہ ثبوت ان کتب آسمانی مین
سجانے اسکے ہو کہ تمام انبیاء و رسل و تمام امتین اسپر گواہ ہو گئی ہین۔ ہفتم قولہ ومن اوفی بعہدہ من اللہ یہ کمال تاکید ہو۔ ہشتم قولہ فاستبشروا الخ
یہ بشارت بنیل مرام ہو کہ وہی عین مقصود ہو پس مبالغہ تاکید ہو۔ نہم قولہ ذلک ہو الفوز۔ اور دہم قولہ العظیم پس ان دس وجوہ سے حق تعالےٰ
جل جلالہ نے اس عہد کو مؤکد و مقرر و محقق فرمایا۔ ف و فی العرائس قولہ تعالےٰ ان اللہ اشتری من المومنین الآیۃ۔ ازل مین اہل مسجد
الرضوان کو محبوب و مقبول فرما کر بمقتضائے عظمت و کبریائی امتحان غیرت مین غیر کی طرف ملتفت کیا اور یہ بکر قدیم ہو پس حقیقتاً یہ خرید ذات
پاک اُنسے ہو کیونکہ قیام وجود اُسی کی ذات پاک سے ہو ورنہ اشیاء و حوادث سب ادم مین فانی ہو جاوین پس اپنے آپ کو حوادث پر پیش کیا
مگر کوئی اُسکے لائق نہین تو خود اپنے آپ کو اپنے لیے خرید فرمایا کیونکہ وہ تعالےٰ دانا تر ہو کہ اُسکی تجلی عظمت اٹھانے سے تمام مخلوق عاجز ہے اور
حدوث کو قدم کی تجلی مین بھلا کہان تاب ہو سکتی ہو اور وہی اپنے آپ اپنی قیمت ہو پس شفقت سے اپنے آپ کو اُنسے خرید لیا کہ تجلیات عظمت
مین یہ بندے نیست نہو جاوین۔ پھر ان بندون کے اموال خریدے اور یہ اموال اسکے نعوت ازلیہ متاع مشاہدہ ہو تاکہ عدم کا بھید قدم ہی مین رہے
پس جب جلال قدم سے انکو قطع فرمایا تو جو کچھ اُنکے لائق و مناسب ہو یعنے جنت اسمین انکو مشغول فرمایا بحتہ نفوس و اموال کی کچھ قدر و قیمت نہین

چنانچہ انکو بعوض جنت کے خرید فرمایا ورنہ درصورت قدر ولطافت ہونے کے بذات پاک خرید فرماتا نہ کسی حادث چیز کی عوض کیونکہ جنت بھی
مخلوقات کے ہے نکتہ نفوس کو خرید کرلیا کیونکہ وہ قلب کو پروردگار تعالے سے حجاب ہین اور یہی حال اموال کا ہے پس دونون خرید لیے
تاکہ درمیان مین کوئی حجاب نرہے نکتہ مومنین سے انکے نفوس خرید فرمائے جو مجاہدہ وریاضت کی راہ سے اُنکے زیر قدرت وملکیت داخل
کیے گئے ہین اور قلوب نہین خریدے کیونکہ وہ دیدار صفات مین خود مستغرق ہین۔ ابن عطا رح نے کہا کہ تیرا نفس ہی ہر شہوت وطبیعہ کا گھر ہوا اور
تیرا مال ہر گناہ ومعصیت کا ہتھیار پس دونون تجھ سے خرید کرکے تجھے وہ چیز عوض دی کہ حال ومآل مین تجھے نافع ہے سہل رح نے کہا کہ مومن کوئی
ایسا نہین جسکے ملک مین اسکا نفس ہو اس لیے کہ وہ تو اللہ تعالے کی بیع مین بک چکا پس جسنے بیع ادا نہ کی اور نفس اپنے پاس رکھا یعنے
حیات دنیاے فانیہ سے نہ درگزرا وہ بھلا کہان سے حیوۃ طیبہ پر زندگی کریگا۔ قال المترجم نکتہ لطیف ہے اور حدیث مین ہے کہ کوئی تم مین
سے مومن نہوگا جب تک اُسکا نفس بالکل اسکا مطیع نہوجاوے جو مین لایا ہون فتامل واللہ اعلم۔ جعفر رح نے کہا کہ بزبان حقیقت انکو مبتلاے
آزمایا بزبان معاملت کہ اسنے اجساد خریدے تاکہ قلوب مین وقوع محبت متعین ہو پس وصل سے انکو ندا فرمایا۔ حسین رح نے کہا کہ نفوس
سرکش ہین انکو حق تعالے نے مومنین سے خرید کر اپنی غلامی مین مطیع کرلیا پس سواے حق عز وجل کے انکا کوئی مالک نہین ہوسکتا۔ النصرآبادی رح
نے کہا کہ جنید رح سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالے نے مومنین سے انکے نفوس کب خریدے۔ تو کہا کہ ایسے وقت کہ تب کا وہان وجود ہی نہ تھا پس انکی
نظر کو سبب وعلت سے بالکل اُٹھا دیا جبکہ انکی ملکیت خود اپنے نفوس واموال سے زائل فرمائی تاکہ جوار حق عز وجل کی لیاقت پاوین۔ نصر
آبادی رح نے کہا کہ نفس تیری صفت تھا تجھ سے خریدا اور قلب اسی کی صفت کے زیر حکومت ہے اسپر بالبیع نہین واقع ہوئی۔ آنحضرت صلعم نے
فرمایا کہ آدمی کا قلب حضرت الرحمن عز وجل کی دو انگلیون کے بیچ مین ہے یعنے اسی کی صفت قدیم کی تجلی مین مسخر ہے نکتہ۔ قال النصرآبادی رح
آدمی کا نفس معیوب ہے اور کریم ہی خرید لیتا ہے جس سے اور لوگ بے پروائی کرین۔ قال الشیخ العارف مجھے اور ایک نکتہ الہام ہوا کہ حق تعالے
نے وقت ایجاد کے نفوس کو لباس قہر ربوبیت پہنایا پس اُسنے وصف کبر کو لے لیا پس جب قہر اسپر وارد ہوا تو اسنے منازعت کی پس حق تعالے
نے مومنون پر کرم فرمایا کہ اگر نفس انکے ساتھ ہوتا تو انکو اغوا کریگا جیسے فرعون کو اغوا کرکے اس سے قولہ انا ربکم الاعلی۔ کہلوالیا۔ جیسے ابلیس کو تکبر مین خوار و مردود کیا۔
پس مومنون سے خرید کر نابود کردیا تاکہ اُن مین سواے عبودیت کے کچھ باقی نہ رہے۔ پھر حق تعالے نے قلوب عارفین مومنین کو اپنے
پاک کلام یعنے قولہ ومن اوفی بعہدہ من اللہ۔ سے فرح وسرور مین مسرور کیا کہ فداے جان ومال مین جہاد ومجاہدہ وریاضات مین اللہ تعالے
کے وعدہ پر نیک نیت ودرستی طویت پر ثابت ومستقیم رہین اور اذعان کرینگے کہ حق تعالے جل جلالہ سے بڑھکر کسکا وعدہ ہوسکتا ہے اسلیے
کہ وعدہ آیندہ وفا ہوتا ہے اور جسقدر مخلوقات ہین یعنے سواے اللہ تعالے کے جو چیز وجو کوئی ہے وہ آیندہ کے معاملہ مین ناقص ہے
کیا معلوم کہ کیا واقع ہو اور حق تعالے قدیم پاک بے زوال قادر مختار عزیز جلیل ہے اور صفات کمال لایزال ہے انمین کوئی نقص ممکن ہی نہین
پس جو فرمایا وہ ضرور پورا ہوگا بلکہ اُس سے بڑھکر اپنے فضل سے عطا فرمائیگا کیونکہ اسکے انعام وفضل کی انتہا ہی نہین اور وہ رب کریم رحیم
ہے پس بندہ مومن نہایت مطمئن ہے کہ اُسکے مولی جل جلالہ کے مملوک ومقہور ہین جو چیز ہوا جو آدمی ہوا جو فرشتہ ہو جنکو گمراہ اپنا معبود بناتے
پھرتے ہین حسین رح نے کہا کہ ازل مین حق تعالے کا عہد اپنے خاص بندون کے ساتھ انکی خصوصیت خاصہ کا ہے جسکے انوار انپر وجود سے
ظاہر ہوتے ہین چنانچہ حضرت آدم ع کی پشت سے جب ارواح نکالین مثل چیونٹیون کیطرح تحقیق تو آدم ع نے انمین سے خالص بندون پر
وہ انوار جنپر نظر نہین تھہرتی دیکھکر عرض کیا کہ اے پروردگار تیری شان پاک ہے یہ کون بندے ہین پھر دنیاوی وجود مین ان انوار کے آثار اُنپر

موافق عہد قدیم کے ظاہر فرمائے پس اُنکا عہد اُنکو پورا کردیا - ومن اوفی بعہدہ من اللہ - اللہ تعالے سے بڑھکر کوئی عہد پورا کرنے والا نہین ہوسکتا پھر اسی پر مومنون کو بشارت دی بقولہ فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ - خرید اپنی طرف فرمائی کہ ازل مین مومنون سے اُنکی جانین خریدین اور بیع مومنون کی طرف نسبت کی کہ انھون نے جانین بیچین اور تو جانتا ہو کہ ازل مین مومنین کہان تھے اپنی پاک ذات کو مومنون کی جگہہ قائم فرمایا اور یہ اتحاد الفعل کی طرف اشارہ ہو - کما فی قولہ تعالے وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی - اور یہ آیت از قبیل عین الجمع ہو اُنکے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو بشارت فرمائی اور غرض اس سے یہ کہ خوش ہوجاؤ تم میری متابعت سے باین طور کہ میرے ساتھ اللہ تعالے کی اطاعت کرو پس بڑی خوشی ہو کہ مین نے تم کو اپنے خطاب و خرید سے جو سیرت کمال لطف سے خبر دیتا ہی تم کو سرفراز کیا پس تم بلا عذاب و بلا حساب دیدار جمال و جلال سے فائز ہوگے - کما قال تعالے وذلک ہو الفوز العظیم شیخ نصر آبادی رحمہ نے کہا کہ اس بیع مین خوشخبری کامل یہ ہو کہ اللہ تعالے انکو بسبب وعدہ کریہ جنت عطا فرماویگا جو کہ مقام رضوان ہی اور چونکہ وہ کریم حقیقی ہو بھرپور زیادت کے ساتھ دیدار و مشاہدہ عطا کریگا - کما قال تعالے الحسنی وزیادۃ الآیۃ - مترجم کہتا ہو کہ متواتر تفسیر مین حسنی جنت ہی اور زیادہ دیدار حق تعالے ہے پھر واضح ہو کہ مومن آسم جامع ہو اس مین معانی کثیرہ داخل ہین پس جن مومنون سے اُنکے نفوس خرید فرمائے ہین اُنکے اوصاف و مقامات کو تفصیل و تقسیم کے ساتھ بعد اجمال کے یعنی بلفظ مومن بیان فرمانے کے آب تمیز و شناخت و تحقیق کے لیے بیان فرمایا بقولہ تعالے

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ

توبہ کرنیوالے بندگی کرنیوالے شکر کرنے والے بے تعلق رہنے والے رکوع کرنیوالے سجدہ کرنے والے حکم کرنیوالے نیک بات کو اور منع کرنیوالے

عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝

بری بات سے اور تھامنے والے حدین باندھی اللہ کی اور خوشخبری سنا ایمان والوں کو

اَلتَّآئِبُوْنَ زجاج رح نے کہا کہ میرے نزدیک یہ مبتدا ہی مع معطوفات کے اور خبر محذوف ہی یعنے التائبون العابدون الی آخرہ لہم الجنۃ ایضا یعنی تائبون وغیرہ ان اوصاف والون کے لیے بھی جنت ہی اور کہا کہ یہ احسن اسوجہ سے ہو کہ اگر التائبون سے بیان المؤمنین کا ہو جو اوپر کی آیت مین مذکور ہین تو وعدہ جنت مخصوص بمجاہدین ہوجائیگا - اسی قول کو مفسرین کی ایک جماعت نے اختیار کیا ولیکن جواب یہ ہو کہ وعدہ مجاہدون کے ساتھ مخصوص ہونا لازم نہین آتا اس لیے کہ مومنین سے عام مومنین مراد ہین اور اُنسے ان کی جانین و اموال خرید لیے پس وہ حکم شرع کے موافق اپنی جان کو مطیع رکھتے ہین جسمین جہاد وغیرہ سب طاعات شامل ہین لہذا مختار قول جمہور مفسرین ہو کہ مرفوع علی المدح ہی - اسے ہم التائبون - قال الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ یہ اُن مومنون کی مدح ہو جن سے اللہ تعالے نے اُن کی جانون و مالون کو خرید فرمایا - اور تائبون جمع تائب بمعنے رجوع کرنے والا اور مراد شرک و نفاق سے پھر جانے والے - یا جملہ معصیات سے مُنھ موڑنے و توبہ کرنے والے - الحاصل مومنین جنکے جانون و مالون کو اللہ تعالے نے خریدا وہ ایسے لوگ ہین کہ شرک و نفاق وغیرہ جملہ معاصی سے عموماً تائب ہین - العٰبِدُوْنَ عبادت کرنے والے ہین یعنی خالص اللہ تعالے وحدہ لاشریک کی عبادت بدون شرک و نفاق کے کرتے ہین - الحٰمِدُوْنَ اللہ تعالے ہی کی حمد و ثنا ہر حال مین ادا کرنے والے ہین پس جو امر تقدیری خواہ نعمت ہو یا مصیبت ہو انکو پیش آوے اُس مین راضی اور اپنے پاک معبود تعالے کی حمد و ثنا کرتے ہین - السَّآئِحُوْنَ جمع سائح یعنے صائم ہین - الرّٰكِعُوْنَ رکوع کرنے والے - السّٰجِدُوْنَ سجدہ کرنے والے یعنی نمازین ادا کرنے والے ہین - الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ حکم کرنے والے ہین

امر معروف کا۔ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ اور روکنے والے ہیں ایسے امر سے جو شرع میں انکار کیا گیا یعنی اسپر یہ حکم دیا گیا کہ نہ کرنا چاہیے پس موافق استطاعت کے ہاتھ یا زبان سے روکتے یا آخری مرتبہ دل سے برا جانتے ہیں۔ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ اور حفاظت کرنے والے ہیں اُن حدون کے جو اللہ تعالیٰ نے انکے لیے مقرر فرمائی ہیں یعنی اس دنیا سے دنی و زندگانی فانی میں نفس و اُسکی خواہشون کی چیزیں اور اطوار و افعال پیدا کرکے انکو امتحان میں رکھکر حدیں مقرر کردی ہیں کہ اس حد سے تجاوز نہ کریں خواہ طاعات عبادات الٰہی ہوں یا نفس کی خواہشیں ہوں یا اور لوگوں سے معاملات ہوں سب میں اس دنیا سے خواہش نفس کے تابع نہوں کہ جو انکا نفس چاہے وہ کرنے لگیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے جو حدود رکھے ہیں انکے مطیع رہیں اور اس خوبی سے دنیا کی زندگانی بسر کرکے اپنے آخرت کے گھر میں جو جنت ہے چلے جاویں لہذا فرمایا۔ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ اور بشارت دیدے اے رسول محبوب اُن بندون کو جو مومنین مطیع ان اوصاف سے آراستہ ہیں۔ پس مومنون نے اس دنیا و اسکی حیات فانی کو چھوڑا اور آخرت و اسکی حیات دائمی کو اختیار کیا اسطرح کہ انھیں اوصاف سے بفضل و توفیق الٰہی متصف ہوے تو جنت رضوان دائمی کی بشارت پائی۔ برخلاف کافرون و منافقون کے کہ انھون نے اپنے نفس کی اطاعت کی اور اس دنیا و حیات فانی کو اختیار کیا پس جہنم ہمیشہ انکا ٹھکانا ہے۔ و اعوذ باللہ من عذاب جہنم۔ ف اللہ تعالیٰ نے یہان نو وصف ذکر فرمائے ہیں جو دنیاوی زندگی بسر کرکے آخرت و جنت تک پہونچ جانے کے لیے بندگان مومنین کو کافی ہیں از انجملہ چھ وصف پہلے خالص حضرت خالق عزوجل کی بندگی سے متعلق ہیں یعنے اول توبہ کرے ہر شرک و نفاق و ہر معصیت سے پھر دوم عبادت کرے اخلاص و توحید کے ساتھ اور یہ یقین کیے رہے کہ حضرت خالق عزوجل کی عبادت جو اُسکی درگاہ کے لائق ہے مجھ سے کبھی ادا نہیں ہو سکتی و لیکن اُسکے فضل و کرم سے امید ہے کہ اُسکی عظمت و کبریائی کے لائق عبادت میں جو قصور مخلوق سے ہے اُسکو عفو کرکے مجھ سے سیقدر قبول فرما وے کیونکہ وہ پاک پروردگار داناتر ہے کہ ہم مخلوق بندے اُسکے شان اعز و اجل کے لائق عبادت نہیں ادا کر سکتے ہیں۔ اسی سے اہل عرفان اپنی عبادت سے استغفار کرتے رہتے ہیں۔ سوم تقدیر پر ایمان رکھے کہ حضرت خالق عزوجل کی حکمت کاملہ و مشیت فاضلہ سے ہر نعمت و مصیبت ہے اور جب وہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہے تو نعمت کے وقت شکر الٰہی اور مصیبت کے وقت انا للہ و انا الیہ راجعون سے ہر حال میں اُسی کی حمد و ثنا کرے اور کسی غیر کی طرف سے یا کسی سبب وغیرہ سے کوئی امر خیال نکرے کہ یہ شرک ہے چہارم سائح ہو اور اُسکا بیان آگے آتا ہے پنجم و ششم راکع و ساجد ہو پس یہ دونون فعل کمال تعظیم کی نیت سے مخصوص بجناب باری تعالیٰ ہیں لہذا آپس میں کسی بندے کی تعظیم کے لیے سر جھکا دے نہ بطور رکوع نہ بطور سجدہ چاہے کوئی بندہ ہو اور سلام کے وقت جو لوگون میں سر جھکانے کا طریقہ یا سلطان و امیر کے سامنے جھکنے کا طریقہ ہے سب خطا و گناہ ہے اور یہی تحقیق ہے۔ اور مقصود رکوع و سجود سے نماز ہے۔ پس یہ چھ وصف تو خالص اللہ تعالیٰ کی بندگی میں ہیں اور ساتوان و آٹھوان وصف آمر بالمعروف و نہی از منکر کا تو یہ اللہ تعالیٰ کے لیے بندون کے ساتھ پڑتے۔ اور تفصیل اسکی سابق میں گزر چکی اور مسائل اُسکے فتاوی عالمگیریہ کے ترجمہ جلد چہارم سے تلاش کرو مگر یاد رکھو کہ یہ امر واجب ہے اور یہی تصحیح و اسی پر فتوی ہے پس اسکا زیادہ تعلق بندون سے ہے اور نیت خلوص سے ثواب ملیگا۔ اور نوان وصف کہ حدود الٰہی کی حفاظت کرنا تو وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے حدود میں بھی چاہیے اور بندون کے ساتھ معاملات کے حدود میں بھی چاہیے پس کتاب و سنت پر عمل کرے اور بدعات عملی و بدعات اعتقادی جیسے رافضی خارجی معتزلی وغیرہ فرقون میں رائج ہیں سب سے اجتناب کرے اور بندون سے معاملہ نکاح و بیاہ و بیع و خرید وغیرہ سب میں حدود شرعی سے تجاوز نہ کرے یہ ترکیب اور کچھ تفصیل ان

کلام پاک بلیغ کی ہو۔ ف۱ قولہ السائحون جمع سائح مشتق از سیاحت جو روے زمین پر سیر کرنے کو کہتے ہین اور قاموس مین کہا کہ اللہ تعالے کی عبادت کی نیت سے زمین مین سیر کرنے کو سیاحت کہتے ہین اور علمار نے لکھا کہ سیاحت سے نفس بہت مہذب ہوجاتا ہو کیونکہ کسی مقام سے آدمی کو دل بستگی نہین رہتی اور دنیا مین مثل مسافر کے ہوجاتا ہو کہ اُس کو دنیا سے انقطاع ہوکر آخرت کی طرف رغبت حاصل ہوجاتی ہو پس یہ تو نفع سیاحت کا ہو لیکن آیت کریمہ مین سائحین سے کیا مراد ہو تو اس مین متعدد تفاسیر ہین اور جمہور مفسرین رحمہم اللہ تعالے کے نزدیک مراد آیت کریمہ مین سیاحت سے صیام ہو چنانچہ تفسیر ابن کثیر رح مین ہو کہ عبد اللہ بن مسعود رضہ نے کہا کہ سائحون یعنی صائمون روزہ رکھنے والے۔ ایسا ہی عوفی و سعید بن جبیر نے ابن عباس سے روایت کیا اور علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ جہان قرآن مجید مین سیاحت مذکور ہو مراد اس سے صیام ہو۔ رواہ ابن جریر و ابن المنذر۔ قلت جیسے اللہ تعالے نے ازواج رسول اللہ صلعم کی صفت مین فرمایا سائحات یعنی صائمات اور ایسا ہی ضحاک رح کا قول ہو۔ عائشہ رضہ نے کہا کہ اس اُمت کی سیاحت روزہ ہو۔ رواہ ابن جریر یہی قول مجاہد وسعید بن جبیر و عطاء و عبد الرحمن السلمی و ضحاک وغیرہم کا ہو اور حسن بصری رح نے کہا کہ رمضان کے روزہ دار مراد ہین۔ اور ابو عمرو العبدی نے کہا کہ ہمیشہ روزہ رکھنے والے مراد ہین اور ایسا ہی ایک حدیث مرفوع مین آیا ہو۔ قلت ابو ہریرہ رضہ سے مرفوع روایت ہے کہ سائحین یہ صائمین ہین۔ رواہ الحاکم۔ اور ابن مردویہ نے قول عائشہ رضہ جو اوپر مذکور ہوا مرفوع روایت کیا ہو۔ اور شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ روایت ابو ہریرہ و حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر موقوف اصح ہو۔ لیکن ابن جریر رح کی روایت عبید بن عمیر سے مرفوعاً کہ آنحضرت صلعم نے سائحین کی تفسیر پوچھنے والے کو کہا کہ وہ روزہ دار ہین یہ مرسل روایت بحسب الاسناد جید ہو یعنی علیہ الحافظ رح۔ اور ابن کثیر رح نے کہا کہ ابو داؤد نے حدیث ابو امامہ رضہ سے روایت کیا کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے سیاحت کی اجازت دیدیجیے تو فرمایا کہ میری اُمت کی سیاحت یہ کہ اللہ تعالے کی راہ مین جہاد کرین۔ قلت قد رواہ ابن ماجہ والحاکم و صححہ اور یہ شخص اجازت مانگنے والے عثمان بن مظعون تھے نص علیہ بعض الحفاظ واللہ اعلم۔ اور ابن المبارک رح نے ابن لہیعہ کے طریق سے مرفوع روایت کی کہ سیاحت کے ذکر مین آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے میری اُمت کے لیے سیاحت کو جہاد سے اور ہر بلندی پر تکبیر سے بدل دیا ہو۔ قال الحافظ رح اور عکرمہ رح نے کہا کہ سائحین وہ علم دین کے طالب ہین۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ اور کہا کہ بعضے کم فہم جو سیاحت سے معنی سمجھتے ہین کہ زمین کے جنگلون و پہاڑون و دشت و بیابان وغیرہ مین سیر کرتا پھرے تو یہ معنی غلط فہمی ہو کیونکہ یہ امر شرع مین مشروع نہین ہان جس زمانہ مین دین مین فتنہ و فساد پھیلے تو البتہ اسقدر آیا ہو کہ قریب ہو کہ مسلمان کا بہتر مال کچھ بکریان ہون کہ اُنکو شعف الجبال و بارش ہونے کے مقامات مین لیجاوے اس غرض سے کہ اپنا دین سلامت رکھنے کو فتنہ سے بھاگے۔ کما فی روایۃ البخاری رح۔ حاصل اس آیت کی تفسیر کا وہ ہو جو شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ یہ آیت کریمہ مؤمنون کی صفت ہو جنسے اللہ تعالے نے انکی جانین و اموال خریدے پس وے لوگ ان اوصاف سے متصف ہونگے کہ ہر فواحش و گناہ سے توبہ کرنے والے ہونگے اور اپنے پروردگار کی عبادت پر قائم و محافظ ہونگے اور یہ عبادت اقوال و افعال ہین پس اقوال مین سے زیادہ مخصوص قول حمد و ثنا ہو لہذا حامدون سے وصف فرمایا اور افعال مین سے افضل نماز و روزہ ہو لہذا سائحون یعنی صائمون سے اور راکعون ساجدون یعنی نماز گذارنے والون سے وصف فرمایا پھر باوجود اسطرح قیام طاعت کے یہ لوگ مخلوق الٰہی کو نفع پہونچانے والے اور اُنکو راہ راست دکھلانے والے ہین باین طور کہ آمرون بالمعروف و ناہون عن المنکر ہونگے باوجود علم اس بات کے کہ کن کن امور کا کرنا شرع مین مستحسن و معروف ہو اور کن کن امور کا شرع مین انکار کیا ہو پس انکا ترک واجب ہو پس حافظین حدود اللہ تعالے بھی ہونگے کہ ہر چیز کی حلت و حرمت سے انکو آگاہی ہوگی پس یہ لوگ جامع اوصاف

ہیں کہ عبادت حق عزوجل پر بھی قائم ہیں اور مخلوق کی نصیحت پر بھی ثابت ہیں لہذا فرمایا کہ وبشر المؤمنین کیونکہ ایمان ان سب امور کو شامل و
جامع ہے وخیر الناس من ینفع الناس۔ آدمیوں میں وہی بہتر ہے کہ آدمیوں کو نفع پہونچاوے۔ ف عرائس میں لکھا کہ قولہ تعالےٰ التائبون
العابدون الحامدون الخ اس کلام پاک میں نو مقام بیان فرمائے اور اول میں بقولہ ان اللہ اشتری من المؤمنین۔ سے ایمان ذکر فرمایا کیونکہ
ایمان تمام حالات و مقامات و معاملات و درجات کی جڑ ہے اور وہی نیکیوں و بھلائیوں کی اصل ہے پس اُسی سے انسان اپنے خالق عزوجل
کو پہچانتا اور اپنے آپ کو بندہ جانتا ہے پھر اس سے یہ خصال حمیدہ مانند شاخوں کے سر نکلتے ہیں پس ایمان کے ساتھ ملا کر مقامات دس ہوئے
جنمیں سے ایمان مقدم و اول ہے اور مومن کا معرفت میں امتحان ہوتا ہے کبھی ذوق وصال کے بعد تلخی فراق کا اور کبھی ادب انبساط کا پس
فراق کے امتحان میں غفلت سے توفیق اولی اُسکو متنبہ کرکے چشم دل اُسکی کھول دیتی ہے پس اُسکے دل میں نفس و شیطان جو خطرات شہوت
و شبہات ڈالتا ہے اور اُسکی روح ناطقہ پر جو خواہش ماسوائے حق ہوتی ہے اُسکو پہچان کر جوش نور ایمان سے اُسکو نکال ڈالتا ہے پس سر باطنی
اغیار سے پاک ہو جاتا ہے پس گذشتہ اوقات غفلت پر نادم ہوکر توبہ و استغفار سے درگاہ کبریائی میں عاجزی کرتا ہے یہاں تک کہ صدق
ارادہ ہوکر مرتبہ توبہ اُسکو نصیب ہوتا ہے پس اللہ تعالےٰ عزوجل اُسپر رجوع فرماتا ہے اور اُس کی توبہ پوری ہو جاتی ہے پس التائبون
وہ قوم ہے جنہنے غیر حق سے اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع کیا اور استقامت باللہ مع اللہ تعالےٰ انکو نصیب ہوئی پھر وہ اللہ تعالےٰ کیطرف سے
کبھی اغیار کی طرف رجوع نہیں لائے اور اس صفت کے حصول سے توبہ کرنے والے کو عبادت و مجاہدہ و ریاضت حاصل ہو جاتی ہے
یہاں تک کہ اُسکو بندگی کا مزہ مل جاتا ہے اور وہ خلوص کے ساتھ اللہ تعالےٰ کا بندہ ہو جاتا اور اغیار سے مُنھ موڑ لیتا ہے اور چشم احسان سے
منور ہو فان اُسکو عبادت حق تعالےٰ میں مشاہدہ الٰہی حاصل ہوتا ہے کما قال رسول اللہ صلعم والاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ یعنی مرتبہ
احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالےٰ کی عبادت کرے گویا تو اُسکو دیکھتا ہے۔ العابدون وہ لوگ ہیں کہ قائم باللہ فی اللہ عن غیر اللہ تعالےٰ ہوں
سو جب تائب عابد کے لیے یہ نعمتیں پوری ہوئیں تو اُسکا حال اس امر کو مقتضی ہوتا ہے کہ حق سبحانہ کی اسطرح حمد ادا کرے کہ جو اُسکے حیطہ
امکان سے باہر ہے بسبب اس انعام قدیم کے جو ازل میں اُسپر فرمایا پس خجالت کے ساتھ اُسکی حمد کرتا ہے یعنے اُسکو اپنے گونگے پن اور اپنے
قصور پر سخت خجالت ہوتی ہے کہ اے میرے مولی مجھ سے کچھ بھی تیری حمد ادا نہیں ہو سکتی تیری شان پاک کے لائق مجھ حادث سے ایک حرف
بھی ممکن نہیں پس حضرت منعم جل جلالہ نے جو اپنا وصف فرمایا اسی کی تبع میں زبان اسرار اُسکے حمد کرتا ہے مگر حمد صفت نہ حمد وصف
کیونکہ حادث کو کہاں طاقت کہ حمد قدیم سے ایک حرف بھی ادا کر سکے۔ تو نہیں دیکھتا کہ حضرت سید عالم کہ علی الاطلاق بندۂ واحد مقبول
والتقی فی العالم ہے کیونکر اپنے حمد کے قاصر ہونے کو زبان عجز سے ادا کرتا ہے بقولہ صلے اللہ علیہ وسلم لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک
میں عاجز بندہ ہوں میرے مولی میں تیری حمد و ثنا کہاں ادا کر سکوں اے مولی میرے تیرے لائق وہی حمد ہے جس سے تو نے اپنی پاک ذات کو
وصف فرمایا ہے۔ لہذا۔ الحامدون وہی بندے ہیں کہ ہمہ تن تمام وجود سے حق تعالےٰ جل جلالہ کی حمد و یاد کو ظاہر و باطن ہر طرح
ادا کرتے رہتے ہیں انکے تن پر کوئی بال نہیں مگر کہ حق تعالےٰ کی طرف سے اُسکو زبان ہے کہ وہ ہمہ تن تمام وجود اُس کے حمد میں مستغرق
اور اس زبان کی زبان اسطرح ثبوت اسرار تک بے انتہا حمد میں غرق ہیں باوجود اسکے بعض شان عظمت و کبریائی کے لائق ایک
حرف حمد نہیں ادا ہوا تبارک اللہ رب العالمین۔ یہ اُس کا فضل و کرم ہے بندوں سے یہ قصور عفو فرما کر اسی حمد کو قبول فرمایا پھر وہی محمود ہے
تو حمد کرنے والا اسکے جلال جمال کو آسمان ایقان میں دیکھ کر صائم و ہالو فات نفس سے رکنے والا ہو جاتا ہے تو نہیں دیکھتا کہ آنحضرت صلعم نے

فرمایا صوموا لرویتہ۔ اور اُسکا افطار نہیں ہوتا مگر حلاوت مشاہدہ بقولہ علیہ السلام وافطروا لرویتہ۔ وقال المترجم عفا اللہ عنہ حامد اپنے
استغراق سے جمیع محامد اُسی کیطرف راجع پاکر تمام عالم کو فی نفسہ غیر محمود اور فی صنعہ راجع بمحمود حق عزوجل دیکھتا ہے پس الوفات جملہ
اُسکے مناظر سے ساقط اور از راہ صنع اسکے واسطے آکل و مشارب ہیں لہذا آنحضرت صلعم صوم وصال میں فرماتے کہ یطعمنی ربی ویسقینی۔ اور
فتنۂ دجال میں فرمایا کہ تسبیح حمد و ثنا مومن کو اکل و شربات سے کافی ہوگی۔ انتہی۔ وہ اُن چیزوں سے جو الوفات کہلاتے ہیں صائم ہوتا ہے پس
السائحون وہی ہیں جو ملکوت میں سیر کرتے اور جبروت میں اُڑتے پھرتے ہیں پھر اس سیاحت سے سائح کو مشاہدۂ عظمت و کبریائی
کے وقت صفت فنا حاصل ہوتی ہے پس از خود رفتہ اُسی کے جبروت کے واسطے راکع ہوجاتا ہے لہذا الراکعون بندگان عاشق ہیں
کہ دیدار جبروت میں بار عظمت اٹھانے سے عاجز ہوکر خم ہوجاتے ہیں جس سے قوت عنایت ازلی رحم فرماکر شہود اسرار کو مدد فرماتی ہے جو
انوار جمال سلطان ذوالجلال کے طالب ہیں پس ہر کشف کے وقت بسبب دہشت بداہتہ الکشف کے عظمت و کبریائی کے سامنے
سربسجدہ ہوجاتا ہے پس جمیع جہات سے اُسکے لیے ساجد ہوتا ہے کیونکہ وہی قبلہ ہر جہت سے ہے جسے تمام عالم کے لیے ہے بقولہ تعالے
فاینما تولوا فثم وجہ اللہ پس معائنہ صفات میں غائب ہوکر جمیع جہات سے ساجد ہوتا ہے جیسے بندہ صالح مشائخ میں شیخ عبدان الشیرازی
رحمہ اللہ کا حال تھا جنے اُسی حال پر انتقال کیا اللہ تعالے اُسپر رحم فرماوے پس الساجدون وہ ہیں کہ کشف غیب کے مشاہدہ
میں انکو حرقت وہیجان و شوق وہیمان گھیر لیتا ہے پس سجود مقتضی قرب ہوتا ہے جو مقتضی مشاہدہ ہوتی ہے جس سے تقدس بصفات
کریمہ ہوکر نور اسماء و صفات تبارک تعالے سے اپنی بندگی میں قائم متمکن ہوکر موافق حکم الٰہی عزوجل کے حکم کرتا ہے لہذا فرمایا الآمرون
بالمعروف یعنی مخلوق کو بزبان القدس بجانب خالق عزوجل راجع کرتے ہیں اور انکی دفع مضرات ہیں اور انکو [illegible] سے نکالنے میں
اللہ تعالے کے واسطے اپنی جانیں فدا کرتے ہیں اور اللہ عزوجل انکو لباس انوار ہیبت و عظمت سے ملبس فرماتا ہے پس جیسے حق عزوجل
نے انکو تمام مخالفات سے ابتدا حال میں منع فرمایا تھا ویسے بقدرت صفات الٰہی جل جلالہ اس کی مخلوق کو اُسی کے واسطے منکرات
سے منع فرماتے ہیں لہذا فرمایا والناہون عن المنکر پس عموماً نفوس کو ہوا سے و شیاطین کو وساوس سے اور قلوب کو خواہش
آخرت سے اور ارواح کو مقام قربت میں کہیں توقف کرنے سے منع کرتے ہیں کیونکہ مقام ازلیت بلا نہایت ہے اور کسی منزل میں توقف
کرنا عاشق پر حرام ہے پھر یہ حال ایک مرتبہ اعلیٰ کا مقتضی ہے اور وہ حفظ حدود الٰہی تعالے ہے یعنی کمال طور سے سنت رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کی اتباع و شریعت حق عزوجل پر پوری نگاہداشت رکھیں پس اپنے نفس پر اور خلق اللہ عزوجل پر اللہ تعالے و اسکے رسول
صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کے موافق حکم کریں اور جو حد و دشریعت فرمائے ہیں اُنسے کبھی تجاوز نہ کریں پس والحافظون لحدود اللہ وہ بندے
ہیں کہ ربوبیت کا انکشاف ہونے کے بعد وسعت مقام عبودیت میں استقامت کے ساتھ قائم ہیں ہرگز حدود عبودیت سے تجاوز نہیں
کرتے ہیں اور باوجود اتصاف باخلاق الٰہی جل سلطانہ کے اور باوجود مشاہدہ جمال و جلال باری تعالے کے ہرگز کسی طرح دعائے ربوبیت نہیں
کرتے غفرانک اللھم لا الہ الا انت سبحانک سبحن [illegible] یہ [illegible] پاکیزہ خصال ہیں جو آنحضرت صلعم کی اتباع میں [illegible] سنت پر ثابت
قدم ہیں پھر حق عزوجل نے ان اوصاف ومراتب کو ایک ہی نام میں جمع فرمایا اور وہ نام پاکیزہ مومن ہے پس [illegible] کو حق نام سے قرب و منزلت
کی بشارت فرمائی بقولہ تعالے و بشر المؤمنین یعنی ان مومنوں کو جنکے یہ اوصاف مذکورہ بالا ہیں اور وہ توحید کے اعلیٰ درجات پر ہیں
ان عارفوں کو بشارت ہے کہ [illegible] شیخ نے [illegible] ان کی [illegible] درمیان [illegible] اس امتحان [illegible]

نکلے تو پھر میرے اور اُنکے درمیان حجاب نہوگا اور اس زندگانی فانیہ کے بعد وہی زندگانی پاکیزہ دائمی ہے۔ کما قال تعالےٰ فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ یعنی ہم اُسکو پاکیزہ زندگانی کے ساتھ زندہ فرماوینگے۔ قال الشیخ رح مجھے یہان مومنون کے حق مین ایک نکتہ الہام ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے ان بزرگ مرتبہ مومنون کے اہل مقامات کے اوصاف ذکر فرمائے اور بشارت اُنکی ضمیر سے نہین ذکر فرمائی گویا اس سے ادنیٰ درجہ کے مومنین کو تسکین نہ تھی پس بشارت مین بلفظ عموم یاد فرمایا اور وہی پہلا معاملہ یعنی قولہ ان اللہ اشتری من المومنین آخر انکے ساتھ بشارت مین مقطوع فرمایا یعنے بشارت اُسی معاملہ مبایعت پر عام ہے پس قولہ وبشر المومنین یعنی مومنون کو عموماً بشارت فرمادے کہ مین نے اُنکے نفوس کو ایسے بھاری ثمن کے عوض اُنسے خریدا اور بشارت فرمادے کہ یہ ثمن غالی میرے مشاہدہ کی جنت ورضوان اکبر ہے اور جب کہ مفلس مومنون کے پاس یہ مقامات ودرجات نہین ہین تو مین نے بغیر علت ان سے خریدا اور مین مسکینون کا سرفراز کرنے والا سرور کرنے والا ہون۔ مین مومنون کے واسطے خاص کرہون بدون کسی علت وسبب کے۔ قال المترجم نکتہ لطیف ہے اللہ تعالےٰ ہم ناچیز بندون کو اپنے فضل وکرم سے قبول فرماوے اور پاک بزرگ بندون کے طفیل مین ہم حقیر بندون کو داخل مغفرت ورحمت کردے وہو مولانا ارحم الراحمین۔ قال الشیخ رح اور نیز بشارت مین عام لفظ مومنین سے یاد فرمایا تو اشارت ہے کہ ان مقامات پر ایمان لانے والون کو بھی بشارت ہے کہ وے بھی اہل مقام اس ایمان وتصدیق کی وجہ سے ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کا کلام پاک اس امر کے استدلال کو اشارت ہے پس ہم بندے امیدوار ہین کہ جیسے ہم کو توفیق عطا ہوئی کہ بے شبہ ان مقامات بزرگ پر ہم ایمان لائے۔ بے شک یہی اجل واعظم شان حق سبحانہ تعالےٰ کے واسطے بندگی لائق استطاعت بشریت فرض ہے اگرچہ شان آلہی اس سے کہین اعلیٰ واجل ہے پس ہمکو جو مفلس وہیچ ہین اس طفیل مین داخل بشارت فرماوے تو اُسکے کرم سے دور نہین ہے پس ہم ان برگزیدہ بندون کے ان مقامات پر ایمان لائے اور اپنی مفلسی وہیچکارگی کا اقرار کرتے ہین اللہم تقبلنا بطفیلہم فانت مولٰنا نعم المولیٰ ونعم المجیب۔ سہل رح نے کہا کہ تائبون بندے ہین اور دنیا مین مخلوق پر توبہ سے زیادہ اور کوئی چیز واجب نہین ہے اور توبہ بدون حمد نہین ہے کہ اللہ تعالےٰ نے بندے کو راہ توبہ پر واقف کیا پس اُسکے واسطے ضرور حمد ہے اور توبہ وحمد صحیح نہوگی جبتک کہ ہمیشہ ریاضت وسیاحت مین نہ گذرے اور کوئی یہ مقامات نہ پاویگا جبتک برابر رکوع وسجود مین نہ رہے اور یہ سب صحیح نہین جبتک کہ امر بالمعروف ونہی از منکر کا عامل نہو اور انہین سے کوئی مقام صحیح نہین جبتک کہ حدود آلہی کی حفاظت ظاہر وباطن نہ کرے۔ مومن وہی ہے جسمین یہ اوصاف ہون پس وہی بشارت پاویگا جو آخر آیت کریمہ مین ہے۔ بعض المشائخ رح نے کہا کہ تائبون وہ ہین کہ مال وجان وحال سب سے بالکلیہ اُسی پاک خالق کیطرف رجوع لائے۔ عابدون جو حقیقی شرائط خدمت کے ساتھ اُسکی عبادت مین قائم ہوئے۔ حامدون جو ہر لحظہ وہر دم اُسکی نعمت کے شکرگزار ہین۔ سائحون وہ جنھون نے رضامندی حق عزوجل کے واسطے اپنی مرادات کی خواہش سے اپنے آپ کو ممنوع کردیا۔ راکعون جو ہمیشہ اُسکی درگاہ مین خضوع رکھتے ہین اور ساجدون جو بندگی کی تکمیل چاہتے ہین یعنے اپنی خواہش ڈھونڈتے نہین بلکہ گویا تمیم مراد آلہی عزوجل۔ آمرون بالمعروف۔ یعنے سنت رسول اللہ صلعم کے موافق حکم کرنے والے ہین۔ قال المترجم قال فی الاصل الآمرون بسنۃ النبی صلعم یعنی سنت نبی صلعم کا حکم کرنیوالے یعنی ہین سنت پر چلنے کا حکم کرنے والے ہین۔ والناہون عن المنکر یعنی سنت رسول اللہ صلعم سے مخالفت کرنے سے منع کرنے والے ہین۔ الحافظون لحدود اللہ یعنے اُنکے ظاہر وباطن واسرار وارواح کے اوپر جو احکام آلہی ہین اُنکی رعایت رکھنے والے ہین۔ وبشر المومنین یعنے اُن حدود کی حفاظت کرنے والون کو بشارت ہے۔ ابو یزید بسطامی قدس سرہ نے کہا کہ سیاحت راحت ہے جسنے سیاحت کی راحت پائی۔ ابو سعید الخراز رح نے کہا کہ حافظین حدود آلہی وہ لوگ ہین جنھون نے کان لگا کر اللہ تعالےٰ کے احکام گوش دل سے سنے وپاک دلون مین حفظ کرلیے اور کسی وقت اُنکی

ندا سے نہیں بچھڑے ۔ قال المترجم یعنی ہر پانچ وقت ندائے اذان سے نماز میں فوراً حاضر ہوئے اور جب جہاد کے واسطے بلائے گئے تو حاضر ہوئے اور علی ہذا القیاس روزہ و زکوٰۃ وغیرہ جن امور کا حکم ہو کسی سے نہیں بچھڑے ۔ جعفر صادق رحمہ اللہ نے کہا کہ کوئی عبادت صحیح نہیں مگر بعد توبہ کے لہذا توبہ کو مقدم کیا ور توبہ صحیح نہیں جب تک ساتھ ہی طاعت پر کمر نہ باندھے لہذا اُسکے بعد ہی عبادت کو فرمایا ۔ استاد رح فی قولہ العابدون بندہ خدائے تعالےٰ وہ ہیں جو سلطنت دنیا و عقبےٰ کسی کی بندگی میں نہ آویں ۔ خالص اللہ تعالےٰ کے بندے و اُسی کی رضا رچاہیں بعض المشائخ فی قولہ السائحون ۔ وہ لوگ جو روئے زمین میں اسواسطے پھرتے ہیں کہ آیات قدرت الٰہی سے عبرت حاصل کریں ۔ اور قلوب سے فکر کی راہیں چلتے ہیں اور تغیرات اشیاء حادثات سے اُنکے خالق قدیم عز و جل کی طرف استدلال کرتے ہیں اور ہر آیت و نشانی سے حکمت خالق و عظیم قدرت پر راہ پاتے ہیں ۔ ور آسرار سے ملکوت میں سیر کرتے اور ہولے وصل و نسیم اُنس و تجلی شہود سے تحقق حاصل کرتے ہیں ۔ قال المترجم سیاحت ظاہری یعنی اقدام کی سیر روئے زمین میں تو یہ شرع نہیں جیسا کہ سابق میں کلام حافظ ابن کثیر رح اسپر تنصیص ہو واللہ اعلم ۔ پھر مقتضائے ایمان یہ کہ محبت و تودد خالصۃً لوجہ اللہ ایسے بندے سے ہو جو ولی اللہ تعالےٰ یعنی مومن و صالح ہو مع حفظ حدود الٰہی لہذا اہل کفر اگرچہ اقرب ہوں مومن کے نزدیک سبب اعداء اللہ ہونے کے کمال مبغوض ہونگے لہذا مشرک کے لیے استغفار سے انکار کیا ۔ بقولہ تعالےٰ ۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ

نہیں پہونچتا نبی کو اور مسلمانوں کو کہ بخشش مانگیں مشرکوں کی اور اگرچہ وہ ہوں ناتے والے جب کھل چکا انپر

أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا

کہ وہ ہیں دوزخ والے اور بخشش مانگنا ابراہیم کا اپنے باپ کے واسطے سو نتھا مگر وعدہ کے سبب کہ وعدہ کر چکا تھا اُس سے پھر جب

تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ ۝

اُسپر کھلا کہ وہ دشمن ہو اللہ کا اُس سے بیزار ہوا ابراہیم نرم دل ہو تحمل والا

اول سورہ برارۃ وغیرہ متعدد مقامات میں بیان فرمایا تھا کہ مشرکین و کافرین سے برارت و ترک موالات واجب ہو پس یہاں مصرح کر دیا کہ اہل قرابت سے ہو تو بھی کافر مرنے پر اسکے لیے استغفار جائز نہیں ہو اور قرابت یہاں کچھ موثر نہیں ہو ۔ یہ تو حکم آیت تا قیامت تمام مومنوں کے لیے منصوص واضح ہو اور رہا یہ امر کہ اس آیت کریمہ کا سبب نزول کیا واقعہ ہوا تو اسمیں روایات متعدد ہیں اور اللہ تعالےٰ دانا تر ہے کہ کون امر سبب نزول ہوا اور جائز ہو کہ چند اسباب پر سب کے لیے نزول ایکبارگی ہوا ہو گا قال الشیخ ابن حجر رحمہ اللہ او مشر الاتقان میں آیت کا نزول متعدد قرار دیا یعنے ایکبار مکہ میں قبل ہجرت پھر مدینہ میں بعد ہجرت اسی کا نزول ہوا ۔ اور واضح ہو کہ تین امر سبب نزول بیان ہوئے ہیں ایک ابو طالب کے حق میں استغفار کرنا ۔ دوم اپنی والدہ کے لیے استغفار چاہنا ۔ سوم بعض مومنوں کا اپنے مشرک والدین کے واسطے استغفار کرنا بدلیل آنکہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد مشرک کے لیے استغفار کیا ۔ پس اول کا بیان یہ کہ شیخ ابن کثیر رح وغیرہ نے لکھا کہ ابن المسیب نے اپنے باپ سے روایت کی کہ جب ابو طالب کی وفات کا وقت ہوا تو آنحضرت صلعم وہاں گئے اور ابو طالب پاس ابو جہل و عبد اللہ بن ابی اُمیہ دونوں کافر بیٹھے تھے آپ نے فرمایا کہ اے چچا ابو طالب تو لا الٰہ الا اللہ کہہ لے میں اللہ تعالےٰ کے یہاں تیری مغفرت کے لیے یہ کلمہ طیبہ حجت لاؤنگا تو ابو جہل و ابن ابی اُمیہ نے کہا کہ اے ابو طالب کیا تم ملت عبد المطلب سے مُنھ موڑ دوگے

اور بعض روایت مین ابوطالب نے آنحضرت صلعم سے کہا کہ اگر یہ نہوتا کہ مشرکین قریش مجھپر جزع وفزع کا عار کرینگے مین ضرور یہ کلمہ کہہ دیتا اور تیری آنکھین ٹھنڈی کرتا۔ آخر ابوطالب نے کہا کہ مین عبدالمطلب کی ملت پر ہون اور مرگیا تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ مین تیرے لیے استغفار کرونگا جب تک اس سے منع نہ کیا جاؤن پس نازل ہوا قولہ ما کان للنبی والذین آمنوا الآیۃ۔ رواہ احمد واصلہ فی الصحیحین وغیرہما۔ اور امام احمد کی روایت مین ہے کہ ابوطالب ہی کے حق مین قولہ تعالے انک لا تہدی من احببت الآیۃ نازل ہوئی۔ والاسناد جید۔ اور ابوداود نے علی رضہ سے روایت کی کہ جب ابوطالب نے انتقال کیا تو مین نے آکر آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ آپ کا بوڑھا گمراہ چچا مرگیا آپ نے فرمایا کہ جا کر اسکو دفن کر دے اور کچھ بات نہ کرنا یہانتک کہ تو میرے پاس آنا الی آخر الحدیث مترجم کہتا ہے کہ آیت مین استغفار سے نبی صلعم ومؤمنین پر انکار بایں معنی کہ ابوطالب کے استغفار مین بعض مؤمنین آپ کے ساتھ شریک تھے۔ کمالین وغیرہ مین یہان اشکال پیش کیا کہ وفات ابوطالب قبل الہجرۃ واقع ہوئی اور آیت کریمہ مدینہ مین آخر نازل ہوئی ہے۔ جواب اسکا بنا بر تجویز شیخ مفسر رحمہ جو اتقان مین مذکور ہے یہ کہ کئی بار اسکا نزول ہوا۔ اور اولی یہ قول ہے کہ حق ابوطالب مین ممانعت استغفار سے یہ لازم نہین کہ فوراً نزول ہونا ہی تا کہ اشکال لازم آوے کیونکہ واقعہ مکہ کا اور نزول مدینہ مین ہے اور اسیواسطے شیخ ابن حجر رحمہ نے کہا کہ متعدد یہ ہے کہ آیت کے نزول مین تاخیر ہوئی اگرچہ واقعہ ابوطالب اس سے پہلے ہوچکا تھا پھر اور سبب پیش آئے پھر سب کے واسطے ایکبارگی مدینہ مین نزول ہوا مترجم کہتا ہے کہ اس توجیہ کی توثیق سے یہ وہم دفع ہوگیا کہ آیت کے سبب نزول مین اقوال متعدد ہین کیونکہ اقوال سب صحیح ہین اور سب کے لیے نزول ہوا ہے پس بعض سلف نے کوئی سبب اور بعض نے دوسرا سبب روایت کیا۔ فافہم۔ دوم کا بیان یہ ہے کہ بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ نبی صلعم کے ساتھ قریب ہزار سوار کے ایک سفر مین تھے پس ایک مقام پر آپ کو اتارا پھر دو رکعت نماز پڑھی پھر ہماری طرف منہ پھیر فرمایا اس حال مین کہ آپکی آنکھون سے آنسو بہتے تھے پس عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اٹھکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے مان باپ آپ پر فدا ہون آپ کس حال مین ہین فرمایا کہ مین نے اپنے پروردگار تعالے سے اپنی مان کے لیے استغفار کرنے کی اجازت مانگی تھی مگر مجھے اجازت نہ فرمائی تو اسکے آنسو آنکھون سے بہتے ہین یا کہ میری آنکھین جاری ہوئے۔ اور مین نے تم کو تین باتون سے منع کیا تھا ایک تم کو قبرون کی زیارت سے منع کیا تھا پس اب زیارت کیا کرو کہ تم کو آخرت یاد دلاوے۔ اور ایک تم کو تین روز بعد قربانی کے گوشت سے منع کیا تھا اب کھاؤ اور رکھ چھوڑو جو چاہو اور ایک تم کو چند قسم کے برتنون مین پانی پینے سے منع کیا تھا اب جس برتن مین چاہو پیو لیکن کوئی نشہ کی چیز نہو۔ رواہ احمد وغیرہ اور اسی والدہ کے باب مین استغفار کی روایات اور اس سے ممانعت و نزول آیت کریمہ متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم سے ابن جریر و طبرانی وغیرہ ایک جماعت حفاظ محدثین نے روایت کیا اور ان روایات سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ بعد تبوک کے غزوہ عسفان یا سفر عمرہ مین قریب مکہ کے واقع ہوا اور بعض مین عدم اجازت بنزول آیت کریمہ مصرح ہے اور بعض مین ہے کہ جب آپ گئے تھے تب قبر والدہ پر تشریف لے گئے اور وہان یہ واقعہ ہوا۔ اور طبرانی کی روایت ابن عباس رضہ مین اس قصہ مین مصرح ہے کہ یہ بھی حکم ہوا کہ جیسے ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے ابتداءً موعدہ کی اور پھر جب ظاہر ہوا کہ وہ دشمن اللہ ہے تبری و انقطاع و بیزاری کی تھی اسیطرح تو بھی اپنی مان سے منقطع ہو۔ شیخ الحفاظ ابن کثیر رحمہ نے اس روایت کے بعد لکھا کہ یہ روایت غریب و سیاق عجیب ہے اور لکھا کہ اس سے زیادہ غریب و منکر وہ روایت ہے جو خطیب بغدادی نے کتاب السابق واللاحق مین بسند مجہول از عائشہ رضہ روایت کی اور اس مین یہ قصہ ہے کہ اللہ تعالے نے آپکی والدہ ماجدہ کو زندہ کیا اور وہ ایمان لائین پھر اپنی حالت پر عود کیا یعنی مرگئین اور اسیطرح وہ روایت جو سہیلی نے بعض مین ایک جماعت

مجہول سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے والد اور ماں کو زندہ کیا اور دونوں آپ پر ایمان لائے مترجم کہتا ہے کہ صحیح میں روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنے باپ کو پوچھا تھا اس سے آپ نے فرمایا کہ دوزخ میں ہے تو وہ غمگین سخت واپس ہوا تو بلا کر اُس سے فرمایا کہ میرا باپ و تیرا باپ دونوں دوزخ میں ہیں۔ ولیکن حافظ ابن دحیہ نے ان غریب روایات سے استدلال کیا بایں طور کہ یہ جدید زندگانی واقع ہوئی جیسے کہ آفتاب غروب ہو جانے کے بعد پھر آفتاب نے عود کیا اور حضرت علی رضہ کرم اللہ وجہہ کی نماز عصر جو بسبب اسکے جاتی رہی تھی کہ وحی کے وقت آنحضرت صلعم کا سر مبارک انکے زانو پر تھا پس حضرت علی رضہ نے آفتاب سے عود کرنے پر اپنی نماز عصر پڑھ لی اور طحاوی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ثابت کہا ہے۔ قرطبی رحمہ نے کہا کہ آپ کے والدین کا زندہ ہو جانا عقل یا شرع سے کسی طرح ممتنع نہیں ہے اور کہا کہ میں نے یہ بھی سُنا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے چچا ابو طالب کو زندہ کیا اور وہ آپ پر ایمان لائے مترجم کہتا ہے کہ صحیح میں ابو طالب کے حق میں بھی روایت ہے کہ لوگوں نے عرض کیا کہ ابو طالب آپ کی حمایت میں اسقدر مبالغہ کرتے تھے بھلا اُنکو کچھ نافع ہوا آپ نے فرمایا کہ ابو طالب کے پاؤں میں دو آگ کی جوتیاں ہیں جنکی حرارت سے اُنکا دماغ اُبلتا ہے۔ واضح ہو کہ سیوطی رحمہ اللہ نے ایک مستقل رسالہ آنحضرت صلعم کے والدین بلکہ اجداد کے مومن ہونے کے بارہ میں لکھا ہے اور اسمیں یہ تمام روایات جنمیں سے بعض کو شیخ ابن کثیر رحہ نے اغرب کہا ہے وارد کیا اور خلاصہ یہ کہ والدین و اجداد آپ کے مومن ہوئے ہیں اور روایات صحیحین آپکی اطلاع کے پہلے کا کلام ہے۔ برخلاف انکے ملا علی قاری رحہ نے ان سب کا جواب دیا اور روایات صحاح کو ترجیح دی اور شیخ ابن کثیر رحہ نے فرمایا کہ اگر روایات دربارہ حیات و ایمان صحت کو پہونچ جاویں تو دوبارہ زندہ ہو جانے وغیرہ میں کوئی تردد نہیں ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک اس مسئلہ میں کلام کرنا محض وسوسۂ شیطانی ہے کیونکہ اس کی دین میں کوئی ضرورت نہیں پھر لا یعنی امر میں بحث کو طول دینا کچھ ضرور نہیں اور اللہ تعالیٰ دانا تر ہے کہ امر واقعی کیونکر ہے۔ فافہم۔ امر سوم کا بیان یہ ہے کہ امام احمد رحہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ میں نے ایک شخص کو سُنا کہ وہ اپنے مشرک والدین کے حق میں استغفار کرتا تھا پس میں نے اُس سے کہا کہ وے مشرک تھے تو اُنکے لیے استغفار کرتا ہے اُسنے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے مشرک باپ کے لیے استغفار نہیں کیا تھا پس میں نے آنحضرت صلعم سے اُس کو ذکر کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَن يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ۔ ما کان دو طرح پر قرآن میں آتا ہے الاول بمعنی نفی تابید قولہ ما كان لنفس ان تموت الا باذن الله۔ اور دوم بمعنی نہی جیسا قولہ ما كان لكم ان تؤذوا رسول الله۔ پس یہاں ما کان بمعنی لا ینبغی یا لا یجوز ہے یعنے سزاوار نہیں یا جائز نہیں ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں یہ بات کہ استغفار کریں مشرکوں کے لیے۔ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ۔ اگرچہ یہ مشرکین اُن کے قرابت والے ہوں۔ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ بعد ازانکہ ظاہر ہو گیا اُنکے اوپر یہ امر کہ یہ مشرکین دوزخی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قطعی حکم دیدیا ہے لقولہ ان الله لا يغفر ان يشرك به پس قطعاً معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی مشرک کی مغفرت نہ کریگا۔ اگر کہا جاوے کہ آخری سبب نزول سے تطبیق کیونکر ہے اس لیے کہ استغفار ایک مومن کرتا تھا جواب یہ کہ استغفار اگرچہ ایک مومن سے سرزد ہوا ولیکن حکم میں عموماً مومنوں کو منع کر دیا اور نبی صلعم کو بطریق مبالغہ ذکر فرمایا جس سے مشرک کے حق میں طمع استغفار کی جڑ کٹ جاوے یعنی مومن تو مومن وہاں نبی کا استغفار بھی مفید نہیں بلکہ جائز ہی نہیں ہے ولیکن پوشیدہ نہ رہے کہ ظاہر سیاق بطریق انکار ہے لہذا تینوں سبب نزول سے آیت کریمہ کو خوب مطابقت ہے جیسا کہ شیخ ابن حجر رحمہ اللہ نے اعتنا فرمایا۔ اور بیضاوی رحہ وغیرہ نے لکھا کہ تبین کی صورت یعنی مشرکوں کے جہنمی ظاہر ہونے کی صورت یہ ہے کہ کفر پر انکی موت ہو جاوے اور اسی سے ابراہیم علیہ السلام کے استغفار کرنیکا جواب ظاہر ہوا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَن مَّوْعِدَةٍ

وَّعَدَهَا اِيَّاهُ اور نہ تھا استغفار ابراہیم کا اپنے باپ کے واسطے مگر ایک وعدہ کیوجہ سے جسکا اُسکو وعدہ دیا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالے نے یہ
قصہ ذکر فرمایا بقولہ اراغب انت عن آلہتی یا ابراہیم لئن لم تنتہ لارجمنک واہجرنی ملیا۔ قال سلام علیک ساستغفر لک ربی انہ کان بی حفیا۔
یعنی ابراہیم کے باپ نے انکو کہا کہ کیا منہ موڑنے والا ہے تو میرے معبودوں سے اے ابراہیم۔ مجھے قسم ہے کہ اگر تو باز نہ آویگا تو تجھے سنگسار کرونگا
اور تجھے چھوڑا ایک مدت تک۔ ابراہیم نے کہا کہ سلام علیک میں ضرور تیرے لیے اپنے رب سے استغفار کرونگا کہ وہ مجھپر بہت مہربان ہے۔ پس
اس وعدہ پر اپنے باپ کے لیے استغفار کیا تھا۔ بیضاوی رح نے کہا کہ اس استغفار کے معنی یہ تھے کہ اللہ تعالے سے تیرے لیے ایمان کی توفیق
مانگونگا تاکہ تیری مغفرت کرے۔ بدلیل قولہ۔ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ۔ پھر جب ظاہر ہو گیا ابراہیم کو کہ وہ اللہ تعالے کا
دشمن ہے تو اس سے بالکل انقطاع کیا اور اس سے بیزار ہو گیا۔ یہ ظہور اس طور سے کہ وہ کفر پر مر گیا یا اس طور سے کہ ابراہیم علیہ السلام کو وحی
بھیجی گئی کہ وہ ایمان نہ لاویگا۔ پس حاصل آیت کریمہ یہ ہے کہ نبی و مومنوں میں سے کسی کو مشرک کے لیے استغفار کرنا نہیں جائز ہے اور
مشرک وہی کہا جائیگا جو کفر پر مر جاوے کیونکہ جب تک زندہ ہے تب تک احتمال ہے کہ ایمان لاوے۔ اور رہا یہ وہم کہ ابراہیم نے اپنے باپ
کے لیے استغفار کیا تھا تو اللہ تعالے نے جواب دیا کہ ابراہیم نے اس سے استغفار کا وعدہ کیا تھا یعنی اسکے لیے دعا کرے گا کہ مومن ہو جاوے
تاکہ اُسکی مغفرت ہو پھر جب کافر مر جانے سے ابراہیم کو ظاہر ہو گیا کہ وہ دشمن خدا ازلی کافر ہے تو اُس سے بیزاری کر لی۔ بیضاوی رح
نے کہا کہ اس سے ظاہر ہوا کہ زندہ مشرکین کے لیے استغفار ناجائز ہے یعنی دعا کرنا کہ اللہ تعالے اُسکو ایمان دیوے کہ جس سے مغفور ہو جاوے
اور یہ جائز نہیں ہے کہ کسی مشرک و کافر کے لیے باوجود اسکے کفر پر باقی رہنے کے مغفرت کی دعا کرے کہ اسکے گناہ معاف ہو جاویں۔ بعض لوگوں
نے یہاں اشکال وارد کیا کہ جنگ احد کے روز جب مشرکوں نے آپکا دندان مبارک شہید کیا اور چہرہ مبارک زخمی کیا تو آپ خون پونچھتے
اور فرماتے تھے کہ اللہم اغفر لقومی فانہم لا یعلمون پس اُنکے لیے استغفار کیا۔ پھر خود جواب دیا کہ یہ امر قبل اسکے تھا کہ آپ کو معلوم ہو کہ
مشرکوں کے لیے استغفار نہیں جائز ہے اور اگر مانا جاوے کہ آپ کو معلوم تھا تو یہ کلام آپ کا بعض انبیاء سابقین کا قول نقل کرنے کے طور پر تھا
جیسا کہ صحیح مسلم میں عبد اللہ رض سے روایت ہے کہ گویا میں آنحضرت صلعم کو دیکھ رہا ہوں جس وقت کہ آپ اگلے بعض انبیاء کا ذکر فرماتے تھے جسکو
اُسکی قوم نے مارا تھا اور وہ اپنے چہرہ سے خون پونچھتا جاتا اور فرماتا جاتا کہ اے رب میرے بخشدے میری قوم کو کہ وے جانتے نہیں ہیں۔
مترجم کہتا ہے کہ یہ جواب ٹھیک نہیں ہے اسواسطے کہ مشرکوں کے لیے کسی نبی کو کسی وقت استغفار کرنا روا نہیں ہوا کیا تو نہیں دیکھتا ہے
کہ اللہ تعالے نے ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے عذر بیان فرمایا کہ اُنھے بھی ایسے مشرک کے لیے جو حقیقی مشرک ہو استغفار نہیں کیا
پس معلوم ہوا کہ ملت ابراہیم میں بھی مشرک کے لیے استغفار جائز نہ تھا پس جواب صحیح یہ ہے کہ یہ استغفار ایسی قوم کے واسطے تھا جو زندہ موجود
تھے اور معنی اسکے یہ تھے کہ انکو ہدایت ہو جاوے۔ اور اسی پر دلالت کرتی ہے۔ دوسری روایت کہ جسمیں یون ہے۔ اللہم اہد قومی فانہم لا یعلمون
یعنی میری قوم کو ہدایت فرما دے۔ پس یہ استغفار یعنی طلب ہدایت ہے اور یہ جواب بھی ہو سکتا ہے کہ استغفار کبھی گناہوں سے پاک ہو کر
رضوان الٰہی کی منزلت پر پہونچنے کے لیے ہوتا ہے اور وہ استغفار مومنین ہے اور کبھی دفع عذاب دنیوی کے لیے ہوتا ہے جیسا کہ قولہ وما کان اللہ
معذبہم وہم یستغفرون میں ہے کیونکہ استغفار مشرکین سے گناہوں سے پاک ہونے میں مفید نہیں ہے لہذا یہ استغفار آنحضرت صلعم کا یعنے
عفو ہے ان لوگوں سے جنھوں نے آپ کو زخم کی اذیت پہونچائی تھی پس فوراً وہ عذاب استیصال میں ماخوذ نہ ہوے بسبب اسکے کہ آپ نے
انکو عفو فرما دیا اور چونکہ یہ مضمون ترجمہ آئی بھی ہے اور اللہ تعالے سے عفو کی درخواست بھی کی فلیتامل۔ پھر جاننا چاہیے کہ ابراہیم علیہ السلام کا

استغفار اپنے باپ کے لیے اسوقت تک تھا کہ انکو باپ کا عدو اللہ تعالے ہونا ظاہر نہوا تھا پس مانند آنحضرت صلعم کے مخلوق پر شفقت کرکے انکی ہدایت پر ہوجانے کی حرص فرماتے تھے اور اسیوقت رحم دلی و ترس تھا پھر بعد ظہور اُسکے عدو اللہ تعالے ہونے کے بالکل تبری کرلی حالانکہ اللہ تعالے نے ابراہیم ؑ کی مدح فرمائی لقولہ تعالے۔ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ البتہ ابراہیم اواہ و حلیم تھا یہ حلم ہی تھا کہ باپ نے اذیتین دین اور اُسکے حق مین ترس کھاکر استغفار کیا کہ ہدایت پاوے۔ وفی تفسیر الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے ابن عباس رضہ نے کہا کہ برابر حضرت ابراہیم ؑ اپنے باپ کے لیے استغفار کرتے رہے یہان تک کہ وہ مرگیا پھر جب مرا تو انکو ظاہر ہوگیا کہ وہ عدو اللہ تعالے ہے پس اُس سے تبری فرمائی یہی مجاہد و ضحاک و قتادہ و دیگر علماء سلف رحمہم اللہ تعالے کا ہے اور سعید بن جبیر وغیرہ نے کہا کہ قیامت مین اپنے باپ سے تبری کرینگے جبکہ اسکے چہرہ پر سیاہی وغیرہ دیکھینگے اور وہ کہیگا کہ اے ابراہیم ؑ آج مین آپ کی نافرمانی نہ کرونگا تو ابراہیم ؑ اپنے پروردگار سے عرض کرینگے کہ اے پروردگار تونے وعدہ فرمایا کہ یوم البعث کو مین تجھے خوار نہ کرونگا اور باپ میرا اس حال مین ہے تو حکم ہوگا کہ نیچے دیکھ تو نظر آیا ہوا کفتار دیکھیگا بیزار ہونگے اور وہ چاروں ٹانگین باندھکر جہنم مین پھینکا دیا جائے گا۔ اور قولہ اواہ۔ ابن مسعود رضہ نے کہا کہ بہت دعا مانگنے والا۔ ایک روایت مین کہا کہ رحیم یعنے بندون پر رحم و ترس کھانے والا ہے یہی مجاہد و قتادہ و حسن بصری وغیرہم کا قول ہے۔ ابن عباس رضہ نے کہا کہ اواہ زبان حبش مین کامل یقین والا۔ یہی مجاہد و ضحاک سے مروی ہے اور یہی علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضہ سے روایت کیا کہ یعنے توبہ کرنے والا مومن۔ یہی ابن جریج کا قول ہے۔ امام احمد رح نے عقبہ بن عامر رضہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے ذو البجادین کو اواہ فرمایا کیونکہ جب قرآن مین اللہ تعالے کا نام پاک آتا ہے تو وہ دعاء کے لیے آواز بلند کرتا۔ ورواہ ابن جریر ایضاً و شعبی و سعید بن جبیر نے کہا کہ اواہ تسبیح پڑھنے والا۔ مجاہد رح نے کہا کہ حافظ ہے۔ و دا(لہی جو) اس سے ڈرتا رہتا اور پوشیدہ گناہ ہوجاوے اور پوشیدہ توبہ کرلے آنحضرت صلعم نے قرآن بہت پڑھنے والے کو اواہ فرمایا۔ رواہ ابن جریر عن ابن عباس۔ اور نیز ابن عباس نے کہا کہ اواہ یعنے فقیہ ہے اور ابن جریر رح نے کہا کہ سب اقوال میں قول ابن مسعود وغیرہ کہ اواہ یعنے کثیر الدعا ہے اولی ہے اور وہی مناسب سیاق ہے مترجم کہتا ہے کہ اواہ ایک صفت عالیہ الٰہی ہوسکتی ہے کہ اس کے ہوتے ہوے اس مین جملہ معانی جو مذکور ہوے ہین بطور اس کے آثار و لوازم کے پائے جاوین اگرچہ یہان کثرت دعاء مراد ہونا انسب ہے۔ فافہم۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

اور اللہ ایسا نہین کہ گمراہ کرے کسی قوم کو جب انکو راہ پر لاچکا جبتک کھول نہ دے انپر جس سے انکو بچنا اللہ سب چیز سے واقف ہے

اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ

اللہ جو ہے اُسکی سلطنت ہے آسمان اور زمین مین جلاتا ہے اور مارتا ہے اور تمکو کوئی نہین اللہ کے سوائے

وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝

حمایتی نہ مددگار

قال الحافظ رح اللہ تعالے اپنی ذات کرم و عدل سے آگاہ فرماتا ہے کہ وہ کسی قوم کو گمراہ نہین گردانتا مگر بعد اسکے کہ انبار سول انکی طرف بھیجدے پھر انکے کہ وسے منکر ہون اور انپر حجت قائم ہوجاوے پس جیسے قوم ثمود کی نسبت کہا کہ اما ثمود فہدیناہم فاستحبوا العمی

علی الہدیٰ یعنے ثمود کو ہم نے راہ دکھلائی بذریعہ نبی صالح کے پھر انھون نے اندھے پن وکفر کو ہدایت پر پسند و اختیار کیا۔ ویسے ہی یہان عموماً فرمایا وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا یعنی نہین ہے طریق اللہ تعالےٰ عزوجل کا یہ کہ گمراہ قرار دے کسی قوم کو یعنے اُن کے ساتھ وہ مواخذہ کرے جو گمراہ سے کیا جاتا ہے یا گمراہ انکا نام رکھے یا گمراہی پر انکو حوالہ کرے۔ بَعْدَ إِذْ هَدَاهُمْ بعد ازانکہ ان کو ہدایت فرمائی اسلام کی۔ حاصل آنکہ اللہ تعالےٰ نے جس قوم کو اسلام کی ہدایت فرمائی انکو ایسا نہین فرمایا کہ گمراہ قرار دے اور ان کے ساتھ وہ معاملہ کرے جو کافر و مشرک گمراہوں سے کرتا ہے حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ یہان تک کہ انکے لیے بیان کر دے کل وہ چیز جس سے وہ تقوی و اجتناب رکھین یعنی بعد اس طرح اعمال و افعال بیان ہونے کے پھر اگر خلاف کرین تو البتہ ماخوذ ہونگے اور قبل اس کے اللہ تعالےٰ عام کرم سے ماخوذ نہین فرماتا۔ مترجم کہتا ہے کہ حافظ رح کی تلخیص سابق اس آیت کریمہ کے ظاہر سے بطریق عموم اسلام کے البتہ موافق ہوتی ہے ہاں شیخ ابن جریر رحمہ اللہ کی تقریر البتہ مطابق ظاہر آیت ہے کہ یہ اطمینان ان مومنون کو فرمایا جنھون نے مشرکین کے لیے استغفار کیا تھا اور حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ ایسا نہین کہ تم نے جو اپنے مردہ مشرکین کے لیے استغفار کیا بسبب نادانی کے اس کی وجہ سے تم پر گمراہ ہونے کا حکم کر دے بعد اسکے کہ تمکو ایمان و اسلام کی توفیق دیدی یہ اسوقت تک کہ تم کو امر ممنوع سے آگاہ کر دے تاکہ تم پرہیز رکھو اور اس آگاہی و بیان ممانعت سے پہلے تیر اس امر کے کرنے سے ضلال کا حکم نہین فرماویگا کیونکہ طاعت جیسے اُس امر کے بجالانے مین ہوتی ہے جسکا حکم ہو ویسے ہی معصیت اس امر کے نہ کرنے یا جو منع فرمایا اسکے کرنے سے ہوتی ہے پس جسکو ہنوز کچھ حکم نہین دیا گیا یا ممانعت نہین کی گئی وہ مطیع یا عاصی نہین ہوگا جب تک کہ امر و نہی نہو جاوے۔ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ اللہ تعالےٰ ہر چیز کو جانتا ہے اسطرح کہ کوئی نہین جان سکتا۔ پس جو امور بندون کے واسطے جائز و ناجائز ہین اور جسطرح انسے مواخذہ ہو یا نہو اور جو مستحق گمراہی ہے اور جو نہین ہے اور ہر ایک کی نہایات وغیرہ سب کو ایسے علم سے جو قدیم ہے جانتا ہے۔ مجاہد رح نے فرمایا کہ یہ بیان مومنون کے مشرکون کے لیے استغفار کرنے مین خاص کیا ہے اور ہر طاعت و معصیت کے حق مین عام ہے یعنی یہ آیت بطور عموم نازل ہوئی کہ جب تک اللہ تعالےٰ نے کسی قوم کو اسلام کی ہدایت کیے بعد کسی امر کے طاعت کا یا کسی امر کے نہ کرنے کا حکم ندیا اسوقت تک اس فعل کے کرنے یا نہ کرنے سے وہ قوم اسلام حکم الہی مین گمراہ نہین ہوگی پس اس سے خصوصاً ظاہر ہو گیا کہ مومنین جنھون نے مشرکین کے لیے قبل ممانعت وارد ہونے کے استغفار کیا تھا وے ماخوذ نہونگے اور اسی کے سیاق مین یہ آیت کریمہ ہے اور عموماً ظاہر ہو گیا کہ جن امور سے شرع نے سکوت کیا وہ مباح ہین اور جو امر و نہی وارد ہو گئی اس کے موافق عمل کرنا البتہ ضرور ہے ورنہ بعد بیان کے وہ قوم جو مخالفت کرے ماخوذ ہوگی۔ علماء رح نے لکھا کہ جو کوئی غافل رہا وہ مکلف نہین ہے کما فی البیضاوی وغیرہ اور مترجم کہتا ہے کہ غافل رہنا وہی عذر ہو سکتا ہے جو بالکل لاعلمی سے ہو جیسے کوئی قوم ایسے جزیرہ مین ہو جہان آج تک بعثت حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی خبر نہ پہونچی ہو ورنہ شہر و دیہات و کوہ و جبال وغیرہ جہان خبر پہونچ چکی اور جہان علماء وغیرہ ایسے لوگ موجود ہین جن سے مسئلہ معلوم کیا جا سکتا ہے تو عذر غفلت خطاے دیگر ہے مقبول ہونا کیسا ہوتا ہے۔ واضح ہو کہ ابن عباس سے روایت کیجاتی ہے کہ اس آیت کا نزول قیدیان بدر سے فدیہ لینے مین ہوا۔ اور مقاتل رح و کلبی رح نے کہا کہ منسوخ پر عمل کر لینے کے بارہ مین ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک حضرت ابن عباس رض نے نزول آیت اس بارہ مین نہین فرمایا بلکہ یہ راوی کا سہو ہے اور مراد ابن عباس رض کی یہ ہے کہ بدر کی لڑائی مین جو کفار قید ہوئے تھے انمین رضاے الٰہی یہ تھی کہ مومنین انکو قتل کرین و فدیہ لیکر چھوڑین جیسے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی راے تھی ولیکن چونکہ حق تعالےٰ کی طرف سے اس بارہ مین حکم صریح نہین آیا تھا لہذا موافق منطوق

اس آیت کریمہ کے مومنین اس مین ماخوذ نہوئے اور رہا یہ امر کہ دوسرے سال اُحُد مین اسیقدر مسلمان شہید ہوے جسقدر کفار فدیہ لیکر
چھوڑے تھے تو یہ قبل فدیہ لینے کے جبرئیل علیہ السلام نے آکر کہا تھا کہ یا رسول اللہ آپ کے اصحاب چاہین انکو قتل کرین تو یہ کرین اور چاہین
فدیہ لیکر چھوڑین تو دوسرے سال انمین سے اسیقدر شہید ہونگے پس اصحاب نے دوسرا امر اختیار کیا اور یہی مقدر تھا اگرچہ رضاے الٰہی
تعالےٰ اس مین نہ تھی فافہم۔ اور مقاتل وکلبی رحمہما اللہ کے قول کی بھی ایسے ہی تاویل ہو کہ انکی مراد یہ ہو کہ اس آیت کریمہ سے یہ حکم بھی نکل آیا
کہ جس شخص نے منسوخ پر عمل کر لیا قبل اسکے کہ اسکو ناسخ معلوم ہووے وہ گنہگار نہوگا مثلاً شراب حرام ہوئی تو جسوقت حرمت نازل ہوئی
اُسوقت سے جتنے دن مین کئی منزل دور رہنے والے مسلمانون کو خبر پہونچی اُتنے دن تک جو کوئی شراب پیتا رہا وہ ماخوذ نہوگا کیونکہ یہ احکام
تو اسلیئے ہین کہ بندہ کا مطیع ہونا ظاہر و ثابت ہوا اور اسکا نفس سرکش مطیع حکم الٰہی ہو پس جب تک حکم نہین پہونچا اسوقت تک وہ معذور
ہو اور مترجم کہتا ہو کہ اس زمانہ مین جو امور ارکان اسلام سے ہین وہ عموماً مشہور ہو چکے پس انمین ناواقف ہونے کا عذر لغو ہو جیسا کہ علماء کا
قول ہو لیکن جو امور ایسے نہین ہین مثلاً کسی نے پچھنے لگانے سے روزہ افطار ہو جانے کا سبب حدیث کے گمان کیا اور دوسری حدیث
اسکو نہین معلوم ہوئی یا مانند اسکے تو امید ہو کہ معذور ہو جیسا کہ شیخ دہلوی وغیرہ نے لکھا ہو واللہ تعالےٰ اعلم۔ اور آیت کریمہ سے جیسے یہ
تہدید نکلتی ہو کہ جو کوئی حکم پہونچ جانے کے بعد خلاف کرے وہ سزاے گمراہی کا مستحق ہو ویسے ہی انمین بہت سے معاملات مین کرم و لطف
سے آسانی بھی نکلتی ہو لیکن اُسوقت کہ وہ شخص ایمان و اسلام پر ہو یعنی برخلاف رافضی و خارجی و معتزلی و جہمیہ وغیرہ کے ٹھیک ٹھیک
عقیدہ اسلام و ایمان پر ہو تو فروع اعمال مین جہان جہان بجا نہ لانے کا عذر مقبول ہو وہان معذور ہوگا اور جہان کوئی حکم کتاب و سنت و
اجماع و قیاس مین نہین ہو وہان اباحت اصلیہ سے سرفراز ہوگا بالجملہ مومن اپنے آپ کو اپنے مالک خالق کا مطیع رکھے اور نفس کے وسوسہ
مین نہ پڑے اور کسی مشرک کے لیے غمناک نہو کیونکہ ہر ایک مخلوق کا خالق و مالک اللہ تعالےٰ ہو۔ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ تحقیق اللہ تعالےٰ ہی کی ہو بادشاہت آسمانون و زمین کی یعنی اسکی ذات پاک ہی کی تمام مخلوق اسی کے قبضۂ قدرت مین
مقہور ہو آسمان ہون یا زمین یا جو کچھ انمین ہو یا جو انکے سواے ہو وہی سب کا خالق و مالک ہو لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ اسی کو اختیار ہو جسطرح چاہے
اُن مین تصرف کرے۔ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ۔ وہی زندہ کرتا و زندہ رکھتا ہو اور وہی مردہ کرتا و مردہ رکھتا ہو پس جو کچھ ہوتا ہو اسکی علم و حکمت سے
ہوتا ہو اور کسی مخلوق کو ممکن نہین کہ ویسا علم ہو اور نہ ویسی حکمت پس کوئی نہین جان سکتا کہ فلان بندہ کیون کافر و مشرک مرا جس سے
دائمی جہنمی و دائمی مردہ رہا بلکہ فقط اللہ تعالےٰ ہی جانتا ہو کہ کون مستحق ایمان و زندگی ہے اور کون لائق کفر و مردگی پس وہ جسکو چاہے
ایمان و زندگی دے اور جسکو چاہے کفر و شرک پر مارے اسپر کوئی اعتراض نہین چل سکتا۔ اس سے مومنون کو فہمایش کر دی کہ کسی مشرک
کے کافر مرنے پر غم نہ کھاوین اور استغفار پر آمادہ نہون یہ سمجھکر کہ اسکو عذاب نہ ہووے کیونکہ جب مشرک نے چند روزہ زندگی مین اپنے معبود
تعالےٰ کی شان مین وہ گستاخی کی جو کبھی روا نہین ہو سکتی تو وہ عذاب دائمی کا مستحق ہوا پس کسی کی نصرت و مدد سے وہ عذاب سے
نہین بچ سکتا۔ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ اور نہین ہو تمھارے لیے اللہ تعالےٰ کے سواے کوئی بھی ولی اور
نہ مددگار کہ تمکو عذاب الٰہی سے بچا لیوے پس سب چیز سے منقطع ہو کر خالص دل سے اللہ تعالےٰ ہی پر بھروسا کرو میرے مولیٰ مجھے تیری ہی
رحمت کا آسرا ہو کہ ایمان و اسلام پر مغفور میرا خاتمہ بخیر ہو جاوے آمین وصلے اللہ علے رسولہ محمد وآلہ اجمعین قولہ تعالےٰ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْ
بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ ازل مین اللہ تعالےٰ نے عارفین کو عاشق صادق کر لیا اور لطف و کرم مین مستغرق کر دیا پس اب آخر محجوب نہ فرماویگا کیونکہ

اس کی صفات میں تغیر نہیں ہے پس ازل کے مقبول بندے ہمیشہ اس کے لطف میں مصئون ہیں اور جو احکام امتحان ان پر جاری ہو جاتے ہیں انکا اعتبار نہیں ہو کیونکہ انکے شبہات مورث حسنات ہیں اور حسنات مورث قربات ہیں اور سبقت عنایت سے وہ جنایات پر ماخوذ نہیں ہوتے ہیں۔ قولہ حتی یبین لہم مایتقون یہاں ضلال ظہور نکرت بعد معرفت ہو پس امتحان نکرت میں بھی جو بطریق قہر ہو مانند معرفت کے نظر بجانب درگاہ حق عزوجل رکھیں بعض نے کہا کہ معنی یہ ہیں کہ لا یضلہم بعد اذ ہداہم یعنی بعد ہدایت کے انکو گمراہ نفرماویگا۔ مترجم کہتا ہے کہ ماکان نفی کے لیے قرار دیا اور بعد اذ معنی بعدان قرار دیا اور معنی مذکور اس دلیل سے کہ ہدایت ازلی وسعادت تقدیری کے بعد تغیر ممکن نہیں پس جرم کچھ اثر نہیں کرتا۔ استاد نے کہا کہ اس میں اشارہ ہو کہ عطیہ الٰہی میں کمی نہیں مگر جبکہ بندہ کی طرف سے ترک ادب ہو۔ قولہ ان اللہ لہ ملک السموات والارض یحیی ویمیت میں اشارت ہو کہ عارف کے دل میں تمام عالم کا خطرہ نہ گذرے بلکہ فقط خالق عزوجل کا کہ وہی عرفان لبط سے زندہ کرتا اور وہی غیر سے مشغول کرکے قبض وموت دیتا ہو وہی مالک وخالق ہو وہی مختار ہے جسکو چاہا مقبول وسعید ازلی کردیا چنانچہ فرمایا۔

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ

اللہ مہربان ہوا نبی پر اور مہاجرین اور انصار پر جو ساتھ رہے نبی کے تنگی کی گھڑی میں بعد اسکے کہ قریب ہو چکے دل پھر جاویں

فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۙ

بعضون کے ان میں سے پھر مہربان ہوا انپر وہ انپر مہربان ہو رحم کرنیوالا

اول اللہ تعالے نے غزوۂ تبوک سے پیچھے رہنے والوں وجھوٹے عذر کرنے والوں کی مذمت فرمائی تھی۔ بقولہ سیحلفون باللہ لکم اذا انقلبتم الیہم لتعرضوا عنہم فاعرضوا عنہم انہم رجس الآیہ۔ یعنی عنقریب قسم جھوٹی کھاوینگے تم سے اللہ تعالے کی تمہارے واسطے جب تم لوٹ کر انکی طرف جاؤگے تاکہ تم ان سے اعراض کرو یعنی ان پر جھڑکی وسختی نکرو سو تم انسے اعراض کرو کہ وے ناپاک لوگ ہیں۔ الی آخر الآیہ۔ پھر درمیان میں اسی کے مناسب وسادہ دقائق ذکر فرمایا تاکہ اہل حق اپنے نفوس کی صلاح کیلئے اسباب بندگان پاکیزہ ومطیع کو مع توبہ بعض ان متخلفین کے جنھوں نے قسم نکھائی اور جھوٹا عذر کیا تھا بیان فرمایا بقولہ تعالے لقد تاب اللہ ای رجع اللہ تعالے وقبل التوبۃ یعنی اللہ تعالے نے رجوع فرمایا اور مراد اس سے رحمت الٰہی کا نزول ہوافق علم قدیم کے ہے یعنے توبہ قبول فرمائی۔ علی النبی۔ اپنے نبی محمد رسول اللہ صلعم پر اور یہ خبر بشارت دوامی ہے یعنے ہمیشہ کے واسطے اللہ تعالے نے توبہ قبول فرمائی اپنے رسول پاک محمد صلعم کی۔ اگر کہا جاوے کہ کس امر کی توبہ قبول فرمائی تو بعض علماء نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے بعض کو تخلف کی اجازت دیدی تھی جیسا کہ قولہ عفا اللہ عنک لم اذنت لہم الآیہ سے معلوم ہوا پس اس سے توبہ قبول فرمائی۔ و بعض نے کہا کہ بعض مشرکین کے لیے استغفار کرنے سے توبہ قبول فرمائی۔ بعض نے کہا کہ توبہ دراصل رجوع الٰہی ہو اپنے بندے کی طرف اور اس میں یہ ضرور نہیں کہ اس سے کوئی گناہ ہو گیا ہو جس سے توبہ ہو کیونکہ اگر تاب الی النبی ہوتا یعنے نبی صلعم نے توبہ کی تو البتہ اسکا وہم ہو سکتا تھا کہ کسی گناہ وغیرہ سے جو شاید صادر ہو گیا ہو توبہ کرلی حالانکہ اس صورت میں بھی یہ وہم کرنا ناواقفی سے خالی نہیں ہے کیونکہ عظمت وشان کبریائی کے لائق عبادت ومعرفت کسی مخلوق سے ادا نہیں ہو سکتی کیونکہ اسکی ذات کبریا قدیم ہو اور تمام مخلوق حادث ہو پس کتنا ہی مقرب ومرتبہ والا ہو اللہ تعالے کی کبریائی کے آگے توبہ کرتا رہتا ہو اسیوجہ سے حدیث میں ثابت ہوا کہ آپ عاجزی کرتے تھے کہ اے پروردگار ہم تیری حمد جیسی چاہیے ادا نہیں کرسکتے اور بہت استغفار کیا کرتے تو بعض

صحابہ رضہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کے واسطے تو اللہ تعالے نے حکم فرمادیا کہ اگلے گناہ بالفرض اگر ہوے ہون یا آیندہ ہون ہم نے سب
معاف فرمادیے پھر آپ کیون اسقدر خائف و استغفار کرتے ہین فرمایا کہ اللہ تعالے نے معاف فرمایا تو کیا مین شکر گزار بندہ نہون یعنے
مین شکریہ مین استغفار کرتا ہون۔ اور بعض علماء نے اس مقام پر ایک اچھا جواب دیا کہ جیسے قولہ تعالے واعلموا انما غنمتم من شئی فان للہ خمسہ
وللرسول الآیۃ مین اللہ تعالے نے اپنا نام پاک تبرک کے لیے بیان فرمایا ایسے ہی یہان توبہ مین تبرکًا اپنے رسول پاک کے نام سے افتتاح
کلام فرمایا اور اس مین صحابہ رضی اللہ عنہم کے واسطے بڑی بزرگی ملی کہ توبہ مین انکو اپنے پاک رسول کے ساتھ ملا دیا یعنے توبہ قبول فرمائی
اللہ تعالے نے اپنے رسول پاک کی وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ اور مہاجرین کی اور انصار کی پس جب انکے واسطے بھی نبی صلے اللہ علیہ
وسلم کے ساتھ توبہ فرمائی تو ہمیشہ کے لیے وے بھی توبہ سے سرفراز ہوے۔ اور اسی قبیل سے حق تعالے کے حکم سے آنحضرت صلعم نے خبر فرمائی
کہ ان اللہ اطلع علی اہل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم۔ یعنے اللہ تعالے مطلع ہوا اہل بدر پر سو حکم فرمادیا کہ کرو جو چاہو کہ مین نے تمہاری
مغفرت کردی یعنی اللہ تعالے اپنے علم قدیم سے انکے قلوب سے آگاہ ہے تبھی اسنے یہ حکم فرمایا کہ جو چاہو کرو مین نے تمھین بخشا۔ پھر اللہ تعالے
نے مہاجرین و انصار کا وصف فرمایا بقولہ۔ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ یعنے یہ مہاجرین و انصار وہ نیک بندے ہین جنھون نے
رسول اللہ صلعم کی اتباع کی ساعت عسرت مین۔ عسرت بمعنی سختی و صعوبت و شدت و تنگی۔ اہل تفسیر نے اتفاق کیا کہ مراد اس سے
غزوہ تبوک ہے پس لفظ ساعت سے کوئی معین ساعت نہین مراد ہے بلکہ یہ تمام جہاد کا وقت مراد ہے کیونکہ یہ سختی کا وقت تھا اور قحط کا
زمانہ اور روایت ہے کہ آنحضرت صلعم ستر ہزار کے درمیان سوار و پیادہ سمیت اس جہاد پر چڑھے اور یہ لشکر بنام جیش العسرۃ کہلاتا تھا
اور اسی کی نسبت آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جو کوئی جیش العسرۃ کا سامان کردے اسکے لیے جنت ہے پس حضرت عثمان رضہ نے اس کا
سامان کردیا تھا۔ حضرت مجاہد رحہ نے اور بہتون نے کہا کہ یہ آیت غزوہ تبوک کے بارہ مین نازل ہوئی اور بات یہ تھی کہ صحابہ رضی اللہ
عنہم سختی کے وقت مین جبکہ سال قحط کا تھا اور موسم سخت گرمی کا اور زاد راہ و پانی کی بڑی قلت تھی اس جہاد مین آنحضرت صلعم کے
ساتھ ہوئے۔ روایت ہے کہ قولہ تعالے۔ قاتلوا الذین لا یومنون باللہ ولا بالیوم الآخر الآیۃ کے نزول پر آنحضرت صلعم نے نصارائے روم پر
جہاد کیا اور قتادہ رحہ نے فرمایا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سال تبوک مین شام کی طرف روانہ ہوئے ایسے حال مین کہ یون کی لشتین تھین باوجود
تمام سختی و شدت کے کہ اللہ تعالے ہی اسکو خوب جانتا ہے پس انکو سخت تکلیف پہونچی یہان تک کہ ہم سے بیان کیا گیا کہ دو آدمی
ایک چھوارا پھاڑ کر بانٹ لیتے اور چند آدمی ایک چھوارے کو باری باری سے چوس لیتے اور اسپر ہر ایک پانی پی لیتا تھا۔ پس اللہ تعالے
عز وجل نے انکی خلوص نیت کو قبول فرماکر انپر توبہ فرمائی اور غزوہ سے انکو واپس پہونچایا۔ اور ابن حبان و حاکم و بیہقی و ابن جریر وغیرہ
نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حال عسرت دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ ہم لوگ رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ تبوک کو بہت سخت گرمی مین نکلے پس ایک منزل مین اُترے اور ہمکو سخت پیاس نے گھیرا یہان تک کہ ہم لوگون کو
گمان ہوا کہ ہماری گردنین اب الگ ہو جاوینگی یہان تک کہ ہم مین سے بعض آدمی اپنے اونٹ کو ذبح کرکے اسکے پانی کے پیٹے کو نچوڑ کر کچھ
پیتا اور پانی جگر پر کرلیتا پس ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ کے لیے اللہ عز وجل نے دعا مین نیک اثر فرمایا ہے
سو آپ ہمارے لیے دعا فرماوین آپ نے فرمایا کہ اے ابوبکر تم کو یہ پسند ہے عرض کیا کہ ہان پس آپ نے ہاتھ اُٹھائے پس لوٹائے نہ تھے
کہ آسمان سے پانی پڑنے لگا اور لوگون نے جو کچھ انکے پاس تھا بھر لیا اور پانی تھم گیا پھر ہم نے جاکر اسکو دیکھنا شروع کیا گرد دیکھا تو لشکر سے پار

کچھ نشان نہ تھا۔ قال الحاکم صحیح الاسناد۔ پس اس سختی وشدت میں اہل ایمان نے ساتھ دیا۔ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ
فَرِيقٍ مِّنْهُمْ۔ ایک قراءۃ شاذ میں بجائے یزیغ کے تزاغت آیا تو معنی یہ ہونگے کہ بعد اسکے کہ مڑ گئے دل ایک فریق کے ان میں سے جو زبان
سے اسلام ظاہر کرتے تھے پس مراد اس سے تخلف کرنے والے منافقین ہیں کہ وہ زیغ وشک کی وجہ سے اتنی سختی برداشت نہ کر سکے۔ اور
مشہور قراءۃ یزیغ میں دو وجہ ہیں ایک یہ کہ مضارع بطریق حکایت حال ہو یعنے حالت وہ تھی کہ منافقین کے دل مڑتے تھے پس دونوں
قراتیں متوافق ہو گئیں۔ اور وجہ دوم یہ کہ مضارع اپنے معنے پر ہو اور کاد میں ضمیر شان کی ہو یعنے بعد اسکے کہ قریب تھا کہ زیغ کریں دل ایک
فریق کے اہل لشکر میں سے یعنے حق سے مڑ جاویں اور رسول اللہ صلعم کے دین میں شک لاویں اور یا زیغ بمعنے بجہد کی سختی ومشقت سے یعنے
سختی ومشقت کے ساتھ زائغ ہوں۔ پھر بہر صورت یا اسوقت کی انتہا سختی کا بیان ہے کہ سختی اسقدر شدید تھی کہ قریب تھا کہ ایک فریق کے
دل زائغ ہو جاویں۔ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ۔ پھر اللہ تعالے نے ان پر رجوع فرمایا ضمیر علیہم اگر اس فریق کی طرف ہے جنکے دل قریب الزیغ
ہو چکے تھے تو یا بلکہ اہل ایمان کی طرف ہے تو اس کلام کو مکرر فرمانے میں نہایت مصرح اطمینان وتشریف ہے۔ وفی السراج وغیرہ قولہ
من بعد ما کاد یزیغ قلوب فریق منهم یعنے قریب ہوئے دل ایک گروہ کے انمیں سے کہ مڑ جاویں اور بسبب سختی کے آنحضرت صلعم کا ساتھ
چھوڑ دیں۔ اور یہ مراد نہیں کہ دین حق سے مڑ جاویں بلکہ ساتھ دینے سے مڑ جاویں۔ اور یہ جو کہا کہ قریب ہوئے تھے تو مراد یہ کہ سختی سے اس
حالت پر پہونچے تھے کہ قریب تھا کہ ساتھ چھوڑ دیں ولیکن صبر وثواب کی نیت خلوص سے ساتھ رہے اور ہرگز آنحضرت صلعم کا ساتھ چھوڑا
نہ فرمایا ثم تاب علیہم۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالے نے لقد تاب اللہ سے انکی توبہ قبول ہونا بیان فرما دیا پھر دوبارہ ثم تاب میں کیا
حکمت ہے تو جواب یہ ہے کہ پہلے بدون گناہ کا قصد ذکر کرنے کے ان پر توبہ فرمانے کو ذکر کر دیا تاکہ فضل الٰہی سے مطمئن ہو جاویں پھر ان میں
سے ایک فریق کا قصد ایسا ذکر کیا کہ اگر وہ واقع ہوتا تو گناہ ہو جاتا پھر ثم تاب علیہم ذکر فرما کر اپنے فضل عمیم سے متنبہ کیا کہ رضوان الٰہی
ان پر متوجہ اور وے ازلی سعید ومقبول ہیں۔ إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ۔ اللہ تعالے انکے ساتھ کمال رافت وکمال رحمت ہمیشہ سے فرمانے
والا ہے یعنے یہ جملہ اسمیہ بصیغہ رؤف ورحیم کہ صیغہائے مبالغہ ہیں اپنے کمال رافت ورحمت مستمرہ کا انکے حق میں اظہار فرمایا سبحان اللہ تعالے
ان بندوں کو بھی کیا بزرگی عطا ہوئی۔ اللہم لک الحمد علی رضاک عنہم رضی اللہ عنہم اجمعین ورضی عنا بہم انہ رؤف رحیم آمین اہل لغت
وتفسیر نے لکھا کہ رافت ورحمت ہر دو صفت الٰہی ہیں اور جب بندوں میں استعمال آتا ہے تو رافت وہ شفقت ہے کہ جس میں ضرر سے
بچانے کی طرف زیادہ رجحان ہو جیسے رحمت وہ کہ بھلائی پہونچانے کی طرف زیادہ رجحان ہو۔ پس اس مقام پر اللہ تعالے نے صحابہ رضی اللہ
عنہم کو ہر ضرر سے محفوظ اور ہر بھلائی سے بکمال مالامال فرما دیا۔ والحمد للہ رب العالمین۔ والعاقبۃ للمتقین۔ پھر واضح ہو کہ کاد یزیغ قلوب
فریق منہم میں شاید ایسے لوگ ہوں جو بسبب شدت وسختی کے گھبرا گئے پھر توفیق ورحمت الٰہی سے مطمئن وثابت اقدام ہو گئے جیسے روایت ہے کہ
ابو خیثمہ انصاری اپنے باغ تک پہونچے اور اس میں داخل ہو کر بیٹھے اور انکی جورو نہایت خوبصورت بی بی تھی اسنے سایہ میں پانی چھڑک
دیا اور بچھونا بچھا دیا اور زرد تازہ خرمے اور سرد پانی انکے پاس رکھا یہ سب دیکھ کر بولے کہ سایہ گھنا ہوا ٹھنڈی ہوا اور پختہ میوہ وخدمتی
بی بی موجود ہے وہ بالکل نہ تھا لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم چٹ پٹ میدان گرد باد اور لوؤں میں ہوں۔ یہ کچھ خوب نہیں ہے یہ کہہ کر
اٹھ کر چست ہوئے تلوار لگا کر اور نیزہ لے کر اونٹ پر سوار ہو کر نہایت تیز منزل ہو کے روانہ ہوئے آخر ایک روز رسول اللہ صلعم نے راہ کی طرف
نظر اٹھائی تو دیکھا کہ ایک سوار ریگ اڑاتی لاتی ہے فرمایا کن ابا خیثمہ ابو خیثمہ ہو جیو پس وہی تھے تو آنحضرت پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے

ان کے لیے خوش ہوکر استغفار فرمایا۔ یہ سب جن کی توبہ مین التقدیم فرمائی وہ ہین جنھون نے ساتھ دیا حالت سختی و سخت مشقت مین اور انکے ساتھ توبہ مین شریک کیا بقولہ

وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ۭ حَتّٰٓي اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ

اور اُن تین شخص پر جنکو پیچھے رکھا تھا یہانتکہ کہ جب تنگ ہوئی انپر زمین ساتھ ہونے اسکے کہ کشادہ ہو اور تنگ ہوئی انپر انکی جان

وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ۭ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ يٰٓاَيُّھَا الَّذِيْنَ

اور اُنکے کہ کوئی پناہ نہین اللہ سے مگر اُسی کی طرف پھر مہربان ہوا اُنپر کہ وہ پھر آوین اللہ جو ہے مہربان رحم والا اے

اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ۝

ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور رہو ساتھ سچون کے۔

یہ اُن تین مومنین کا حال ہو جو ساتھ سے پیچھے رہے تھے اور انھون نے آنحضرت صلعم کے واپس آنے پر کوئی عذر نہین کیا اور صاف صاف سچ کہدیا کہ ہم خطاوار ہین ہمارے حق مین یون ہی واقع ہوا پس آنحضرت صلعم نے انکی توبہ قبول نہ فرمائی اور حکم الٰہی کا انتظار کیا یہان تک کہ یہ آیت نازل ہوئی خلفوا بتشدید لام بصیغہ مجہول ہو شیخ ابن جریر رح نے کہا کہ معنی اسکے ترکوا یعنی متروک ہوے اور مراد یہ کہ آنحضرت صلعم کے آنے پر جو لوگ عذر دروغ کر گئے اور آپ نے ظاہر مین قبول کیا اور حق تعالے نے انکو فضیحت و انکا عذر نامقبول ظاہر کر دیا ان لوگون سے یہ پیچھے وفی الحال استغفار و قبول عذر سے چھوڑے گئے تھے اور یہا یہی لوگ قولہ تعالے وآخرون مرجون لامر اللہ آلآیۃ سے مراد ہین کہ انھین کی توبہ قبول ہونے مین تاخیر و انتظار تھا۔ اور شیخ مفسر رحمہ اللہ نے اسی پر جزم کیا اور وہ مرارہ بن الربیع بن عمرو العامری و کعب بن مالک الخزرجی و ہلال بن اُمیہ بن عامر الواقفی ہین اور بعض حواشی مین جو لکھا کہ یہ سب بدری صحابی ہین تو یہ وہم و غلط ہے بلکہ بعض حفاظ کے نزدیک کوئی ان مین سے غزوہ بدر مین شریک نہ تھا و سیاق الکلام فیہ۔ اور قولہ و علی الثلثۃ اے و تاب علی الثلاثۃ پس والثلاثہ بدون اعادہ حرف علی کے دو امر کو مشعر ہو اول آنکہ عطف بعید ہونے سے اعادہ حرف جار کا ہوا اور عطف مین اعادہ ہونا مشعر تاخیر توبہ ہے اور دوم آنکہ اولین کی توبہ بدون خطا کے مزید قرب درجات و قبولیت از رافت و رحمت ہو اور انھین یہ بات نہین اگرچہ اللہ تعالے کا قبول توبہ کرنا انکے حق مین ایک فضیلت کاملہ ہو بما رحبت مین ما مصدریہ ہو اے مع رحبہا۔ باوجود اپنی کشادگی کے۔ قولہ ظنوا اے ایقنوا یقین کیا ان لوگون نے لا ملجا پناہ کی جگہ۔ قولہ تاب علیہم لیتوبوا۔ فائدہ معلوم ہوا کہ جب اللہ تعالے رحمت فرماتا ہو تب بندہ کو توفیق توبہ ہوتی ہو اور معنی یہ ہین کہ ازل ہی مین انکے حق مین السامقدر فرما دیا تھا جب یہ معلوم ہوگیا تو اب اسکی تفسیر کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ قال الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ امام احمد رحمہ اللہ نے امام محمد بن مسلم بن شہاب الزہری رحمہ اللہ کے طریق سے روایت کی کہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبید اللہ بن کعب نے جو اپنے باپ کے قائد بحالت نابینا ہو جانے کے تھے روایت کرتے ہین کہ مین نے اپنے باپ سے وہ حال سُنا جو رسول اللہ صلعم کے ساتھ غزوہ تبوک سے پیچھے رہنے مین انپر گذرا تھا بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلعم نے جتنے غزوہ فرمائے ہین کسی غزوہ مین آپ کے ساتھ ہونے سے نہین پیچھے رہا سوا ے غزوہ تبوک کے مگر مین غزوہ بدر مین آپ کے ساتھ نہین گیا تھا اور آپ نے کسی بدر مین ساتھ نجانے پر عتاب نہین فرمایا آپ تو فقط قریش کا قافلہ تلاش کرنے نکلے تھے یہان تک کہ اللہ تعالے نے بلا میعاد آپ کو اور آپ کے دشمنون کو جمع کر دیا یعنی بھڑا دیا اور مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لیلۃ العقبہ مین حاضر ہوا جب کہ ہم سب نے اسلام پر آپ سے بیعت کی تھی اور مجھے محبوب نہین کہ بجاے اسکے میرے لیے بدر مین حاضر ہونا حاصل ہوا گرچہ لوگون مین

مین بدر اس سے زیادہ مذکور و مشہور ہے اور جب میں رسول اللہ صلعم سے غزوہ تبوک میں متخلف ہو گیا تو اس کا قصہ یہ ہے کہ مجھے اس سے پہلے کبھی کسی غزوہ
مین ایسی قوت و دسترس نہ تھی جیسے اس غزوہ تبوک کے وقت تھی جبکہ مین پیچھے رہا واللہ مین نے قبل اسکے کبھی دو سواریان مجتمع نہین کین اور اس غزوہ
کے وقت میرے پاس دو سواریان تھین۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ دستور تھا کہ کثر آپ کسی غزوہ کا ارادہ فرماتے جسکو مصرح کر دیتے مگر آنکہ
توریہ سے دوسرا ظاہر ہوتا یعنے آپ ہیچ فرما دیتے مگر توریہ سے فرماتے تو سننے والا دوسرا سمجھتا یہان تک کہ آپ نے اس غزوہ کا قصد کیا اور یہ وقت ایسا
تھا کہ موسم چلچلاتی گرمی کا اور سفر دور دراز اور بیچ مین چٹیل میدان اور کثیر تعداد سے دشمن تھے جنکا قصد فرمایا پس مسلمانوں سے اُن کا
کام کھلے کھلے ظاہر کر دیا تھا تاکہ اپنا سامان درست کرلین اور جس طرف آپ کا قصد تھا اس سے انکو آگاہ فرما دیا اور آپ کے ساتھ جانے والے
مسلمان اس کثرت سے تھے کہ نام بنام کسی دفتر مین جمع نہین کیے جا سکتے یعنے اسوقت کے دستور کے موافق ادنی بات مین اتنا وقت نہین آخرت
کے واسطے بڑے ثواب کا کام ہو سکتا تھا صرف نہین کیا جا سکتا تھا کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسوجہ سے کمتر ایسا آدمی تھا کہ اس نے ساتھ سے
پیچھے رہنا چاہا مگر اسکا گمان ہوتا کہ آنحضرت صلعم پر پیچھے رہنا چھپ جائیگا جب تک کہ آپ پر اللہ تعالے کی طرف سے وحی نہ نازل ہو۔ قول اکثر
منافقین کو یہی گمان تھا اگرچہ انکے دل مین شیطان کے غلبہ کی وجہ سے شک آجاتا کہ وحی اُتری یا اور کوئی بات مثلاً اپنی طرف سے کہی ہو اور رسول اللہ
صلعم نے یہ غزوہ ایسے وقت پر کیا کہ اسوقت پھل خوش مزہ بھلے معلوم ہوتے یعنے پختہ تیار تھے اور سایہ خوشگوار یعنے نہایت گرمی سے چھاؤن بھلی لگتی
تھی پس سامان کیا آنحضرت صلعم نے اور آپ کے ساتھ مومنون نے پس مین روز صبح قصد کرتا کہ انکے ساتھ چلنے کا سامان کرون سو ایسا ہی لوٹ آتا
بدون کچھ سامان پورا کرنے۔ اور اپنے دل سے کہتا کہ مین جب چاہونگا اسکو کر سکتا ہون پس برابر میرے ساتھ یہی تمادی ایام تھے یہان تک کہ لوگون نے
کوشش خوب کر لی پھر ایک روز صبح کو رسول اللہ صلعم نے کوچ فرمایا بہ نیت جہاد اور مومنین آپ کے ساتھ ہوئے اور ہنوز مین نے اپنا کچھ سامان نہ کیا تھا
اور مین نے کہا کہ مین ایک دو دن بعد سامان کر کے روانہ ہونگا اور لشکر سے جا ملونگا پس دوسرے روز صبح کے نماز کے بعد گیا مگر بدون کچھ سامان کیے واپس
آیا پھر دوسرے روز بھی اسیطرح بدون سامان کیے واپس آیا پس برابر اسیطرح میرے ساتھ تمادی ایام ہوتی جاتی یہان تک کہ لشکر نے تیزی کی اور
دور ہو گیا پس مین نے قصد کیا کہ روانہ ہو کر جا ملون اور کاش مین نے یہی کیا ہوتا شاید میرے لیے یہی مقدر نہ تھا پھر میری یہ حالت تھی کہ رسول اللہ صلعم کے
بعد جب مین مدینہ مین باہر نکلتا تو مجھے غم ہوتا کہ مین کسی کو نہین دیکھتا سواے ایسے آدمی کے جو نفاق مین ڈوبا ہوا ڈھونڈا ہو رہا ہے یا بعضے ایسے لوگ
کہ جنکو اللہ عز و جل نے معذور فرمایا ہے اور رسول اللہ صلعم نے مجھے یاد نہ فرمایا یہان تک کہ تبوک پہونچ گئے پھر صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان
بیٹھے اور فرمایا کہ کعب بن مالک نے کیا کام کیا پس بنو سلمہ مین سے ایک آدمی بولا کہ یا رسول اللہ اسکو اسکے چادرون و جنبٹا کی نظر بازی نے
روک لیا۔ تو معاذ بن جبل نے کہا کہ تو نے یہ بھونڈی بات کہی اور واللہ یا رسول اللہ ہم نے تو اُس سے سواے بھلائی کے کوئی بات معلوم نہین ہے
پس آنحضرت صلعم خاموش رہے کعب رض کہتے ہین کہ پھر جب مجھکو خبر پہونچی کہ رسول اللہ صلعم نے تبوک سے اسطرف رجوع فرمایا ہے تو غم میرے
سامنے آیا اور مین برابر جھوٹ سوچنے لگا اور دل مین کہتا تھا کہ کل مین کسطرح آپ کے خشم و ناخوشی سے بچونگا یعنے آپ ناخوش ہونگے تو مجھے غسم
گھیر لیگا پھر مین کیونکر اس عذاب سخت سے بچونگا۔ اور اپنے لوگون مین سے ہر ہوشیار آدمی سے رائے لیتا تھا پھر جب یہ خبر پہونچی کہ اب آنحضرت صلعم
قریب آ پہونچے تو میرے دل سے سب جھوٹ مٹ گیا اور مین نے پہچان لیا کہ مین آپ سے کسی چیز سے کبھی نجات نہین پا سکتا پس مین نے سب
سچائی کو جمع کر لیا۔ اور صبح کو رسول اللہ صلعم مدینہ مین تشریف فرما ہوے اور آپ کا یہ قاعدہ تھا کہ جب سفر سے تشریف لاتے تو پہلے مسجد مین آکر
دو رکعت پڑھتے پھر لوگون کے واسطے بیٹھتے پس جب آپ نے یہی کیا تو جو لوگ پیچھے رہے تھے وہ آنا شروع ہوے اور برابر انھون نے عذر کرنے اور

آپ کے لیے قسمین کھانی شروع کین اور یہ لوگ کچھ اوپر اسّی آدمی تھے پس آنحضرت صلعم انکے ظاہر کو قبول فرماتے اور استغفار کر دیتے اور انکے باطن کو اللہ تعالےٰ کے علم و حساب پر چھوڑتے یہانتک کہ مین حاضر ہوا سو جب مین نے آپ پر سلام کیا تو آپ غضبناک کا سا مسکرائے پھر مجھے فرمایا کہ ادھر آ پس مین چلکر آپ کے سامنے بیٹھا تو فرمایا کہ تجھے کس چیز نے پیچھے ڈال دیا کیا تو ایسا نہ تھا کہ تو نے سواری خریدی تھی مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین اگر آپ کے سوائے کسی آدمی کے سامنے کہ وے دنیا کے لوگ ہین بیٹھتا تو مین بالیقین جانتا کہ مین اسکے خشم سے نکل جاؤن گا کہ مین زبان آور اور باتونی ہون لیکن واللہ مجھے معلوم ہو گیا کہ اگر آج مین آپ سے جھوٹ ایسا بولون کہ جس سے آپ مجھ سے بظاہر راضی ہو جاوین تو لگتی بات ہے کہ اللہ تعالےٰ آپ کو مجھ پر خشمناک فرما دے اور اگر مین آج آپ سے سچ بولونگا تو آپ مجھ پر غصہ ہونگے لیکن مین امیدوار ہون کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے میرا انجام اچھا ہوگا سو واللہ مجھے کچھ عذر نہ تھا اور واللہ اس سے پہلے کبھی مین قوی و آسودہ نہ تھا اسوقت کی بہ نسبت کہ جب مین آپ کے ساتھ پیچھے رہ گیا کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہین کہ جب مین نے یون کہا تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ یہ شخص البتہ سچ بولا اور مجھ سے فرمایا کہ اٹھ جا یہانتک کہ اللہ تعالےٰ تیرے حق مین حکم کرے۔ پس مین وہان سے اٹھ آیا اور کچھ لوگ بنو سلمہ کے اٹھکر میرے پیچھے ہوئے اور مجھ سے کہنے لگے کہ واللہ ہمکو نہین معلوم کہ تو نے اس سے پہلے کوئی گناہ کیا اور اب تو ایسا عاجز ہو گیا تھا تجھ سے یہ نہو سکا کہ آنحضرت صلعم سے ویسا ہی عذر کر لیتا جیسا اور پیچھے رہنے والون نے کیا پھر یہ گناہ ہوتا تو اسکے واسطے تجھے یہی کافی تھا کہ رسول اللہ صلعم تیرے لیے استغفار فرماتے کعب رضہ کہتے ہین کہ واللہ وے لوگ برابر مجھے ملامت کرتے رہے یہانتک کہ مین نے قصد کیا کہ لوٹ کر جاؤن اور اپنی بات کو جھٹلاؤن پھر مین نے انسے پوچھا کہ بھلا ایسا کسی اور کو بھی حکم ملا ہے بولے کہ ہان دو شخص اور ہین جنھون نے تیرے ہی مثل کہا اور یہی انکو حکم ہوا ہے مین نے کہا کہ وے کون ہین بولے کہ مرارۃ بن الربیع العامری اور ہلال بن امیۃ الواقفی ہین پس انھون نے مجھ سے دو مرد صالح کا نام لیا اور یہ دونون بدر مین حاضر ہوئے تھے اور انہین اتباع طریقہ نبوت کا ایک اثر تھا پس جب انھون نے مجھ سے ان دو آدمیون کا نام لیا تو مین اپنی راہ چلا گیا۔ کعب رضہ نے کہا کہ جو لوگ پیچھے رہے تھے ان سب مین سے فقط ہم تین آدمیون سے مومنون کو بات چیت کرنے سے رسول اللہ صلعم نے منع فرما دیا پس مومنون نے ہم تین آدمیون سے پرہیز کیا اور ہم سے بدل گئے یہانتک کہ مجھے گویا سرزمین مدینہ وہ زمین نہین معلوم ہوتی تھی جسکو مین خوب پہچانتا تھا اور اسی حالت پر ہمکو پچاس راتین وہان گذرین تفصیل یہ ہے کہ میرے دونون ساتھی تو بیتاب ہو کر ایک جگہ پڑ گئے اور اپنے گھرون مین بیٹھے رویا کرتے تھے اور رہا مین سو مجھ مین دلیری و جستی تھی پس مین مومنون کے ساتھ نماز مین حاضر ہوتا اور بازارون مین پھرا کرتا مگر مجھ سے کوئی شخص کلام نہین کرتا تھا اور مین رسول اللہ صلعم کے پاس حاضر ہوتا درحالیکہ آپ نماز کے بعد یاد الٰہی مین مشغول ہوتے پس مین سلام کرتا اور دل مین کہتا کہ میرے سلام کے جواب مین لب مبارک کو جنبش ہوئی یا نہین ہوئی۔ پھر مین آپ ہی کے قریب نماز پڑھنے لگتا اور آپ سے نظر چرایا سو جب مین نماز کو متوجہ ہوتا تو میری طرف التفات فرماتے تھے پھر جب مین آپ کی طرف نظر کرتا تو مجھ سے منھ پھیر لیتے یہانتک کہ جب زمانہ دراز گذرا اور مسلمانون کے ہمکو چھوڑ دینے کا طول ہوا تو مین چلا اور ابو قتادہ کے باغ کی دیوار پر چڑھ گیا وہ میرا چچازاد بھائی اور سب لوگون سے زیادہ مجھے دوست تھا پس مین نے اسکو سلام کیا واللہ اسنے مجھے سلام کا جواب نہ دیا مین نے کہا کہ اے ابو قتادہ مین آپ کو اللہ تعالےٰ کی قسم دلاتا ہون کہ آپ جانتے ہو کہ مین اللہ تعالےٰ و اسکے رسول کو بہت چاہتا ہون۔ وہ سنکر خاموش رہا پھر مین نے دوبارہ قسم دلائی پھر سنکر خاموش رہا پھر مین نے تیسری بار قسم دلائی پھر وہ خاموش رہا پھر کہا کہ اللہ تعالےٰ و اسکا رسول ہی خوب جانتا ہے پس بے اختیار میرے آنسو جاری ہوئے اور لوٹ کر دیوار سے پھاند آیا پھر اس بیچ مین کہ مین بازار مدینہ کے درمیان پھر رہا تھا کہ شام کے نبطیون مین سے جو مدینہ مین اناج بیچنے لایا تھا یہ کہتا تھا کہ مجھے کوئی کعب بن مالک کا پتہ بتا دے اور لوگون نے میری طرف اشارہ

اُنا شروع کیا یہانتک کہ اُسنے آکر مجھے بادشاہ غسان کا خط دیا اور مین پڑھا ہوا تھا۔ اُس مین مین نے لکھا دیکھا کہ اما بعد ہمکو خبر پہونچی کہ تیرے صاحب نے تجھ پر ظلم کیا اور خدا نے تجھے خوار و ضیعت نہین کیا ہے تو ہم سے مل جا ہم تجھسے بہت مواسات کرینگے جب مین نے اُسکو پڑھا تو دل مین کہا کہ یہ بھی اللہ تعالےٰ کی طرف سے امتحان و بلا ہے پس مین قصد کرکے تنور کی طرف گیا اور خط کو تنور مین جلا دیا پھر ایسا رہا یہانتک کہ جب چالیس راتین گذر گئین تو ناگاہ رسول اللہ صلعم کا ایلچی میرے پاس آیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تجھے حکم فرماتے ہین کہ اپنی جورو سے جدا ہوجا مین نے اُس سے پوچھا کہ طلاق دیدون یا کیا کرون مجھے کیا حکم دیا ہے اُسنے فرمایا کہ نہین بلکہ اُس سے الگ رہ اور اُس سے قربت نہ کرنا کعب رضہ نے کہا کہ ایسا ہی حکم میرے دونون ساتھیون کی طرف بھیجا پس مین نے اپنی جورو سے کہا کہ تو اپنے میکے والون پاس جا اور وہین رہ یہانتک کہ اللہ تعالےٰ اس بارہ مین جو چاہے وہ حکم فرماوے کعب رضہ نے کہا کہ پھر ہلال بن امیہ کی جورو نے آکر آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہلال ایک بوڑھا ضعیف آدمی ہے اور اُسکا کوئی خادم نہین جو اُسکی خدمت کردے تو آپ یہ امر ناگوار تو نہین جانتے کہ مین اُسکی خدمت کردیا کرون فرمایا کہ نہین لیکن وہ تجھ سے قربت نہ کرے وہ بولی کہ یا رسول اللہ صلعم اُس کی تو یہ حالت ہے کہ واللہ اُسکو کسی چیز کی طرف جنبش نہین ہے اور واللہ جب سے اُسکا یہ معاملہ پیش آیا ہے تب سے آج کے دن تک وہ برابر روتا ہے کعب رضہ نے کہا کہ پھر مجھ سے میرے بعض لوگون نے کہا کہ تو بھی اپنی جورو کے واسطے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے خدمت کی اجازت لے لیتا تو اچھا تھا کیونکہ ہلال بن امیہ کی جورو کو اُس کی خدمت کرنے کی اجازت دیدی ہے مین نے کہا کہ واللہ مین اُسکے بارہ مین رسول اللہ صلعم سے اجازت نہ مانگونگا مجھے نہین معلوم کہ رسول اللہ صلعم کیا فرماوین اور مین تو مرد جوان تندرست ہون کعب رضہ نے کہا کہ پھر ہم اس حال پر اور دس راتین رہے اور جب سے ہم لوگون سے بات کرنے سے مسلمانون کو منع فرمایا تھا اُسوقت سے پچاس راتین پوری ہوگئین اور مین نے اپنی گھرون مین سے ایک گھر کی چھت پر پچاسوین رات کی صبح ہونے پر صبح کی نماز پڑھی اور مین اسی حال پر جو اللہ تعالےٰ نے بیان فرمایا ہے کہ مجھ پر زمین باوجود چوڑائی کے تنگ ہوگئی تھی اور مجھ پر اپنی جان دوبھر تنگ ہوگئی تھی اس حال سے بیٹھا تھا کہ مین نے ایک بلند آواز دینے والے کو سُنا کہ وہ جبل سلع پر چڑھ کر بلند آواز سے کہتا تھا کہ بشارت ہو تجھ کو اے کعب بن مالک پس مین فوراً سجدہ مین گر پڑا اور مین نے جان لیا کہ اللہ تعالےٰ عز وجل کی طرف سے کشائش آگئی یعنی بایں طور کہ اُس پاک معبود تعالےٰ نے ہمپر توبہ فرمائی ہے اور رسول اللہ صلعم نے صبح کی نماز کے بعد ہمارے اوپر توبہ الٰہی سے لوگون کو خبردار کردیا تھا تو لوگ ہمکو بشارت دینے دوڑے اور میرے دونون ساتھیون کی طرف بھی بشارت دینے والے گئے اور بنو اسلم مین سے ایک شخص گھوڑے پر سوار ہوکر میری طرف دوڑا اور دوسرا شخص بنو اسلم مین سے پیادہ دوڑا اور کوہ سلع پر چڑھ کر بلند آواز سے اُسنے پکار دیا پس آواز بہ نسبت گھوڑے کے تیز پہونچی پھر جب وہ شخص جسکی مین نے آواز سنی تھی مجھے بشارت دینے آیا تو مین نے اُسکے احسان بشارت کے شکریہ مین اُسوقت اپنے تن کی لباس کو اُتار کر اُسکو پہنادیا اور قسم ہے اللہ تعالےٰ کی کہ اُسوقت سوائے ان دو کپڑون کے میرے ملک مین نہ تھا اور مین نے دو کپڑے مانگے لیکر پہن کر رسول اللہ صلعم کی حضوری کا قصد کرکے چلا اور فوج فوج لوگ مجھسے ملتے اور مجھے اللہ تعالےٰ کی توبہ کی بشارت دیتے تھے اور کہتے تھے کہ اللہ تعالےٰ کا تجھ پر توبہ قبول فرمانا مبارک ہو یہانتک کہ مین مسجد مین داخل ہوا سو مین نے دیکھا کہ رسول اللہ صلعم مسجد مین تشریف رکھتے ہین اور لوگ آپکے گرد بیٹھے ہین پس طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے اُٹھکر میری طرف دوڑکر مجھ سے مصافحہ کیا اور مجھے مبارکباد دی اور واللہ مہاجرین مین سے سوائے طلحہ کے اور کوئی میری طرف نہ اُٹھا اور مین طلحہ کے اس احسان کو نہ بھولونگا پس کعب رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ کا یہ احسان نہین بھولتے تھے۔ کعب رضہ نے کہا کہ پھر جب مین نے رسول اللہ صلعم کو سلام کیا تو آپ نے فرمایا اور اُسوقت آپ کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا کہ بشارت ہو تجھکو ایسے بھلے

دن کی کہ جب سے تو اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا اور تجھ پر زمانہ گزرا ان سب دنوں سے یہ دن بہتر ہے میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ آپکی
طرف سے ہے یا اللہ تعالے کی طرف سے فرمایا کہ نہیں بلکہ اللہ تعالے کی طرف سے ہے کعب رضہ نے کہا کہ رسول اللہ صلعم کی یہ شان تھی کہ جب آپ
مسرور ہوتے تو آپکا چہرہ دمکنے لگتا گویا چاند کا ٹکڑا ہے یہاں تک کہ لوگ آپکی حالت سرور و خوشی کو اس نشان سے پہچان لیتے اور یہ
حالت ظاہر معلوم ہو جاتی تھی پھر جب میں آپ کے روبرو بیٹھا تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میری توبہ سے یہ ہے کہ میں اپنے مال سے صاف بالکل الگ
ہو جاؤں اس حال میں کہ اُسکو اللہ عز وجل کی درگاہ میں اور اُسکے رسول کی حضور میں صدقہ کر دوں (یعنے رسول اللہ صلعم اس مال کو مساکین پر صدقہ
کر دیں) تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ بعض حصہ مال اپنا اپنے اوپر روک رکھ کہ وہ تیرے لیے بہتر ہے پس میں نے عرض کیا کہ بہت اچھا تو میں اپنا وہ حصہ رکھ لوں گا
جو میرا خیبر میں ہے اور میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے میرے صدق نے ہی بچایا اور میری توبہ سے یعنی شکریہ توبہ سے یہ ہے کہ جب تک دنیا میں باقی
ہوں سوائے سچ کے کبھی کچھ نہ بولوں. کعب رضہ نے کہا کہ جب سے میں نے رسول اللہ صلعم سے یہ ذکر کیا اُسوقت سے واللہ میں نہیں جانتا ہوں
کہ کسی مسلمان کو اللہ تعالے نے سچ بات بولنے میں امتحان فرمایا ہو اس سے بہتر کہ جتنا مجھکو امتحان فرمایا واللہ میں نے جب سے رسول اللہ صلعم سے
یہ کہا اُسوقت سے آج کے دن تک میں نے عمداً کوئی بات جھوٹ نہیں کہی اور مجھے امید لگی ہے کہ جتنے دن باقی ہوں اُن میں اللہ تعالے مجھے جھوٹ
سے محفوظ رکھے پھر کعب رضہ نے کہا کہ (مقبول توبہ میں) اللہ تعالے نے نازل فرمایا قولہ تعالے لقد تاب اللہ علی النبی والمہاجرین والانصار الذین اتبعوہ
فی ساعۃ العسرۃ من بعد ما کاد یزیغ قلوب فریق منہم ثم تاب علیہم انہ بہم رؤف رحیم وعلی الثلثۃ الذین خلفوا حتی اذا ضاقت علیہم الارض بما
رحبت وضاقت علیہم انفسہم وظنوا ان لا ملجأ من اللہ الا الیہ ثم تاب علیہم لیتوبوا ان اللہ ہو التواب الرحیم یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین
آخر تک آیات پڑھیں کعب رضہ نے فرمایا کہ پس واللہ جب سے اللہ تعالے نے مجھے اسلام کی نعمت کی ہدایت فرما دی اسکے بعد میرے نزدیک مجھ پر
اس سے بڑھکر کوئی نعمت نہیں کہ میں اُس دن رسول اللہ صلعم سے سچ بولا ایسا نہ ہوتا کہ میں کہیں آپ سے جھوٹ بول دیتا تو ویسا ہی برباد ہوتا جیسے
وے لوگ برباد ہو گئے جو آپ سے جھوٹ بولے تھے چنانچہ جب وحی نازل ہوئی تو اللہ تعالے نے جو کچھ کسی کی مذمت میں فرمایا ہے سب سے
بدتر اُن لوگوں کے حق میں فرمایا جو رسول اللہ صلعم سے جھوٹ بولے تھے پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا سیحلفون باللہ لکم اذا انقلبتم الیہم لتعرضوا
عنہم فاعرضوا عنہم انہم رجس وماواہم جہنم جزاء بما کانوا یکسبون. یحلفون لکم لترضوا عنہم فان ترضوا عنہم فان اللہ لا یرضی عن القوم الفاسقین کعب نے
کہا کہ ہم تین آدمی کو جو تخلف یعنی متاخر و پیچھے کر دیے گئے قرار دیا تو یہ پیچھے رہنا بہ نسبت اُن جھوٹوں کے ہے جنہوں نے غزوہ تبوک سے پیچھے رہ کر آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم سے دروغ عذر کیے اور آپ نے اُنسے بیعت لے کر انکے لیے استغفار کیا اور ہمارے معاملہ کو رسول اللہ صلعم نے پیچھے کر دیا یہاں تک کہ اللہ تعالے
نے اس امر مرجا یعنے مؤخر کردہ شدہ میں حکم فرمایا اور ہمارے حق میں جو ارجا و تخلیف کو فرمایا تو یہ غزوہ سے ہمارے تخلف و تاخر کا بیان نہیں ہے بلکہ یہ ایسے لوگوں
کی نسبت ہے جنہوں نے آنحضرت صلعم سے تخلف کر کے جھوٹے عذر کیے اور آپ نے نظر بظاہر قسم انسے قبول کر لیے تھے قال الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے
ہذا حدیث حسن صحیح متفق علیہ فقد رواہ البخاری ومسلم رحمہما اللہ تعالی فی صحیحیہما من حدیث الزہری بنحوہ. اس حدیث میں اس آیت کی تفسیر خوب
بسط کے ساتھ موجود ہے. قال المترجم یہاں چند فوائد ضروری ہیں. الاول تفسیر آیہ کریمہ جیسے حدیث مرفوع میں واقع ہے ایسی کہ شواہد سلف کے ائمہ
تفسیر مانند مجاہد و قتادہ و ضحاک و سدی وغیرہم سے باسانید جید مروی ہیں جنکے ذکر سے تطویل کچھ ضرور نہیں. ہاں ان سب میں مرارہ بن ربیعہ
نام آیا اور سعید بن جبیر سے ایک روایت میں ربیع بن مرارہ ہے اور حسن بصری رح نے ربیع بن مرارہ کہا اور لیکن ضحاک رحمہ اللہ سے ایک روایت میں
مرارہ بن الربیع آیا جیسا کہ صحیحین کی حدیث میں واقع ہوا اور ابن کثیر رح نے کہا یہی ٹھیک ہے. الثانی اس روایت میں آیا کہ کعب رضہ کے ساتھ جو

وہ شخص امتحان مین رکھے گئے یعنے مرارہ بن الربیع و ہلال بن امیہ انکی نسبت کہا کہ دو مرد صالح جو بدر مین حاضر ہوئے تھے تو شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ
بعض کا قول یون نقل کیا گیا کہ یہ جملہ امام زہری رح کا سہو ہے اس لیے کہ ان تینون مین سے کسی کا بدر مین حاضر ہونا نہین سمجھا جاتا ہے واللہ اعلم
مترجم کہتا ہے کہ یہ قول قابل التفات نہین اس لیے کہ اہل بدر کے اسامی کی نقل صریح مین جو اسی بیان کے لیے عبارت ہو مذکور نہین بلکہ تتبع روایا
ت سے مقرر کیا گیا ہے تو اس صورت مین جب اس روایت صحیح مین صریح تنصیص موجود ہے تو سہو و وہم قرار دینا بلا دلیل ہے اور شاید شیخ رح نے صیغہ
تمریض سے اسی ضعف کی طرف اشارہ کیا۔ فافہم۔ الثالث اس روایت کے آخر سے ظاہر ہوتا ہے کہ اعتذار کرنے والون کے حق مین قولہ سیحلفون باللہ
لکم اذا انقلبتم الیہم الآیۃ پیچھے نازل ہوئی بعد انکے اعتذار کے حالانکہ سیحلفون سے ظاہر ہوتا ہے کہ نزول بطور خبر غیب کے مقدم ہے مترجم کو اسوقت فتح الباری
وغیرہ دیکھنے کی فرصت نہین ملی لیکن وہ جواب بتوفیق اللہ تعالے لکہتا ہے کہ اس روایت کی تقریر مین تنصیص نہین کہ نزول آیت کا پیچھے ہوا ہے بلکہ روایت سے صرف یہ
معلوم ہوا کہ جب یہ وحی نازل ہوئی تو انکے حق مین یون مذمت اُتری اور ممکن ہے کہ وحی پہلے نازل ہوئی ہو لیکن ایک دوسرا سوال وارد ہوگا کہ اگر نزول مقدم ہے
تو آنحضرت صلعم نے انسے کیونکر رضامندی فرمائی اور اُسکا جواب یہ ہے کہ ظاہر مین عذر ان لینے اور باطن کو اللہ تعالے کی طرف سونپنے سے رضامندی حقیقی لازم
نہین اور اللہ تعالے نے جو فرمایا فان ترضوا عنہم فان اللہ لا یرضی عن القوم الفاسقین۔ تو مقصود اس سے یہ ہے کہ انکی خطا کاری مین ہے یعنے تمھاری رضامندی
سے انکا کام نہین بنتا ہے جھوٹے یونکر اور تمھاری رضامندی کے لیے جھوٹ سے کہا اگرچہ فائدہ نہ پاوینگے حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالے نے بدون تصریح نام کے
منافقین کے پہلے ہی سے آگاہ فرمادیا تھا کہ عنقریب تمھارے لوٹنے پر تمھاری خوشنودی کے لیے جھوٹی قسمین کھاوینگے پھر ان علامات کے ظہور سے پہچانے گئے
لیکن اسی آیت مین اللہ تعالے نے یہ بھی حکم دیدیا تھا کہ فاعرضوا عنہم انہم رجس۔ ان سے اعراض کر لینا کہ یہ پلید ہین۔ تو آنحضرت صلعم نے اعراض فرمایا اور
پھر جب نازل ہوا کہ یعتذرون الیکم اذا رجعتم۔ تو انسے کہدیا کہ تم اپنی قل لا تعتذروا قد نبانا اللہ من اخبارکم پس فضیحت و رسوا ہوئے۔ فقال قیسم
الرابع اس حدیث صحیح مین بکثرت علوم ہین جنکا استخراج بہت وقت اور بڑا دفتر چاہتا ہے اور اعظم امور ایمان و اعتقاد کے اور اعظم فروع اور مکائد
النفس کے سب اس سے معلوم ہو سکتے ہین لیکن کچھ تھوڑی ابتدا سے بیان ہوتے ہین۔ از انجملہ اسلام و ایمان پر مضبوط ہونا اصل ہے اور جہاد وغیرہ
اعمال سب فرع ہین اسیواسطے لیلۃ العقبہ کی حاضری کو بدر کی شرکت پر فضیلت دی اور اسیواسطے آخر حدیث مین نعمت ایمان کے بعد اس
صدق کو سب سے بڑی نعمت کہا۔ از انجملہ توریہ جائز ہے یعنے سچی بات کسی دینی مصلحت سے پیچ طور پر کہدینا اگرچہ سننے والا یا خواہ مخواہ پوچھنے والا
اپنی آگہی سے کچھ اور سمجھے اگرچہ یہی مقصود تھا کہ یہ شخص ناحق اس امر سے ناخوش نہو کہ مجھے نہین جواب دیا۔ از انجملہ مجاہدین کے نام دفتر مین لکھ لینا
بھی جائز ہے لیکن یہ دین مین ادنیٰ کام ہے۔ از انجملہ سایہ دھوپ اور گرم سامان جاڑے مین اور دیگر اسباب بالطبع مرغوب النفس ہین اور وہی محل
امتحان ہین پس اگر آدمی کو یہ چیزین فرمان الٰہی سے باز نہ رکھین تو نعمت ہین اور بغیر شکر کرنا جو ہر حال مین لازم ہو مزید نعمت ہوگا ورنہ یہی چیزین عذاب
ہین جیسے منافقین و کافرون کے حق مین اموال و اولاد کا بیان ہو چکا۔ از انجملہ اپنے نفس مین یہ قدرت سمجھنا کہ ہم ایسا کر لینگے یا مثلاً مرتے وقت یا فلان وقت
توبہ کر لینگے یا [illegible] فریب النفس و مستوجب دوری از درگاہ حق تعالے ہے اور سراسر عاجزی کیونکہ وہ اپنے نفس کے محاسبہ سے عاجز ہوا تو اور چیز پر کیا قدرت
پاوے۔ از انجملہ اتباع حق و اتباع سنت سے پھرنا ایسا خسارہ ہے کہ اُسکا تدارک کبھی نہوگا الا آنکہ اگر مطیع ہوگیا تو آیندہ کے واسطے انشاء اللہ تعالے کافی ہوگا
اگرچہ گذشتہ کے لیے اُسکو حسرت و افسوس کرنا صدق بیان کے ساتھ دائمی لازم ہے۔ از انجملہ تقدیر الٰہی برحق ہے اور تدبیر اُسکے مقابلہ مین محض فریب النفس
و شیطانی ہے۔ از انجملہ علامات ایمان سے ہے کہ اہل حق و عدل کو دیکھکر خوش ہو اور منافقون و کافرون کو دیکھکر اپنے حال پر غمگین ہو جاوے کہ
[illegible] ان سا [illegible] رحمت [illegible] صحبت سے مجھے [illegible] انکے قہر و غضب سے بچ جاؤن تو یہی رحمت ہے۔ از انجملہ کعب رضا

کے ساتھ بخانے پر معاذ بن جبل رضہ نے بدگمانی نہین کی بلکہ مومن کے ساتھ نیک گمان رکھا اور یہی موافق حدیث کے اور یہی مومن کی شان ہے۔
ازانجملہ ہدایت فقط محض اللہ تعالے کی طرف سے فضل ازلی واحسان ہے اور اللہ تعالے ویسے ہی اُسکے سامان فرماتا ہے یہی توفیق الخیر ہے جیسے کعب رض
کے دل سے سب دروغ وباطل دور فرماکر صدق پر ثابت قدم کردیا بخلاف منافقون کے۔ ازانجملہ لوگون سے ظاہر حال پر اکتفا کرنا چاہیے
اور باطن سے بحث نکرے۔ ازانجملہ مخلوق کی خوشنودی کے لیے خالق کی معصیت نکرے ورنہ آخر وہ مخلوق جو قبضۂ قدرت مین مسخر ومقہور ہے
تسخیر حق عزوجل اُس عاصی کا دشمن ہوجاتا ہے۔ ازانجملہ صدق ہر حال مین اچھا ہوتا اور اسکا انجام بخیر ہوتا ہے چنانچہ حضرت ابن مسعود رض
سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تم صدق کو لازم پکڑو کہ وہ نیکوکاری کی راہ بتاتا ہے اور نیکوکاری جنت کی راہ دکھاتی ہے اور آدمی
برابر سچ بولتا اور سچائی کا قصد رکھتا ہے یہان تک کہ اللہ تعالے کے یہان صدیق لکھا جاتا ہے اور خبردار تم کذب سے بچو کہ کذب راہ دکھاتا
ہے فجور یعنے گناہ کی اور گناہ راہ بتاتا ہے دوزخ کی اور برابر آدمی جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ کی ٹوہ رکھتا ہے یہانتک کہ اللہ تعالے کے یہان کذاب
لکھا جاتا ہے۔ رواہ احمد والبخاری ومسلم رحمہم اللہ تعالے اور ابن مسعود رض نے ہنسی ہزل ولغو باتون مین بھی بدلیل آیت کریمہ منع فرمایا اور خود اللہ تعالے
فرماتا ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ اے ایمان والو تقوی کرو اللہ تعالے سے یعنے اُس سے ڈرو اس طرح کہ جملہ معاصی چھوڑ دو اور
ظاہر وباطن مطیع رہو کہ وہ سب جانتا ہے۔ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ اور ہوجاؤ تم لوگ صادقین یعنی سچون کے ساتھ۔ یعنے محمد صلے اللہ علیہ
وسلم وآپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ کذا قال ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ضحاک رح نے آنحضرت صلعم کے بعد والے مومنون کو صادقین
کے ساتھ ہوجانے کے معنے بتلائے کہ حضرت ابوبکر وحضرت عمر وانکے صحاب کے ساتھ ہوجاؤ۔ قال المترجم یعنے اسی طرح درجہ بدرجہ ہر
زمانہ مین مشائخ بزرگان حق تعالے کا ساتھ دینا ضرور ہے چنانچہ ابن عباس رض نے زمانہ خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ مین اس سے احتجاج کیا
کہ اے لوگو بحکم آیت کریمہ تم حضرت علی رضی اللہ عنہ وانکے اصحاب کے ساتھ ہوجاؤ۔ بعض نے کہا کہ معنی یہ کہ انھین تین صحابہ کا طریقہ اختیار
کرو جنھون نے جھوٹا عذر نہین کیا بلکہ سچ بولے۔ ابن جریر رح نے کہا کہ مہاجرین صحابہ کے ساتھ اور بعض نے کہا کہ جو لوگ آنحضرت صلعم کے
ساتھ تبوک گئے تھے اُنکے ساتھ ہوجاؤ۔ بہرحال مقصود ایسا ہی ہے جیسا کہ مترجم عفا اللہ عنہ نے اشارہ کیا۔ واللہ تعالے اعلم۔ حسن بصری رح
سے روایت ہے کہ اگر تجھے صادقین کا ساتھ مطلوب ہے تو دنیا سے بے رغبت ہوجا۔ الخامس کعب رض نے صدق پر لوگون نے انکی ملامت کی
اور زعم کیا کہ استغفار رسول اللہ صلعم کافی ہوتا حالانکہ یہ وسوسۂ شیطانی تھا کیونکہ استغفار رسول اللہ صلعم جبھی کافی تھا کہ آپ دل سے استغفار
فرماوین ورنہ نہین اور اللہ تعالے نے تو فرمایا کہ فَإِن تَرْضَوْا عَنْهُمْ الآیہ یعنے اگر تم اُنسے راضی بھی ہوجاؤ تو اللہ تعالے فاسقون سے راضی نہین ہان
اگر گناہ پر ندامت ہو اور آنحضرت صلعم استغفار فرماوین تو سبحان اللہ تعالے زہے نصیب اُنکے جنکو یہ نصیب ہو اللہم رب اغفرلی وارزقنی استغفار
رسولک صلے اللہ علیہ وسلم لی فانی مقر بالذنوب وانک انت الغفور الرحیم۔ السادس موافقت ومتابعت صالحین کو ترک نکرے اگرچہ مخالفت
پر ایک جم غفیر آمادہ کرتا ہو۔ السابع گنہگار سے ترک کلام کرنا خالص اللہ تعالے کے واسطے جائز ہے بلکہ اس سے فائدہ ہو اور محبت وغیرت دین اللہ تعالے
ہی کے واسطے نیت خالص کرے چنانچہ ابوقتادہ نے کعب رض سے باوجود کمال محبت کے اس وقت مین اللہ تعالے ورسول کے واسطے انقطاع
کیا اور محبت وقرابت کا جوش ونفس کی رغبت سب کاٹ دی۔ الثامن گناہ کرنے مین کبھی دنیاوی نعمت ملتی ہے لیکن وہ عذاب الٰہی ہے
اُس پر نظر نہو۔ التاسع جو اور مال واولاد سب ایسے ہوتے جن سے نفس کو تعلق ہو جب تعلق باطنی ترک کرے اور نہ ہر تن اللہ تعالے
کے واسطے ہوجاوے تو رحمت الٰہی انشاء اللہ تعالے اُس پر نزول فرماوے اور اس سے یہ مراد نہین کہ ان چیزون کو ترک کردے بلکہ

دل کا تعلق فقط قطع کرے جیسے مولوی روم رحمہ نے کہا ہے: چیست دنیا از خدا غافل بدن * نے قماش و نقرہ و فرزند و زن * التائبون شیخ ابو بکر
الوراق رحمہ اللہ نے کہا کہ توبہ نصوح جسکا مومنوں کو حکم ہے ایسی ہوتی ہے کہ توبہ کرنے والے پر تمام زمین تنگ ہو اور اپنی جان اُس پر تنگ ہو جیسے
حضرت کعب بن مالک اور اُنکے دونوں ساتھیوں کی توبہ تھی مترجم کہتا ہے کہ نصوح صفت توبہ ہے یعنے ایسی توبہ جو نصوح ہے چنانچہ قولہ التوبۃ النصوح
مشعر ہے اور عوام میں جو مشہور ہے کہ نصوح کوئی شخص تھا اسکی مثل توبہ کرنے کا اللہ تعالے نے حکم دیا تو یہ محض مستنکر ہے اور یہ نہیں سوچتے کہ کیا
صحابہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی وہ شخص بڑھ گیا کہ جسکی توبہ قبول ہونے و در منثور میں بھی تخصیص ہے و کلام اس میں انشاء اللہ تعالے
توبہ النصوح کے حکم والی آیت میں مدلل آویگا واللہ تعالے الموفق والمعین. الحادی عشر مبارکباد و بشارت دینا اہل ایمان کو امر خیر پر مستحب ہے
اور اس زمانہ میں جو غیر مشروع و فسق و فجور و دنیاوی امور پر لوگ مبارکباد کی رسم رکھتے ہیں تو بعضی ایسی صورتیں نکلتی ہیں جنمیں کفر کا خوف ہے
مثلاً کسی کا بیٹا جوان ہوا اور اُسنے کوئی فسق کیا اور عورتوں نے اُسکی ماں کو مبارکباد دی کہ خدا مبارک کرے خدا نے یہ دن کیا تو کہنے والیاں اور مبارکی
لینے والیاں کافر ہی جاوینگی اور اپنے شوہروں سے بائنہ ہونے کا حکم ہوگا. واللہ تعالے اعلم. اور حدیث میں جو طلحہ رضی اللہ عنہ کا بڑھکر مصافحہ کرنا و
مبارکباد دینا آیا تو عند التحقیق اُسکے یہ معنی نہیں کہ خوشی کے وقت مصافحہ کرنا چاہیے بلکہ یہ مصافحہ موافق معمول کے کیا اور خوشی کی مبارکباد دی
پس نماز فجر یا عصر کے بعد جو شافعیوں کا دستور ہے کہ مقتدی لوگ امام نماز سے مصافحہ کرتے ہیں وہ جائز طریقہ نہیں جیسا کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے
اپنے خاص رسالہ میں رد کیا ہے اور ایسے ہی عیدین میں مصافحہ سے بڑھکر معانقہ کرنا جو ہندوستان میں رائج ہے مذموم ہے. اور یہی خوشی و فرحت فطام
کی کہ اللہ تعالے عزوجل کی توفیق سے روزے پورے ہوئے تو یہ واہی اور اصلی خوشی اُسوقت انشاء اللہ تعالے ہوگی کہ اللہ تعالے کی درگاہ میں قبول
ہونا دنیاوی زندگی فانی کے بعد ظاہر ہووے. ف حدیث کعب رضی اللہ عنہ دلالت کرتی ہے کہ ان میں صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی
توبہ میں تاخیر ہوئی یہاں تک کہ جب یہ نوبت پہونچی کہ اپنی جانیں انکو دوبھر ہوگئیں اور زمین تنگ ہوگئی حالانکہ پہلے ذرا سی تن کی آسایش
و آرام کی وجہ سے تخلف ہوا تھا تب اللہ تعالے نے انکی توبہ مقبول فرماکر نازل فرمایا قولہ لقد تاب اللہ علی النبی الخ. اور حضرت کعب رضی اللہ
عنہ اسکو اسلام و ایمان کے بعد بڑی نعمت جانتے تھے اور مترجم کہتا ہے کہ اللہ اللہ کیا بڑی نعمت ہے کہ اللہ تعالے فرمادے ثم تاب علیھم لیتوبوا پس
اس نعمت کا شکر نہیں ادا ہوسکتا اور نہ اُسکی تفضیلات بیان میں آسکتی ہے اللھم ربنا لک الحمد انت کما اثنیت علی نفسک پس یہاں ایک
نکتہ سمجھ لینا چاہیے کہ جب یہ ایسی نعمت تھی تو اللہ تعالے نے حضرت سید عالم اپنے بندہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم و صحابہ مہاجرین و انصار
رضی اللہ عنہم کو جو ساتھ گئے تھے اس نعمت سے پہلے ہی اپنے کلام پاک لقد تاب اللہ علی النبی والمہاجرین والانصار الذین اتبعوہ الآیۃ سے سرفراز فرماکر پھر قولہ
و علی الثلثۃ الذین خلفوا الآیہ سے باقی تینوں صحابہ تائبین کو سرفراز کیا تاکہ تینوں صحابہ اس نعمت میں منفرد نہو جاویں اور دوسرا نکتہ یہ ہے کہ اوپر کی
آیات یعنی قولہ ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم الآیہ و قولہ التائبون العابدون الآیہ سے معلوم ہوچکا کہ مومنوں کی جانیں و مال حضرت خالق ذوالجلال کی
[illegible] ہیں [illegible] کے احکام کہے [illegible] ہیں چنانچہ تبوک کے جہاد میں جب کعب رضی اللہ عنہ اور دونوں ساتھیوں نے مبیع کو روکا
تو مجرم قرار دیے گئے پھر انکی کمال عاجزی [illegible] جب جان سے تنگ ہوئے اور جان و مال سے ہاتھ اُٹھایا تو قبول فرمایا اور ایسی رحمت کے ساتھ کہ
دوام توبہ و قبولیت سے سرفراز کیا [illegible] دل و رغبت ان بندوں کی ہے جنکے لیے جنت مخصوص ہے اُن میں ظاہر ہوئی پس ظاہر
ہوا کہ صحابہ مہاجرین و انصار اور تینوں صحابہ سب وہ ہیں جنکے لیے جنت منزل کرامت ہے والحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین. ف. اول
آیت کا خاتمہ انہ بہم رؤف رحیم اور دوسری آیت کا خاتمہ ان اللہ ہو التواب الرحیم ہے اور اول بہ نسبت دوم کے افضل ہے اور کمال

رافت اور رحمت پر مشعر چنانچہ فرق واعتیاز واکرام واعزاز پوشیدہ نہین ہو۔ پھر رحمت پر دونون کا خاتمہ ہو جس مین دلالت ہے کہ قبول توبہ محض
رافت اور رحمت الٰہی ہو اور بالکل احسان از حق تعالےٰ جیسے بندون وتمام مخلوق کا پیدا کردینا و آنکھ ہوش وگوش دینا۔ اور جیسے آدم کو مکرم و
برگزیدہ کردینا محض فضل ورحمت ہو پس معتزلہ ورافضی وغیرہ بدعتی فرقے جو حق عزوجل تعالےٰ شانہ پر بعض باتین واجب کہتے ہین یعنے جاہل
گستاخ یون کہتے ہین کہ او تعالےٰ پر یہ کرنا واجب ہو تو یہ لوگ معرفت الٰہی سے جاہل اور بے ادب گستاخ ہین تعالےٰ اللہ عما یقول الظالمون
علوا کبیرا اللہ تعالےٰ پر کچھ واجب نہین وہ جو چاہے کرے اور جو وعدہ اُسنے فرمایا اور ضرور جیسا فرمایا ویسا ہی ہوگا تو یہ سراسر اُسکا فضل و احسان
ہو۔ ف۔ آخر مین قبول توبہ کے بعد حکم فرمایا کہ صادقین کے ساتھ رہین پس اس مین صادقین کی فضیلت نکلی۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت
ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بڑی فضیلت ہے کیونکہ انکو اللہ تعالےٰ نے صدیق کیا اور صادق سے صدیق مین مبالغہ ہو اسلیے کہ صادق صیغہ اسم فاعل
ہو اور صدیق صیغہ اسم فاعل مبالغہ ہے اور عموم صادقین مین بھی وے داخل ہوے جیسے آنحضرت صلعم پھر آنحضرت صلعم رسول پاک اور
بالاتفاق افضل الرسل بلکہ افضل جمیع خلائق ہین اور ابوبکر رضی اللہ عنہ صادق سے صدیق تک سرفراز ہوے ہین لہذا انبیا ورسولون کے
بعد وہی سب سے افضل ہین۔ روایت ہے کہ بعد وفات حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے خلافت مین مشورہ
کیا پس انصار نے مہاجرین سے کہا کہ تم مین سے ایک شخص تمھارا سردار ہو اور ہم مین سے ایک شخص ہمارا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ
اللہ تعالےٰ اپنی کتاب مجید مین فرماتا ہے۔ للفقراء المہاجرین الی قولہ اولئک ہم الصادقون۔ سو تم بتاؤ کہ یہ کون لوگ ہین تو انصار نے کہا کہ یہ
تمھین لوگ ہو پس ثابت ہوا کہ مہاجرین وہی صادقین ہین پھر حضرت ابوبکر رضہ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ
وکونوا مع الصادقین۔ پس مومنون کو حکم دیا کہ صادقین کے ساتھ رہین پس تم کو ہمارے ساتھ رہنے کا حکم ہے اور یہ نہین کہ ہم تمھارے
ساتھ رہین پس سب نے اتفاق کرکے حضرت صدیق رضہ کے ہاتھ پر بیعت کی [illegible] کہتا ہے کہ توضیح یہ کہ انصار رضی اللہ عنہم پر حجت قائم
ہوئی کہ مہاجرین صادقین کے ساتھ رہین پھر ان صادقین مین سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صدیق کے مرتبہ پر تھے لہذا باقی مہاجرین
وانصار سب نے متفق ہو کر اُنسے بیعت کرلی۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ ف۔ بعض علما نے کہا کہ اس آیت مین دلیل ہو کہ اجماع جس امر
پر ہوا اُسکا ماننا ضرور ہو اسلیے کہ آیت مین قولہ تعالےٰ وکونوا مع الصادقین حکم ہے کہ صادقین کے ساتھ ہو جاؤ پس ضرور انکا قول ماننا واجب
ہو تاکہ اُن کی معیت حاصل ہو لہذا اجماع حجت ہونے پر یہ آیت حجت ہوئی بعض نے کہا کہ مع الصادقین مین مع بمعنے من ہو سکتا ہے
یعنے من الصادقین پس حجت نہوگی اور جواب یہ ہو کہ ایسا قول اُسی شخص کا ہوگا جو رائے سے تفسیر کرتا ہو اس لیے کہ صادقین صحابہ رضی اللہ
عنہم ہین تو کیونکر آدمی صحابہ مین سے ہو سکتا ہو۔ اگر کہا جاوے کہ صحابہ کے زمانہ مین صحابہ کے ساتھ ہونا اور متاخرین مین ہر زمانہ مین درجہ بدرجہ
صادقین کو شامل ہو جیسا کہ اوپر مذکور ہوا تو جواب یہ ہے کہ صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم اجمعین بدرجہ اولی بلکہ اول وہی داخل ہین۔ پس مع
جب اپنے معنی سے ہٹا کر بمعنے من لیا جاوے تو حکم عموم ممکن نہین ہو سکتا بخلاف اُسکے جب مع اپنے معنی پر ہو تو معیت باعتقاد دین ممکن ہو اور چونکہ
یہی معیت مراد ہو اسلیے کہ حکم عموم تا قیامت سب مومنون کو ہو اور وہ معیت جسمانی سے ممکن نہین تو ضرور معیت قولی وفعلی مقصود ہو علاوہ برین
معیت جسمانی خالی بیفائدہ ہو کیونکہ منافقین ایسی معیت رکھتے تھے پس آیت اچھی طرح اس امر پر حجت ہو کہ جس امر پر اُنکا اجماع ہوا اُسکا ماننا واجب
ہو۔ ہان اتنی بات البتہ ہو کہ مطلقاً اجماع حجت ہونا ثابت نہین ہوگا اس لیے کہ صادقین کا علم سواے صحابہ رضہ کے متعذر ہو یا ان صحابہ رضی اللہ عنہم
کی نسبت اللہ تعالےٰ نے البتہ تصدیق فرمائی پس اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم البتہ حجت قطعی ہوا اور حدیث ما رآہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن مین

مسلمون سے بھی صحابہ رضی اللہ عنہم مراد ہین جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضہ سے مسلمون کی یہی تفسیر مروی ہے پس جو آیت کریمہ سے ثابت ہے اس سے
یہ تفسیر حدیث مطابق و متوافق ہے فالحمد للہ علی ذالک۔ یہان سے ثابت ہو گیا کہ بعضے کم فہم لوگ جو ہر زمانہ مین بعضے بدعات انکا لکر اس زمانہ کی
جہت سے لوگون کا اتفاق کر لینا اجماع حجت سمجھتے ہین وہ بالکل کج فہمی ہے کیونکہ مومنون سے صحابہ مراد ہین جیسا کہ ابن مسعود رضہ نے صریح
تخصیص فرمائی پس اجماع فقط صحابہ رضہ کا حجت ہوا کیونکہ انکا مومنین صادقین ہونا منصوص و معلوم ہے اور انکے بعد پھر زمانہ تابعین کے واسطے
اگرچہ آنحضرت صلعم نے بھلائی کو فرمایا۔ فی قولہ علیہ السلام خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم الحدیث لیکن تخصیص اہل اجماع کی صادقین مومنین
ہونے پر وہان بھی نہین ہے تو بھلا اس زمانہ مین کہ جس قرن کے واسطے بھلائی کی بھی تخصیص نہین ہے انکے اجماع و اتفاق کا کیا اعتبار ہے علاوہ
برین بہت سے لوگون کا اتفاق کر لینا کچھ اجماع نہین ہے کیونکہ اسوقت جب تمام دنیا کے مسلمان سب مجتمع و متفق ہون کوئی باقی نہ رہے تو البتہ اتفاق
کہا جاوے حالانکہ انکے حق مین بھی تخصیص نہ وارد ہے۔ بالجملہ یہان تو سرے سے اجماع ہی نہین اور ہوتا بھی تو اسکا کچھ اعتبار نہین ہو سکتا کیونکہ مومنون کا
اجماع کیونکر ثابت ہو گا اس لیے کہ ظاہر حال پر اسلام کا حکم ہو سکتا ہے اور یہ معلوم نہین ہو سکتا کہ حقیقت مین یہ مومن ہے یا نہین ہے علاوہ برین اسوقت
اسلام کے اقرار کرنے سے یہی لازم نہین کہ اسلام پر اسکا خاتمہ ہو گا یا نہین ہو گا پس ایسے لوگون کے اجماع کو بفرض اسکے کہ پایا بھی جاوے یہ نہین
کہہ سکتے ہین کہ مومنون کا اجماع ہوا کیونکہ یہ بات تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے ہان صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق مین یہ بات معلوم ہے کہ وے مومنین
صادقین تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انکے حق مین بمانند قولہ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔ اور بمانند قولہ وکونوا مع الصادقین۔ اور قولہ اولئک ہم
صادقون۔ وغیرہ آیات کریمہ تخصیص صریح فرمائی ہے پس انکا اجماع قطعی مومنون کا اجماع اور حجت قطعیہ ہے فافہم۔ ف۔ فی العرائس
قولہ تعالیٰ لقد تاب اللہ علی النبی والمہاجرین الآیہ۔ توبہ دو ہین ایک بندہ کی توبہ اور دوسری توبہ الٰہی تعالیٰ پس بندہ کی توبہ اسطرح کہ لغزش
خطا سے رجوع کرکے طاعات و فرمانبرداری پر ہو جاوے۔ اور توبہ الٰہی اسطرح ہے کہ اللہ تعالیٰ اسپر رجوع فرماوے یعنی نعمت وصال کی خوشبو
اسکے مشام روح کو پہونچاوے اور انجام کار واصل مراد کا دروازہ اسکے واسطے کھول دے اور حجاب اس سے مرتفع فرماوے۔ یہان دل کی آنکھ
سے غور کرکے دیکھو کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کو اپنے رسول حبیب صلے اللہ علیہ وسلم پر کسقدر لطف و عنایت ہے اور مومنون پر جو آپکے ساتھ ایمان لائے
تھے کیسا کرم ہے کہ انکی توبہ سے پہلے انپر رجوع فرمایا جس سے وے ہمہ تن اپنے معبود پاک کی طرف سے رجوع لائے اور انکو بقدر اپنے مرتبہ کے راہ کھل گئی اور
نعمت مل گئی پس اپنے حبیب رسول صلعم پر اسکا رجوع اسطرح کہ مشاہدہ کشف فرمایا اور رجوع بجانب بندگان امت اسطرح کہ منزلت قرب و وصال انکو
کشف فرمائی لہذا انکی توبہ اس جہت سے تھی کہ انکو ادائے رسالت وغیرہ احکام مین مشاہدہ سے دوسری طرف اشتغال تھا اور قوم کی توبہ اس راہ سے
کہ ملاحظہ درگاہ قرب سے انکو غیبت ہوئی پس انکو فیض و ہدایت الٰہی نے سرفراز فرماکر انوار جمال کے انکشاف سے فیضیاب فرمایا اور یہی طریقہ فیض قدم کا
انبیاء و اولیاء کے ساتھ مقام امتحان مین جاری ہے کہ ناامیدی و مایوسی مین باران رحمت سے حیات خاص حاصل ہوتی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ
ہو الذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا الآیہ۔ اور فرمایا حتی اذا استیأس الرسل وظنوا انہم قد کذبوا جاءہم نصرنا الآیہ۔ بعض مشائخ نے کہا کہ توبۃ النبی صلعم
مقدمہ و اصل توبۃ الامۃ ہے تاکہ اصل کی صحت سے تابع کی درستی ہو۔ بعض نے کہا کہ انبیاء کی توبہ بجہت مشاہدہ خلق کے وقت رسالت کے ابلاغ کے ہے کیونکہ
انبیاء کو کبھی حضوری سے غیبت نہین ہوتی اس لیے کہ وے ہمیشہ مقام عین الجمع مین ہوتے ہین۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مخصوص کرکے ان تین بندون کو جو مقام
امتحان مین مبتلا ہوئے تھے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انپر رجوع فرمایا اسطرح کہ انکی توبہ قبول فرمائی بقولہ تعالیٰ وعلی الثلثۃ الذین خلفوا الآیہ کثرت
تراکم انقباض سے اور ہجوم انوار عظمت سے انکے قلوب مین انقباض ہوا اور روے زمین پر کوئی چیز قابل انس نہ دیکھی حتی کہ اپنی جانین بھی اور یقین

ہوگیا کہ ملجا اُسی کی طرف ہے پس جملہ وسائط قطع کرکے اُسی کے لطف پر منفرد ہو گئے۔ ثم تاب علیہم لیتوبوا پس حجاب القبض وغیرہ کو درمیان سے اُٹھا دیا پس انس مین داخل ہوے اور یہ کرم اُسی پاک معبود ذوالجلال کا وصف قدیم ہے ان اللہ ہو التواب الرحیم۔ شیخ ابو عثمان رح نے کہا کہ جو کوئی حضرت حق عز وجل کی طرف رجوع لاوے اُس کا یہی حال ہونا چاہیے کہ زمین اُس پر تنگ ہو کبھی اُس پر پانوں رکھنے کا ٹھکانا نہ پاوے اور اپنی جان تنگ سا ہو کہ اُسکی ہلاکت کا خوف کرے پس توبہ نصوح کی اول دلیل ایسی حالت ہے۔ بعض مشائخ نے قولہ وظنوا ان لا ملجا من اللہ الا الیہ مین کہا کہ اُنھون نے کسی بندہ بزرگ حبیب محمد یا خلیل ابراہیم یا کلیم موسیٰ پر اعتماد نہ کیا بلکہ تمام سب مخلوق سے اُنکے دل منقطع ہو کر اپنے خالق عز وجل کیطرف رجوع لائے۔ شیخ احمد بن خضرویہ نے شیخ ابو یزید سے پوچھا کہ مجھے توبۃ النصوح کیونکر ملے فرمایا کہ اللہ عز وجل واُس کی توفیق سے مل سکتی ہے کیونکہ حق تعالے فرماتا ہے ثم تاب علیہم لیتوبوا۔ مترجم کہتا ہے کہ توضیح یہ ہے کہ پہلے حق تعالے نے اُنپر اپنا رجوع بیان فرمایا اور اُنکی توبہ کو اُسی کا سبب قرار دیا پس اسی کی توفیق سے مرتبہ توبہ نصیب ہوا پس وہی ہادی و موفق و خالق افعال العباد ہے اللہم اہدنا الصراط المستقیم و توفنی علیہ انک انت الغفور الرحیم۔ بعض مشائخ نے کہا کہ خود اُسنے فضل و احسان فرمایا کہ خود ہی انکو قبول کر لیا اور یہ نہین کہ انھون نے رجوع کیا ہو استاد رح نے کہا کہ جب موت کی قربت پہونچی و نصرت سے پاس ہوئی تو باران رحمت سے اُنکی خشک کھیتی ہری ہوگئی پھر مومنون کو التقار کی تاکید و طلب مزید کی ہمت پر تخصیص فرمائی۔ بقولہ یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین۔ راہ حق کے تین اقسام کیے۔ ایمان و تقوی و صدق۔ اور یہ اعمال قلوب ہین کیونکہ اُنکے حقایق کشف انوار الغیوب سے درست و ثابت ہوتے ہین پس جب یہ حقایق ثابت ہوگئے تو بندہ کو ایمان سے آیات کے حقایق ملتے ہین اور تقوی سے مشاہدہ صفات اور صدق سے مشاہدہ انوار ذات حاصل ہوتا ہے۔ واضح ہو کہ پہلے انکو مومنین کہا پھر اس مقام سے انکو مقام تقوی کی طرف بلایا اور وہ مشاہدہ جلال و عظمت کا مقام ہے کہ تمام اغیار سے بیزار ہو جاوے پھر تقوی سے مقام صدق مین بلایا اور وہ مقام استقامت مع اللہ عز وجل ہے چنانچہ صادق اُسکی بلا و امتحان سے گریز نہین کرتا اور اسمین اشارت ہے کہ جو مومن ہے اسمین تقوی و صدق کی استعداد ہے نیز اسمین بیان ہے کہ صادقین سے مخالفت مت کرو چنانچہ صادقین کو جو علوم و اسرار حاصل ہوے انکی اتباع کرنے والون کو بھی فیض ہوا اور نیز جو کوئی جس چیز کو محبوب رکھے اور جس شخص کو چاہے اُسکے ساتھ ہوگا۔ بعض نے کہا کہ صادقین وے بندے ہین جنھون نے عہد ازل سے خلاف نہین کیا۔ پھر اللہ تعالے نے معیت الرسول صلعم و فضل جہاد کو بیان فرمایا۔ واللہ تعالے اعلم۔

مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنْفُسِهِمْ

نہ چاہیے مدینے والون کو اور جو اُنکے گرد گنوار ہین کہ رہجاوین رسول اللہ کے ساتھ سے اور نہ یہ کہ اپنی جانون کو

عَنْ نَفْسِهِ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ وَلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَطَئُونَ مَوْطِئًا

چاہین زیادہ اسکی جان سے یہ اسواسطے کہ نہ کہین پیاس کھینچتے ہین نہ محنت اور نہ بھوکھ اللہ کی راہ مین اور نہ پانون پھیرتے ہین کہین

يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ

جس سے خفا ہون کافر اور نہ چھینتے ہین دشمن سے کچھ چیز مگر لکھا جاتا ہے اسپر انکو نیک عمل تحقیق اللہ نہین کھوتا حق

الْمُحْسِنِينَ ۝ وَلَا يُنْفِقُونَ نَفَقَةً صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً وَلَا يَقْطَعُونَ وَادِيًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ

نیکی والون کا اور نہ خرچ کرتے ہین کچھ خرچ چھوٹا یا بڑا اور نہ طے کرتے ہین کوئی میدان مگر لکھتے ہین اُنکے واسطے کہ بدلا دے ان کو اللہ

أَحْسَنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝
بہتر کام کا جو کرتے تھے

مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ نہیں ٹھیک تھا و نہیں روا تھا اہل مدینہ کو۔ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ اور اہل مدینہ کے گرد والے اعراب
یعنی دیہاتیوں کو جیسے اسلم و اشجع و غفار وغیرہ۔ غرض کہ مدینہ والے شہریوں کو اور گرد والے دیہاتیوں کو کسی کو روا نہ تھا۔ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنْ
رَسُولِ اللَّهِ یہ کہ پیچھے رہیں رسول اللہ سے۔ وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنْفُسِهِمْ عَنْ نَفْسِهِ اور نہ روا تھا یہ کہ رغبت کریں اپنی جانوں کے ساتھ
رسول اللہ کی جان سے۔ جب کہتے ہیں کہ فلان چیز کی طرف رغبت کی تو معنے یہ ہوتے ہیں کہ اسکی طرف مائل ہوا اور جب بولتے ہیں کہ فلان
چیز سے رغبت کی تو یہ معنی کہ اُس سے مُنھ موڑا پس یہاں معنی یہ ہیں کہ انکو روا نہ تھا کہ رسول اللہ صلعم کی جان سے اپنی جانوں کو موڑیں باین طور
کہ جن سختیوں و مشقتوں میں رسول اللہ صلعم نے اپنی جان کو ڈالا اُنمیں وے لوگ اپنی جان کو بچاویں بلکہ اُنپر واجب تھا کہ ضرور اُن مشقتوں
و سختیوں کی برداشت میں ساتھ دیں و اُسکے سامنے جانیں فدا کریں کیونکہ یہ امر قطعی معلوم ہی کہ رسول اللہ کی جان شریف اللہ تعالے کے نزدیک
تمام عالم سے افضل و اکرم و بہت عزت او قدر والی جان ہی تو جب اُسنے طاعت الٰہی میں یہ سختیاں اُٹھائیں تو ان لوگون کو چاہیے تھا کہ اپنی
جانیں اُسکے سامنے پروانہ کی طرح جھونک دیں کیونکہ جانتے ہیں کہ اُسکے سامنے انکی کیا قدر ہی اور کس شمار میں ہی پس بمقتضاے ایمان و عقل کے
اپنی جانون کو نہایت ہلکا و خفیف جانکر بدرجہ اولیٰ اُن سختیوں میں رسول اللہ صلعم کے سامنے جانبازی کرتے۔ کلام سے مقصود معنے نہی ہیں
ولیکن بطریق اخبار کے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ اس میں ملامت و تقریع و ناقدری بمقابلہ رغبت کے زیادہ نکلی۔ ذٰلِكَ اشارہ ہے اُس مضمون
کی طرف جو کلام سے سمجھا گیا یعنی یہ جو مفہوم ہوا کہ ضرور اللہ تعالے کے رسول کی متابعت واجب ہی اور کبھی مُنھ نہ موڑیں بلکہ اُسکے سامنے
جانبازی کریں سو یہ امر بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ اس لیے کہ نہ پہونچیگی انکو کوئی پیاس۔ وَلَا نَصَبٌ اور نہ تعب یعنی تھکاوٹ۔ وَلَا
مَخْمَصَةٌ اور نہ بھوک کی شدت۔ فِي سَبِيلِ اللَّهِ اللہ تعالے کی راہ میں۔ وَلَا يَطَئُونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ اور نہ روندیگے کوئی
مقام جس سے کفار غیظ میں پڑیں۔ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَيْلًا اور نہ پاوینگے دشمن سے کچھ پانا یعنی رسول اللہ صلعم کے ساتھ
میں آپکے پیچھے پیچھے ان باتوں میں سے کوئی بات رائگان نہ جاویگی۔ إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ مگر انکے اُسکے مقابلہ میں اُنکے
لیے عمل صالح لکھا جائیگا۔ ظمأ پیاس۔ نصب تعب۔ مخمصہ شدت بھوک جس سے پیٹ لگ جاتا ہی اور سب کو نکرہ فرمایا کہ ہر قلیل و کثیر
کو شامل ہو اور حرف لا سب پر مکرر کیا کہ معلوم ہو کہ ہر ایک ان میں سے علیحدہ مستقل شمار ہی۔ موطئا بعض نے کہا کہ مصدر ہی پس مفعول مطلق ہوگا
اور بعض نے کہا کہ ظرف ہی اور قولہ یغیظ الکفار۔ اُسکی صفت ہی یعنے ایسا روندنا کہ کفار کو غیظ میں ڈالے یا ایسا مقام روندا ہوا جیسے ایک
مقام سے لشکر پیادہ یا سوار گزرا اور کفار نے مقابلہ نہ کیا پھر اپنے مقامات روندے ہوے پاکر سخت غصہ کھایا۔ نیل پانا۔ اور یہ بھی عام ہے
خواہ کفار کو قتل کیا ہو یا قید کیا و سے بھاگ گئے یا غنیمت ملی و مانند اُسکے اللہ تعالے کی راہ میں جو کچھ حاصل ہوا سب کے مقابلہ میں عمل
صالح لکھا جائیگا یعنی بہت بڑا ثواب ملیگا۔ یہ سب نیک کام ہیں انکے کرنے والے نیکوکار ہوے۔ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ اللہ تعالے
ضائع نہیں فرماتا۔ اجر نیکوکاروں کا۔ انمیں بجاے اجرہم کے اجر المحسنین فرما کر تنبیہ فرمائی کہ جہاد ایسا کار نیک ہی کہ ان مومنوں کو نصیب
ہوتا ہی جو محسنین ہیں یعنے مرتبہ احسان پر پہونچے ہیں۔ اس آیت میں دلالت ہی کہ جسنے اللہ تعالے کی طاعت کا قصد کیا اُسکا کھڑا ہونا بیٹھنا چلنا کھانا پینا
پیاسا رہنا کہ سونا بھی سب اللہ تعالے کے یہاں نیکی و ثواب ہی اور نافرمانی و گناہ کی صورت میں اسکے برعکس سمجھنا چاہیے پس طاعت کی کیا اچھی برکت

ہو اور گناہ کی کیا بُری ذلت ہو اور روایت ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے کی راہ مین جسکے قدم گردآلودہ ہوئے اللہ تعالے اُسکو آتش جہنم پر حرام کر دیتا ہو۔ کذا فی السراج مترجم کہتا ہے کہ طاعت کی صورت مین ثواب کے واسطے سب اجزا علیحدہ معتبر ہوتے ہین مثلاً نماز کے لیے مسجد کو چلا تو ہر قدم کے لیے الگ نیکی ملتی ہے اور دھوپ ہو تو الگ اور رات اندھیری ہو تو اور زیادہ مستقل علیٰ ہذا القیاس۔ اور گناہ کے لیے اگر سب اسباب مہیا کیے اور جب اُس کام تک پہونچا تو اللہ تعالے کا خوف کر کے چونکا اور ہٹ گیا تو اللہ تعالے کے فضل سے توبہ و استغفار کرنے سے گناہ سب محو کیے گیے اور توبہ وغیرہ کا ثواب لکھا گیا پس طاعت مین ثواب نہایت کثرت سے ہو اور معصیت مین ہر ایک بدفعلی کے موافق ایک بدی ہے بشرطیکہ جو معصیت النفس نے سجھائی تھی اُسکا مرتکب ہو جاوے۔ ہان طاعت کا اثر و ایمان کا مزہ یہی ہو کہ ہمہ تن صدق دل سے اپنے آپ کو بندہ الٰہی و فرمانبردار کرے اور معصیات و مخالفت سے بچنے پر عزم مصمم رکھے اور یقین جان لے کہ ہوا و ہوس ناپائدار ہو اور ہر طاعت برقرار اور اللہ تعالے نیک بندون کا اجر ضائع نہین فرماتا یعنے ضرور اُنکو ثواب دیتا ہو۔ وَلَا يُنْفِقُونَ نَفَقَةً اور نہ خرچ کرین گے کوئی خرچہ صَغِيرَةً وَّلَا كَبِيرَةً چھوٹا نہ بڑا۔ وَّلَا يَقْطَعُونَ وَادِيًا اور نہ طے کرین گے کوئی وادی یعنے زمین۔ اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ مگر یہ کہ انکے واسطے یہ نیک کام لکھا جائیگا۔ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ تاکہ بدلا دیوے انکو اللہ تعالے بہتر اُس سے کہ وے کرتے تھے یعنے بدلا دے گا انکو اللہ تعالے ایسا بدلا کہ جو انکے اعمال سے بہتر و افضل ہوگا اور وہ ثواب ہو۔ اور حقیقت اس ثواب کی بلکہ ہر ثواب کی چونکہ بشر کی سمجھ سے اونچی ہے لہذا مبہم و مجمل فرمایا۔ اور امام اوزاعی و ایک جماعت علما نے فرمایا کہ یہ آیت مسلمانون کے لیے قیامت تک باقی ہے۔ اور اول آیت مین فرمایا کُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ۔ اس لیے کہ وے افعال انکی قدرت مین داخل نہین بلکہ اُنکے افعال سے ناشی ہین پس اظہار فرمایا کہ انکے عوض بھی اجر جمیل لکھا جائے گا اور دوسری آیت مین فرمایا کُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ پس کُتِبَ لَهُمْ بِهٖ یہان نفرمایا اس لیے کہ یہ افعال اُنسے خود صادر ہین اگرچہ اللہ تعالے ہی کے پیدا کرنے سے دونون مین اسی واسطے اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ فرمایا کذا فی تفسیر الحافظ۔ وادی وہ راہ کشادہ ہو جو پہاڑون وغیرہ مین سیل کے بہاؤ کے لیے ہوتی ہے۔ اور صیغہ اسم فاعل از ودی بمعنی سیلان ہو پھر اُسکا استعمال زمین کے معنی مین شائع ہو گیا چنانچہ بولتے ہین کہ اُسکی وادی مین سوائے تیرے کوئی نہین جا سکتا لہذا آیت مین ولا یقطعون وادیا بمعنی ارضاً ہو یعنے جہاد مین اور ایسے ہی طاعت الٰہی مین جو زمین طے کرین انکے لیے ثواب لکھا جائے گا۔ اس کلام مین جہاد کی اور اُس مین خرچ کرنے کی بڑی فضیلت ہے اور اسمین احادیث بھی بہت ہین چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ ایک شخص ایک ناقہ مع ختام لایا اور عرض کیا کہ یہ اللہ تعالے کی راہ مین ہو تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تیرے لیے قیامت مین اسی طرح مختوم سات سو ناقہ ہونگے۔ قال المترجم علما نے کہا کہ شاید یہ ادنیٰ مرتبہ نفقہ جہاد مین معین ہو اور اس سے زائد اللہ تعالے کے فضل پر اُسکے علم مین ہو جیسا کہ احادیث مین آیا ہو۔ واللہ اعلم۔ زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جسنے غازی کا سامان کر دیا اُسنے جہاد کیا یعنے جہاد کا ثواب اُسکو ملا۔ اور جسنے غازی کے پیچھے خبرگیری کی اُسنے جہاد کیا۔ سہل بن ساعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالے کی راہ مین ایک روز کا رباط تمام دنیا و مافیہا سے بہتر ہو اور تم مین سے کسی کے کوڑے برابر جگہ جنت مین تمام دنیا و مافیہا سے بہتر ہو۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون آدمی افضل ہو تو فرمایا کہ وہ مومن جسنے اللہ تعالے کی راہ مین اپنی ذات سے جہاد کیا۔ اسنے عرض کیا کہ پھر کون شخص۔ فرمایا کہ پھر وہ شخص جو درّہ پہاڑ مین سے کسی درّہ مین اللہ تعالے کی عبادت کرتا ہے اور لوگون کو اپنے شر سے چھوڑتا ہے۔ مترجم کہتا ہو کہ معالم و سراج مین یہان ان احادیث کو وارد کیا تو مین نے لکھدیا

اور احادیث فضائل جہاد جا بجا مذکور ہو چکی ہیں اور اصل مقصود اس مقام پر یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے تخلف ہرگز روا نہیں ہے اور تخصیص اہل مدینہ و انکے گرد والے اعراب کی فقط اس وجہ سے ہے کہ استنفار فقط انھیں کو کیا گیا یعنی آنحضرت صلعم نے انھیں کو اعلان و حکم کیا تھا کہ میرے ساتھ چلیں پس انھیں پر چلنا فرض تھا پھر آیت سے ثابت ہوا کہ ساتھ جانے میں جو امر انکو پیش آوے انہیں ثواب جزیل پاوینگے اور جو منازل میں اور نفقات میں اجر جزیل پاوینگے۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کو اس آیہ کریمہ سے بہت بڑا حصہ نصیب ہوا کیونکہ انھوں نے اس جہاد میں بہت بڑا مال خرچ کیا چنانچہ عبد الرحمن بن حباب السلمی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے خطبہ پڑھا اور جیش العسرۃ کے واسطے آمادگی دلائی تو عثمان رضہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھ پر ہیں سو اونٹ مع زین و مہار کے پھر آنحضرت صلعم نے برانگیختہ کیا تو پھر عثمان رضہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھ پر دوسرے سو اونٹ ہیں مع زین و مہار کے۔ عبد الرحمن نے کہا کہ پھر آپ منبر کا ایک زینہ اتر آئے پھر آپ نے جیش العسرۃ کے لیے برانگیختہ کیا تو پھر عثمان رضہ نے کہا کہ مجھ پر ہیں اور تین سو اونٹ مع زین و مہار کے۔ عبد الرحمن نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو دیکھا کہ اپنے دست مبارک کو جنبش دیتے ہوئے فرمایا کہ نہیں عثمان پر جو کچھ کرے بعد اسکے۔ مترجم کہتا ہے یعنے عثمان پر کسی فعل کا ضرر نہیں ہے اور یہ عرب کا محاورہ ہے جیسے حق تعالے نے فرمایا۔ لہا ما کسبت وعلیہا ما اکتسبت۔ یعنی ہر جان کے لیے ہے جو کماوے اور اسی پر ہے جو کماوے یعنی امر خیر کا نفع اسی کے لیے ہے اور امر شر کا ضرر بھی اسی پر ہے اسی طرح حدیث میں مراد ہے کہ یہ امر خیر جو عثمان رضی اللہ عنہ سے صادر ہوا تو اسکا کوئی عمل انکو مضر نہوگا فافہم واللہ اعلم۔ عبد الرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ ہزار اشرفیاں اپنے کپڑے میں لائے جس سے آنحضرت صلعم نے جیش العسرۃ کا سامان درست کیا تھا پس لاکر آنحضرت صلعم کے گود شریف میں ڈالیں پس میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اپنے دست مبارک سے انکو لوٹ پوٹ کرتے اور فرماتے تھے کہ نہیں ضرر کریگا عثمان کو جو آج کے بعد کرے اس کلمہ کو باربار فرماتے تھے ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قتادہ رحہ نے قولہ ولا یقطعون وادیا الا کتب لہم الآیہ میں کہا کہ اللہ تعالی کی راہ میں جو لوگ اپنے اہل و عیال سے دور پڑے انکو اپنے لوگوں سے جتنی دوری ہوئی اتنا ہی اللہ تعالے سے قرب حاصل ہوا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ حال مجاہدین کا ہے اور انکا مرتبہ کسی اور کو نہیں مل سکتا صرف مجاہدین ہی کے لیے مخصوص ہے ہاں جو کوئی ایسے زمانہ میں کہ جہاد میسر نہ ہووے اپنے نفس کو صدق و یقین پر مستقیم رکھے اور خطرات و وسواس شیطانی کو دور کرے اور جو خصال مومنوں کے صدق و تقوی میں ہیں برتے اور اپنی جان راہ حق میں فدا کردے اور تمام تعلقات ماسوے اللہ تعالے سے قطع ہو تو امید ہے کہ وہ بھی مستحق ثواب جزیل ہو جیسا کہ مشائخ و علماء نے متفرق مقامات میں تصریح کی ہے اور یہ امر اشارات النصوص سے ثابت ہے واللہ تعالے اعلم بالصواب۔ قولہ تعالے۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ

اور ایسے تو نہیں مسلمان — کہ سارے کوچ میں نکلیں — سو کیوں نہ نکلیں — ہر فرقہ میں سے — انکے ایک حصہ — تا سمجھ پیدا کریں — دین میں

وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ۝

اور خبر پہنچا دیں اپنی قوم کو — جب پھر آویں انکی طرف — شاید وہ — بچتے رہیں

ع ۱۵ / ۴

مترجم کہتا ہے کہ اس آیت کے معنی میں چند اقوال ہیں اور چونکہ کتب تفاسیر میں بیان مشوش ہے لہذا بتوفیق الٰہی اس کو بطریق انضباط ذکر کرتا ہوں اور جو مفسر رحمہ اللہ نے اختیار کیا اس کی تنبیہ کردونگا۔ واضح ہو کہ یہ حکم یا تو امر جہاد سے متعلق ہے یا الگ مستقل ہے پس اس تقدیر پر کہ امر جہاد سے متعلق ہے تو اس کے معنی کیونکر ہیں اس لیے کہ اوپر کی آیات سے مانند قولہ انفروا خفافا وثقالا الآیہ اور قولہ الا تنفروا یعذبکم الآیہ۔ اور قولہ ما کان لاہل المدینۃ ومن حولہم الآیہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عموم ہر ہر نفر پر ساتھ جانا جہاد کے لیے نکلنا عموم نفیر میں واجب تھا

اور اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض کو تخلف کرنا روا ہو تو بعض سلف نے کہا کہ عموم نفر کا حکم اُسوقت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خود تشریف لیجاویں اور استنفار بھی عام ہو کیونکہ بدر میں جب آپ نے عام استنفار نہیں کیا تھا تو جو لوگ ساتھ نہیں گئے اُنپر کچھ عتاب نہیں ہوا بالجملہ عموم نفر عام استنفار کے وقت جب ہے کہ آنحضرت صلعم خود تشریف لیجاویں چنانچہ قولہ ما کان لاہل المدینۃ ومن حولہم من الاعراب ان یتخلفوا عن رسول اللہ۔ الآیہ اسپر دلیل ہو اور یہ حکم جو یہاں مذکور ہو یہ اُسوقت ہے کہ آنحضرت صلعم خود تشریف نہ لیجاویں بلکہ سریہ روانہ کریں تو ایسی صورت میں سب کو نہ جانا چاہیے اور یہی قول مفسر رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے۔ حضرت ضحاک رحمہ اللہ نے کہا کہ رسول اللہ صلعم جب خود جہاد کو تشریف لیجاتے تو مسلمانوں میں سے کسی کو حلال نہ تھا کہ آپ کی ہمراہی سے پیچھے رہے سوائے ایسے لوگوں کے جو معذور تھے کہ جنکے عذر کو اللہ تعالے نے قبول فرمایا تھا اور جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پیچھے خود تشریف نہیں لیجاتے اور چھوٹے چھوٹے لشکر کسی صحابی کی سرداری میں بھیجتے تو مسلمانوں کو حلال نہ تھا کہ بدون آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اجازت لیے ہوئے خود ساتھ چلے جاویں پس تھوڑے جاتے اور کچھ رہجاتے تھے پس سریہ روانہ ہو جانے کے بعد جو کچھ قرآن مجید واحکام الٰہی نازل ہوتے وہ اُن لوگوں کو جو یہاں موجود رہے تھے تعلیم ہوتے پس جب سریہ والے واپس آتے تو یہ لوگ اُنکو آگاہ کرتے کہ یہ قرآن مجید و یہ احکام تمھارے پیچھے تمھارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے ہیں پس وہ بھی علم حاصل کر لیتے اور یہ طریقہ اسی حکم سے تھا جو اللہ تعالے نے نازل فرمایا یعنے قولہ۔ وما کان المؤمنون لینفروا کافۃ اے وما کان المومنون مختارین لینفروا الی الغزو جمیعا۔ اور مومنون مختار نہیں اس امر کے چلے جاویں جہاد کو سب کے سب یعنی اس حال میں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ میں مقیم ہوں۔ فلولا نفر۔ اے فہلا نفر۔ من کل فرقۃ منہم طائفۃ اے فہلا نفر من کل حی وقبیلۃ منہم جماعۃ۔ سو کیوں ایسا نہیں کرتے یا کیوں ایسا نہ کیا جہاد کو نکل جاتا ہر قبیلہ سے اُنہیں کا ایک گروہ یعنی اور یہیں رہتا آنحضرت صلعم کی خدمت میں دوسرا گروہ۔ لیتفقہوا فی الدین اے لیتفقہ الذین قعدوا فی الدین بما انزل بعد الذین خرجوا۔ تا کہ کوشش کے ساتھ فقہ حاصل کر لیتے دین میں وے لوگ جو بیٹھے رہے ہیں جہاد کو نہیں نکلے ہیں ان آیات واحکام کے ساتھ جو جانے والوں کے بعد نازل ہوئے۔ ولینذروا قومہم اذا رجعوا الیہم۔ ولینذر الذین مکثوا قومہم الذین خرجوا اذا رجع الخارجون من الغزو الے ہولاء الذین تفقہوا۔ اور تاکہ نصیحت اور ڈر سناتے یہ لوگ جو حاضر رہے اور فقہ سیکھ چکے ہیں اپنی قوم کو یعنی اُن لوگوں کو جو جہاد کرنے گئے تھے جبکہ وے واپس ہو کر ان فقہ سیکھے ہوؤں کے پاس آتے۔ لعلہم یحذرون۔ شاید کہ وے حذر کرتے عذاب الٰہی سے بایں طور کہ اللہ تعالے نے جن باتوں کے بجالانے کا حکم کیا ہو انکو جان کر بجالاتے اور جنسے منع کیا ہو انکو چھوڑتے مترجم کہتا ہو کہ جو تفسیر حضرت ضحاک رح سے بیان ہوئی ایسا ہی علی بن ابی طلحہ رح نے ابن عباس رض سے روایت کیا اور ابن عباس رض نے کہا کہ یہ حکم مخصوص بسریہ ہو اور جو پہلے مذکور ہوا وہ آنحضرت صلعم کے خود تشریف لیجانے کی صورت میں تھا۔ اور قتادہ رح نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب لشکر بھیجا کرتے تو اللہ تعالے نے حکم کیا کہ رسول اللہ صلعم کے ساتھ جہاد کریں پس ایک گروہ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور دوسرا اپنی قوم کے پاس جا کر دین اسلام کی طرف بلاوے اور اُنکو ایسے واقعات یاد دلاوے جو اللہ تعالے نے اگلی امتوں پر واقع کیے ہیں شاید کہ وے ڈر کر شرک و مخالفت سے پرہیز کریں مترجم کہتا ہو کہ ظاہر یہ قول بھی قریب القول اول معلوم ہوتا ہو لیکن میرے نزدیک اسکے معنے اور ہیں اور عنقریب انشاء اللہ تعالے واضح ہو جاوینگے مفسر رحمہ اللہ نے سبب نزول یوں لکھا کہ جب مومنوں کو غزوہ تبوک سے پیچھے رہنے پر ملامت کی گئی تو وے خوفناک ہو گئے پس اسکے بعد آنحضرت صلعم نے جو سریہ بھیجا تو سب کے سب اس سریہ کے ساتھ نکل گئے پس اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی مترجم کہتا ہو کہ اس بیان کے موافق قولہ تعالے فہلا نفر کے یہ معنے

ہین کہ ایسا کیون کیا اور یون کیون نہ کیا کہ ہر فرقہ مین ایک گروہ جاتا۔ پھر واضح ہو کہ اس قول پر قولہ لیتفقہوا کی ضمیر راجع بجانب دوسرے گروہ
کے ہے جو جہاد کو نہین نکلا ہے اور ایسی ہی ضمیر قولہ لینذروا۔ اور ضمیر الیہم۔ اور جو لوگ نکلے وہ قوم کی لفظ سے مراد ہین اور قولہ رجعوا کا وہی فاعل
ہین۔ اور دوسرے نزدیک قتادہ رح کے قول کے یہ معنی ہین کہ ہر قبیلہ مین سے جو لوگ ایمان لائے اور آنحضرت صلعم کے پاس تھے اگرچہ وہ اپنی قوم
کی طرف سے کبھی ہون ان کو یہ حکم ہے کہ وے دو گروہ ہو جاوین ایک گروہ تو جہاد کو جاوے اور دوسرا گروہ چھوٹا یہ کام کرے کہ اپنی قوم پاس جاکر
انکو ڈراوے اور احکام سناوے تاکہ وے ڈرین اور امر ونہی کی پابندی کرین۔ اور اس صورت مین جب آنحضرت صلعم جہاد کو جاوین تو احتمال
ہے کہ دونون ساتھ جاوین یا اپنی قوم کو ڈر سنانے والے چند آدمی آپ کی اجازت سے پھر قوم کو ڈر سناوین واللہ اعلم۔ واضح ہو کہ ابن عباس رض
سے ایک اور روایت اور آئی ہے چنانچہ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ علی بن ابی طلحہ رح نے ابن عباس رض سے یہ بھی روایت کی کہ یہ آیت بارۂ
جہاد نہین ہے بلکہ بات یہ تھی کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ مُضر پر قحط کی بد دعا کی اور اُنپر قحط طاری
ہوا اور تمام ملک مین قحط پڑا تو اُن مین ہر ایک کا کنبا پورا مدینہ مین آتا اور ظاہر مین مسلمان بنتا اور آنحضرت صلعم کے صحابہ کے یہان مہمان
اترتا کہ انکو سخت مشکل پیش آئی تو اللہ تعالے نے اس آیت سے اپنے رسول کو خبردار فرمایا پس حضرت صلعم نے انکو نکال باہر کیا پس قولہ ولینذروا قومہم
اذا رجعوا الیہم کے یہی معنے ہین مترجم کہتا ہے کہ قولہ وما کان المؤمنون لینفروا کافۃ کے اس تقدیر پر یہ معنی ہونگے کہ اگر مومن ہوتے تو مومنون کی یہ
علامت نہین کہ سب کے سب بھاگ آوین پس یہ لوگ مومن نہین ہین اس علامت سے پہچان لو اور نفر لغوی معنی پر ہوگا لیکن یہ روایت ضعیف
ہے باوجود ضعف کے اسپر اعتماد و تکلف نہین کیا جا سکتا ہے پس ابن عباس رض سے متعہ پہلی روایت ہوگی۔ ہان اسمین اتنی بات بادی النظر مین البتہ
ہے کہ انتشار ضمائر معلوم ہوتا ہے کیونکہ ظاہر ضمیر قولہ لیتفقہوا اُسی فرقہ کی طرف ہے جو ساتھ گیا۔ لہذا سلف مین ایک جماعت کا یہ قول ہے کہ احیاء عرب
پر جنکو رسول اللہ صلعم نے استنفار فرمایا ہو یہ واجب تھا کہ جب آنحضرت صلعم نکلین تو وے سب کے سب نکلین کوئی فرد باقی نہ رہے پھر
اس آیت سے اللہ تعالے نے اسکو منسوخ کر دیا اور ابن زید رح نے جو کہا کہ حالت قلت مین ہر نفر کو ساتھ جانے کا حکم تھا پھر کثرت اسلام کے
وقت منسوخ ہوا تو یہ قول ضعیف ہے اور بعض سلف رح نے کہا کہ منسوخ نہین ہے بلکہ عموماً ہر قبیلہ پر جو ساتھ جانے کا حکم تھا اُس کی مراد اس آیت
مین بیان ہے اسطرح کہ ہر قبیلہ ساتھ جاوے ہان کچھ تھوڑے رہجاوین بوجہ اسکے کہ انتظام معاش سے چارہ نہین ہے باقی سب ساتھ جاوین
تاکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر جو کچھ قرآن مجید نازل ہو اس سے فقہ حاصل کرین اور جب واپس ہو کر اپنی قوم کی طرف آوین تو انکو
انذار و نصیحت کرین شاید وہ مخالفت سے حذر کرین پس انکو دونون باتین اسمین حاصل ہو جاوینگی۔ پھر آنحضرت صلعم کے بعد ہر قبیلہ پر خواہ
فقہ حاصل کرنے کے لیے ہو یا جہاد کے لیے ہو بطور فرض کفایہ ہے یعنی قبیلہ مین سے اگر سب نے ترک کیا تو سب گنہگار ہونگے اور اگر بعض اسپر قائم
ہوئے تو انکے واسطے فضیلت ہے اور باقیون کے ذمہ سے وجوب ساقط ہوگیا۔ ہذا ما ذکرہ الحافظ رحمہ اللہ فی تفسیرہ وقال المترجم اس قول پر ضمائر
کا انتشار لازم نہین آتا اور سبب نزول شاید وہی ہو جو مفسر رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ سب کے سب بعد غزوۂ تبوک کے کسی سریہ کے ساتھ روانہ ہوگئے
پس نازل ہوا کہ ما کان المؤمنون لینفروا کافۃ یعنے ما ینبغی للمؤمنین ان ینفروا جمیعا۔ چنانچہ اسی طرح روایت ضحاک رحمہ اللہ مین جس کو
حافظ رح نے ذکر کیا ہے صریح تفسیر نظم کلام مذکور ہے چنانچہ عبارت یہ ہے یعنی بذلک انہ لا ینبغی للمسلمین ان ینفروا جمیعا۔ اور روایت ابن عباس رض
بھی اسپر شاہد ہے۔ حاصل آنکہ مومنون کو نہین چاہیے کہ سب کے سب چلے جاوین۔ اور اگر سبب نزول وہ ہو جو مفسر رح نے ذکر کیا تو معنی مراد یہ
ہوئے کہ مومنون پر لازم یہ نہین ہے کہ سب کے سب جہاد مین ساتھ چلے جاوین جس سے حفظ و امور معاش مین خلل پڑے۔ فلولا نفر من کل فرقۃ منہم طائفۃ

پس کیون نہین نکلا ہر قبیلہ مین سے ایک گروہ انہین سے لیتفقہوا فی الدین. تاکہ یہ فرقہ جو آنحضرت صلعم کیساتھ نکلا ہے یہ لوگ فقہ حاصل کرین مین یعنے جو قرآن مجید مین بعد غزوہ
نازل ہووے اُس سے تفقہ حاصل کرلین - ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون - اور تاکہ انذار کرین اپنی قوم کو الٰے آخرہ پس ضمائر
سب مرجع مذکور کی طرف ہین کما لایخفی - اور اسی کی مؤید ہے وہ روایت جو عکرمہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اُنھون نے اس آیت کی تفسیر مین
کہا کہ جب قولہ تعالےٰ الا تنفروا یعذبکم الآیۃ وقولہ ما کان لاہل المدینۃ الآیۃ یعنی جن آیات سے ظاہر ہین عموم نفر کا وجوب معلوم ہوتا تھا نازل
ہوئین تو منافقون نے کہا کہ پھر وے سب مومن برباد ہوئے جو دور جنگلون مین تھے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہین پہونچ سکے بلکہ
متخلف ہوگئے اور حال یہ تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ مین سے بعضے لوگ ایسے تھے جو بادی مین اپنی اپنی قومون کو انذار کرنے
گئے تھے کہ انکو دین مین فقہ سکھلاوین پس وے لوگ ساتھ جانے سے رہ گئے تھے تو انکے حق مین منافقون نے جب یہ کہا تو اللہ تعالےٰ
عزوجل نے نازل فرمایا قولہ وما کان المومنون لینفروا کافۃ الآیۃ - اور نازل ہوا قولہ والذین یحاجون فی اللہ من بعد ما استجیب لہ حجتھم داحضۃ
عند ربھم وعلیھم غضب ولھم عذاب شدید - اور اسی کی مؤید ہے وہ روایت جو حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ قولہ تعالےٰ لیتفقہوا فی الدین - یعنے
تاکہ فقہ حاصل کرین وہ لوگ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کو نکلے اُس چیز سے جو دکھلائی انکو اللہ تعالےٰ نے یعنے اللہ تعالےٰ نے
جو انکو اپنی قدرت دکھلائی کہ مشرکون پر فتح و نصرت دی اُسکو دیکھکر دین مین سمجھ حاصل کرین اور واپس ہوکر اپنی قوم کو انذار کرین - مترجم
کہتا ہے کہ عکرمہ رحمہ اللہ کی تفسیر سے ایک بڑا فائدہ نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ منافقون نے جن مومنون کی نسبت تخلف کا الزام دیا تھا اور اللہ تعالےٰ نے انکا
الزام رد کردیا یہ فرقہ علاوہ ان فرقون کے ہے جنپر تخلف اوپر کی آیات مین بیان ہوا کیونکہ وے تین فرقے تھے اول منافق اور دوم مومنون مین سے عذر والے
سوم مومنون مین سے بغیر عذر والے جو فقط بمقتضاے بشریت پیچھے رہے بدون شک و نفاق کے - اور بقول عکرمہ رحمہ ایک چوتھا فرقہ مومنین کا نکلا
جو کسی مرض وغیرہ کی وجہ سے معذور نہین تھے اور نہ بمقتضاے بشریت پیچھے رہے بلکہ اللہ تعالےٰ و رسول کی طاعت مین اپنی قوم کو انذار کرنے گئے تھے پس
گویا وے متخلفین ہی نہین مین وعلی ہذا یہ آیت بقیہ قصہ تبوک سے ہے پھر مترجم کہتا ہے کہ قول عکرمہ رحمہ اللہ وقت نظر دنا دل چاہتا ہے فلیتدبر -
یہ سب بیان اس تقدیر پر تھا کہ یہ آیت متعلق احکام جہاد ہو اور رہا بیان اسکا کہ یہ آیت مستقل وعلیحدہ ایک حکم کا بیان ہے پس حضرت مجاہد رحمہ اللہ
سے روایت ہے کہ یہ آیت کریمہ ایسے چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق مین نازل ہوئی جو بوادی و دور دراز گانون وغیرہ مین نکل گئے تھے پس وہان جن لوگون کو
پایا انکو امر بالمعروف کیا یعنے اللہ تعالےٰ کے بندون کو جو جاہل تھے اللہ تعالےٰ کی توحید سکھلائی اور دین کی راہ بتائی اور وہان ان صحابہ کو فراخی
میسر آئی کہ اُس سے خود انتفاع حاصل کیا اور جو کوئی ملا اسکو واللہ تعالےٰ کی ہدایت کی طرف بلایا پس لوگون نے اُنسے کہا کہ ہمین تو ایسا دکھلائی دیتا
ہے کہ تم نے اپنے یارون کو چھوڑ دیا اور ہمارے پاس آگئے ہو پس اس بات سے انکے دلون مین تنگی وکھٹاو ہوا اور وے بادی سے روانہ ہوکر آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کے پاس داخل ہوگئے تو اللہ تعالےٰ نے نازل کیا قولہ وما کان المومنون لینفروا کافۃ فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ یعنی ایسا گروہ جو خیر و
فضیلت کا خواہان ہو لیتفقہوا فی الدین - اور جو کچھ سنا ہے مین احکام وغیرہ اُترے انکو خوب طرح سُن لین پس انکو اللہ تعالےٰ نے معذور رکھا - ولینذروا
قومھم یعنی سب لوگون کو انذار کرین - اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون - جب یہان سے اُن لوگون پاس واپس جاوین مترجم کہتا ہے کہ اس قول پر قولہ
تعالےٰ وما کان المومنون - بطریق انکار ونہی ہوگا یعنے ماینبغی للمومنین - اور احتمال ہے کہ بطریق مدح و تثبیت ہو پس رد ہوگا اُن لوگون پر جنھون
نے بادی مین جانے و نصیحت کرنے والون کو دلگیر کیا تھا یعنے اُن لوگون نے اپنے ساتھیون کو چھوڑا نہین بلکہ چند ہی لوگون کو اس طرح انذار
کے لیئے آنا چاہیے اور نہین ہوسکتا کہ مومنین سب کے سب انذار کرنے کو نکل جاوین - اور قول مجاہد رحمہ اللہ پس انکو اللہ تعالےٰ نے معذور رکھا

دونوں معنی کو محتمل ہے اگرچہ راجح بجانب احتمال اول ہے اور یہی اولےٰ ہے کیونکہ ما کان یعنی ماینبغی یعنی لائق نہیں یا چاہیے نہیں۔ دیگر روایات میں بھی لیا گیا پس توافق اولےٰ ہے۔ اور اسی وجہ سے جو روایت عوفی رحمہ اللہ کی آتی ہے اُس میں بھی یہی معنی لینا چاہیے پس عوفی رح نے ابن عباس رضی سے روایت کی کہ عرب کے ہر قبیلہ میں سے ایک دستہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنے دین کی باتیں دریافت کر لیتے اور دین میں سمجھ حاصل کر لیتے اور عرض کرتے کہ آپ ہم کو کیا حکم دیتے ہیں کہ ہم کیا کریں اور جب اپنی قوم والوں کے پاس جاویں تو انکو آپ کا کیا حکم اور دین کے کیا امور سناویں پس آپ انکے لیے و انکی قوم کے انذار کے واسطے دین کے امور بیان فرماتے اور حکم دیتے کہ اپنی قوم کو نماز و زکوٰۃ کے احکام سناؤ سو جب وے اپنی قوم کے پاس جاتے تو اللہ تعالےٰ کی توحید و احکام سناتے اور حذر کرتے کہ جو کوئی مسلمان ہو جاوے وہ ہم میں سے ہے ورنہ نہیں یہاں تک کہ آدمی اپنے مان و باپ کو چھوڑ دیتا پس یہ لوگ تھوڑے آتے اور واپس ہو کر اپنی قوم کو انذار کرتے یعنی ایمان لانے والے کو مغفرت و جنت و دائمی زندگانی خوبی کی بشارت دیتے اور جو منکر کافر ہوتا اسکو دنیا کی بربادی و خرابی و آخری موت و جہنم سے ڈر سناتے تھے ایسا ہی عوفی رح نے اس آیت میں ابن عباس رضہ سے روایت کیا ہے پھر مترجم کہتا ہے کہ میرا خیال اہل تفسیر کی طرف نیاسا ہے اسطرح کہ اُن لوگوں کی مراد یہ نہیں ہے کہ آیت میں احتمال ہے کہ یہی معنی ہوں یا وہ معنی ہوں بلکہ انکی غرض یہ ہوگی کہ سبب نزول کیا واقع ہوا ہے پھر تحقیق یہ ہے کہ آیات کریمہ قرآنیہ ایسی حسن و خوبی و بلاغت و فصاحت میں کامل ہیں کہ مانند بحر زخار کے اللہ تعالےٰ نے ان میں علم اولین و آخرین کو جمع فرما دیا اسی واسطے بندہ کوئی ہو اُس سے عاجز ہے کیونکہ تمام آئندہ احوال و مختلف واقعات پر بندہ کو اطلاع ممکن نہیں ہے اور یہ شان پاک حضرت خالق عز و جل ہی کی ہے چنانچہ یہ آیت کریمہ جامع منفرد ہے کہ جتنی روایات تفسیری حضرت ابن عباس و مجاہد و ضحاک و عوفی و عکرمہ وغیرہم رضی اللہ عنہم سے مذکور ہوئیں سب کے احکام اس آیت کریمہ سے نکلتے ہیں اور سب کو شامل ہے اور خواہ آیہ کریمہ متعلق جہاد قرار دیجاوے یا سوائے اُسکے بہر حال اسمیں بڑا مقصود یہ ہے کہ دین کی سمجھ حاصل کرنے سے کسی حال میں غافل نہ رہیں اور اسکو خلوص کے ساتھ سیکھیں و سکھلاویں اور اسمیں کوشش کریں پس بطور فوائد کے سننا چاہیے کہ قولہ تعالےٰ لیتفقھوا فی الدین لیتفقہ باب تفعل ہے جسمیں تکلف و کوشش کے معنی ہوتے ہیں لہٰذا علماء مدارک و سراج وغیرہ میں لکھا ہے کہ معنی یہ ہیں کہ دین میں فقہ حاصل کرنے کے لیے اچھی طرح کوشش و مشقت اُٹھاویں تاکہ حرام و حلال و احکام دین آلہی سے واقف ہو جاویں اور مترجم کہتا ہے خالی یہی بات فقہ نہیں ہے بلکہ یہ بھی کہ کبر و غرور بُرا ہے وہ انسان کیا بلکہ مخلوق کے لائق ہی نہیں اور حلم و عفو و اطمینان و کرم وغیرہ مکارم اخلاق بہترین ہیں اور اُنکے اُلٹے یعنی فسق و نافرمانی و ظلم وغیرہ بدترین ہیں اور طاعت پر نظر نہ رکھے بلکہ اُسکو بھی اللہ تعالےٰ کی سرفرازی و نعمت جانکر شکر کرے اور ہر وقت خضوع و خشوع میں رہا کرے اور دنیا کو فانی و اُس سے منھ موڑے ہوئے اور آخرت کو زندہ و اسکی طرف راغب اور اللہ تعالےٰ سے ہر دم ہدایت کا خواہان رہے اور شیطان کے وسوسہ و راہیں دیکھا اور نفس کی ہوس وغیرہ سب کی سمجھ حاصل کر کے معلوم کرے کہ میں بندہ کیونکر ہو جاؤنگا کہ میرا معبود و خالق مجھ ناکارہ ضعیف کو اپنی بندگی میں قبول کر لے اور وہ ارحم الراحمین ہے غرضکہ یہ سب فقہ میں ہے جو اس زمانہ میں فقہ کی کتابوں اور حدیث شریف و قرآن مجید کے پڑھنے سے یا انکو سُن لینے سے حاصل ہوتا ہے اور بدون ان سب کے حاصل نہیں ہوتا پس فقہ حاصل کرنے میں بہت کوشش کرے۔ قولہ تعالےٰ ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم اور فقہ حاصل کرنے سے جیسے پہلا مقصود یہ کہ اپنے نفس کی اصلاح کر لے ویسے ہی دوسرا مقصود یہ کہ قوم کو انذار کرے اور سابق میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی تاکید و فضائل بیان ہو چکے ہیں اور اس سے بڑھکر کیا ہوگا کہ اللہ تعالےٰ نے مومن کے اوصاف میں سے اسکو شمار کیا ہے اور یہاں خاص کر کے اسکو ذکر کیا جس سے معلوم ہوا کہ یہ بات بہت اہتمام کے لائق ہے اور اس کلام پاک میں دلیل ہے کہ فقہ حاصل کرنا اور لوگوں کو انذار کرنا فرض کفایہ ہے اور یہ کہ فقہ حاصل کرنے والے کی خالص غرض یہ ہو کہ اپنے آپ کو ٹھیک کرے

اور لوگوں کو ٹھیک راہ پر چلا دے تاکہ موت جو ضروری آتی ہے اور ہر آدمی کے سامنے ہے وہ آدمی کو ایسی ٹھیک راہ پر ملے کہ موت کی پیٹھ پیچھے جنت
ہو کہ پھر وہاں ہمیشہ زندگی و دائمی آرام و راحت ہے اور ایسے ٹیڑھے راستہ پر نہ ملے کہ وہاں پیچھے جہنم کا کھڈ ہے کہ اُسکا عذاب و دُکھ بہت خواری کی ذلت
و سخت مصیبت ہے اللہ تعالیٰ مجھکو و سب مومنوں کو جہنم سے پناہ دے آمین۔ پس فقیہ و عالم کی یہی غرض ہووے اور فقیہ بننے سے یہ مقصد نہو
کہ میرا نام جہان میں مشہور ہو اور دنیا کے لوگ میری طرف رجوع لاویں کیونکہ جس کسی میں یہ بات دیکھی جاوے تو اُسکو فقہ نہیں ملی کیونکہ وہ خود
اسی جہان فانی کا خواہان ہے اور ناپائدار چیز چاہتا ہے اور آخرت میں انجام خراب کہ پہلے اسی سے جہنم کی آگ روشن کیجاویگی نعوذ باللہ منہ۔ اور
بزرگ لوگ تو جب کبھی انکی طرف کوئی انگلی اٹھاتا کہ یہ فلان عالم ہیں تو وے نہایت غمگین ہوتے کہ شاید ہمکو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے قبول نہ
فرمایا کہ ہم دنیا میں مشہور ہوئے جاتے ہیں پس حاصل یہ کہ فقہ پڑھنے میں خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے نیت رکھے جسکی فضیلت حدیث شریف میں
ہے چنانچہ ایک حدیث کے یہ معنے کہ اللہ تعالیٰ جس بندہ کے حق میں بہتری چاہتا ہے اُسکو دین میں فقیہ یعنے سمجھدار کر دیتا ہے۔ دوسری حدیث کے
معنے یہ کہ جو کوئی ایسی راہ چلا کہ اسمیں اللہ تعالیٰ کے دین کا علم ڈھونڈھتا تھا تو اللہ تعالیٰ اسپر جنت کی راہ سہل فرماتا ہے تیسری حدیث پر کفایت
کرو کہ اس سے بڑھکر کیا ہوگا کہ آنحضرت صلعم کی حدیث کا یہ معنی ہے کہ عالم کی فضیلت بے علم عبادت کرنے والے پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے
کسی ادنیٰ آدمی پر ہے۔ رواہ الترمذی وغیرہ سبحان اللہ تعالیٰ کیا بزرگ فضیلت ہے اللہ تعالیٰ جسکو نصیب کرے۔ والحمد للہ رب العالمین ۔ ف
فی العرائس قولہ تعالیٰ وما کان المومنون لینفروا کافۃ اس سے استنباط ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھنے و ہمیشہ ساتھ
رہنے کے لیے ایک قوم کو مخصوص کر لیا اور اُنہیں کو القاء سمع خاص سے مخصوص فرمایا کہ خطاب حق کو غیب سے تلاوت الرسول صلے اللہ علیہ وسلم سے لیویں
اور باقی قوم کو سفر و مجاہدہ و ریاضت کے لیے مخصوص کیا تاکہ مقام مشاہدہ و حضوری میں پہنچیں و لائق دوام مجلس ہوں پس اول قوم وہ لوگ ہیں
جنکو ہمیشہ جلیس ہونے و فہم خطاب و موانسہ کے لیے برگزیدہ کیا اور وہ اہل حضور و شہود الغیب ہیں۔ اور قولہ لیتفقہوا فی الدین۔ یعنے حقایق احکام
معرفت و طریقت و حقیقت و شریعت کی سمجھ حاصل کریں۔ اور قوم دوم وہ ہیں کہ جب اعلام عبودیت میں مرتبہ تمکین انکو حاصل ہوگا تو اُسوقت
انکو بھی فہم الخطاب حاصل ہو جائیگا در اصل موانست سے ہو جائینگے۔ بالجملہ سب کے سب ایک عظیم ازلی سعادت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں چنانچہ
پچھلے والے اگلوں کے ساتھ ملتے چلے گئے اور سب منور بجلال و جمال کامل ہوگئے کیونکہ آفتاب عظمت و شمس عنایت و رافت و رحمت و رضوان
جب طالع ہوا تو اسنے اپنے انوار سے سب کو احاطہ فرما لیا فلہذا قال تعالیٰ والذین اتبعوہم باحسان رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ الآیۃ اسی واسطے
حدیث شریف میں ہے کہ میرے صحابہ سب مثل ستاروں کے ہیں جسکی پیروی کروگے تم منزل مقصود کو پہنچ جاؤگے۔ پھر جانو کہ اللہ تعالیٰ نے سفر کا
حکم دیا ہے۔ سہل رح نے کہا کہ افضل سفر وہ ہے کہ ہوا و ہوس سے کوچ کرکے عقل کی طرف چلا جاوے۔ اور جہل سے علم کی طرف۔ اور دنیا سے
آخرت کی طرف کوچ کر جاوے اور استطاعت سے بیزاری از حول و قوت کی طرف یعنی اپنی استطاعت کچھ نہ سمجھے اُس سے بیزار ہو اور ہمیشہ
درگاہ حق میں عاجزی کرے کہ پروردگار تعالیٰ مجھمیں کچھ طاقت و قوت نہیں ہے کچھ استطاعت نہیں ہے۔ پھر سہل رح نے باقی سفر کو بیان کیا
کہ افضل سفر یہ ہے کہ نفس سے تقوی کی طرف سفر کر جاوے اور زمین سے آسمان کی طرف اور مخلوق سے خالق ذوالجلال والاکرام کی طرف
سفر کر جاوے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ معنے پسندیدہ ہیں اور یہ استنباط ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے ہجرت و سلام کا حکم دیا تھا اور آنحضرت صلعم
نے فرمایا۔ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ مسلم وہ ہے جس کے ہاتھ و زبان سے اہل اسلام سلامت رہیں والمہاجر من ہجر ما نہی اللہ
عنہ۔ اور ہجرت کرنے والا وہ ہے جس نے ہر وہ چیز چھوڑ دی جس سے اللہ تعالیٰ و اُس کے رسول نے منع فرمایا ہے۔ اور واضح رہے

کہ نظم قرآنی بلیغ معجز ہے تمام مکارم و معانی کو شامل ہے اور جب ہجرت وطنی کو اس معنی سے بالائے تو بتوفیق الٰہی تعالیٰ سمجھ جاؤ گے کہ آنحضرت صلعم و صحابہ
رضی اللہ عنہم کو جو ہجرت کا حکم ہوا اور انھوں نے سب سے ہجرت کیا اس میں کیا کیا تعین تھیں فافہم واللہ الموفق۔ مرتعش رح نے کہا کہ سیاحت و سفر کی
دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ احکام دین و اساس شریعت سمجھنے کے لیے سفر کرے دوم یہ کہ آداب عبودیت و ریاضت نفس کے لیے سفر کرے پس جو
شخص کہ احکام سیکھنے کی سیاحت سے لوٹا وہ لوگوں کی تعلیم میں مصروف ہوتا ہے اور جو شخص سیاحت ادب سے آراستہ ہو کر لوٹا
وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو آداب و اخلاق سکھلاتا ہے اور ایک سیاحت بنام سیاحت الحق ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک
بندوں سے ملاقات کرے اور ان کے آداب حاصل کرے پس یہ برکت ہے کہ تمام ملک کو و تمام بندوں کو پہونچتی ہے۔ مترجم کہتا
ہے کہ سیاحت ریاضت و سیاحت ادب کے بعد پھر سیاحت الحق کا مرتبہ ہے کیونکہ ولی کو ولی پہچانتا ہے لہٰذا نادان لوگ جو اسی کو مقدم کرتے ہیں
وہ ناقص کو کامل اور اسکے برعکس سمجھکر خراب ہونے میں لہٰذا مرتبہ و موقع ملحوظ رہے اور شیخ مرتعش رح نے انکی طرف خود اشارہ کیا ہے پس حاصل رہنے
قولہ تعالیٰ لیتفقہوا فی الدین میں کہا کہ معنے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے خطاب سے اسکی مراد اسی سے سمجھیں اور جو حکم دیا گیا اسکی تعمیل پر قائم ہوں اس
حال سے کہ دین کو اخلاص کے ساتھ لیں اور ظاہر و باطن جلی و خفی شرک سے احتراز کریں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجاہدہ نفوس پر اشارہ کے ساتھ جہاد
و قتال کفار کی طرف ارشاد فرمایا۔ بقولہ تعالیٰ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُم مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً ۚ وَاعْلَمُوا

اے ایمان والو لڑتے جاؤ اپنے نزدیک کے کافروں سے اور چاہیے کہ پاویں تم میں سختی اور جانو

أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ○

کہ اللہ ساتھ ہے ڈر والوں کے

یلون دراصل یلیون تھا جو صرفی تہذیب سے یلون ہوا اور معنی اس کے ملے ہوئے نزدیک کے ہیں۔ غلظت سختی و درشتی۔ اس آیت
میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو کافروں پر جہاد کرنے کا طریقہ بتلایا اور حکم دیا کہ یا ایہا الذین آمنوا اے ایمان والو۔ قاتلوا الذین
یلونکم من الکفار قتال کرو ان کافروں سے جو تم سے ملے ہوئے نزدیک ہیں۔ علماء رح نے کہا کہ مومنوں کو حکم دیا کہ سب کے نزدیک ملے
ہوئے کافروں سے جہاد شروع کریں پھر جب انکو اور استحاصل ہو جاوے یا انکا فتنہ و فساد مٹ جاوے تو جو انکے متصل ہیں انپر جہاد
کریں اسی طرح ترتیب سے چلیں اور یہ ایسا ہے جیسے آنحضرت صلعم کو حکم ہوا تھا۔ وانذر عشیرتک الاقربین یعنی اپنے کنبہ کے سب سے قریب ناتے والوں کو
انذار سنا۔ چنانچہ پہلے آنحضرت صلعم نے اپنی قوم والوں سے قتال کیا پھر دیگر اہل حجاز پھر باقی عرب والوں سے پھر غزوہ تبوک میں اہل شام پر
چڑھائی کی۔ اور بعض سلف سے روایت ہے کہ یلونکم من الکفار سے یہودی بنو قریظہ و نضیر و اہل خیبر مراد ہیں مترجم کہتا ہے کہ خیبر تو غزوہ
تبوک سے پہلے فتح ہو چکا تھا پس ان بعض بزرگوں سے اگر روایت صحت کو پہونچے تو معنے یہ ہونگے کہ انھوں نے اقرب کی مثال ذہن نشین کر دی
مع اشارہ اس بات کے کہ آنحضرت صلعم نے اسی حکم کے مطابق عمل کیا تھا اور بعض سلف رح نے کہا کہ اہل شام مراد ہیں جو نصرانی تھے اور یہ
قول تحقیق معلوم ہوتا ہے کیونکہ غزوہ تبوک کے سیاق میں یہ حکم ہے اور اس میں ایک لطیف اشارہ بھی ہے کہ مومنوں کو خطاب کر کے اس جہاد
میں عمل درآمد کا طریقہ فرمایا کہ تم نزدیک والوں پر جہاد شروع کرو اور یہی واقع ہوا کہ آنحضرت صلعم نے تبوک سے مراجعت فرما کر دوسرے سال حجۃ الوداع کیا
اور اسکے چند روز بعد اس دار فانی سے رحلت فرمائی اس سال میں کہ اللہ تعالیٰ نے الیوم اکملت لکم دینکم سے دین حق کی تکمیل سے آگاہ فرمایا اور اسی نعمت

کاملہ میں اہل ایمان کو مستغرق کردیا پھر بعد انبیاء علیہم السلام کے جو افضل البشر اور خاتم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کا صدیق یار غار ہے یعنی حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ انھوں نے مومنوں کو روم کے جہاد پر روانہ فرمایا اور فتوحات شروع ہوئی پھر آپکے وصی صحیح حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے جو معاملہ الٰہی عزوجل میں بہت مستقیم و مضبوط تھے پس انکی برکت سے اہل ایمان نے دشمنان حق و کافران روم پر جو صلیب پوجتے تھے اور گبران فارس پر جو آگ پوجتے تھے بہت سختی و شدت کی بحکم قولہ تعالے وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً اور چاہیے کہ پاویں یہ کافر لوگ تم میں سختی و مضبوطی۔ یہ حکم اگرچہ کافروں کو ہے مگر فصاحت و بلاغت میں اسکی مراد یہ ہوتی ہے کہ تم اچھے استقلال و صبر و سختی کے ساتھ بدون کسی نرمی و بودے پن کے کافروں سے مقاتلہ کرو کہ جس سے کفار تمہارے اندر دلیری و مضبوطی پاویں۔ یہ وصف ایسے بندے میں ہوگا جو آخرت کا طالب اور دنیا سے منہ موڑے ہوئے ہو اور اپنی جان و مال کو صدق و خلوص سے اللہ تعالے کی بیع میں داخل یقین کیے ہوئے ہو حاصل یہ کہ یہ وصف محض اللہ تعالے کی قوت و مدد کا ظہور ہے لہذا آخر میں آگاہ فرمایا بقولہ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ اور جان رکھو کہ اللہ تعالے متقی بندوں کے ساتھ ہے یعنی انکی قوت و مدد ایسے بندوں کو ملتی ہے جو اس سے تقوی رکھیں اسطرح کہ جو احکام دین اُسنے حضرت خاتم المرسلین صلعم کی رسالت سے بھیجے ہیں انپر عمل کریں بدون نفس کی مداخلت کے۔ اسلئے اصحابہ رضی اللہ عنہم نے جب شام پر جہاد کیا تو بہت تھوڑا لشکر تھا اور رومیوں کی تعداد و سامان و ہتھیار و گھوڑے و جسمانی زور و ڈیل ڈول بہت زیادہ بڑھ کر تھے ولیکن اُن پاک بندوں نے اللہ تعالے پر تقوی کیا اور اُسکے حکم کی فرمانبرداری کرکے اپنے آپ کو اس کام میں لگایا اور یقین کیا کہ اللہ تعالے متقیوں کے ساتھ ہے پس حق تعالے عزوجل نے انکو ایسی ایسی فتوحات دین کہ آدمی کو نمونہ قدرت الٰہی نظر آتا تھا آخر بہت تھوڑے عرصہ میں تمام شرک و کفر کا فساد مٹا دیا اور اللہ تعالے کا کلمہ بلند ہو گیا اور صحیح ہوا وہ وعدہ جو حضرت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا کہ تم لوگ خزائن کسری و قیصر کے مالک ہو جاؤگے۔ متعدد روایات صحاح میں جو اخبار غیب کہ آنحضرت صلعم نے علم نبوت سے فرمائے تھے وہ سب تمام و کمال صحیح ہوئے والحمد للہ رب العالمین۔ واضح ہو کہ علامات قیامت جو احادیث صحیحہ میں وارد ہوئے ہیں وہ سب ایک ایک کرکے پورے ہوتے چلے جاتے ہیں منجملہ انکے ایک یہ ہے کہ قریب قیامت کے نصرانی اکثر روئے زمین کے مالک اور غالب ہونگے۔ دیکھو کیا صحیح واقعہ آنکھوں کے سامنے ہے اور بیشتر روایت میں آپنے اپنی امت کے جو حالات فرمائے ہیں کہ ایسے فسق و فجور میں مبتلا ہونگے اور وہ سنن ترمذی وغیرہ میں مفصل مذکور ہیں سب ٹھیک ٹھیک پورے ہیں پس اہل ایمان کے لیے یہ سب زیادت یقین کا سبب ہیں اور عجب ہے کہ عناد والے اہل کفر ہمیشہ اس سے متنبہ نہیں ہوتے کہ دنیا کی طرف سے منہ موڑ کر موت کی فکر کریں اور جہاں لامحالہ جانا ہے اُس سے ڈریں اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاکر دونوں جہان کی سعادت حاصل کریں واللہ تعالے ہو الہادی وہو المفضل ونعوذ باللہ تعالیٰ من الضلالۃ

پھر اللہ تعالے نے اہل ضلالت منافقین کی سختی دلی و شدت گمراہی و خبیث باطن کو ذکر فرمایا۔ بقولہ تعالے

وَإِذَا مَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُم مَّن يَقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَٰذِهِ إِيمَانًا ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا

اور جب نازل ہوئی ایک سورت تو بعضے انمیں کہتے ہیں کسکو تم میں بڑھا دیا اس سورت نے ایمان سو جو لوگ یقین رکھتے ہیں

فَزَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ۝ وَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا إِلَىٰ

انکو زیادہ کیا ایمان اور وہ خوشوقتی کرتے ہیں اور جنکے دلوں میں آزار ہے سو انکو بڑھائی گندگی پر

رِجْسِهِمْ وَمَاتُوا وَهُمْ كَافِرُونَ ۝

گندگی اور وہ مرے جبتک کافر رہے

وَإِذَا مَا أُنزِلَتْ اذا ما زائدہ بتاکید ہے یعنے اذا بمعنے جب اور ما زائدہ سے تاکید ہوئی یعنے اور جبھی نازل کی گئی۔ سُورَةٌ کوئی سورت یعنے

قرآن مجید مین کوئی کلام نازل ہوا اور احتمال ہے سورت یعنے معروف ہو جیسے سورہ فاتحہ ایک سورت اور سورہ اخلاص دوسری سورت ہے بالجملہ
منافقون کے کفر و نفاق و ناسمجھی و شک کا یہ حال ہے کہ جب قرآن مجید مین سے کوئی سورہ نازل کی گئی جس پر ایمان کی رونق تازہ اور روح کو فرحت
بے اندازہ ہونی چاہیے مگر منافقین کا حال اسکے برخلاف ہے۔ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا پس منافقون مین
سے بعض یون کہتا ہے کہ تم مین سے کس کو اس نے ایمان بڑھا دیا۔ یعنے اللہ تعالے نے جو فرمایا ہے کہ قرآن مجید سے ایمان بڑھتا ہے تو کہان ہے واقع
ہوتا ہے تم مین سے کسکو اس نے ایمان بڑھایا۔ یہ بات آپس مین منافقین ایک دوسرے سے مشغول کہتے اور یہ کہتے تھے اور یہی اقرب ہے اور شاید
بعضے بیہودہ غریب مسلمانون سے اس غرض سے کہتے ہون کہ یہ لوگ خلجان مین پڑجاوین کہ یہ کہنے والا بھی مسلمان ہے تو جب یہ کہتا ہے کہ میرا ایمان
نہین بڑھا تو شاید یعنے جو فرحت حاصل ہوئی ہے بیان ہو کہ میرے نفس کا وہم ہو پس متردد ہو جاوے تو اللہ تعالے نے جو عالم الغیب ہے انکا نفاق ظاہر
کر دیا کہ یہ کہنے والے منافق ہین اور کلام یا اس سے منافقون کا ایمان بڑھنا نہین کہا گیا کیونکہ منافقون مین تو ایمان ہی نہین ہے پھر کیا بڑھے گا۔ تو
کہنے والے منافق نے جو اپنے حال کی خبر دی کہ اسکا کچھ بھی ایمان نہ تھا اور نہ سورت نے کچھ بڑھایا تو یہ واقعی ہے اور جو اسکی مراد تھی کہ اس سے کسی کا
ایمان نہین بڑھا تو وہ باطل جھوٹا ہے اسکو بیان سے معلوم ہوگا دیکھو اللہ تعالے نے فرمایا۔ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ
يَسْتَبْشِرُوْنَ سو جو بندے کہ اپنے خالق عزوجل پر ایمان و یقین رکھتے ہین انکو اس سورہ نے ایمان بڑھایا اور وہ نہایت خوش ہوتے ہین انکو
اپنے پروردگار عزوجل کی طرف سے بشارت و معرفت و اسرار و انوار جو اس سورہ سے مخصوص ہین حاصل ہوتے اور ایمان بڑھاتے ہین ایک
ذراسی بات یہی ہے کہ جنکو منافق خیال کرتے تھے وہ انکے چال چلن و باتون سے گمان کرتے تھے کہ یہ باتین تو آگاہ کرتی ہین کہ ایسی جہالت کی
بات بجز ایمان و معرفت و علم والا نہین کہیگا تو سورہ کو یہ نے نازل ہو کر علم غیب سے انکو آگاہ کر دیا کہ یہ لوگ منافق ہین پس منافق فضیحت
ہوتے اور مومنون کو ایمان بڑھایا اور خوشی و سرور حاصل ہوا۔ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اور رہے وہ لوگ جنکے دلون مین مرض
ہے یعنے ظاہر مین اگرچہ کلمہ کا زبان سے درست ہون مگر دلون مین شک اور نفاق کا مرض کفر ہے اور کیا برا مرض ہے۔ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ تو
انکو سورہ کریمہ نے انکی پلیدی پر پلیدی بڑھا دیا یعنے کافر و سو جو پہلے عقائد کی پلیدیان تھین جب سورہ نازل کی گئی تو اس سے کفر کیا پس کفر
سابق پر اور کفر بڑھا یعنے پہلے پلیدی ہے اور پلیدی کا ان کی پس زیادت ہے بمعنی ضمیمہ ہے لہذا حرف الی سے متعدی ہوا۔ اسے فزادتہم السورۃ
رجسا مضموما الی رجسہم الحاصل تم انکی پلیدی بڑھا دیا انکو فراق کے نزول نے نئے رجس کو ملا یعنی پرانے رجس کے ساتھ پس تہ پر تہ پلیدیون
کی بڑھتی گئی اور انکے دلون پر سیاہی چڑھتی چلی گئے اور ایمان کی گنجائش بالکل باقی نہ رہی بلکہ نجاست کفر و نفاق خوب جمتی گئی یہان تک کہ
اللہ تعالے نے فرمایا۔ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ اور موت در حالیکہ وہ کافر تھے یعنی برابر نفاق پر قائم رہے اور اسی پلیدی کو ترقی رہی یہانتک
کہ کافر مر گئے نعوذ باللہ من ذلک منافق کو فرق یہ ہے کہ کافر نے اور آخرت چھوڑ کر اس نہایت نجاست پر مرے پس دنیا تو گئی اور ملا جاتی
مگر ایسا نہین اور آخرت مین دوزخ مین ہمیشہ منافقون کے سوا کسی قابل نہین لہذا ہمیشہ کے لیے دوزخ مین پڑے۔ نعوذ باللہ من ذلک ف
[illegible] آیت [illegible] چھٹا کا حکم ہوا اور جہاد جیسے زبان و حجت سے ہے ویسے ہی تلوار و ہتھیار سے ہے اور
[illegible] حجت [illegible] منافقون کے قبائح بیان کیا اور منافقین ایسے کافر ہین جو سب سے
زیادہ قریب [illegible] آنحضرت صلعم پر سچ [illegible] جاہد الکفار و المنافقین و اغلظ علیہم آیۃ جیسے یہان فرمایا اور [illegible] اور
چونکہ منافقین [illegible] کہ منافق لوگ [illegible] بیہودہ باتین کر کے راہ حق

سے روکتے تھے تو انکے فسادات سب ظاہر کردیے تاکہ کسی ایمان والے کو فریب دینے کا قابو نہ پاوین اور دنیاوی زندگی مین بھی لوگون کی نظرون مین
خوار و بے اعتبار ہین۔ اب کچھ حقائق آیات کے سننا چاہیے۔ قال الشیخ فی العرائس۔ قولہ تعالے یا ایہا الذین آمنوا قاتلوا الذین یلونکم من الکفار
پہلے کافر تو آدمیون کے اندر انکے نفوس مین جو طاعت الٰہی سے سرتابی کرنے اور ہوا وہوس وحجاب کی نجاست آلودے ہوئے رہتے ہین پس جب
کسی نے اسکو پہچان لیا وہ اسکو اپنا دشمن دیکھکر اس سے قتال کرتا ہو اور ہتھیار اسکا یقین وشریعت ہو یعنے ہر ذرہ اپنے خالق پاک ذو الجلال والاکرام
کی توحید کرتا ہو اور جب خالق عز وجل نے رسول پاک محمد صلے اللہ علیہ وسلم بھیجا تو جو اُسنے راہ شریعت بتلائی وہی راہ مستقیم ہو پس مومن نے جب
یقین پایا اور اسی راہ پر مضبوط ہوگیا تو نفس مقتول ہوگیا کہ اب وہ کچھ قدرت نہین رکھتا کیونکہ راہ مستقیم بالکل ہوا وہوس سے خالی ہو اور نفس کی
راہ ہوا وہوس ہی تھی لہذا حدیث صحیح مین ہے کہ کوئی تم مین سے مومن نہوگا جب تک کہ اسکی ہوا وہوس بالکل اس شریعت کے تابع نہوجائے
جسکو مین لایا ہون۔ مترجم کہتا ہے جب وہ راہ مستقیم کا تابع ہوگیا تو ہوا وہوس کا اثر تک نہ رہا تو حجاب بھی نہ رہا تب اسکے دل مین معرفت وکشف
وحکمت ربانی وکمالات کے ہرے بھرے درخت میوہ دار اُگینگے اور نور تجلیات حضرت تبارک وتعالے سبحانہ ذو الجلال والاکرام نازل ہونگے
پس وہ منور بانوار الٰہی ہوجائیگا۔ سہل رح نے کہا کہ نفس کافر کو اسطرح قتل کر کہ اسکی خواہش وہوا وہوس سے خلاف کرکے اس مخالفت کو
تدبیر کرکے اپنے آپ کو طاعت الٰہی مین لگادے۔ روایت ہے کہ سب سے زیادہ تیرا دشمن تیرا نفس ہے جو تیرے دونون پہلو کے بیچ مین ہے۔
واضح ہو کہ حق تعالے نے فرمایا۔ وما تغنی الآیات والنذر عن قوم لا یومنون پس جن بدبختون کے حق مین سعادت ازلی مشیت حضرت خالق علیم
نہین ہے انکو آیات سے کچھ بھی نفع نہین ہوتا اسواسطے دیکھو منافقین کو آیات مفید نہین ہوتی تھین اور جنکو اللہ تعالے ذو الجلال والاکرام نے
اپنے محض فضل سے سعادت نصیب فرمائی انکے دل آیات سے لہلہانے لگتے ہین۔ قال تعالے۔ فاما الذین آمنوا فزادتہم ایمانا وہم یستبشرون
یہ لوگ البشری چاہتے ہین اور ایمان پر فضل الٰہی انکا خاتمہ بخیر ہوتا ہے چنانچہ حق عز وجل نے فرمایا لہم البشری فی الحیوٰۃ الدنیا وفی الآخرۃ۔
پس آیت مین اللہ تعالے نے مومنون کا وصف بیان فرمادیا کہ خطاب الٰہی سننے وسمجھنے کے لیے انکے دل مستعد ہین اور اسکی راحت یقین سے
بہت ہی مستبشر ہوجاتے ہین۔ ابن عطاء رح نے کہا کہ جو بندے اپنی بندگی کے عہد ازلی پر قائم ہین اور اپنے خالق عز وجل کو پہچانتے اور ہر دم
زیادتی کے خواہان ہین وہ ہر آیت وسورہ سے نئی معرفت پاکر نہایت خوش ہوجاتے ہین اور جب معرفت بڑھتی تو غیر کی طرف سے نظر اٹھتی
جاتی ہے بخلاف منافقون کے کہ دل کے بیمار ہین جیسے بیمار کو کسی عمدہ غذا کھلاؤ تو اسکو فائدہ نہین دیتی بلکہ وہ زیادہ مریض ہوجاتا ہے ایسے ہی یہ
منافق ہین۔ کما قال تعالے واما الذین فی قلوبہم مرض الآیۃ پس بجائے معرفت وفرحت کے انکو جہالت ملتی ہے سو پہلی جہالت پر جہالت اور
ترقی ہوجاتی ہے پس عجیب قدرت الٰہی ہے کہ ذلیل ودربان بارگاہ اور زیادہ جاہل وسرگردان ہوجاتے ہین یہی حال اسوقت گمگشتہ ہون کا ہے کہ آیات
والنصوص سے انکو بجائے حق کے ضلال سوجھتا ہے۔ سہل رح نے کہا کہ اہل بدعت والون کو جہالت پر جہالت بڑھ جاتی ہے تعجب ہے کہ ہوا وہوس
وبدعت سے انکو دنیا کی ہوس بڑھتی ہے آخرت کی نہین ہوتی اور دنیا کی ہوس ہی سب گمراہی کی جڑ ہے بعض سلف کا قول ہے کہ یہ لوگ
متنبہ نہین ہوتے کہ آخرت کی طرف جب رغبت نہین تو بدعت ضلالت ہے۔ قال تعالے

أَوَلَا يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُونَ

نہین دیکھتے | کہ وہ آزمائے جاتے ہین | ہر برس ایک بار | یا دو بار | پھر توبہ نہین کرتے | اور نہ نصیحت | پکڑتے ہین

اَوَلَا یَرَوْنَ حمزہ ویعقوب رحمہما اللہ تعالے کی قرأت مین تَرَوْنَ تا سے خطاب ہے پس ہمزہ واسطے تعجب دلانے کے ہے اور خطاب مومنون کو

ہے یعنی اے مومنو تم نہیں دیکھتے ہو یعنی بنظر تعجب دیکھو خواہ آنکھوں سے یا دل کی نگاہ سے اکثروں کی قراءۃ میں یا تحتیہ ہے اور ہمزہ استفہام انکاری ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ اس میں بھی عبرت لینے والے کو تعجب ہوگا۔ یعنی اور کیا دیکھتے نہیں ہیں منافق لوگ کہ اَنَّھُمْ یُفْتَنُوْنَ فِیْ کُلِّ عَامٍ مَّرَّۃً اَوْ مَرَّتَیْنِ وے ہر سال میں ایک بار یا دو بار فتنہ میں ڈالے جاتے ہیں یعنی امتحان میں مبتلا ہوتے ہیں۔ مجاہد رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ انکو سختی و قحط و گرسنگی میں مبتلا فرماتا ہے۔ ابن عطیہ رح نے کہا کہ بیماریوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ قتادہ رح نے فرمایا کہ ایک یا دو بار نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں مجبوری کی جانے میں مبتلا ہوتے ہیں۔ بیضاوی رح نے ان سب وجوہ کو بطور مثال قرار دیکر عموم لفظ کی وجہ سے جمع کر دیا اور کہا کہ قولہ انھم یفتنون یعنی طرح طرح کی بلیات میں اور رسول اللہ صلعم کے ساتھ مجبوری جہاد کرنے جانے میں گرفتار ہوتے ہیں اور طرح طرح کے آیات قدرت و تصدیق نبوت کو آنکھوں دیکھتے جاتے ہیں۔ ثُمَّ لَا یَتُوْبُوْنَ پھر اس سے متنبہ نہیں ہوتے اور نفاق سے توبہ نہیں کرتے۔ وَلَا ھُمْ یَذَّکَّرُوْنَ اور نہ وے نصیحت پکڑتے ہیں اس طرح کہ ان آیات سے عبرت حاصل کریں اور نفاق سے توبہ کرکے رجوع لاویں۔ حضرت حذیفہ رضہ سے روایت ہے کہ منافقین سال میں ایک دو بار کوئی ایسا دروغ بولتے کہ جسکی وجہ سے لوگوں کا ایک گروہ دین سے پھر جاتا تھا۔ فی اسنادہ شریک عن جابر الجعفی وقال المترجم قد روی عن ابی سعید رضی اللہ عنہ باسناد آخر فیہ ہلکوا احد منہما الآخر۔ بعض نے کہا کہ قولہ انھم یفتنون یعنی سال میں ایک دو بار فضیحت ہوتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ سال میں ایک دو بار نفاق سے ایمان کی طرف آکر پھر مرتد ہو جاتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ ایک دو مرتبہ سال میں عہد توڑتے ہیں۔ بالجملہ لفظ عام ہے ہر طرح کے فتنہ دینی و دنیاوی کو شامل ہے جس سے انسان کو عبرت ہونی چاہیے جیسا کہ کلام بیضاوی رح سے اشارہ گزرا اور مقصود اس سے تعجب دلانا و انکار ہے کہ نفاق میں یہ لوگ ایسے مضبوط و مستحکم ہیں کہ غور و فکر و عبرت کو بالکل چھوڑ دیا ہے۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ اولا یرون انھم الآیۃ۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے اہل فتنہ سے آگاہ فرمایا کہ متواتر بلیات میں مبتلا ہوکر اور اکثر اظہار دلائل و آیات سے بھی راہ حق کی طرف ہدایت نہیں اختیار کرتے اور کیونکر ہدایت پکڑیں کہ ازل ہی میں حجاب دائمی سے مبتلا ہوگئے ہیں۔ شیخ ابو عثمان رحمہ اللہ نے کہا کہ ایام فتنہ میں یہی راہ ہے کہ التجاء و استغاثہ کرے و امان مانگے اور توبہ کا عازم ہو سو جسنے سوائے انکے اور کسی سبب کی طرف رجوع کیا وہ اگر عوام کے فتنہ سے بچا تو اپنے نفس کے فتنہ سے نہیں بچ سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ثم لا یتوبون۔ یعنے دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں لاتے ہیں اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لایا وہ ہر فتنہ و آفات سے بچ گیا اور قولہ ولا ھم یذکرون یعنی گلی نعمتوں و عفو الٰہی کو فتنہ میں یاد نہیں لاتے قال المترجم عبرت و نصیحت نہیں لیتے ہیں۔ واضح ہو کہ مومنوں کو جو تعجب دلایا تو اسکا حاصل یہ ہے کہ اہل ایمان آئین خوف و فکر کرینگے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال دیکھیں کہ تمام قلوب اسکے قبضہ قدرت میں مسخر ہیں کہ جسکو اسنے نہیں چاہا اسکو کوئی آیت و عبرت فائدہ نہیں دیتی اور بدون اسکی ہدایت کے کسی کو راہ نہیں ملتی ہیں اپنے اوپر احسان الٰہی تعالیٰ شانہ دیکھ کر ہزار ہزار شکر دل و جان سے ادا کرینگے کہ حضرت تبارک و تعالیٰ شانہ نے کمال فضل سے انکو سرفراز فرما کر ایمان عطا فرمایا ہے۔ فالحمد للہ رب العالمین۔ پھر اللہ تعالیٰ نے نزول سورہ کیوقت منافقوں کا فعل بھی بیان فرمایا فقولہ تعالیٰ

وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَۃٌ نَّظَرَ بَعْضُھُمْ اِلٰی بَعْضٍ ھَلْ یَرٰىکُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا صَرَفَ اللّٰہُ

اور جب نازل ہوئی کوئی سورۃ دیکھنے لگے ایک دوسرے کی طرف کہ کوئی بھی دیکھتا ہے تمکو پھر چلے گئے پھیر دئیے ہیں اللہ نے

قُلُوْبَھُمْ بِاَنَّھُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَھُوْنَ ○

دل انکے سو اسکے کہ وہ لوگ ہیں کہ سمجھ نہیں رکھتے

وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اور جب نازل کی گئی کوئی سورة یعنی جب رسول اللہ صلعم پر کوئی سورة نازل ہوئی جسمین منافقون کا حال و فضیحت
مذکور ہو اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسکو پڑھا جیسے اور سورتون کو جو نازل ہوتی تھین اور آپ مسجد مین بیٹھتے اور مسلمان آپکے گرد بیٹھکر آپ کے
پڑھنے سے سنتے تھے اسی طرح آپ نے یہ سورة بھی پڑھی جسمین منافقون کے قبائح و قبائح ہین۔ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ تو منافقون مین سے
بعض نے بعض کو دیکھا یعنی اس ارادہ سے کہ یہان سے آنکھ بچاکر چلدو اسی واسطے اشارہ سے آپس مین کہا۔ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ بھلا
کوئی تمھین دیکھتا ہے یا کوئی دیکھ لیگا یعنی موقع دیکھکر چلدو کوئی دیکھتا تو نہین ہے کہ جب تم یہان سے کھسکو تو کوئی دیکھلے۔ حرف من
زائدہ مفید معنی استغراق نفی ہے یعنی ایسا تو ہو کہ کوئی بھی دیکھ لے کہ وہ جاتا ہے لہذا اگر دیکھتا ہوا یا کھڑے ہونے پر کسی نے دیکھ لیا تو ناچار بیٹھ
گئے ورنہ چل دیے۔ بہرحال اُنکی کیفیت یہ ہے جو اللہ تعالے نے فرمائی۔ ثُمَّ انْصَرَفُوْا پھر منھ موڑ گئے یعنی یا تو اول ہی آنکھ بچاکر چل دیے یا
مجبوری بیٹھے رہے بہرحال جونکہ ناسخ تھے اُنہنے منھ موڑ لیا اور نفس و شیطان کے پابند ہوے۔ صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ اللہ تعالے نے
اُنکے دل موڑ دیے۔ احتمال ہے کہ بددعا کے مانند ہو یعنی ایسے ناپاک لوگون کے دلون کو اللہ تعالے موڑے رکھے اور احتمال ہے کہ بطریق اعلام ہو
یعنی آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ تعالے نے اُنکے دل موڑ دیے ہین جیسے حدیث صحیح مین آیا ہے کہ بندون کے دل حضرت حق عزوجل کے قبضہ قدرت
مین مسخر ہین جدہر اور جیسے چاہتا ہے موڑ دیتا ہے پس منافقون کا ایسے عمدہ نصائح سے جو موجب کمالات و مسامحات باقیات اور ہین مراد ہین
منھ موڑنا خود انکی قدرت کا فعل نہین ہے بلکہ اللہ تعالے نے اُنکے دل موڑ دیے ہین پس قہر مین مقہور ہو کر ان نصائح کو سمجھتے ہی نہین جیسا کہ حق
عزوجل نے فرمایا۔ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ یعنے دلون کا موڑنا بسبب اسکے کہ یہ ایسی قوم ہین کہ سمجھتے نہین ہین۔ یہان سے ہر ہوشیار کو
سمجھ لینا چاہیے کہ راہ حق اور سچی بات کی سمجھ فقط اللہ تعالے عزوجل کی ہدایت و عنایت سے حاصل ہوتی ہے کیونکہ یہ منافق اپنے نزدیک اسکو
خوب سمجھتے تھے لیکن حقیقت مین اپنے اعتقاد کو جو محض باطل اور بالکل غلط تھا اُسی کو سچ سمجھتے تھے اور حق بات واقعی وہ تھی جو آیات کریمہ
واحادیث رسول اللہ صلعم مین صاف بیان ہے اُسکی سمجھ حق عزوجل نے انکے دل موڑ دیے تھے اور یہ اُس پاک معبود حق ذوالجلال والاکرام
کی شان ہے وہ خالق قادر مختار ہے جس مخلوق عاجز کو جو ہر وقت اُس سے گڑگڑاتا اور صراط مستقیم و اُسکی رضامندی کی دعا کرتا رہتا ہے اپنے فضل
سے قبول کر لیتا ہے اُسکو دین کی و راہ حق کی سمجھ دیدیتا ہے کہ آخر یہ عمر چند روزہ ختم کر کے اس دنیاے ملعونہ کو چھوڑ کر رضاے حق و راحت دائمی مین بعزت
و امتیاز سہو [illegible] جاتا ہے پس یہ اُسی کا فضل ہے اور جس مخلوق سرکش نڈر کو جو الٹی پلٹی باتین بناتا اور خالق عزوجل کی درگاہ عظمت و کبریائی مین
عاجزی نہین کرتا ہے حضرت خالق العلیم اُسکو مانند شیطان کے ملعون کر کے دنیاے ملعون کی طرف راغب اور کبھی دنیا اسکو بہت کثرت سے دیدیتا
ہے پس وہ ملعون اُسکا نفس ملعون و اُسکا ساتھی شیطان ملعون اور اُسکی محبوبہ دنیا ملعون یہ سب بالاعنہ مجتمع ہو جاتے ہین اعوذ باللہ من ذلک
اللھم ربنا اہدنا و تب علینا و توفنا مومنین۔ واضح ہو کہ قرآن مجید کی آیات انہی وحی جلی مین اور رسول اللہ صلعم کی احادیث یعنے وحی خفی مین اسرار
و دلائل اعجاز ایسے بیان ہین کہ ہر باطل کی سیاہی و اُسکا اندھیرا مقابلہ نور آیات و احادیث کے مٹا جاتا ہے لہذا منافقون کے نفس و شیطانی اعتقاد
خود بخود مٹانے ملیے ویسے سننے سے بھاگتے تھے اور انکے نفس گھٹے جاتے تھے جیسے اللہ تعالے نے قولہ تعالے او کصیب من السماء فیہ ظلمات و رعد و
برق الآیۃ مین انکی تمثیل فرمائی ہے فلیحفظ۔ آیت کریمہ مین لطیف اشارہ ہے کہ حضرت سرور عالم صلعم کی مجلس شریف مین جو خالص مومن ہوتے تھے تو
آیات کلام الٰہی و حدیث حضرت رسالت پناہ صلعم کے سننے مین ایسی خوشی کے ساتھ مستغرق اور دل لگائے رہتے تھے کہ انکو اسطرف خیال بھی نہ
ہوتا تھا کہ کون منافق چلدیا۔ لہذا قولہ تعالے نظر بعضہم الی بعض ہل یراکم من احد ثم انصرفوا۔ کا ترجمہ کیا گیا کہ بعض منافقون نے بعض کی طرف

نگاہ کی کہ بھلا کوئی تمکو دیکھتا تو نہیں ہر پھر چل دیے۔ اس سے قوت اُسی طرف ظاہر ہوئی کہ اہل ایمان کوئی ایسا نہ پایا کہ ادھر اُدھر نظر کرتا ہو بلکہ سب استماع قرآن میں مشغول تھے اور منجملہ لطافت کلام آلہی کے ہے کہ قولہ من احد۔ سے ہر ہر فرد کا استغراق فرمایا تو باوجود اس کے کہ منافقین آپس میں ایک دوسرے کو تاکتے تھے انکو ان افراد سے خارج کر دیا۔ فافہم فانہ یحتاج الی لطف القریحۃ واللہ تعالے الموفق۔ بالجملہ اس سورہ شریفہ میں ذمائم وقبائح منافقین کے اور انکا اپنے نفوس کی ہوا وہوس اور شیطانی مواجس کا پابند ہونا خوب مشرح توضیح صریح واشارہ واقتضاء ودلالت سے بیان فرمادیا کہ ہر اہل ایمان بتوفیق آلہی فریب نفس سے آگاہ ہوگیا برخلاف اہل نفاق وکفر کے کہ وے سرکشی کرتے ہیں۔ پھر اللہ تعالے نے رسول اللہ صلعم کی رافت ورحمت بجمال منت پر ختم فرمایا بقولہ

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ

آیا ہے تم　پاس　رسول　تمھارے میں کا　بھاری ہوتی ہے اُسپر جو تم تکلیف پاؤ　تلاش رکھتا ہے　تمھاری　ایمان والوں پر

رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ

شفقت رکھتا　مہربان　پھر اگر وہ پھر جاویں تو تو کہہ بس ہے مجھکو اللہ کسی کی بندگی نہیں سوائے اسکے اُسی پر　میں نے بھروسا کیا اور وہی ہے صاحب

الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ○

بڑے　تخت　کا

ع

اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کی دعاء دربارہ اولاد اسمٰعیل علیہ السلام کے بیان فرمائی ہے کہ۔ ربنا وابعث فیہم رسولا منہم الآیۃ۔ سو اس دعا کو حضرت ابراہیم ع نے خانہ کعبہ کے پاس حالت سفر میں جبکہ حضرت اسمٰعیل وانکی والدہ کو اللہ تعالے کے توکل پر اس بیابان ریگستان میں بے آب ودانہ عجیب اقدرت آلہی پر چھوڑ کے جانے تھے تضرع والحاح کے ساتھ حضرت حق تعالے ذو الفضل العظیم الخلاق العلیم سے مانگا تھا۔ پس جیسے حضرت ابراہیم ع کو اس دعا کی توفیق دی اور ایسے ایسے سامان قبولیت دعا کے اُسوقت موجود فرمائے تھے ویسے ہی اللہ تعالے ارحم الراحمین نے یہ دعا بہت بزرگی وکمال قبلیت کے ساتھ مستجاب فرمائی کہ اپنا بندہ اکرم محبوب اکمل افضل الانبیاء والمرسلین جسکے طفیل میں تمام عالم کو خلق فرمایا اور اسی محبوب خاص کی بشارت دینے کے لیے جملہ انبیاء ورسل کو مبعوث فرمایا تھا وہی محبوب بندہ رسول کیا جس کی پاک ذات سے حضرت موسی وعیسی وجملہ انبیاء اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہم السلام کو فخر حاصل ہوا اور حضرت عیسی ع نے آسمان کو جاتے وقت کہا تھا کہ میرے بعد تمھاری ہدایت کرنے کو وہ بادشاہ دنیا میں تشریف لاویگا جسکی جوتی کا تسمہ کھولنے کے لائق بھی میں نہیں ہوں چنانچہ الحال جو تحریف کی ہوئی انجیل النصر انیوں کے پاس موجود ہے اسمیں بھی یہ روایت مذکور ہے اور تعجب ہے کہ نصرانی ناحق منکر ہوتے ہیں۔ بہر حال اہل ایمان واسلام کی امت اگر اپنے آپ کو خیال کرے کہ اللہ تعالے نے آسکو کیسے اخص الخاص محبوب خاتم الانبیاء والمرسلین کی اُمت مرحومہ کر دیا تو حضرت باری تعالے کی درگاہ میں سر بسجدہ ہو کر اپنے بال بال کی زبان سے شکر کرے اور اگر اُسی ایک سجدہ میں عمر گزار دے تو بھی شکر آلہی تعالے ادا نہو سکے کیونکہ اس احسان کی کوئی انتہا نہیں ہے اور خود اللہ تعالے نے ہمپر یہ احسان رکھا ہمارے مولی اپنے اُس پاک رسول محمد مصطفے احمد مجتبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ایمان واسلام پر ہمارا خاتمہ بخیر فرماوے یہ اول وآخر ہمپر احسان ہے۔ قال تعالے لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ واللہ الاعظم آگیا تمھارے پاس رسول جو تمھیں میں سے ہے۔ لقد میں لام موطئہ القسم ہے پس کیسے اہتمام سے اللہ تعالے نے یہ احسان رکھا کہ حضرت خلیل علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے جس رسول کی جناب باری تعالے میں دعا کی تھی اور ضرور حق تعالے کو اُسکا مبعوث فرمانا ایک خیر امت میں ازلی تقدیر سے

منظور تھا پس وہ رسول سب سے افضل اور اسکی اُمت سب سے بہتر ہو کما قال تعالےٰ کنتم خیر اُمۃ اخرجت للناس الآیۃ۔ وہ رسول پاک اس امت مرحومہ کے پاس آگیا پھر افسوس کہ اس وقت مین بہت سے کافر و منافق اسکی پیروی سے منکر ہوئے اور جو کتاب پاک اللہ تعالےٰ نے اُسپر نازل فرمائی یعنے قرآن مجید کہ عجائب علوم و کمالات معرفت آلٰہی جو اصل مقصود ہو اُسکے لیے وہ عجیب بحر زخار ہو کہ دنیا کے تمام سمندر اگر اُسکے معارف و علوم کو لکھین تو اس سے دو چند ختم ہو جاوین اور اُن معارف آلٰہیہ کی انتہا نہین ہو سکتی ہو پس صد افسوس کہ اس سے مُنھ موڑ کر اُس نعمت عظمیٰ سے فقط دنیا و اسکی متاع چند روزہ کے واسطے محروم رہے حالانکہ یہ رسول کمال شفقت سے انکی اس حرکت سے انپر ترس کھاتا ہو جیسا کہ حق تعالےٰ نے اپنے پاک رسول کا وصف فرمایا بقولہ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ ما مصدریہ ہو اے کبر علیہ عنتکم اے شدید علیہ مشقتکم و ما تنالون من العذاب یعنی ایسا وہ رسول ہو کہ بہت گران و بہت شاق گذرتا ہو اسپر تمھارا مُنھ موڑنا کہ جس سے تم بہت بھاری سختی و عذاب مین مبتلا ہو گے مترجم کہتا ہو کہ اس بیان سے معنی ظاہر ہین لیکن میرے نزدیک اولی یہ ہو کہ کلام کو حسن سیاق پر عمومًا رکھا جاوے اور یون تفسیر کیجاوے کہ تمھارے پاس آگیا رسول جو تم مین سے ہو یعنی کوئی فرشتہ یا جن وغیرہ اجنبی وغیر قوم نہین ہو کہ اُس سے تم اچھی طرح فائدہ نہ لے سکو پس رسول کا بھیجنا ایک احسان ہو اور رسول کی تنوین کمال تعظیم ہو یعنے بہت بزرگ و اشرف واکرم و خاتم المرسلین رسول آیا یہ دوسرا احسان بزرگ ہو پھر مِنْ اَنْفُسِكُمْ یعنے تمھین مین سے ہونا کہ اس سے کامل طور سے استفادہ و فیض حاصل کر سکو یہ تیسرا کامل احسان ہو پھر قولہ عزیز علیہ ما عنتم یعنی اُس رسول اکرم و افضل کو جو تم مین سے ہو اللہ تعالےٰ کی رحمت کاملہ سے تمپر اسقدر شفقت ہو کہ جو امر تمھارے واسطے دنیا و دین مین سختی و مشقت ہو وہ اُسپر شاق و گران ہو پس اس رسول کی شان و صفت یہ ہو کہ عمومًا اسوقت کی مخلوق پر جو امر باعث سختی ہو وہ اسپر شاق ہوتا ہو لہذا وہ کامل شفقت کرنے والا تمپر ہو پس اسپر پہلے تو کافرون کا کفر کرنا شاق ہو کہ وے جہالت سے اللہ تعالےٰ عز و جل کی جناب مین شرک کرتے اور گستاخ کلمات بکتے اور جورو اور بیٹا بنا کر بہتان باندھتے اور ایسے افعال کرتے ہین جن سے نیک بندے دنیا مین امن و آسائش کے ساتھ اپنے خالق عز و جل کی بندگی بے کھٹکے نہین کر سکتے ہین اور ان کافرون نے اپنے جتھے جماکر کچھ لوگ سرغنہ کر لیے اور دنیا مین فساد پھیلائے ہین۔ اور دوم اسپر منافقون کا نفاق شاق ہو جو محض دنیا کے لیے بیہودہ ادھر ادھر بکر کھلے کافرون سے بھی باطن مین بدتر ہو رہے ہین کہ انجام ان دونون گروہ پر دائمی عذاب ہو گا پس بقتضائے ترحم و شفقت کے اُسپر ان لوگون کا منھ موڑنا اور قرآن مجید و آیات آلٰہی کی طرف دھیان نہ لگانا اور کفر پر اڑے رہنا شاق ہو اور سوم مومنین کے حق مین شفقت فرماتا ہو کہ ایمان کی برکت سے اگرچہ اللہ تعالےٰ جل جلالہ اُنپر فضل فرما کر اُنکو دائمی عذاب نکرے لیکن معصیت سے بھی تکلیف ہو گی تو نہین چاہتا کہ اُنکو یہ تکلیف بھی پہونچے اور ترحم صفت حضرت رب العزۃ ذوالجلال والاکرام ہو و لیکن معاصی و نافرمانی مین شرک وغیرہ پر عذاب جہنم و قہر و غضب فرماتا ہو اسیطرح حدیث صحیح مین ہو کہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کبھی غضب نہین فرماتے لیکن جب ایسا کوئی فعل دیکھتے جس سے حرمت آلٰہی کی ہتک ہو تو غضب فرماتے تھے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے تیسری صفت فرمائی بقولہ تعالےٰ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ تمپر حریص ہو یعنے نہایت شفقت سے بہت ہی چاہتا ہو کہ تم ہدایت کی راہ پر آجاؤ پس کمال ترحم و شفقت کو حرص سے تعبیر فرمایا۔ پھر مومنین کے ساتھ چوتھی صفت اُنکے پاک رسول کی مخصوص فرمائی بقولہ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ یعنی مومنین ہی کے ساتھ خاص کر کے نہایت رافت و کمال رحمت والا ہو سبحان اللہ تعالےٰ دیکھو کیسی اللہ تعالےٰ کی عنایت ہو کہ خود فرمایا ہم تاب علیہم انہ بہم رؤف رحیم یعنی مومنون پر اللہ تعالےٰ رؤف و رحیم ہو اور یہان اپنے رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم کی صفت مین بھی بالمومنین رؤف رحیم فرمایا پس مومنون کے واسطے کیا خوب سعادت ہو کہ اللہ تعالےٰ و اُس کا رسول اکرم دونون مومنون کے ساتھ رؤف رحیم ہین اور کمال قرب و منزلت و عبودیت حضرت رسول اللہ صلعم کی ظاہر ہوئی کہ اللہ تعالےٰ عز و جل کے

ارادت ہی بندگی میں رسول اکمل ہو کہ عین ارادت الٰہی جو بمقتضائے صفت قدیمہ پاک ہو رسول بھی اپنے مولیٰ عزوجل کے اخلاق سے کامل مقصف ہو اور یہی کمال عبودیت اور کمال قرب و منزلت ہو ۔ واضح ہو کہ بعض نے آیت میں قولہ من انفسکم میں انفس کو جو جمع نفس بفتح الفاء بصیغہ اسم تفضیل نفیس پڑھا یعنے تم میں سے نہایت نفیس از راہ شرف و نسب ہے کیونکہ امام مروزی رحمہ اللہ وغیرہ نے مرفوع روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے آدم سے اپنی ولادت تک اپنی آباؤ اجداد کو نکاح سے مولود ہونا بدون سفاح یعنے زنا کے بیان فرمایا اور ظاہر انکاح سے مخصوص صیغۂ عقد نہیں مراد ہے بلکہ مقابل زنا مراد ہو یعنے حرام سے کوئی نہیں پیدا ہوا بلکہ سب حلال سے پیدا ہوئے خواہ منعقد بوجہ عقد کے ہوئی یا حلت بوجہ ملک یمین کے جیسے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام حضرت ہاجرہ سے پیدا ہوئے ہیں ۔ اور حدیث میں صحیح ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم سے لیکر دو فریق میں سے آنحضرت صلعم کو بہتر فریق میں کیا حتیٰ کہ اولاد ابراہیم میں سے بھی لہذا اسمٰعیل و اسحاق میں اور اسی طرح قبائل میں از راہ نسب و شرف بھی روایات احادیث بہت ہیں بستر جم کہتا ہو کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم افضل الخلائق اجمعین ہیں پس جتنے امور کہ شرف و منزلت کے ہوں سب آپ کے واسطے افضل و اکرم طور سے اللہ تعالیٰ نے مجتمع فرمائے لیکن یہ بات کہ آیت من انفس بصیغہ افعل التفضیل ہو تو یہ ٹھیک نہیں ہو کیونکہ شاذ قراءۃ بلکہ شیخ مفسر رح نے سکوت ترک بلکہ موضوع قرار دیا کما ذکرہ فی الاتقان اسی طرح ایک جماعت علماء نے بھی اسپر تنبیہ کیا ہو اور مترجم کہتا ہو کہ قطع نظر اسکے از راہ معنے نظم اس میں خلل قوی ہے اسطرح کہ حرف من بہر حال تبعیضیہ ہے تو معنے یہ ہونگے کہ تم میں سے جو انفس یعنے نہایت نفیس لوگ ہیں انہیں سے ایک اپنا رسول کر دیا پس لازم آویگا کہ رسول اللہ صلعم مجملہ انفس کے ایک ہوں حالانکہ ضرور ثابت ہو کہ اسپر اجماع ہو کہ آنحضرت صلعم علی الاطلاق اشرف و اکرم ہیں یعنے آپ ہی آپ منفرد ہیں کوئی آپ کے مثل شرافت میں دوسرا نہیں ہوا اور نہ ہوسکتا ہو پس از راہ نسب ورنہ از راہ کمالات پس انفس کی قراءۃ کچھ نہیں ہے لہذا قراءۃ وہی انفس بضم الفاء جمع نفس ہو یعنے وہ رسول اشرف و اکرم تم میں سے ایک بشر ہو جو تمپر شفیق و تمہاری ہدایت پر حریص اور بخصوص مومنوں کے ساتھ رؤف و رحیم ہو ۔ حدیث میں ایک مثال بیان فرمائی ہو کہ میری اور تمہاری مثال ایسی ہو جیسے کسی نے آگ روشن کی اور کیڑے پتنگوں نے اسمیں گرنا شروع کیا اور وہ اُنپر شفقت کر کے انکو جل جانے سے روکتا و ہانکتا تھا وہ وہی ہجوم کرتے ہیں پس یہی حال تمہارا ہے کہ میں تمہاری کمروں کو پکڑ کر تم کو آگ میں گرنے سے کھینچتا ہوں کہ تم دور کرتے اور چھوٹے بھاگتے اور آگ ہی میں گھسے جاتے ہو ۔ قال اللہ تعالیٰ ۔ فَإِن تَوَلَّوْا پھر اگر یہ کفر و منافقین منہ موڑیں یعنے باوجود اس کمال شفقت و رحم کے تجھ پر ایمان نہ لاویں اور آیات الٰہی پر کان نہ لگاویں اور ذرا بھی دھیان نہ رکھیں کچھ بھی نہ سوچیں ۔ فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۔ تو تو کہدے کہ کافی ہو مجھے میرا اللہ تعالیٰ کوئی الٰہ نہیں مگر وہی عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ اسی پر میں نے بھروسا کیا پس وہی جو چاہے وہ ہووے کسی اور کو کچھ بھی قدرت نہیں ہے لہذا میں نے اسی پر بھروسا کر لیا کہ اس کے سوائے کوئی معبود نہیں ۔ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ۔ وہی رب ہے عرش عظیم کا ۔ عرش کے معنے و اُس کی تفسیر آیۃ الکرسی اور قولہ ثم استوی علی العرش کی تفسیر میں گذر چکی اور مفسر رحمہ اللہ نے عرش کی تفسیر کرسی کے ساتھ بیان کی اور یہ اس بنا پر ہے کہ عرش و کرسی ایک ہی چیز ہے جیسا کہ علماء کے دو قول میں سے ایک یہی قول ہے ولیکن ارجح قول دوم ہے کہ عرش اور ہے اور کرسی دوسری چیز ہے چنانچہ احادیث جو اس بارہ میں آئی ہیں وہ آیۃ الکرسی کی تفسیر میں مذکور ہیں اور صادی رح نے جزم کیا کہ مفسر رح نے جو قول اختیار کیا وہ خلاف قول صحیح ہے اور خازن رح نے کہا کہ خلاف مشہور ہے ۔ حق یہ ہے کہ احادیث جو عرش کے بارہ میں آئی ہیں جب وہ صحیح ہو جاویں تو اختلاف کی کچھ اصل نہیں اور کسی عقلی دلیل کو بعد اس کے مجال نہ ہوگی ۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ دو آیتیں آخر

نازل ہوئی ہیں۔ قال المفسر رحمہ اللہ ورواہ الحاکم فی المستدرک۔ اور ابن عباس رضہ نے ابی بن کعب رضہ سے روایت کی کہ یہ آخر آیت ہے کہ قرآن
میں نازل ہوئی۔ رواہ احمد۔ اگر کہا جاوے کہ آخر آیت تو صحاح کی روایات سے قولہ واتقوا یوماً ترجعون فیہ الآیۃ وغیرہ ثابت ہے جواب دیا گیا
کہ یہ آیت تو مطلقاً آخر نازل ہوئی اور آیۃ الکلالۃ احکام میراث میں سے آخر نزول ہے اور یہ آیت شاید کہ سورہ براءۃ میں سے آخر نزول ہو یا فضائح
منافقین و قبائح النفس کے بارہ میں جو کلام اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا جس سے اصل مقصود یہ کہ انسان خطرات نفس سے بچکر ایمان میں کامل
ہو اُس میں سے آخر نزول یہ آیت ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور قرآن مجید کے جمع کرنے کا تذکرہ خود آنحضرت صلعم کے حضور میں آیا تھا پھر حضرت ابوبکر
رضی اللہ عنہ کے وقت میں ایک صحف میں جمع کر لیا گیا اور حضرت عثمان رضہ کے وقت میں اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ جن میں سے
حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی ہیں مصاحف میں لکھکر دیار و امصار میں بھیجدیا گیا تاکہ دین الٰہی استقامت کے ساتھ پھیلے اور زید بن ثابت سے
جمع القرآن کے حالات میں ہے کہ میں نے آخر سورہ براءۃ یعنے انھیں دو آیات کو خزیمہ بن ثابت انصاری رضہ کے پاس پایا اور اُس میں دلالت ہے کہ
متفرق قرآن صحابہ کے پاس لکھا ہوا موجود تھا۔ واللہ اعلم۔ ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو کوئی صبح و شام سات مرتبہ قولہ تعالیٰ حسبی اللہ
لا الٰہ الا ہو علیہ توکلت وہو رب العرش العظیم پڑھ لیا کرے اللہ تعالیٰ اُسکے ہمان کو کفایت فرماویگا۔ رواہ ابوداؤد باسناد حسن وقد رواہ ابن عساکر
وقد روی مرفوعاً وہو ضعیف ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ لقد جاءکم رسول من انفسکم اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پاک کی بزرگی میلاد
و عظمت میعاد اور شرف سے آگاہ فرمایا جس میں اس کی امت کا شرف ظاہر ہے کہ انھیں میں سے اس پاک رسول کو مختار فرمایا اور اس سے بڑھکر
کون شرف ہوگا کہ اپنے پاک رسول کو ہم میں سے کیا اور رافت و رحمت سے موصوف فرما کر ہماری ہدایت کے لیے بھیجا۔ وہ رسول موصوف باوصاف
جلیلہ ہے اور ہم مومنون کے لیے اس میں بے حد حصہ ہے یعنی عموماً وہ رحمۃ للعالمین ہے کہ اُس کے وجود پاک سے اللہ تعالیٰ نے ہر کافر و مشرک
و عاصی وغیرہ سے ظاہری عذاب کو جیسے اگلے کفار پر آتا تھا اس امت سے رفع فرمایا اور خصوصاً وہ مومنون کے لیے رؤف رحیم ہے حسین رح
نے کہا کہ تم ہی میں سے ایسا رسول جس نے اللہ تعالیٰ کے واسطے ہر دو جہان سے نظر اٹھالی وقال تعالیٰ ما زاغ البصر وما طغیٰ۔ ابن عطاء رح
نے کہا کہ خلقت میں خلق سے موافق ہے اور حقیقت میں مباین ہے کیونکہ وہ ذات پاک منور بانوار رسالت و مقبول حضرت کردگار تعالیٰ
بقبولیت تامہ ہے اس کا سایہ نہ تھا اُس کا بدن مثل گلاب کے معطر تھا اور اُس کا پسینہ جس نے پانی کے دھوکے پی لیا تھا اُس کے بدن سے
عمر بھر گلاب کی خوشبو آتی رہی اس کا مقام اقرب از انبیاء و مرسلین ہے وہ اکرم رسول رب العالمین ہے اللّٰھم توفنا مومنین مسلمین علی سنتہ
واتباعہ یا ارحم الراحمین پھر اللہ تعالیٰ نے اس کا وصف فرمایا بقولہ تعالیٰ۔ عزیز علیہ ما عنتم یعنی تمہاری مخالفت جو امر حق تعالیٰ کے ساتھ
کرتے ہو اس پر شاق ہے۔ سہل رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے تمہارا ایک دم بھی غافل ہونا اس پر گران ہے۔ پھر اُس کا وصف بڑھایا بقولہ تعالیٰ
حریص علیکم الآیۃ۔ حریص ہے کہ تم اپنے پروردگار سبحانہ تعالیٰ سے محبت و عشق کرنے والے ہو جاؤ۔ اور فرمان الٰہی کی متابعت دل و جان سے
کرو۔ مدافعت الٰہی کے ساتھ مومنون پر رؤف ہے رحمت الٰہی کے ساتھ مومنون پر رحیم ہے۔ عابدین پر رحمت فرماتا ہے۔ گنہگاروں پر رافت
رکھتا ہے۔ اُن کے لیے شفاعت کرتا ہے اہل طاعت کے لیے دعا کرتا ہے۔ جعفر رضہ نے کہا کہ حق تعالیٰ علام الغیوب ہے پس جب مخلوق
اُس کی عظمت خطاب کے لائق نہ ٹھہری تو اپنا رسول انھیں کی جنس سے برگزیدہ فرما کر اُس کو اپنی صفات سے آراستہ کرکے حق و صدق کے ساتھ
بھیجا۔ مخلوق میں سے جن کو چاہا ہدایت میں منتظم کر دیا پھر اللہ تعالیٰ نے رسول پاک صلعم کو اپنے واسطے مخصوص کر لیا اور حکم دیا بقولہ فان تولوا
فقل حسبی اللہ لا الٰہ الا ہو۔ یعنی اس کا قرب مجھے کافی ہے کہ دو جہان اُس کے مقابلہ میں ہیچ و بے نشان ہے وہ پاک منزہ ہے لا الٰہ الا ہو جس کا بیان

مین کسی غیر کا وجود نہین ہے۔ قولہ علیہ توکلت کسی غیر یا اپنے نفس پر کسی پر مجھے توکل نہین ہے صرف اُسی پر توکل ہے اور اُسی کے فضل و رحمت سے دل ثابت رہتے ہین۔ قولہ وھو رب العرش العظیم۔ اسی نے عرش کو انوار سے مزین فرمایا پس اُسی کی عظمت سے وہ عظیم ہوا اور اگر ایسا نہوتا تو عرش ایک دم مین فنا ہوجاتا۔ انتہے کلامہ۔ واضح ہو کہ اللہ تعالے نے اس سورۂ شریفہ کو اس آیت کریمہ پر ختم فرمایا جس مین اصل مقصود مع علوم دیگر موجود ہے یعنے اللہ تعالے وحدہ لاشریک ہے لا الٰہ الا ھو پس شرک کی بنیاد ہی نہین ہوسکتی ہے لہذا توحید آلٰہی کی جس نے ہدایت پائی اُس نے راہ پائی اور اللہ تعالے لا الٰہ الا ھو اس بندہ موحد کے اعتقاد کرنے ہی سے نہین بلکہ وہ وحدہ لاشریک ہے جیسے مشرک کے اعتقاد سے بت یا عیسیٰ علیہ السلام مین کوئی صفت الوہیت پیدا نہین ہوسکتی بلکہ یہ سب مخلوق و عباد ہین اُن مین الوہیت ممکن ہی نہین حتیٰ کہ سوائے ذات پاک حق عز و جل کے کوئی ہو خواہ سب سے بڑا جسم ہو اور وہ عرش عظیم ہے اور خواہ اخلاق مین اکرم ہو جیسے انبیاء و رسل کہ جنکے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین سب اللہ تعالے کی مملوک و مخلوق و عبید ہین اور جب قدرت خلق و نفع و ضرر وغیرہ کسی مین نہین تو ایمان والا فقط اللہ تعالے پر متوکل ہوگا۔ اللھم اہدنا وثبتنا علی الایمان والطاعۃ وتوفنا علی ذلک وانت ارحم الراحمین۔

سورۂ یونس مکیۃ الا فان کنت فی شک الاٰیتین آ و

سورۂ یونس مکیہ ہے یعنی رسول اللہ صلعم کے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے سے پہلے مکہ معظمہ مین نازل ہوئی سوائے قولہ تعالے فان کنت فی شک اخیر دو آیتون یا تین آیتون کے یہ مدینہ

الثلث او ومنھم من یومن بہ الاٰیۃ مائۃ وتسع او عشر اٰیات

مین ہجرت کرنے کے بعد نازل ہوئین پس ایک قول پر دو اور دوسرے قول پر تین آیات مکیہ ہونے سے مستثنیٰ ہین اور تیسرے قول پر ایک آیۃ ومنھم من یومن بہ الآیۃ مستثنیٰ ہے۔

اور تمام سورہ کی ایک سو نو یا ایک سو دس آیات ہین مترجم کہتا ہے کہ مشہور اصطلاح مکی و مدنی کی یہ ہے کہ جو قبل ہجرت نازل ہوئی وہ مکی اور جو بعد ہجرت نازل ہوئی وہ مدنی ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور بعض کے نزدیک جو مکہ مین نازل ہوئی خواہ قبل ہجرت کے یا بعد ہجرت کے مکی ہے اور تیسرا قول بھی شیخ مفسر رح نے اتقان مین ذکر کیا ہے اور بعض سلف سے ایک قول اور بھی باسناد جید مروی ہوا کہ سفر ہجرت کی آیات بھی مدنی ہین۔ بالجملہ معرفت مکی و مدنی سے احکام ناسخ و منسوخ وغیرہ اکثر متعلق ہین ولیکن اختلافات جو بعض سورتون و آیات کی نسبت مکی و مدنی ہونے مین آئی ہین سو باوجودیکہ یہ اختلافات رحمت آلٰہی ہین منشا یہ بھی واقع ہوا کہ اصطلاح مین کئی اقوال ہین پس سلف مین جس نے کسی کو مکی یا مدنی کہا تو معلوم نہین ہوسکتا کہ کس اصطلاح پر کہا لہذا ممکن ہے کہ معنے مین مراد واحد ہو اور اللہ تعالے نے بندون کے اعتقادات مثل توحید وغیرہ کے قطعی کردیے ہین پس سرامر اعتقادی قطعی یقینی ہے اور رہے اعمال طاعات تو وہ اپنے اپنے ثواب و منزلت کا نفع دیتے ہین اور حق تعالے ثواب عطا فرمانے والا ہے پس ان اعمال کے لیے جو احکام بطریق اجتہاد و کوشش کے علماء و مجتہدین نے اللہ تعالے و اُس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام سے نکالے ہین ان پر عمل جائز اگرچہ ظنی ہون پس اگر ایک ہی امر متعین ہوجاتا تو اُسی کے موافق عمل کرنا لازم ہوجاتا اور جب اختلاف ہوا تو مرجع آسانی کی طرف ہوگیا اسی واسطے اختلاف امت بھی رحمت آلٰہی ہے اور مراد امت سے صحابہ رضی اللہ عنھم و ان کے تبعین ہین اور جو فرقہ ان رافضی و خارجی و جہمیہ و معتزلہ وغیرہ کے اس راہ پر نہین وہ خارج ہین انکے اختلاف گمراہی و ضلالت ہین کیونکہ قطعی اعتقادات سے پھر گئے اور رسول اللہ صلعم کے دین مین رخنہ ڈالا پس راہ سنت سے مخالف اور اپنی رائے کے

پاتے ہیں لہٰذا اُنکا اعتبار کچھ بھی نہیں ہے اس بیان سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ مکی و مدنی کا جاننا کچھ اصول اعتقادات میں سے نہیں اور ایسے ہی آیات کا شمار بھی جاننا ضروری نہیں بلکہ بعض عملیات کے لیے مجتہد عالم کو جاننا بہتر ہے تاکہ وہ اعمال کے احکام نکال کر بندگان خدائے تعالیٰ کو بتلا دے اور خود بھی عمل کر کے اُس عمل کی قدر ثواب پا وے جیسے اجتہاد کرنا بھی اُسکے لیے ثواب کا کام ہے جب یہ معلوم ہو گیا تو جاننا چاہیے کہ اس سورہ شریف کا نام سورہ یونس ہے اور اس میں حضرت یونس علیہ السلام کا حال مذکور ہے اگرچہ اسمین دیگر احوال کا بھی ذکر ہے لیکن اسرار کلام الٰہی ہر بندہ کی وسعت سے باہر ہیں اور تصفیہ قلب و تزکیہ روح و سر باطن و طرق تقرب و مراتب قبولیت کے انواع کثیرہ ہیں اور آیات و سورتوں میں ضلالت و گمراہی و نفاق اور وساوس نفس و شیطان سے بچنے کے لیے جیسے ان امور کے قبائح صریحًا و اشارةً و دلالةً مذکور ہیں اور جو دیگر گمراہی کی راہیں بیشمار ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اس معجز کلام پاک میں سب سے تخلیص بتلا دی ویسے ہی تقرب و علو منزلت کمالات کی راہیں ہر آدمی کے شمار پر الگ الگ بیشمار ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے انواع میں انکو احصار فرمایا جیسے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بندہ نہیں شمار کر سکتا اور اللہ تعالیٰ دینے والا ہے پس کلام مجید کے اعجاز و فصاحت و بلاغت میں سے ایک یہ بیان بھی ہے کہ بدبختی و خواری سے بچنے کے انواع اور سعادت و شرف و منزلت حاصل کرنے کے انواع کو حق تعالیٰ نے جو ہر ہر فرد مخلوق کی ذرہ ذرہ ماہیت و حقیقت سے خوب دانا ہے کہ وہی اُن کا خالق و ذو الجلال ہے در حالیکہ انکا کچھ بھی وجود نہ تھا اس کلام پاک میں جو بہت چھوٹی سی کتاب معلوم ہوتی ہے بالکل بیان فرما دیا اور اسمیں بے انتہا اسرار و حقائق ہیں جن کا علم سوائے رسول اللہ صلعم کے اوروں کو بھی اپنی اپنی منزلت کے اندازہ پر ہوتا اور سب نہیں ہو سکتا ہے لہٰذا اس سورہ شریف کا نام سورہ یونس منجملہ انھیں اسرار حکمت کی بنیاد پر ہے اسیواسطے کسی اور کو جائز نہیں ہے کہ اُسکا یا کسی دوسری سورت کا خود کچھ نام تجویز کر لے اور آیات میں بھی اپنی رائے کو بالکل دخل نہیں بلکہ واقف کرانے سے علم ہوا کہ یہاں سے آیت شروع اور وہاں ختم ہے اگرچہ اسکا جان لینا کچھ امر ضروری نہیں ہے اسیواسطے بعض صحابہ کو کسی مقام پر آنحضرت صلعم کے پڑھنے سے مثلًا ظاہر ہوا کہ یہاں آیت ہے اور بعض کو ظاہر نہوا لہٰذا شمار آیات میں اختلاف ہو گیا اور چونکہ امر اعتقادی نہیں بلکہ ضروری بھی نہیں ہے تو اختلاف کچھ مضر نہیں بلکہ عین رحمت ہے چنانچہ اس سورہ کی آیات میں بھی دو قول مذکور ہوئے اور بنا بر قول حضرت حسن البصری و عطاء و عکرمہ و جابر بن زید کے سورہ مکیہ ہے باستثناء دو آیات یعنی قولہ فان کنت فی شک الخ یا تین آیات تک جیسا کہ مقاتل رح نے کہا اور ابن عباس رضہ و قتادہ کے قول میں تین آیات پر جزم ہے اور کلبی رح نے قولہ تعالے ومنھم من یومن بہ الآیۃ کو بھی مدنیہ کہا اور قرطبی رح نے ذکر کیا کہ کچھ لوگوں کے نزدیک اول سے چالیس آیات تک مکی اور باقی مدنی ہے۔ واضح ہو کہ خاص لطف الٰہی سبحانہ تعالے اس امت پر یہ تھا کہ کتاب حکیم اعجاز کریم قرآن عظیم کو اللہ تعالے نے نجم نجم کر کے مختلف اوقات میں نازل فرمایا اور جب تعلیم کے واسطے موقع و تدریج پیش آیا اُسوقت حکم کا نزول ہوا جیسے بچوں کو آہستہ آہستہ کر کے آداب و فوائد سکھلاتے ہیں تاکہ راستہ ہو جاویں اکبارگی اُنپر بوجھ نہیں دیتے ہیں لہٰذا اس امت میں آنحضرت صلعم کے صحابہ رضی اللہ عنہم جملہ انبیاء علیہم السلام کے صحابیات سے افضل ہوئے اور اللہ تعالے نے اُنکو خیر الامۃ و امۃ بخیر بنا دیا کیونکہ وہ تمام آداب عبودیت و ربوبیت سے آراستہ و حضوری کے واسطے لائق ہو گئے اور نزول نجم نجم میں سب آسانی ہو گئی بخلاف امت توریت و انجیل کے کہ اکبارگی نزول سے انہیں شائستگی میسر آئی اور یہ امر ایسا واضح و صحیح ہے کہ کوئی عقل والا اس سے منکر نہو گا سوائے ایسے شخص کے جو تابع نفس امارہ ہو کیونکہ نفس بوسوسہ شیطانی خواری و بے ایمانی کا طالب و جنبی آخرت سے غافل ہوتا ہے اسیواسطے کفار مکہ باوجود اقرار اعجاز فرقان حمید کے اس امر پر ہٹ کرتے کہ یکبارگی آسمان سے ہماری آنکھوں کے سامنے لا دو پس قطع نظر اس جواب کے تجھے معلوم ہو چکا کہ اس میں خاص عباد اللہ الصالحین صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے حق میں از راہ تعلیم کیسی مضرت تھی لہٰذا انکی ہٹ پوری

نہ فرمائی کیونکہ وے تو کفر پر مطبوع تھے کسی طرح ایمان نہ لائے چنانچہ یہ امر انپر ظاہر کردیا پھر نیک بندون کو ایکبارگی نازل کیے کیون ضرر
دیا جاتا فافہم اور چونکہ نزول نجم ہوا جیساکہ ذکر کیا گیا تو کثر ایسی ہی کیہ سورتین ہین جن مین استثنا بعض آیات ہو پس نزول آیات کے وقت آنحضرت
صلعم فرمادیتے تھے کہ انکو فلان سورہ مین فلان مقام پر لکھو اور حفظ الٰہی و وفات نبوت سے آپ کو تمام قرآن مجید مع قریب العہد نازل شدہ
آیات کے کلیان یاد ہوتا اور نماز و تلاوت مین پڑھا کرتے تھے یہان تک کہ تمام فرقان حمید کامل ہوا اور اہل السنۃ کا اجماع ہو کہ موافق اجماع
صحابہ رضی اللہ عنہم کے قرآن مجید جس ترتیب سے الحال موجود ہو یہی ترتیب لوح محفوظ کی ہو اور یہ جو روایت کیا گیا کہ مصحف عبد اللہ بن مسعود
رضی اللہ عنہ مین آل عمران سے سورۃ النساء مقدم تھی اور مانند اسکے اختلاف ترتیب بعض سورتون کا بعض پر مصحف ابی بن کعب وغیرہ مین تھا تو
جواب اسکا یہ ہو کہ اسوقت جو مصحف ہو اسکی ترتیب مین صحابہ رضی اللہ عنہ کے اجماع مین یہ سب صحابی بھی ہین تو ظاہر ہوگیا کہ مطلقاً ترتیب مین ایسا
ہوگا - اور خلاصہ جواب یہ ہو کہ روایات مذکورہ مین مطلق ترتیب مذکور ہو اور ہمارا کلام لوح محفوظ کے موافق ترتیب مین ہو پس موافق لوح محفوظ کے یہی ترتیب
ہو جو اسوقت موجود ہو جیساکہ عبد اللہ رض و ابی رض وغیرہ اسمین سب صحابہ رض کے ساتھ متفق ہین پس ترتیب لوح محفوظ انکے نزدیک بھی یہی ہو اور سوائے
ایسی خاص ترتیب کے اور ترتیب مین باہم اختلاف تھا اور اس سے ہمکو بحث نہیں ہو کیونکہ عام ترتیب کے متفاوت ہو سکتے ہین جیسے اس زمانہ مین
مجبور لوگون نے لکھا ہو اور اسمین مثلاً بعد سورہ یٰسٓ کے سورہ انا فتحنا ہو تو اس سے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ قرآن مجید و لوح محفوظ کی ترتیب مین یٰسٓ سے
پیچھے ملی ہوئی انا فتحنا ہو گی حالانکہ بیچ مین اور سورتین ہین پس ایسا ہی ان مصاحف مین قیاس کرو اور علاوہ اسکے جو مصحف مجید اسوقت جس ترتیب
سے ہو وہ متواتر چلا آیا پس صحابہ و تابعین کا اسپر اجماع خود ظاہر ہو اور اس خبر متواتر قطعی کے مقابلہ مین ان روایات کا جو ایک دو آدمی کی روایت
ہو اور وہ بھی مجمل کہ جسمین دستا سے احتمالات ہو سکتے ہین مثلاً شاید راوی کا وہم ہو یا شاید مجبور دکی طرح ہو اور مانند اسکے تو متواتر کے مقابلہ مین
اسکا کیا اعتبار ہو اور دیکھو کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا گیا کہ قرآن مجید جمع کیا کرتے او گھر سے نہیں نکلتے تھے حالانکہ دوسری صاف
روایت مین اسکی تصریح آئی کہ مطلب یہ تھا کہ قرآن مجید کی آیات ناسخ و منسوخ کو الگ لکھے دیتے تھے یا مصحف مین نشان دیے دیتے تھے کہ اب زمانہ
تابعین کا آتا ہو اور صحابت تمام ہوگی ہون تو جاونیگے تو وہ لوگ غلط مین نہ پڑجاوین لہذا الطریق تفسیر و تعلیم کے یہ تالیف ہوجانا چاہیے اور یہ واقعی بڑا
عمدہ کام تھا - حالانکہ پہلے راوی نے اسکو ایسے الفاظ مین روایت کیا کہ اس سے کئی احتمال پیدا ہوگئے اور ظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مصحف کو جمع
کرتے تھے حالانکہ دوسری روایت سے صاف ہوگیا اور یہ نہیں دیکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مومنون کی شان مین خصوص صحابہ رض کی صفت مین کہا
کہ امر معروف کرتے اور منکرات سے نہی کرتے ہین پھر یہ کیونکر ہوسکتا ہو کہ ترتیب مصحف مجید معاذ اللہ اگر خلاف ہوتی تو اسپر خاموش رہتے تو کبھی اس وہم مین نہ
پڑنا اور فرض ہو کہ اجماع صحابہ رض و جمیع اہل السنۃ و اتباع ائمہ و صلحاء کی دل سے تصدیق کر اور یقین جان لے کہ بحکم قولہ تعالیٰ انا نحن نزلنا الذکر
وانا لہ لحافظون - یہ قرآن مجید لوح محفوظ مین جس ترتیب سے ہو اسی ترتیب سے اب موجود ہو فافہم واللہ تعالیٰ الموفق . فرقان حمید مین اعجاز کے کمالات
بے نہایت ہین اور بحکم قولہ تعالیٰ فوق کل ذی علم علیم - ہر علم والے سے اونچا علم والا موجود پس جسقدر کمال ایمان ہو اسیقدر اسمین سے عجائب حقائق
و دقائق ظاہر ہوتے ہین اور اسمین علوم اولین و آخرین مجموع ہین اور اگر کسی نادان کی سمجھ مین نہ آوے تو اسکا قصور ہو اور ابن مردویہ نے حضرت انس رض سے
روایت کی کہ مین نے آنحضرت سے سنا آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آیات یٰسٓ تو اسمین کو قائمقام انجیل کے عطا فرمایا ہو یعنی یہ ہین کہ فرقان حمید مین
جو علوم ان سورتون مین ہین تمام انجیل مین نہ تھے اور معارف فرقان حمید کے بیان مزید ہین فافہم . واللہ اعلم اور حضرت عمر رض سے روایت کیا گیا کہ آپنے
صبح کی نماز مین اس سورہ کو پڑھا - قال اللہ تعالیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۝ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ

یہ آیتیں ہیں پکی کتاب کی کیا لوگوں کو تعجب ہوا کہ حکم بھیجا ہم نے ایک مرد کو انہیں سے کہ ڈر سنا لوگوں کو

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ۝

اور خوشخبری دے جو لوگ یقین لاوے کہ انکو ہے پایہ سچا اپنے رب کے ہان کہنے لگے منکر بیشک یہ جادوگر ہے صریح

الٓر مترجم کہتا ہو کہ ساتون قاریون وغیرہم نے اتفاق کیا کہ یہ پوری آیت نہین ہو اور دانی رحمہ اللہ نے کہا کہ طٰہٰ کو کوفی قاریون نے پوری آیت شمار کیا ہے اور شاید معنی یہ ہین کہ باب قراءۃ مین آواز و روانی و لہجہ کے لحاظ سے یہ کلام ہے اور آیۃ اصطلاحی سے یعنی پارہ کلام جو سورہ کے اندر ابتدا و انتہا رکھتا ہو یہان کلام نہین ہو کیونکہ وہ امر توقیفی ہو اس مین اجتہاد کو مساغ نہین اگرچہ معرفت اسکی امر ضروری نہو ابن کثیر نے لکھا کہ ابن عباس رضہ نے قولہ الٓر کی تفسیر مین کہا اے انا اللہ اری یعنی مین اللہ تعالیٰ لیے ہون دیکھتا ایسا ہی ضحاک وغیرہ نے کہا ابن جریر کہتا ہو کہ یہ تاویل نہین بلکہ بطریق تفسیر ہو اور کلام بلیغ مین اصل مقصود وہی کے ذارادہ علوم و اشارات ہوتے ہین پس آگے سورہ مین کفار کا استعجاب و جادو کہنا وغیرہ جو مذکور ہے اسکے مناسب یہ اشارہ موجب تشفی و تسلی رسول اللہ صلعم ہو اور مفسر نے اتقان مین حروف مقطعہ کی نسبت ایسے اقوال لکھے ہین جنکا مرجع مناسبت مذکورہ ہو اور حسن وغیرہ سے روایت ہو کہ الٓر قسم ہو اور قتادہ رضہ نے کہا کہ سورہ کا نام ہو۔ بالجملہ اگر یہ روایات صحت کو پہونچین تو تاوقتیکہ ایمان کامل نہو انکے معانی سمجھ مین نہین آسکتے ہین لہذا القول حمادی رحمہ اللہ کے سچا و سیدھا طریقہ وہ ہے جو شیخ مفسر رحمہ اللہ نے اختیار کیا کہ الٓر کی مراد اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے یعنے یہ کلمہ منجملہ متشابہات کے ہے جیسے الٓم کہ اس کی تاویل و مراد کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہین جانتا۔ اور واضح رہے کہ تفسیر بہ نسبت تاویل کے اعم ہے لہذا جو شیخ مفسر رح نے لکھا وہ بھی ابن عباس رضہ وغیرہ سے مروی ہے پس عدم علم تاویل پر اتفاق ہے اور باوجود اسکے بطور تفسیر کچھ اشارہ بیان کرنا اسکے منافی نہین ہو چنانچہ اول سورہ بقرہ مین مفصل بیان ہو گیا ہے۔ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ اے ہذہ الآیات آیات من القرآن المحکم یہ آیات جو آگے آتی ہین یا جو پہلے نازل ہو چکی ہین آیات ہین قرآن محکم مین سے تلک اشارہ بعید بحسب استعمال ہو ورنہ اصل وضع مین تلک اور ہذہ یکسان ہین پھر تلک کا استعمال کبھی براد بلاغت کے بُعد مسافت کے سوائے مجاز البعد منزلت پر آتا ہے یعنے مرتبہ بہت بالاتر ہے اور یہی یہان مراد ہے اور مشار الیہ اسکا آیات ہین یعنے یہ آیات جن کی طرف رفعت منزلت کا اشارہ ہو آیات الکتاب ہین یعنی آیات ہین کتاب معہود سے پس اضافت بمعنی من ہے اے آیات من الکتاب اور معہود کتاب وہ قرآن مجید ہے جسکی صفت حکیم ہے اور حکیم بروزن فعیل بمعنی محکم ہے یعنے بحسب فصاحت و بلاغت و کمال ہدایت کے نہایت احکام کے ساتھ ہے کہ اس مین تمام بہتری دنیا و آخرت کی بہین و مندرج ہے لہذا جو کافر و منافق کہ فقط دنیا ہی چاہے تو وہ لغت و آخرت بلکہ معنی آدمیت سے جاہل ہو کر کبھی اپنی خواہشون و شہوات کے لیے قرآن مجید کا قائل نہین ہوتا بلکہ مضر پاتا ہو حالانکہ یہ خیال اُس کا ایسا ہو کہ جیسے مجنون اپنی خواہش کے لیے عقلا کی تہذیب و آدمیت کے برتاؤ کے قواعد کو ناقص اور اپنی مراد کے مخالف و مضر خیال کرتا ہے اسی طرح کافر و منافق کی خواہشین محض دنیاے فانی و اسکے اموال و عیش فانی و دنی و بے بنیاد ہین اگرچہ اس کو ان چیزون کے حاصل کرنے کی سمجھ و ڈھنگ خوب سمجھائے گئے ہون پس وے اپنی دانائی پر مغرور و اسی دانائی کے نتائج مین منہمک

ہین اور یہ بجز یان تقدیر ازلی و قضا حضرت ذو الجلال ہی کما قال تعالے سنستدرجہم من حیث لا یعلمون واملی لہم ان کیدی متین - لہذا
جب ان مجنون دو یوانہ کے انکو امر واقعی سے آگاہی نہین اور نور ایمان و عقل ایمانی حاصل نہین ہے تو اسرار و حقائق قرآن حکیم سے خبردار
ہی نہین ہو سکتے - کما قال تعالے وہو علیہم عمی - پس تحقیق انپر صادق ہی کہ وے قرآن مجید سے اندھے ہین اور رہے اہل ایمان جو ہمیشہ
ہدایت الٰہی کی دعا مانگتے ہین انکو اللہ تعالے عقل ایمانی و نور بصیرت کرامت فرماتا ہی پس انکے دلون سے پوچھا جاوے تو عاجزی سے سچ
سچ اقرار کرتے ہین کہ سبحان اللہ تعالے نے وہ ایک سمندر ہی کہ جس کا کنارہ نہین اور اس مین موتی و یاقوت وغیرہ جواہر ہین کہ ان کا شمار ممکن نہین
اور جب روز بروز ان کو زیادہ علم حاصل ہوتا ہے اور قیامت تک کے واقعات اس مین سے پاتے ہین تو حیران رہجاتے ہین اور عجز سے اقرار
کرتے ہین کہ اے پروردگار جو تو نے فرمایا بقولہ ولو ان ما فی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ الآیۃ - بے شک صحیح ہی اور کسی بندہ کی تاب نہین
کہ ان سب علوم کا احاطہ کر سکے پس ہر بندہ کو اسکے مقدار علم حاصل ہوتا ہی پھر واضح ہو کہ قولہ تلک آیات الکتاب الحکیم کی تفسیر جو مذکور ہوئی
یہی مفسر رح نے اختیار فرمائی ہی اور رہا یہ امر کہ تلک کا اشارہ جن آیات کی طرف ہے وہ آیات یہین جو اسی سورہ مین آتی ہین تو یہ ظاہر ہے یا وہ
ہین جو اسوقت تک نازل ہو چکی تھین تو آگے کا کلام یعنی قولہ اکان للناس عجبا ان اوحینا - اور قولہ ان ہذا لسحر مبین - اسپر بھی شاہد ہوتا ہے
بہرحال یہ آیات کوئی ہون - قرآن مجید مین سے ہین - اور یہی تفسیر کلام ہے - مجاہد رح و قتادہ و حسن بصری رح سے مروی ہے کہ قولہ تعالے
تلک آیات الکتاب الحکیم مین کہا کہ توریت و انجیل و زبور یعنی اگلی کتابین ہین اور شیخ ابن کثیر رح نے انکے اقوال نقل کرنے کے بعد کہا کہ
مجھے اس قول کی وجہ نہین معلوم اور نہ معنی معلوم ہوتے ہین - اور مترجم کہتا ہی کہ تفسیر کے طریقہ مین تو بات یون ہی ہی جیسے شیخ نے فرمائی ہان شاید
مقصود یہ ہو کہ قرآن مجید کی آیات متضمن علوم اولین و آخرین ہین تو ان آیات القرآن کی نسبت صحیح ہی کہ کتب سماویہ متقدمہ اس مین حاصل ہین
اور اس توجیہ پر ایک بات یہ نکلی کہ قرآن مجید و کتاب حکیم ایک بزرگ کتاب ہی کہ اگلے صحیفہ و کتب جو حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسی
علیہ السلام تک نازل ہوے سب کے علوم اس کتاب حکیم مین سے آیات ہین فافہم واللہ اعلم ضحاک رح نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے
روایت کی کہ جب اللہ تعالے نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو رسول کر کے مبعوث فرمایا تو اکثر جہال عرب نے انکار کیا اور بعض نے کہا کہ اللہ تعالے ایسا نہین
کہ آدمی اسکا رسول ہو پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا - اَکَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَیْنَآ اِلٰی رَجُلٍ مِّنْھُمْ - ہمزہ استفہام انکاری مفید ملامت
و سرزنش ہی یعنی کیا انھون نے اپنی طرف سے اللہ تعالے پر حکم لگایا کہ اللہ تعالے ایسا نہین کہ بشر اسکا رسول ہو سکے اور یہ آدم علیہ السلام سے اسوقت
تک جاہل رہے در حالیکہ آپ کو حضرت ابراہیم کی ملت پر کہتے تھے تو کیا انکو بھی رسول نہین جانتے اور کیا اسمعیل علیہ السلام کی رسالت کے منکر
تھے اور آدمی جو مظہر قدرت الٰہی و مکرم از جملہ اشیا ہی اس سے بالکل جاہل تھے - کان فعل ناقص - للناس حال ہی اسے حادثا للناس و
یکون عجبا سے مقدم کرنا اس لیے کہ صفت کا التباس نہو - عجبا پر مقدم اور ان اوحینا سے آخر تک اسم کان ہی - اور ان مصدریہ ہے
ان اوحینا یعنی ہمارا وحی کرنا - اوحینا یعنی ہمارا وحی کرنا اور حاصل معنی یہ ہین کہ ایک آدمی کو ہمارے وحی کرنے سے کہ ایمان لانے والون کو بشارت دے کافرون
کو ڈر سنا دے کیون تعجب ہوا اور وہ بھی لوگون کو کہ باوجود آدمی ہونے کے وہ حالت تعجب مین متعجب ہو گئے اب با توضیح کے ساتھ معنے لکھے
جاتے ہین - قولہ اکان للناس عجبا کیا ہو گیا لوگون کو عجب - ان اوحینا الی رجل منہم ہمارا وحی فرمانا انہین سے ایک مرد کی طرف یعنی جہال عرب کو
تعجب کی حالت پیدا کرنے والا ہوا ہمارا وحی کرنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اور بیان اس وحی و عجب کا یہ ہی اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ انذار کر دے تو لوگون کو
یعنے وحی یہ فرمائی کہ نا کارہ کافر لوگون کو جو اپنے خالق کی اطاعت سے درحقیقت باہر ہین اگرچہ اپنی راے مین وہ اپنے آپ کو اچھا و اپنا طریقہ

بہتر سمجھتے ہوں تو ایسے کافروں کو انذار کردے یعنی خوفناک عذاب آخرت کی خبر سنا دے کہ اگر وے اللہ تعالے کے حکم کے موافق ظاہر و باطن طاعت
و اعتقاد دلائق نہ رکھینگے تو آخرت میں نافرمانی کا عذاب سخت ہو اُس سے کسی طرح نجات نہوگی اور یہ اسوجہ سے ہو کہ اللہ تعالے کی ذات و صفات
کی معرفت اپنی سمجھ سے ممکن نہیں کیونکہ آدمی کی سمجھ و خیال میں خواہ مخواہ یہی محسوسات و حادث چیزوں کی صورتیں ہا معانی آوینگی اور خالق عزوجل
ان سب سے پاک منزہ ہو پس جب تک اللہ تعالے کے رسول سے یہ بات معلوم نہو کہ اللہ تعالے کی جناب میں کیا اعتقاد رکھیں تب تک
آدمی کی سمجھ خود نہیں پہونچ سکتی اگرچہ وہ دنیا کے کاموں میں افلاطوں سے زیادہ سمجھدار ہو اسلیئے کہ دنیا خود ملعون و ناچیز ہے اور اسکی
سمجھ کو عقل سے کچھ مناسبت نہیں کیونکہ وہاں صورت و شکل وغیرہ کا نشان ہی ممکن نہیں ہو پس جس نے سوائے رسول اللہ صلعم کے تعلیم وحی کی
خالی اپنی سمجھ سے کچھ اعتقاد کیا تو اُس نے کوئی چیز اپنے ذہن و خیال میں گڑھ لی اور اس کو اللہ اعتقاد کر لیا نعوذ باللہ منہ پس درحقیقت اُسنے
اللہ تعالے کا اعتقاد نہیں کیا اور نہ اسپر ایمان لایا پھر اللہ تعالے کے لائق عبادت کیا کریگا جب کہ وہ اللہ تعالے پر ایمان ہی نہیں رکھتا اور نہ
معرفت۔ دیکھو حدیث میں آخر زمانۂ قرب قیامت کے علامات بیان ہوئے ہیں منجملہ اُنکے یہی ہے کہ نصرانی اُسوقت سب سے اغلب و زیادہ
ہونگے تو ہم جو غور کرتے ہیں تو آنکھوں کے سامنے موجود ہیں اور اب اُن کی کثرت و غلبہ کے وجوہ بھی ہم کو معلوم ہوگئے پس باوجودیکہ دنیاوی
امور میں اُن کی سمجھ بہت تیز ہے لیکن دین کے معاملہ میں وہی مسیح کو خدا کا بیٹا کہے جاتے ہیں حالانکہ یہ بات ایسی خلاف عقل ہے کہ کوئی ملت
و مذہب والا اسکو روا نہیں رکھتا اور اکثر اُس پر ہنستے ہیں اور اہل ایمان جب ایسا کلمہ سنتے ہیں تو عقل ایمانی و معرفت الٰہی سے اسکو بالکل
محال دیکھکر نصرانیوں کی سمجھ پر افسوس کرتے ہیں اور چونکہ حضرت خالق عزوجل کی جناب میں یہ کلمہ نہایت گستاخی ہے کہ ہرگز شان
باری تعالے کے لائق ہی نہیں ہو سکتا پس اُن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور وے اپنے پروردگار سے پناہ مانگتے و لرزتے ہیں۔ ذرا سی بات سمجھو
کہ اگر بادشاہ کو کوئی چمار کہے تو بادشاہ اُس پر غضبناک ہوگا حالانکہ بادشاہ و چمار دونوں آدمی ہونے میں یکساں ہیں یا مثلاً سور یا کوئی
نجس چیز جیسے گو وغیرہ کہے تو بادشاہ غضب کریگا حالانکہ جسم ہونے میں دونوں یکساں ہیں اور یہاں تو خالق عزوجل سے کسی چیز کو کچھ بھی
مناسبت نہیں تو بیٹا کہنا یا بتوں وغیرہ کو عبادت میں شریک بنانا یا جتنے امور شرک ہیں سب شان الٰہی عزوجل سے کسی طرح لائق و
مناسب نہیں ہیں پس جس نے اپنے خالق جل شانہ کو پہچانا وہ اُس کی شان کے خلاف کچھ اعتقاد نہیں کرتا اور کفر و شرک سے پناہ
مانگتا ہو اور جنھوں نے نہیں پہچانا وہ اپنے خیال کی بنائی ہوئی چیز کے معتقد ہیں اور ہر دم ایسی ایسی گستاخیاں کرتے ہیں کہ جن سے بدن کے
رونگٹے کھڑے ہوں اور دنیا سے فانی و پلید اگر کافروں کو دیگئی اور اُس کی تدبیریں و سمجھ اُنکو حاصل ہوئی تو اُس سے اُنکا کیا فائدہ ہوگا
جبکہ وہ آخرت و اُسکی نعمتوں سے بے نصیب رہے بلکہ ان گستاخیوں کے عوض کیسا سخت عذاب پاوینگے لہذا اللہ تعالے نے جو رسول بھیجا
اُس پر یہ وحی کی کہ خوفناک عذاب پانے کی کافروں کو خبر سنا دے یعنی اگر ایمان نہ لائے تو آخرت میں دائمی جہنم کے عذاب میں پڑینگے
یہ خبر سنا دے۔ وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا اور یہ وحی فرمائی کہ بشارت دیدے یعنی خوشخبری سنا دے اُن لوگوں کو جو اللہ تعالے پر ایمان لائے
أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِندَ رَبِّهِمْ یہ خوشخبری یا اسطرح خوشخبری کہ اُن کے واسطے اُن کے پروردگار پاس قدم صدق ہے
یعنی اس سفر میں جو اُنھوں نے نیکیاں کر کے اپنے اصلی گھر کا نے آخرت میں پہلے قدم بھیجے ہیں اُنکا بہت سچا ثواب ہے۔ قدم بمعنے ما تقدم یعنی جو
مقدم کیا اور ہر وہ شخص جبکو مسافر لوگ قافلہ میں سے منزل گاہ پر پہلے بھیجدیتے ہیں کہ راحت کے سامان وہاں مہیا کردیے۔ ورقدم صدق یعنے نیک
اعمال جنکو دنیاوی زندگانی میں اللہ تعالے کی توفیق سے بجا لا کر قدم بھیجا تھا اُنکا نیک ثواب و اجر ہے۔ یہ معنی حاکم رحمہ اللہ کی روایت

ابی بن کعب اور ابن عباس رضہ بین آئے ہین اور ابن جریر رح کی روایت از مجاہد رح مین ہو کہ قدم صدق اُن کا نماز مین ادا کرنا و زکوۃ دینا و روزہ
رکھنا و تسبیح و تہلیل پڑھنا وغیرہ اعمال صالحہ ہین یہی ضحاک و ربیع و ابن زید وغیرہم کا قول ہو یہی مفسر رہ نے اختیار کیا ہو۔ اور علی بن ابی طلحہ رح
نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ قولہ قدم صدق فرمایا کہ ذکر اول مین اُن کے لیے سعادت مقدم ہو چکی۔ مترجم کہتا ہو کہ ایمان و اعمال
صالحہ تقدیر ازلی ہو اور بدون ہدایت آلہی تعالے کچھ نہین ہوسکتا اگرچہ قرآن مجید سی بزرگ کتاب کی تلاوت کرے لیس ہر دو معنی متلازم ہین
اور حدیث مین خود ثابت ہو کہ دیکھو یہود و نصاری کے پاس توریت و انجیل تھی گر بدون ہدایت آلہی انکو کچھ فائدہ نہوا مترجم کہتا ہے کہ اگر
فائدہ ہوتا تو کیون تحریف کرکے اپنی خواہش کے لیے معنے بگاڑتے حتی کہ جو کچھ موجود ہے اُس مین سے بھی راہ حق کی کبھی ڈھونڈھتے ہین۔ یہان تک
تو اسکا بیان تھا یعنے لوگون کو جو ایک مرد کی طرف وحی ہونے مین تعجب تھا اُس پر اللہ تعالے نے پہلے انکار فرمایا اور پھر وحی زمانے و اُنکے
تعجب کو بیان کیا تو وحی یہ فرمائی کہ کافرون کو عذاب آخرت سے آگاہ کر اگر ایمان نہ لاوین اور مومنون کو جنت و عمدہ ثواب کی بشارت دے پس
جب ایک مرد پر ایسی وحی فرمائی تو کافرون کو تعجب ہوا۔ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ کہا کافرون نے یعنی تعجب کرنے والون نے
کہ بے شک یہ تو کھلا جادو ہو یعنی یہ قرآن جس مین یہ ایجاد مذکور ہو یہ کھلا ہوا جادو ہے۔ اُس کو جادو اسوجہ سے کہتے تھے کہ کمال فصاحت
و انتہا بلاغت سے جب اُس کے مثل نہین لا سکتے تھے تو یہ معجزہ تھا کہ اُس پر ضرور یقین کرنا چاہیے کہ یہ مرد ضرور رسول ہے کیونکہ ایسا معجز کلام
لایا کہ باوجود فصاحت و بلاغت مین دعوی کرنے کے عرب اس سے عاجز ہوے تو شیطان نے انکو وسوسہ دلایا کہ جادو بھی ایسا ہی ہوتا
ہے کہ لوگ اس کی ماہیت سے عاجز ہوتے ہین پس ان کافرون نے جادو کہنا شروع کیا۔ اور کہا کہ وحی ہوتی تو یہ آدمی کیونکر رسول ہوسکتا ہے
اور ایک قراءۃ مین ان ہذا الساحر آیا یعنی یہ مرد بے شک کھلا جادوگر ہے یہ سب اُنکی زعم باطل پر تھا کہ اللہ تعالے کا رسول کوئی آدمی نہین
ہوسکتا ہے۔ حاصل معنی آیت کریمہ کے یہ ہوے کہ کیا لوگون کو عجب ہوگئی یہ بات کہ ہم نے ان مین سے ایک مرد پر وحی بھیجی اور اُس کو رسول بنایا
یہ وحی کہ تو کافرون کو ڈرسناوے اور مومنون کو خوشخبری سناوے کافرون نے کہا کہ یہ قرآن تو کھلا جادو ہے یا یہ مرد کھلا جادوگر ہے آیت مین
ایک قوی دلیل ہے کہ قرآن مجید اپنی فصاحت و بلاغت نظم کلام و حسن معانی مین اعجاز ہے اس لیے کہ قرآن مجید مین کافرون کا یہ قول حکایت
ہو پس ضرور وہ لوگ جو فصاحت و بلاغت کے مدعی تھے قرآن کے اعجاز کو دیکھکر عاجز ہو کر جادو کہتے تھے کیونکہ اگر نہ کہتے ہوتے تو صاف یہ مشہور
کرتے کہ ہمپر بہتان باندھا گیا ہے اور جب ناحق عیب نکالنے والے بکثرت تھے تو یہ بات تمام مین مشتہر ہو جاتی پس ثابت ہوا کہ ضرور یہی بات تھی
تو معلوم ہو گیا کہ بڑے بڑے فصحاء عرب جب اس کے اعجاز ہونے کے قائل تھے اور وہ اہل زبان تھے تو اب کسی شخص کو یہ نہین پہونچتا کہ اس مین
شک کرے کیونکہ وہ مثل عرب کے ادنی آدمی کے بھی فصیح نہین ہو تو اُسکو اسکے اعجاز مین کیا سمجھ ہوگی پھر جب آج تک فصحاء عرب مین اُسکے اعجاز پر
اتفاق ہو اور زمانہ جاہلیت کے کفار سے لیکر آج تک اجماع اور متواتر الثبوت ہوگیا کہ قرآن کلام معجز ہو والحمد للہ رب العالمین ف فی العرائس قولہ تعالی
بسم اللہ الرحمن الرحیم آلر الف عین وحدانیت و لام عین ازلیت و را عین ربوبیت از عین وحدانیت ہے الف سے قلوب موحدین کے لیے
جو تمام مخلوق سے منفرد ہین تجلی فرمائی تاکہ انوار الوہیت مین فانی ہون اور لام سے ارواح عاشقین کے لیے تجلی از عین ازلیت فرمائی تاکہ بازو
قدم سے قدم مین پرواز کرین اور را سے عین ربوبیت سے اسرار محبین پر تجلی فرمائی تاکہ حسن صفات سے اُنس پاکر مشاہدہ ذات کے مشتاق ہون
موحدین کو وحدانیت سے الف کے ساتھ شربت انانیت دیا کہ صفت اتحاد سے متخلق و آراستہ ہوئے اور لام سے عارفین کو شربت جمال پلایا
کہ والہ و شیدا ہوے اور را سے انوار ربوبیت سے اہل محبت کو شربت دیا کہ حیران و بیخود ہوگئے مترجم کہتا ہو کہ یہ اسرار منجملہ علوم تفسیری

کے ہین حقایق تاویل نہین ہین اور جو ابن عباس رضہ سے مروی ہے کہ الرمعناہ انا اللہ اری۔ اس کے لطائف اسمین توضیح بیان ہوے شیخ رح
نے لکھا کہ نیز یہ اشارت ہو کہ الف الآ یعنے صادقین کے لیے نعمتین ہین۔ لآم الطاف برائے مقربین ہین۔ را ر رحمت بحق تائبین ہو حسین رح نے
کہا کہ قرآن مجید مین ہر چیز کا علم ہو اور قرآن کا علم ان حروف مین ہو جو سورہ کے اول مین ہین شیخ نے کہا کہ میرے دل مین واقع ہوا کہ سورہ
یونس مین جو غرائب و عجائب و قصص و امثال ہین انکو صرف تین حرف مین جمع کر دیا یعنے الف لام را مین اور اپنے حبیب رسول صلے اللہ
علیہ وسلم کے دل کو اُس سے متنبہ کر دیا اور آنحضرت صلعم کو یہ کافی ہوگیا کیونکہ اللہ تعالے و اُسکے رسول صلعم کے درمیان اشارت جاری ہین کہ
سوائے دیگر مخلوق مین سے کسی کو اطلاع نہین ہو سکتی ہو اسیواسطے انکو پوری سورہ نازل ہونے کی ضرورت ہوتی ہے یعنے قبل نزول تمام سورہ کے
انکو تمام احوال و معانی پر اطلاع نہوتی بخلاف آنحضرت صلعم کے کہ صرف الر سے سب اطلاع ہوگئی۔ اور نیز مجھے مخطور ہوا کہ اللہ تعالے نے
تربیت و مواسات کے طور پر سب سے اچھے نام سے خطاب فرمایا چنانچہ الف سے اشارہ کیا کہ اے آدم الثانی کیونکہ آدم مین الف سب حروف سے پہلا
حرف ہو اور لام سے یا لطیف کا اشارہ ہو اور آلرا سے یا رحیم کی طرف اشارہ ہو جیسے طٰہٰ اور یٰس اور یا ایہا المزمل اور یا ایہا المدثر مین صریح اور
اشارت ہو و قولہ تلک آیات الکتا۔ بالحکیم یعنے یہ اخبار آیات صفاتیہ ازلیہ ہین کہ قدم و ازل مین تو انکا عالم تھا اور نیز یہ علامات ہین کہ ازل مین ہم نے
تیری روح کو الہام کیا تھا پس اس سے تجھکو خطاب ازلی کا پتہ یاد آجائیگا۔ پھر اللہ تعالے نے تلک آیات الکتاب الحکیم مین بیان فرما دیا کہ قرآن مجید
محکم بحکم ازلیہ ہو اور پوری حجتون سے آراستہ ہو جسمین حکم ربوبیت موجود اور عبودیت کے آداب موجود ہین جسنے اسکی سمجھ پائی وہ حکمت آلہیہ سے حکیم ہوگیا
بعض نے کہا کہ اس مین علامات ہین جس سے معلوم ہوجاتا ہو کہ کون اس خطاب سے حکمت حاصل کرکے مقبول ہوا بعض نے کہا کہ کتاب حکیم یعنے
عہد ناطق با حکام ظاہر و باطن ہو استاد رح نے کہا کہ الکتاب الحکیم الف لام عہد کا ہو یعنے وہ کتاب جو ازلی میثاق کے روز تم سے وعدہ کردی گئی تھی
اور اشارہ اسمین یہ ہو کہ ہم نے تم سے وعدہ پورا کیا اور رشتہ محبت مضبوط کردیا اور زمانہ دوری منقضی ہوگیا اور زمانہ سرور بالاقات نزدیک پہونچا
پس شربت محبت نوش کرو اور طریقہ مودت پر مستقیم رہو اور ایسے لوگون کی طرح مت ہو جنہون نے محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت و نبوت سے عجب
کرکے موقع عنایت الٰہی کو نہین پہچانا کما قال تعالے اکان للناس عجبا ان اوحینا الے رجل منہم پس درحقیقت یہ فضل عظیم تھا اسکو تعجب سے بدل لیا
پھر اللہ تعالے نے آگاہ کیا کہ خاصہ وحی اس لیے کہ جو مخلوق کہ مشاہدہ عظمت کبریا و جلال سے غافل ہوتے ہین انکو بیدار کرے کما قال تعالے ان
انذر الناس پس اسمین معرفت حق تعالے کی تعلیم ہو کہ وہ پاک پروردگار ہر شخص کے فعل نیک و بد سے ایسا علیم و خبیر ہو کہ جتنا اس کا فاعل نہین جانتا
اور اس کی صفات مین عتاب کرنا بھی ہو جیسے نیکون کو نعمت دینا کما قال تعالے وبشر الذین آمنوا ان لہم قدم صدق عند ربہم سچی ارادت و خلوص
والون کو اپنی سوابق نعمت سے آگاہ فرمایا کہ انکے لیے وصال جمال بلا حجاب ہوگا نیز اشارت ہو کہ میثاق ازل مین جب کشف جلال و تجلی جمال
ہوا تو صادقین کی ارواح ہی کے لیے قدم صدق تھا پس انھین کا سچا وعدہ تھا کہ عبودیت کے مقام مین محبت کی برداشت کرنے مین انکا
قدم نہین لغزش کریگا نیز اشارہ ہو کہ قدم ربوبیت ایجاد کونین مین نہین رکھا گیا الا انھی وصف سے ازل مین انکے ساتھ محبت صادقہ تھی نیز واضح
ہو کہ اول آیت مین تخویف ہو بقولہ ان انذر الناس لے جنے ایک دم میرے مشاہدہ کو کھو دیا اور ایک بار تنسیر فراق اختیار کیا انکو اس حرکت سے
خوف دلا دے۔ پھر آخر آیت مین بشارت فرمائی بقولہ وبشر الذین آمنوا یعنی جنکے دل اُسکی محبت مین بھرے ہوے اور سچی یاد مین مستغرق ہین انکو
اپنے رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے بشارت دیدی نیز اشارت ہے کہ اہل ارادت کو جو یقین کامل رکھتے ہین یہ بشارت دیدے
کہ زمانہ فتور و فراق مین اگر بمقتضائے بشریت و ہوائے نفسانی اُن سے قصور ہوا تو میرے لطف سے نا امید نہون کہ انکے لیے قدم صدق ہو

یعنے حکم قبولیت ازلیہ اُن کے لیے ثابت ہو پس نا اُمیدی وسوسہ شیطانی ہو کہ قدم ارادت مقام قبولیت سے دور کردیے جاوین بلکہ لطف اور رحمت پر
نظر رکھین کہ آخری قدم اُنکے برابر استقامت پر ہو کر سب اگلے پچھلے یکسان ہو جاوینگے۔ ابو سعید الخراز رح نے کہا کہ حقیقت قول یہ تھا کہ جسنے ڈھونڈھا
اُسنے پایا پھر اسمین ڈھونڈھنے والے کئی راہون پر متفرق ہوے اول اہل اشارات ہین کہ سابقہ قوت اشارت سے اُنھون نے ڈھونڈھا پس وہی
قدم صدق کے مصداق ہین اور وہی اہل طوالع واشارات ہین سہل رح نے کہا کہ قدم صدق سابقہ رحمت جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم مین ودیعت
رکھی تھی ترمذی رح نے کہا کہ قدم صدق وہ امام وہادی صادق شفیع مطاع محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہین۔ نصر آبادی رح نے کہا کہ قدم صدق ہر
مقام مین ادب کا سلوک ہو اور وہ شفیع شفاعت محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہو۔ اُستاد رح نے کہا کہ قدم صدق وہ طاعات وعبادات واعمال صالحہ
بصدق نیت ہین جنکو اُنھون نے عدم بھیجدیا ہو اور صداقت انکی طاعت ادا کرنے مین بھی اور سب کامل نہونے کے اقرار نقصان مین بھی پس
اُن کی یہ صداقت بفضل الٰہی گویا تکمیل ہو بعض نے کہا کہ قدم صدق وہ انعام ہین جو یوم القیامۃ مین انکے لیے مقدم کردیے ہین۔ پھر اللہ تعالیٰ نے
اپنی الوہیت وربوبیت وانواع احسان وکرامات ثابت کرکے متنبہ فرمایا کہ مہمل نہین چھوڑے گئے ہین اوران معارف کے واسطے رسالت ضرور
ہو جو جن یا ملائکہ سے تمام نہین ہوسکتی پس رسول آدمی ہوگا۔ فقال تعالیٰ۔

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مَا
تمہارا رب اللہ ہو جس نے بنائے آسمان اور زمین چھ دن مین پھر قائم ہوا عرش پر تدبیر کرتا کام کی کوئی
مِنْ شَفِيعٍ إِلَّا مِنْ بَعْدِ إِذْنِهِ ذٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ٥
سفارش نہ کرسکے مگر جو پہلے اسکا حکم ہو وہ اللہ ہو رب تمہارا سو اُسکو پوجو کیا تم دھیان نہین کرتے

سعد بن اسحٰق بن کعب ابن عجرہ سے روایت ہو کہ جب مکہ مین یہ آیت اُتری تو سوارون کا ایک بڑا گروہ اُنسے ملاقی ہوا تو اُنھون نے دریافت کیا
کہ تم کون لوگ ہو پس انھون نے جواب دیا کہ ہم جن ہین مدینہ سے آتے ہین اور یہی آیت کریمہ ہمارے سفر کرکے حاضر ہونے کا باعث ہوئی ہو۔ رواہ
ابن ابی حاتم اس آیت مین اللہ تعالیٰ نے اپنی الٰہیت سے متنبہ کرکے عبادت خالص اپنے ہی واسطے ثابت فرمائی بقولہ تعالیٰ۔ إِنَّ رَبَّكُمُ بیشک
رب تمہارا۔ اللّٰہ اللہ تعالیٰ ہو۔ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ جسکی صفت یہ ہو کہ اُسی نے پیدا کیے سب آسمان اور زمین فِي سِتَّةِ
أَيَّامٍ چھ روز مین یعنی دنیا مین جتنی مقدار ایک روز کی ہوتی ہو اتنی مقدار کے چھ گونہ وقت مین کہ چھ روز کے انداز ہو اسب آسمانون و زمینون
کو جو سب سے بڑی مخلوق نظر آتی ہے پیدا فرمایا اور اگر چاہتا تو ایک لحظہ بلکہ اُس سے بہت کم مین پیدا کردیتا ولیکن مخلوق کو آہستگی اور خوبی
کے ساتھ کام کرنا سکھلانے کو اس انداز کے وقت مین پیدا کیا اور ہم نے چھ روز کا اندازہ اسواسطے کہا کہ اسوقت مین سورج نہ تھا کہ دن ورات
ہو تو مراد یہی ہو کہ چھ روز کی قدر وقت مین پیدا کیا لیکن مترجم کے نزدیک اس مین اشکال یہ ہو کہ زمانہ بحساب حرکت فلکی سے ہو تو افلاک نہو نیکے
وقت زمانہ اندازے بھی نہوگا پس جواب اس کا یا تو اسطرح دیا جاوے کہ حرکت فلکی سے زمانہ ہونے کا قول فلاسفہ کا ہے اور ہم اس کو
نہین مانتے ہین اور یا جواب یہ ہے کہ آسمان وزمین نہونے کی حالت مین کوئی کیفیت حس وخیال سے معلوم نہین ہوسکتی ہو پس جائز ہو
کہ دن اس حال مین موجود ہو جسکی کیفیت ہم کو معلوم نہین جیسی وہ حالت ہمارے قیاس مین محسوس نہین ہوسکتی ہے اور نسبت اس
موجود حالت کے وہ حالت عدم سی ہو مگر کا ہو محض عدم نہین ہو علاوہ برین علم الٰہی مین ہر حوادث کا وجود تھا حتی کہ جو کچھ قیامت تک
موجود ہو لہذا سورج نہونے یا افلاک نہونے سے جزم اس امر کا نہین ہوسکتا اور حکم لگایا جاسکتا ہو کہ دن نہ تھا یا زمانہ نہ تھا کیونکہ عدم العلم مستلزم علم العدم

نہیں ہے اور سورج کے طلوع و غروب کے ابین کو دن کہنا فقط لفظی گفتگو ہے کہ اس وجود دنیاوی میں اُسکے سوائے معلوم نہیں جیسے اقرار میثاق ازل اب یاد نہیں ہے یا پچاس ہزار برس کا دن کبھی دیکھا نہیں ہے پس سوائے کیفیت مجہول ہونے کے کوئی استحالہ لازم نہیں آتا تو جب اللہ تعالے نے آگاہ فرما دیا کہ چھ روز میں پیدا فرمایا تو معلوم ہوگیا کہ روز تھا جسکی کیفیت ہمارے خیال سے باہر ہے اور ہم اسی کو یقین کرتے ہیں لہذا جو صحیح حدیث میں وارد ہوا کہ اتوار کے روز پہاڑ قائم اور دوشنبہ کو فلاں چیز و سہ شنبہ کو فلاں چیز وغیرہ بتفصیل ایام کی پیدائش مذکور ہے اور دیگر احادیث جن میں تعیین ایام ہے سب اپنے ظاہر معنی پر ہیں اور ایسے ہی جنت کے خلود وغیرہ میں بعض احادیث میں تخصیص روز جمعہ کے مانند ظہور خصوص نعمت خاص کا جو وارد ہوا وہ اپنے معنی پر ہے حالانکہ وہاں سورج و چاند اور دن و رات نہیں ہے بالجملہ ملک آخرت و عالم ورا محسوسات کو عالم عناصر محسوسات پر قیاس نہیں کر سکتے ہیں اور نہ کوئی استحالہ قائم ہو سکتا ہے اور عجب ہے کہ ذہن کے مقابلہ میں خارج کا حکم بدلا ہوا مسلم ہے پھر عقل و ایمان ہمارے مسئلہ میں بدرجہ اولے کسی اشکال کو راہ نہیں دیتے ہیں۔ فافہم و باللہ التوفیق۔ اور آیت میں دلیل ہے کہ سماء بمعنی بلندی نہیں بلکہ ایک خلقت محسوس اور چند عدد جمع ہے تو جنے یہ زعم کیا کہ آسمان فقط منتہائے نظر ہے وہ آیت سے کافر ہے۔ اور آیت میں ربکم مقدم کیا اس لیے کہ عرب کے کفار اقرار کرتے تھے کہ آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا اللہ تعالے ہے لہذا انحصار کے ساتھ یوں بیان کرنیکی بھی ضرورت نہیں کہ اللہ تعالے ہی نے انکو پیدا کیا ہاں وے لوگ اپنے کاموں و حاجتوں کا سرانجام دینے والا بعضے بتوں کو خیال کرتے ہیں اور انکو رب جانتے تھے تو رد کر دیا کہ رب تمھارا وہی اللہ تعالے ہے جسکی قدرت عظیم و شان بے قیاس ہے اُس نے چھ روز میں یعنے اپنی مخلوق کو اسیطرح آہستہ سوچ سمجھکر کام کرنے کا طریقہ سکھلانے کے لیے چھ روز میں آسمانوں و زمین کو پیدا کیا۔ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ۔ پھر عرش پر مستوی ہوا۔ کرخی رح نے لکھا کہ عرش پر مستوی ہونا اللہ تعالے کی ایک صفت ہے اُس کی کیفیت بالکل سمجھ سے باہر ہے۔ مفسر رح نے لکھا کہ یہ استوار ایسا ہی جو اُس کی شان پاک کے لائق ہے یعنی کوئی جاہل یہ گمان نہ کرے کہ عرش پر مستوی ہونا ایسی کیفیت پر ہے یا اسکی مثال اسطرح ہے یا یوں متصور ہے کیونکہ حضرت باری تعالے کو کسی چیز سے تشبیہ نہیں اور نہ آدمی کے قیاس کو مجال ہے پس جب یہ صریح آگیا کہ اللہ تعالے کسی چیز سے مشابہ نہیں ہے تو اتنا بالیقین معلوم ہوگیا کہ جو کیفیت بندہ تصور کرے وہ حادث ہوگی اور حادث سے اللہ تعالے پاک ہے تو اس کی کیفیت کبھی معلوم نہیں۔ اور چونکہ اللہ تعالے نے استوار علی العرش کو بیان فرمایا تو ہم یہ نہیں کہتے ہیں کہ یہ کچھ نہیں ہے بلکہ یقین کرتے ہیں کہ جو کچھ اُسنے فرمایا وہ صحیح ہے اور کیفیت ہم کو معلوم نہیں ہے ہاں اتنا یقین ہے کہ کوئی تشبیہ و تمثیل و تصور یہاں نہیں ہے پس یہ طریقہ تو سلف الامت و اماموں کا ہے کہ ایسی آیات کو جو اللہ تعالے کی شان میں ہیں انپر بدون تاویل کیے اسیطرح ایمان لاتے ہیں کہ جسطرح وارد ہوا بدون کیفیت کے اور یقین جانتے ہیں کہ یہاں قیاس و گمان و وہم وغیرہ سب باطل ہے اور پچھلے علما رح نے ان آیات میں تاویلیں کیں تاکہ سمجھ سے موافق ہو جاوے لیکن بے ضرورت تاویل ہے اور بکثرت احادیث جو صفات میں وارد ہیں نہیں تاویل بعض جگہ نفی ہے اور بعض جگہ بالکل نہیں نفی ہے تو تاویل بیکار ہے اور کوئی آدمی جسکو ذرا بھی عقل ہو وہ ایمان لانے کے لیے اس بات پر ہٹ نہیں کریگا کہ مجھے شان و صفت الٰہی کا علم ہو جاوے اسلیے کہ مخلوق کو اتنی مجال نہیں کہ حضرت خالق تبارک و تعالے کا علم حاصل کرے لہذا آیات و احادیث صفات کو اپنے معنی پر یقین کرے بدون دخل اپنے قیاس کے اور جان لے کہ یہ صفت الٰہی ہے جسطرح اُسکی شان پاک کے لائق ہے اسیطرح ہے پھر قولہ ثم استوی میں حرف ثم اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ آسمانوں و زمین پیدا کرنے کے بعد صفت استوار عرش ظاہر ہوئی اور وہ پاک پروردگار قبل اسکے عرش سے مستغنی تھا اور بعد اسکے بھی کیونکہ وہ تعالے کو کسی چیز حادث کی طرف احتیاج محال ہے اور صفات الٰہی سب قدیم ہیں نہیں کچھ تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا ہاں فتدبر

اوقات مختلف مین ممکن ہو۔ بالجملہ سچا طریقہ ایمان کا وہ ہو جسپر صحابہ و تابعین گذرے کہ بیشک و بے تردد وہ ایمان لائے تھے و ہم بھی ایمان لاتے ہین کہ اللہ تعالیٰ نے چھ روز مین آسمانون و زمین کو پیدا کیا اور پھر عرش پر جسطرح اسکی شان پاک کے لائق ہو مستوی ہوا۔ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ تدبیر فرماتا ہو امر کی۔ اس جملہ کو بدون واو عطف کے فرمایا کیونکہ یہ گویا سابق کلام کی تفسیر و تفصیل ہو۔ تدبیر لغت مین نظر کرنا ادبار امور کو یعنے انجام کار مین نظر کرنا کہ اچھی صورت پر واقع ہو اور امر یعنی شان و حال ہو اور جناب باری تعالیٰ مین تدبیر کے معنے قضا و قدر کا جاری کرنا نہایت حکمت و کمال قدرت پر ہونا اور تعالیٰ کا علم محیط ہو اور اُسی کے خلق سے تمام مخلوق ہو لہذا شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ معنے یہ ہین کہ امر خلائق کی تدبیر فرماتا ہو اُسکے علم سے ایک ذرہ پوشیدہ نہین ہو نہ آسمانون مین اور نہ زمین مین اور نہ کوئی حال و شان اُسکو مشغول کر سکتا ہو اور نہ بے شمار مخلوق کی حاجات و دعاؤن مین کچھ سہو ہوتا ہو اور نہ جنگلون و پہاڑون و آبادیون و آسمانون و زمینون و ملائکہ و جن و انسان و وحوش و طیور و گزندون اقسام کے حشرات الارض و چیونٹیان و مکھیان اور بے انتہا خلقت جسکے علم سے وہی آگاہ ہو کسی نے رزق و جزا و سزا و وعدہ و عطا مین ذرہ برابر تغیر و فرق ہو سکتا ہو اور ہر جانور کا روزینہ اللہ تعالیٰ کے فضل پر ہو اور کوئی پتی بدون اُسکے علم کے نہین گرتی اور کوئی دانہ زمین کے اندر بدون اُسکی اجازت اُگنے نہین پاتا اور جو کچھ رطب و یابس ہے سب کتاب مبین و لوح محفوظ مین موجود ہو۔ بیضاوی رح نے لکھا کہ قولہ یدبر الامر یعنی امر کائنات کو بمقتضائے حکمت بالغہ و تکلیفہ تقدیر فرمایا اور اُسی کے حکم و تحریک پر اسباب نازل ہوتے و اُسی کے فعل و قدرت سے خلق جاری ہو۔ بالجملہ جب کافر لوگ حضرت حق تعالیٰ عز و جل کے اس اقتدار عظیم کو دیکھین اور اُسکی عظمت و جلال مین فکر و غور کرین تو انکو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت مین کچھ تعجب و شک نہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت تعلیم فرماتا ہو اور انکو کچھ شک نہ رہے کہ ایسا خلاق العلیم سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم وہی ہمارا رب کریم ہو اُسی کے واسطے الوہیت و ربوبیت مختص ہو اور ہم سب کے ہم بندے ہین تو بندگی خالص اُسی کی ہو پس بتون وغیرہ کسی چیز کا شرک محض باطل ہو اور رہا یہ گمان کہ بت وغیرہ ہماری حاجت بر لاتے ہین اللہ تعالیٰ کے یہان ہمارے شفیع و سفارشی ہین تو محض باطل گمان ہو اول تو بت پتھر کے خود تمہارے ہاتھون کے تراشے ہوے پس وہ تم سے بھی بدتر ہین دوم انکو گویائی ہی نہین ہو تیسرے پتھر کو نہ عقل نہ شعور۔ چوتھے حضرت رب العزۃ ذوالجلال والاکرام کے دربار عظمت و جلال کبریائی مین دم مارنے کی مجال کہان ہو اور بدون اسکے حکم کے زبان حرکت کہان کر سکتی ہو قال اللہ تعالیٰ۔ مَا مِنْ شَفِيعٍ الخ لاحد شفیع یشفع لاحد کوئی سفارش کرنے والا جو کسی کے لیے سفارش کرے ہو نہین سکتا۔ اِلَّا مِنْ بَعْدِ اِذْنِهٖ مگر حق عز و جل کی اجازت کے بعد پس بدون اسکی اجازت کے کسی کی زبان ہل نہین سکتی کہ سفارش کر سکے تو اگر بتون کے زبان ہوتی اور شعور ہوتا اور بول سکتے تو بھی بیکار تھے کہ بدون رضامندی حق عز و جل کے انکو مجال سفارش نہوتی۔ اور ظاہر ہو کہ جو بندے کہ اپنے پروردگار کے سوائے دوسرے کی بندگی کرین تو اللہ تعالیٰ ایسے مشرکون سے راضی نہین اور اُنپر غضب فرماتا ہے اور بت اگر شعور رکھتے اور اپنے معبود بنائے جانے پر راضی ہوتے تو انکو بھی سخت عذاب ہوتا اور بڑی ذلت و دکھ کی مار اٹھاتے پھر سفارش کیسی لہذا قطعی حکم دیا کہ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ الآیہ یعنی اللہ تعالیٰ یہ نہین بخشتا کہ اسکے ساتھ شرک کیا جاوے یعنی کوئی دوسرے کی بندگی کرے یا دوسرا اپنی بندگی پر اُس سے راضی ہو کیونکہ دونون مشرک ہر دو مردود ہین آیت مین دلیل ہو کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے شفاعت ہوگی چنانچہ آنحضرت صلعم کے واسطے حق تعالیٰ عز و جل نے اجازت کا وعدہ فرمایا ہو اللہم ارض عنا بفضلک و توفنا مؤمنین مسلمین علی سنۃ نبیک محمد صلے اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین الحاصل اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی و قدرت و کمال ایسی ہو اور عظمت و جلال یہ کہ بدون اجازت کسی کی زبان نہین ہل سکتی۔ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ یہی عظمت و جلال والا اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہو وہی معبود ہو اُسی کے تم بندے ہو اُسی کے واسطے عبادت و بندگی خالص و خاص ہے۔

فَاعْبُدُوْہُ پس اُسی کی توحید کرو یعنی یقین کرو کہ لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ پس اُسی کی بندگی کرو۔ اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ اے تذکرون۔ کیا تم سمجھکر نصیحت نہین پکڑتے ہو۔ پس درحقیقت تعجب کے قابل یہ بات تھی کہ حضرت حق ذوالجلال والاکرام کی توحید چھوڑ کر بتون وغیرہ کے بندے بنگئے جس سے آنکھین اندھی و دل سیاہ ہوگئے تو اُلٹا تعجب کرنے لگے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم آدمی ہین اللہ تعالےٰ کے رسول نہین ہوسکتے ہین باوجودیکہ یہ کلام معجز نظام کہ سراسر معرفت ہو اپنے دعوی رسالت پر معجزہ لائے تو بدبخت کافر اُسکو جادو کہنے لگے حالانکہ اس امر کے قائل تھے کہ تمام مخلوق اللہ تعالےٰ کی پیدا کی ہوئی ہو پس خود ہی اقراری تھے کہ وہی معبود برحق اور اُسی کی بندگی خالص ہو۔ ف عرائس البیان مین ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی الوہیت کو اسرار عارفین واہل توحید کی تربیت کے واسطے ذکر فرمایا بقولہ ان ربکم اللہ۔ پھر اہل الیقین کے فرحت قلوب کے لیے آگاہ فرمایا بقولہ الذی خلق السموات والارض فی ستة ایام۔ اسمین اہل عقل کو بصیرت ہو اور چند ایام مین اُنکی خلقت فرمانے کا بیان مفید ہے کہ انسان سے عجلت دور ہو وقد قال تعالےٰ وکان الانسان عجولا پس بالطبع انسان مین عجلت اسکی کمالات و ترقیات مین بہت مضر ہے پس وجود نور قلب کے لیے درنگی و آہستگی ضرور ہو جیسے اس آیت کریمہ مین اشارہ فرمایا ورنہ او تعالےٰ ایک لمحہ مین کرورون آسمان بے انتہا پیدا فرماسکتا ہو وقال تعالےٰ ثم استوی علی العرش پھر عرش کو اپنی تجلیات کے لیے آئنہ بنایا اور انفاس صدیقین و مریدین کے واسطے وہی منتہی ہو مترجم کہتا ہے کہ اس سے نازل مرتبہ پر سدرة المنتہی وغیرہ ہین اور سورة النجم وحدیث المعراج مین بہت سے اسرار کی طرف اشارہ ہو جبکہ ہدایت الٰہی سے فکر سلیم نصیب ہو۔ پھر اللہ تعالےٰ نے آگاہ فرمادیا کہ جو ہمارے صدق ارادت سے طالب حق ہو۔ وجل بن اُنپر راہ بہت آسان فرمائی ہو قال تعالےٰ یدبر الامر۔ ارواح کو علت حدوث و تعلق بالغیر سے پاک فرماکر راہ مشاہدہ دیتا ہو اور عارفین کے دلون کو کشف انوار صفات سے منور فرماتا ہو پھر بیان فرمایا کہ اللہ تعالےٰ خود مختار ہو جسکو چاہا مقبول کیا اور جسکو چاہا مطرود فرمایا اسمین کسی مخلوق کو مجال نہین ہو بقولہ ما من شفیع الا من بعد اذنہ پس جب بندہ مخلوق کو زبان انبساط و یدی وہ سوال و دعا کرنے لگتا ہو اور دوسرون کی شفاعت کرتا ہو ورنہ حادث کو کیا مجال و اسکی کیا ہستی ہو کہ اللہ تعالےٰ کی عظمت و جلال کے سامنے دم مارے۔ پھر حسن وصف سے موصوف فرمایا اسی کو اہل معرفت کے لیے واسطے حصول معرفت کے بیان کیا بقولہ ذالکم اللہ ربکم پھر معرفت کے بعد اُنکو عبادت کی طرف بلایا بقولہ فاعبدوہ معرفت کے ساتھ اُسکی عبادت کرو کیونکہ خلق سے بھی معرفت توحید مقصود ہو بقولہ تعالےٰ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون یعنی توحید و معرفت حاصل کرین۔ پھر اُنکو فکر و غور سلیم کی طرف آمادگی دلائی بقولہ تعالےٰ افلا تذکرون۔ دریاے فکر مین خوض نہین کرتے کہ حقائق صنائع الٰہی حاصل کرو جنسے حقائق انوار ملتے ہین اور اُنسے لطائف اسرار منکشف ہوتے ہین۔ مترجم کہتا ہو کہ توحید و تفکر کا حکم دیا کہ یہ اسوقت حصول کمالات و قبولیت کا عمل کسبی ہے پھر جزاء و سزاے واقعی سے جو بلا اختیار خواہ مخواہ واقع ہونے والا ہو آگاہ فرمایا۔

اِلَیْهِ مَرْجِعُکُمْ جَمِیْعًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ اِنَّهٗ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ

اسی طرف پھر جانا تم سب کو وعدہ ہو اللہ کا سچا وہی بناوت پہلے پھر اُسکو دوہرا دیگا تا بدلا دے اُنکو جو

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ؕ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِیْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِیْمٌۢ

یقین لائے تھے اور کیے تھے کام نیک انصاف سے اور جو منکر ہوے اُنکو پینا ہو کھولتا پانی اور دکھ کی مار اسپر

بِمَا کَانُوْا یَکْفُرُوْنَ ۝

کہ منکر ہوتے تھے

واضح ہو کہ ضمیر الیہ راجع بجانب اللہ تعالےٰ جو رب و خالق و مالک ہے مرجع لوٹنا یا مقام بازگشت جمیعًا تاکید۔ وعد اللہ مفعول مطلق اپنے فعل محذوف کا اے وعد اللہ وعدًا۔ اور اپنے نفس کا خود مؤکد ہے کیونکہ قولہ الیہ مرجعکم۔ خود بھی وعدۂ الٰہی ہے حقًا بھی مفعول مطلق اپنے فعل محذوف کا اور مؤکد غیر کا ہے یعنے وعد اللہ جسپر دلالت کرتا ہے اسکی یہ تحقیق کرتا ہے اس آیت سے شروع کیا کہ اللہ تعالےٰ نے یہ تمام مخلوقات جو عجائب قدرت وصنعت الٰہی پر دلیل ہیں تمہارے امتحان و فکر کرکے توحید حاصل کرنے کے لیے پیدا فرمائی ہیں تم مہمل نہیں چھوڑے گئے بلکہ خواہ مخواہ تمکو بدلا دیا جائیگا پس فرمایا۔ اِلَیۡہِ مَرۡجِعُکُمۡ جَمِیۡعًا اللہ تعالےٰ ہی کی طرف تمہارا سب کا مرجع ہے یعنے پیدا ہوئے ہو پھر ہلاک ہو کر یوم البعث و النشر کو اسی کی طرف پھر جاؤ گے کسی اور کی طرف جنکو شریک بناتے ہو نہیں مرجع ہے پس اسکے حضور میں جانے کا سامان کرو۔ وَعۡدَ اللّٰہِ حَقًّا وعدہ دیا ہم کو اللہ تعالےٰ نے یہ وعدہ اور اسکو خوب محقق کر دیا اسمین ذرا خلاف نہیں ہو سکتا۔ اِنَّہٗ یَبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ یُعِیۡدُہٗ اللہ تعالےٰ ابتدا فرماتا ہے خلق کو اسطرح کہ انکو پیدا کر دیا پھر اعادہ فرماویگا اس طور کہ ہلاک کرکے پھر بعد موت کے یوم الحشر کو اٹھا دیگا پس جس حالت پر مرے ہیں اسی حال پر اٹھینگے۔ لِیَجۡزِیَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالۡقِسۡطِ یہ پیدائش و اعادہ اسواسطے ہے کہ بدلا دیوے اللہ تعالےٰ ان بندون کو جو ایمان لائے اور نیک کام کیے ساتھ عدل کے یعنی اپنے عدل و انصاف کے ساتھ۔ یا یہ معنی ہیں کہ ان مومنون نے جو عدل اختیار کیا تھا یعنے تمام امور میں اعتدال شرعی سے تجاوز نہیں کرتے تھے اگرچہ انکے نفوس فساد کی طرف خواہش کرتے ہوں و عدل شرع سے ناگواری اٹھاتے ہوں۔ یا عدل سے مراد ایمان ہے اسواسطے کہ ایمان عین عدل ہے چنانچہ ایمان یہی ہے کہ خالق عز و جل کی جناب میں ادب ہو پس خالق کو پہچانے اور اسکے حقوق بجا لاوے اور اپنے آپ کو اسکا بندۂ مخلوق جانے اور آپس میں بندون سے خالق عز و جل کے حکم کے موافق برتاؤ کرے پس ایمان عین عدل عظیم ہے جیسے شرک ظلم عظیم ہے بیضاوی رح نے کہا کہ یہی معنی اوجہ ہیں معنی یہ ہوے کہ ایمان والون کو انکے ایمان کا ثواب عطا فرماوے۔ وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَہُمۡ شَرَابٌ مِّنۡ حَمِیۡمٍ وَّعَذَابٌ اَلِیۡمٌۢ بِمَا کَانُوۡا یَکۡفُرُوۡنَ اور جن بندون نے کفر کیا انکے لیے پینے کو حمیم ہے اور دکھ کی مار ہے بسبب انکے کفر کرنے کے یعنی مخلوق ہو کر خالق عز و جل کی عبادت سے منکر ہوے اسطرح کہ غیر کو شریک بنانا۔ یہ جملہ مقابلہ میں جملہ اول کے ہے۔ اور اصل میں یہ معنے تھے کہ ولیجزی الذین کفروا و عملوا السیآت ظلمہم۔ اور تاکہ سزا دیوے ان لوگون کو جنھون نے کفر کیا اور برے کام کیے ہیں بوجہ انکے ظلم و شرک کے۔ پھر بلاغت کاملہ سے اس جملہ کو اس اسلوب پر بدل دیا پس اسمین بہت سے فوائد پیدا ہو گئے از انجملہ یہ کہ ظاہر ہوا کہ اہل کفر اسی عذاب کے مستحق ہیں۔ از انجملہ یہ کہ تنبیہ ہوئی کہ خلق و اعادہ سے اصل مقصود ثواب کا بدلا دینا تھا اور عذاب تو بالعرض واقع ہوا۔ از انجملہ تنبیہ ہوئی کہ مومنون کے ثواب دینے میں اللہ تعالےٰ بذات پاک متولی ہے پس جب اسکے فضل و کرم پر انکو ثواب ملا تو اسکی کچھ انتہا نہیں اور وہ فہم بشری سے باہر ہے اسیواسطے اس میں کوئی تفصیل نہیں فرمائی اور کافرون کا عذاب فقط انکے اعمال بد کا مساوی بدلا ہے کچھ زیادہ بالکل نہیں ہے گویا انکی بداعتقادی و بداعمالی خود انپر بیماری و دکھ کھینچ لائی حمیم نہایت گرم پانی۔ اور یہ نچوڑ جلتا ہوا خود جہنمیون کا انکو ملیگا جس سے انتڑیان کٹ گرینگی۔ بیضاوی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ جملہ گویا کلام سابق یعنے قولہ الیہ مرجعکم آخر کی تعلیل ہے کیونکہ جب پیدا کرنے و مارنے اور پھر اعادہ کرنے سے اصلی مقصود یہ ہوا کہ ہر مخلوق کو جو اعمال کی پابندی کی گئی ہے اسکے برتاؤ کے موافق بدلا دیا جاوے تو خواہ مخواہ ہر ایک کا مرجع اسی کی طرف ہوگا۔ اور اسکے مؤید قراءۃ عبد اللہ بن مسعود رض و اعمش رحمہ اللہ ہے کہ انھون نے قولہ انہ یبدء الخلق کو بفتح ان پڑھا یعنے لانہ یبدیٔ الخلق۔ پس جملہ بلام تعلیل ہوا۔ واضح ہو کہ قولہ الیہ مرجعکم میں ضمیر خطاب بجانب اہل عقل ہے اور جملہ تعلیلیہ میں یبدی الخلق عام خلق فرمائی۔ تو اشارہ ہے کہ سوائے عقلا کے جانور وغیرہ سب کا اعادہ ہوگا حتی کہ سینگون والی بکری سے بے سینگون والی کے مارنے کا قصاص لیا

جائیگا جیسا کہ حدیث مین صحیح ہوا ہی اور فرق عقلا ہین وان مین یہ ہے کہ حیوانات بعد قصاص وبدلے کے خاک کر دیے جاوینگے بخلاف کفار و
مشرکین کے کہ وے دائمی جہنمی ہونگے جیسے دنیا مین انپر کرامت تھی کہ سب سے افضل کیا ویسے ہی عذاب مین سب سے خوار ہونگے فافہم واللہ اعلم
ف و فی العرائس قولہ تعالے الیہ مرجعکم جمیعا۔ اس مین اشارت یہ بھی ہی کہ جب ہر عزیز و خائف و حیران و تائب و قاصد و طالب کا وہی
مرجع ہی تو ہر مجذوب کو اُسکی ایک صفت پاک جذب کرتی ہے پس عاشق کا مرجع اُسکا جمال مبارک ہی اور عارف کا مرجع اُس کا جلال
اور موحدین کا اُسکی کبریائی اور خائفین کا اُسکی عظمت اور مشتاقین کا وصال اور محبین کا قرب اور مرجع اہل فنا اُسکی ذات پاک ہے
پس اُسکی ذات پاک کے انوار مرجع ارواح قدسیہ ہین اور انوار صفات مرجع قلوب شیفتہ و انوار افعال مرجع عقول حیران تعالے اللہ سبحانہ قال
المترجم پس وہان کسی حادث و حدوث کو رسائی نہین ہی اور طرق معرفت سب مسدود ہین سوائے اسکے کہ قدم کی صفت سے قدیم کی طرف
معرفت ہو اور یہ طریقہ عقلی نہین ہی کیونکہ عقل اسمین خود حیران ہی پس اُسکا طریقہ یہی ہی کہ اتباع رسول اللہ صلعم تمام و کمال ہو اور بغیر چون و
چرا کے بتصدیق تمام اُسی پر قائم و ثابت رہے یہان تک کہ اللہ تعالے عطا فرماوے وہ قوت جو ظل الصفۃ ہی اور اُسکا بیان اس حدیث صحیح مین
ہی۔ لایزال العبد یتقرب الی بالنوافل الی آخر الحدیث واللہ تعالے اعلم۔ پھر شیخ نے لکھا کہ اللہ تعالے پاک برتر عالی متعالی ہی وہان کسی حادث کو
مجال نہین ہی اور بیان اسکا آخر آیت مین ہی قولہ تعالے وعد اللہ حقا انہ یبدئ الخلق ثم یعیدہ۔ عدم سے تجلی قدم انکو ابداع فرمایا پھر قہر سلطانی سے
انکو معدوم کیا پھر براہ شفقت انکو اعادہ فرمایا کہ اہل عرفان کو نعمت کشف جمال عطا ہو کما قال تعالے لیجزی الذین آمنوا وعملوا الصالحات بالقسط
یعنے جن بندون نے ملکوت کو مشاہدہ کیا انکو کشف جمال جبروت عطا فرماوے اور جن بندون نے اپنے سرائر کو درست کرکے نزول انوار کے لیے
پاک کیا تھا انکو قرب و وصال عطا فرماوے اے برادر جو اس سفر دنیا سے شوق دل کے ساتھ یہان تکلفتون کو پاکیزگی کے ساتھ اُٹھائے ہوئے
وہین کا دھیان لگائے ہوئے پہونچتا ہی حق تعالے انکو نعمتون سے سرفراز کرتا ہی جنکا کچھ بیان نہین ہو سکتا اسی پر اکتفا کرو کہ حضرت سید المرسلین صلعم
نے قسم سے بیان فرمایا کہ جنت مین ہاتھ بھر جگہ تمام دنیا و مافیہا سے بہتر ہی جنید رح نے کہا کہ قولہ الیہ مرجعکم اُسی سے ابتدا ہوا اور اُسی کی طرف انتہا ہی
اور درمیان مین فضل و نعمت کے باغ ہین مترجم کہتا ہی کہ درمیان مین معرض امتحان مین دنیا و مافیہا ہی کہ اُسپر تجلی قہری ہی پس جسنے اُس کو
امتحان مین موافق رضائے حق تعالے یعنی موافق شرع پاکیزہ لیا اگرچہ اُسکے نفس پر گران ہوا اور اسیقدر پر اکتفا کیا اور بالکل اُسکو اسکی محبت سے
نہین لیا بلکہ باغ حقیقی یعنے اعمال صالحہ کے لیے لیا تو اُسکے لیے دنیا کی اتنی چیزین بالتبع اور اصلی باغ اعمال صالحہ ہین پس شیخ نے فقط اہل
ایمان کی تخصیص کی لہذا یون فرمایا کہ درمیان مین باغ فضل و نعمت ہین پس جسکے لیے ابتدا مین سعادت سابق ہوگئی تو اسکے لیے باغہاے مذکور
مین نعمتون کے اظہار مین زبان شکر و دل راضی و دیدار منعم حقیقی ہی اور جسکے لیے ابتدائی سعادت جاری نہین ہوئی اُس نے تمام عمر اپنے نفس کی
خواہش مین اور فانی اموال جمع کرنے مین برباد کی تا کہ ابتدا مین جو شقاوت اُس کے حق مین مقدر ہوئی آخر اسی طرف مردود ہوا لہذا قال
تعالے الیہ مرجعکم جمیعا پس اللہ تعالے کی طرف راجع درحقیقت وہی ہی جسنے تمام ماسواے حق تعالے سے مُنھ موڑ کر اُسی کی طرف رجوع کیا مترجم
کہتا ہی کہ اشارت یہ فرمائی کہ اللہ تعالے کی درگاہ مین مرجع واقعی یہ تھا کہ خوشی و رضا کے ساتھ ہو جسپر انعام و اکرام ہی اور یہ مومنون کے لیے مخصوص
ہی اور رہے کفار و مشرکین و منافقین تو وہ مقہور و مجبور اسکی طرف مردود ہین ورنہ باختیار خود تو ہمہ تن دنیا و مافیہا کی طرف راجع تھے پس مرجع انکا
عذاب شدید کی طرف ہی۔ اُستاد رح نے کہا کہ رجوع مقتضی ہی کہ ارواح کے لیے جسم مین ہونے سے پہلے وجود ہو پس مقامات تسبیح و تقدیس مین مقیم
تھین پس جو کوئی سفر کو جاتا ہی جب وہ واپس آتا ہی تو اہل محبت اس سے خوش ہوتے ہین۔ بعض نے کہا کہ مثال ایسی ہی کہ جیسے مالک کسے ڈ و

غلام سفر کو تجارت کے لیے گئے جنمین سے ایک کے پاس مالک کے قاصد نے جو پیغام پہونچایا تھا اُنے اُسی کی پابندی کر کے نفع اُٹھایا اور دوسرے کے پاس وہی پیغام پہونچا مگر اُس نے پیغام کو خوب استوار الیقین کرنے کے باوجود لہو ولعب مین زیادہ اوقات گذارے اور کچھ نفع نہین کمایا لیکن سرمایہ بھی باقی رکھا اور تیسرے کو وہی پیغام پہونچا اس نے قاصد کو بُرا بھلا کہا اور اپنی رائے کی پابندی کی اور اس سے بڑھ کر یہ کیا کہ وہان ایک اور آقا کی غلامی اختیار کی پھر پہلا غلام واپس ہو کر مالا مال اپنے مالک کے حضور مین حاضر ہوا دیکھا کہ مالک سلطان روے زمین ہے اُس نے اُس کی حسن خدمت پر تمام کمائی اُس کو بخشی اور نعمت بے قیاس و وزارت اُس پر فضل وکرم سے مزید فرمائی اور دوسرا غلام حاضر آیا مگر شرمندہ پس مالک نے اُس کو کچھ تنبیہ وتادیب کے بعد بخشدیا اور تیسرا غلام بفرمان سلطانی گرفتار ہو کر مع اُس شخص کے جسکو وہان آقا بنالیا تھا حاضر ہوا اور معلوم ہوا کہ یہ شخص جسکو آقا بنایا ہے مالک کا مملوک و نافرمانی سے بھاگا ہوا نہایت نجس نامعقول ہے پس مالک نے دونون مردودون کو جہنم مین ڈالدیا۔ مترجم کہتا ہے کہ حضرت باری جل سلطانہ وعز برہانہ ایسا پاک معبود ہے کہ اس کی جناب مین جو مثال ونظیر بیان کی جاتی ہے وہ کسی طرح بن نہین پڑتی ہے کیونکہ جس سے مثال بیان کیجاوے گی لامحالہ حادث چیز ہوگی اور حوادث سب مخلوق ومملوک وہیچ وپوچ ہین پھر حضرت قدیم تعالےٰ وتقدس تک کہان رسائی ممکن ہے یہان عبارت قاصر یہان عقل حیران یہان تو اسی کے فضل پر ہدایت ومعرفت ہے سہ اے برتر از خیال وقیاس وگمان ووہم + وزہرچہ گفتہ اند وشنیدیم وخواندیم جو کچھ ہے اس کی مخلوقات ہے ولیکن ہدایت وکرم عفو پر بھروسا کر کے شرمندگی وعاجزی کے ساتھ زبان پر حرف لایا جاتا ہے اللہ تعالےٰ عفو فرماوے ہم بندے اسی طرح آپس مین ناچار ایک دوسرے کو کنھین حرفون مین سمجھاتے ہین اللھم اعف عنا واغفرلنا پھر شیخ نے لکھا کہ جب فرمانبردار مطیع بندہ حاضر ہوا تو اُس کو وہ بھلائی ملی جو اُس کے قیاس وگمان ووہم سے کہین بڑھ کر تھی بلکہ کسی طرح وہم مین نہین آئی اور نہ مجال ہے اور نہ کوئی نسبت ہے اور ثواب لا اور قرب ومنزلت حاصل ہوئی سردم ترقی اور کہین انتہا نہین ہے اور اقراری گنہگار غلام جب اخلاص کے ساتھ شرم مین ڈوبا ہوا افسوس وآہ کرتا ہوا لوٹا تو اُس کو کرم کے ساتھ درگذر فرمانے کا تمغہ ومغفرت وعفو کا لباس خلعت واحسان مل گیا۔ واضح ہو کہ جو حق تعالےٰ نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اور وحی خاص سے احکام بھیجے سب قطعی ہین وقد قال تعالےٰ وعداللہ تعالیٰ پس صالح بندون کو فردوس اعلیٰ ورضوان اکبر ہے اور گنہگار شرمسار کے لیے رحمت ورضا ور لطف حق عزوجل ہے پس رحمت تو صفت حق جل وعلا ہے اور جل صفت اجل کہ اس کو دوام ابقا رہے مترجم کہتا ہے کہ اشارت سے فرق بتادیا اور یہان تقریر کو گنجائش نہین ہے لیکن مجھے اتنی تنبیہ کی ضرورت ہوئی کہ یہ وہم نہو کہ گنہگار پر رحمت وبخشش دائمی نہین بلکہ جو بخشا گیا وہ ہمیشہ جنت مین ہے اور احادیث وایات حق سبحانہ عزوجل مین بہت اشارت ہین از انجملہ یہ ہے کہ اعلیٰ درجہ اُن بندون کا ہوگا جو ہر وقت اس کرم مین غرق ہین اور ادنیٰ وہ ہین کہ انکے واسطے میعاد ہے فافہم واللہ ولی الحق وھو یہدی السبیل۔ اُستاد نے کہا کہ تمام عمر مین جس بندے کو ایسا وقت جب کبھی ملگیا کہ جیسا انکا آغاز ہو دتھا تو اشارہ ہین اُس کے لیے عادۃ تحقق ہوا مترجم کہتا ہے کہ یہ نعمت کبیر ہے اور حدیث صحیح مین ایک قصہ طویل ایک بندہ مقبول الٰہی کا ہے جو شوق ایمان مین سفر دراز طے کر کے گرد آلود وہ حاضر ہو کر عین صدق سے ایمان لائے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بشارت پائی کہ اسوقت تو ایسا ہے جیسا کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا تو اسقدر خوشی ہوئی کہ اُسی مین شکر ادا کرتے ہوے جان بحق تسلیم ہوے رضی اللہ تعالےٰ عنہ وعن اصحاب الرسول صلے اللہ علیہ وسلم اجمعین پھر حق تعالےٰ عزوجل نے عالم کو نورانی فرمانے کی قدرت کاملہ اور وحدانیت کے دلائل ساطعہ پر تنبیہ فرمائی بقولہ تعالےٰ

هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ مَا

وہی ہے جس نے بنایا سورج کو چمک اور چاند کو اُجالا اور ٹھہرائیں اُسکو منزلیں تو پہچانو گنتی برسوں کی اور حساب نہیں

خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝

بنایا اللہ نے یہ سب مگر تدبیر سے کھولتا ہے نشانے ایک قوم پر جنکو سمجھ ہے۔

هُوَ الَّذِي وہی پاک ذات معبود برحق وحدہ لاشریک ہے جسنے جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً کر دیا آفتاب کو ضیاء یعنی ذات ضیا یعنی ضیاء والا کر دیا سورج کو ضیاء مانند قیام کے مصدر ہے یا ضوء کی جمع ہے جیسے سوط کی جمع سیاط آتی ہے اور یا تحتانیہ اسمین واو سے بدلی ہوئی ہے وَالْقَمَرَ نُوْرًا اور کر دیا چاند کو نور یعنے نور والا۔ اور اللہ تعالےٰ نے دونوں کو ضیاء و نور فرمایا اور نور والا نہیں فرمایا تو مانند زید عدل ہے وصف میں مبالغہ ہے۔ پھر نور کا لفظ ہر روشنی کو شامل ہے چنانچہ قولہ تعالےٰ ذہب اللہ بنورہم میں بیان ہوا ہے ضوء خاص عمدہ تیز روشنی کو کہتے ہیں اور بعض نے کہا کہ جو روشنی کہ بالذات ہو وہ ضوء ہے اور جو بالعرض ہو وہ نور ہے پس اسمین تنبیہ ہے کہ آفتاب کو خود روشن پیدا فرمایا اور چاند کو اُسکے مقابلہ سے روشنی پاکر روشن ہو جانے والا پیدا کیا۔ بالجملہ یہ دونوں جرم مخلوق اور مطیع و منقاد ہیں اور انکی پرستش کرنے والے جاہل و مشرک و سفیہ ہیں اور جنکو اللہ تعالےٰ نے ایمان عطا فرمایا وے ان دونوں کو اللہ تعالےٰ کی قدرت کاملہ کی نشانی جانتے ہیں اور بعض سلف سے مروی ہے کہ سورج و چاند کے مُنھ آسمان کی طرف اور پشت ادھر ہے لیکن کسی مرفوع حدیث میں یہ بات نہیں آئی پس اولٰے یہ ہے کہ اسقدر پر اکتفا کیا جاوے جو اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے سورج کو مضی اور چاند کو منور پیدا کیا۔ وَقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ اور مقدر کیا اُسکو منازل۔ بیضاوی رح نے کہا کہ قدرہ کی ضمیر ہر واحد کے لیے ہے یعنی ہر واحد کی رفتار کے منازل مقرر و معین کر دیں یا ذا منازل یعنی ذی منازل ہو یعنے ہر ایک کو مقرری سیروں والا کر دیا پس ہر ایک اپنی گردش میں اور سفر میں مقرری منزلوں سے تجاوز نہیں کرتا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس تقریر سے یہ وہم دفع ہوا کہ قدرہ کی ضمیر مذکر ہے اور شمس مونث سماعی ہے تو قدرہا چاہیے تھا پس قاضی رح نے دفع کر دیا کہ ضمیر ہر واحد کی طرف ہے یعنے۔ قدر لکل واحد منہما۔ اور اولٰی یہ ہے کہ ضمیر فقط قمر کی طرف ہوا اور ذکر اگرچہ دونوں کا ہوا لیکن ضمیر مذکر سے التباس نہ رہا کیونکہ شمس مونث مستعمل ہے اور شمس کے منازل سے عموماً عرب بلکہ عموماً عوام واقف نہیں ہوتے ہیں اور یہاں عموماً ہر ایک کو عبرت اور حسن قدرت الٰہی پر تنبیہ مقصود ہے اگرچہ عبارت بلیغہ دونوں کو بھی شامل ہے اور یہی مفسر رح نے اختیار کیا اور اسی کو ثانیاً بیضاوی رح نے ذکر کیا کہ یا قدرہ کی ضمیر بجانب قمر راجع ہے یعنے اللہ تعالےٰ نے قمر کے منازل مقدر فرمائیں اور اس سے یہ لازم نہیں کہ آفتاب کے منازل نہوں۔ رہا یہ کہ قمر کو خاص کر کے کیوں بیان کیا تو مترجم نے اوپر ایک وجہ کی طرف اشارہ کیا اور دوسری وجہ قاضی رح نے بیان کی کہ قمر کی رفتار تیز ہے اور اُسکے منازل معائنہ ہوتے ہیں اور شرعی احکام اس سے متعلق ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ یہاں کچھ شرع ماننے والوں کی خصوصیت نہیں بلکہ عموماً ہر ایک کو تنبیہ بوحدانیت الٰہی تعالےٰ منظور ہے پس کمال قدرت دیکھیں اور احسان بھی دیکھیں کہ اللہ تعالےٰ نے اسکو نور اور اسطرح منازل کے ساتھ مقدر پیدا کر کے احسان کیا۔ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ۔ تاکہ جانو تم لوگ شمار سال کا اور حساب۔ سنین سنۃ یعنے سال اور حساب سے یہ مراد کہ ہفتہ و مہینہ و ایام جو تمہارے معاملات میں پڑتے ہیں انکو معلوم کر لو۔ اور مفسر رح نے منازل کی تفسیر میں لکھا کہ اٹھائیس منازل اسیقدر راتوں کی مقدار ہوتی ہیں یعنے ہر مہینہ ہر رات انہیں سے ایک منزل میں ہوتا ہے اور جب مہینہ تیس کا ہو تو ایک رات دن اور جب انتیس کا ہو تو ایک دن چھپ جاتا ہے۔ کمالین میں کہا کہ کبھی تین رات بھی چھپتا ہے اور اسپر بعض اہل الہیئۃ کا قول شاہد لایا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ مفسر رح نے شاید یہ تفسیر بطریق علم الہیئۃ لی ہے اور چونکہ بالاجمال تقدیر منازل نص میں مذکور ہے تو ایسی حالت میں یہ قول لینا مضائقہ نہیں ہے بخلاف علم نجوم وغیرہ کے

یا دیگر امور علم الہیئۃ کے جو خلاف نصوص ہیں یا زعم بالغیب ہیں انکو لینا یا اُنپر اعتماد کرنا حلال نہیں ہے اگرچہ بعض نے فی الجملہ اسمین مخالفت
کی ہے اور بعض نے فقہ کے ایک مسئلہ سے استدلال کیا کہ اگر کسی نے دوسرے کو اجرت پر مقرر کیا کہ میرے لڑکے کو نجوم سکھلادے اور مثلاً دس روپیہ
ماہواری دونگا تو فقہ مین لکھا ہے کہ اجرت واجب ہوگی پس اُس شخص نے استدلال کیا کہ یہ جائز ہے بدلیل ایجاب اجرت کے اور اسکا جواب یہ ہے
کہ ایجاب اُجرت کا حکم باعتبار ظاہر قضا کے ہے چنانچہ اور مسائل بھی ایسے موجود ہین کہ باوجود عدم جواز فعل کے وجوب اجرت کا حکم دیا اور یہ
تفصیل کردی کہ یہ فعل مکروہ ہے پس اس سے استدلال نہیں ہو سکتا بعض نے اس آیت سے نکالا کہ علم حساب سیکھنا جائز ہے مترجم کہتا ہے کہ
ظاہر لفظ سے یہ استدلال کیا گیا ہے اور میرے نزدیک حق یہ ہے کہ اصل مقصود زندگی دنیا کا یہی ہے کہ سورج و چاند کی طرح اپنے منازل طاعت و
اتباع سنت کو استقامت سے پورا کرتا رہے اور جب آدمی سب مخلوق سے اکرم ہے تو ان دونون سے بڑھکر نور ایمان سے منور ہو اور جو امر کہ اسکے
حق مین ذخیرہ آخرت نہو اس سے احتراز کرے پس اللہ تعالےٰ نے ضرورت واکثر حاجت کے واسطے چاند کا حساب کافی کردیا ہے اور یہ اصل ہے اور اس سے
زائد جہان تک مفید ہو اور لایعنی نہو جائز ہے ورنہ اتنا وقت طاعت وذکر الٰہی مین صرف کرے۔ بالجملہ جیسے جواز کی وجہ نکلتی ہے ویسے ہی یہ بھی نکلتا
ہے کہ چاند کی اسطرح منازل کی خلقت تمھاری حاجت کے لائق شمار و حساب کے واسطے کافی پیدا کردی ہے بعض نے نکالا کہ شمار سال جان
لینے مین علم تاریخ یعنی مثلاً اچھے لوگون کا سال پیدائش و وفات جان لینا جائز ہے بلکہ بعض نے قولہ قدرہ کی ضمیر راجع کرنے مین اول توجیہ کے موافق
لکھا کہ قولہ لتعلموا عدد السنین یہ نتیجہ آفتاب کی تقدیر منازل کا ہے یعنے آفتاب کی منازل مقدر فرمائے تاکہ تم لوگ اس سے سالون کی گنتی جان لو
اور حساب نتیجہ تقدیر منازل قمر ہے۔ الجملہ یہ دونون نور و جرم اپنے خالق عزوجل کے مطیع و منقاد ہین اور حدیث صحیح مین ہے کہ آفتاب ہر روز غروب کے
وقت سجدہ کرتا ہے اور اجازت چاہتا ہے پس اسکو حکم ہوتا ہے کہ مطلع سے پھر طلوع کر۔ یہ معانی اہل ایمان کے نزدیک یقینی ہین اگرچہ جہلا بے ایمان
کے خیال مین نہ آوین۔ حق تعالےٰ نے فرمایا۔ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ نہین پیدا کیا حق تعالےٰ نے اسکو یعنی جو مذکور ہوا ہے۔ اِلَّا بِالْحَقِّ مگر متلبس بحق
یعنی جو مذکور ہوا اُسکو اللہ تعالےٰ نے محض حق و راست و عین حکمت کے ساتھ پیدا کیا ہے کچھ عبث و بیکار نہیں ہے اور جہان تک بندہ صحیح سالم فکر
کرے تو علم کے ساتھ جان لیگا کہ انسان کے رزق و حیات و صحت وغیرہ کے یہ اسباب ہر دم اللہ تعالےٰ کے قبضۂ قدرت مین کمال حکمت کے
ساتھ مسخر ہین نہ انکو خود کوئی اختیار ہے اور نہ قدرت ہے جس نے انکو پیدا کیا وہی تمام مخلوق کا حافظ و رازق عجیب الطف ہے لہذا فرمایا۔ يُفَصِّلُ
الْاٰيٰتِ بصیغہ غائب اے یفصل اللہ تعالےٰ یعنے مفصل بیان فرمایا ہے اللہ تعالےٰ۔ دوسری قراءۃ مین نفصل بصیغہ متکلم ہے یعنے حق تعالےٰ
فرماتا ہے کہ مفصل بیان فرماتے ہین ہم آیات کو یعنے اپنی قدرت و وحدانیت والوہیت کے دلائل و نشانیون کو۔ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ. واسطے
ایسی قوم کے جو جانتے ہین یعنے سوچ و فکر کر لیتے و جان جاتے ہین۔ لقوم مین لام بمعنے نفع ہے پس یہ مراد نہین کہ بیان کرنا عموماً سب کے واسطے نہین
ہے بلکہ علم غیب سے آگاہ کر دیا کہ سب بندے ایمان نہین لاوینگے اگرچہ یہ دلائل قدرت و وحدانیت بہت روشن ہین بلکہ نفع اس
بیان سے فقط اہل ایمان یقین ہی کو ہوگا پس یہ بیان انھین کے نفع کے لیے ہے۔ واضح ہو کہ آیات مین ہر شخص کو اپنی مقدار پر نفع ہوتا ہے
اور اعلی اس کا انبیاء علیہم السلام کو ہے اور حدیث صحیح مین ہے جو کہ آنحضرت صلعم کے تہجد کے لیے اُٹھنے کے بارہ مین ہے کہ سبحان اللہ اس رات
کیا کیا ابتلا نازل ہوتے ہین جگادو حجرون والیون کو کہ بہتیری دنیا مین لباس والیان آخرت مین ننگی ہونگی۔ بالجملہ کوئی مومن ایسا نہین کہ
اسکو ان آیات سے وحدانیت والوہیت الٰہی و فناے دنیا و تحقیق آخرت کا فائدہ حاصل نہو اسیواسطے اللہ تعالےٰ نے آیات ما بعد مین اسکو
متفرع فرمایا ہے ف۔ فی العرائس قولہ تعالےٰ ھو الذی جعل الشمس ضیاء الآیہ تفصیلی اشارات جو اس آیت کریمہ کی ہدایت سے غور کرنے مین حاصل

ہوں ازانجملہ یہ ہو کہ آفتاب ذات پاک کو ارواح عارفین کے لیے ضیا کردیا پس ازل و ابد انکو نظر آیا اور قمر صفات کو عاشقوں کے لیے نور کردیا پس انکو اخلاق جمال و جلال نظر آئے پس صولت ذات سے ارواح مذکورہ عین ذات میں فنا ہوئیں اور مشاہدہ صفات سے ارواح ثابتہ عین صفات میں فنا ہوئیں پس آفتاب ذات ہر حال میں و تمام اوقات میں ارواح کی نظر سے پوشیدہ ہو اسیواسطے نہ اُس سے غائب ہیں اور نہ اُس کو دیکھتے ہیں کیونکہ مقام توحید ہو۔ سورج تو دن گذر کر رات میں غروب ہوتا ہو مگر دلوں کا آفتاب کبھی غروب نہیں ہوتا۔ اور صفات کا چاند حالت بسط میں دکھلائی دیتا اور حال قبض میں چھپ جاتا ہو اسیواسطے مقام صفات کے منازل میں قلوب کا حال منقلب رہتا ہو پس جیسے آفتاب کی مواجہت میں کمی بیشی کے اختلاف سے چاند گھٹتا بڑھتا رہتا ہو ایسے ہی ماہتاب صفات کے ظہور و خفا میں قلوب کا حال ہوتا ہو۔ پھر محبین کے دلوں میں ہدایات کے منازل ہیں کہ مواجید و حالات وغیرہ انھیں منازل میں متفاوت ہیں اور انفاس کا جریان موافق معرفت و محبت و اوقات وارادات غیبیہ کے ہوتا ہو پس انھیں اسباب کے اجتماع وغیرہ سے حالات معلوم ہوتے ہیں اور قولہ تعالیٰ لتعلموا عدد السنین والحساب سے یہی اشارہ لیا گیا ہو بعض نے کہا کہ آفتاب مختلف ہیں پس آفتاب اعمال شریعت سے جوارح و اعضا کو نور ہوتا ہو اور آفتاب تقویٰ و معرفت سے دل منور و علیٰ ہذا روح و اسرار کی تنویر ہے۔ بعض نے کہا کہ آفتاب توفیق سے بندوں کو عبادت و طاعت کی روشنی ملتی ہو اور توحید کا چاند انکے دلوں کو حلاوت سے مسرور کرتا ہے اور دونوں لازم ملزوم ہیں پھر دونوں کے اتفاق سے حسب توفیق کامل یا کم و بیش کے بندہ کو منزلت ملتی ہو حتی کہ اعلیٰ اُس کا منزل صدیقیت ہے۔ بالجملہ ان آیات سے اصل عبرت راہ و رغبت بدار آخرت و انقطاع از دنیا و حیات فانی ہے اسواسطے فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔

اِنَّ فِي اخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ○

البتہ بدلنے میں رات اور دن کے اور جو بنایا اللہ نے آسمان اور زمین میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کو جو ڈر رکھتے ہیں

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ

جو امید نہیں رکھتے ہمارے ملنے کی اور راضی ہوئے دنیا کی زندگی پر اور اسی پر چین پکڑا اور جو ہماری

اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

قدرتوں سے خبر نہیں رکھتے ایسوں کا ٹھکانا ہو آگ بدلا اسکا جو کماتے تھے جو لوگ یقین لائے اور کیے کام

الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ○

نیک راہ دیگا انکو رب انکا انکے ایمان سے بہتی ہیں انکے نیچے نہریں باغوں میں آرام کے

دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ

انکی دعا اُس جگہ یہ کہ پاک ذات ہے تیری یا اللہ اور ملاقات انکی سلام اور تمام انکی دعا کا یہ کہ سب خوبی اللہ کو جو صاحب

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

سارے جہان کا۔

اِنَّ فِي اخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اور فی اختلاف آگے خبر مقدم اور آیات بلام تاکید و اعراب نصب کے اسم موخر ہو اور اختلاف کے معنی یہ ہیں کہ آنا ایک کا خلف دوسرے کے یعنے ایک کے پیچھے دوسرے کا آنا اور یا ہر ایک کا خود مختلف ہونا اور

ظاہر مفسر نے دونون کو جمع کر دیا اور معنی یہ ہین کہ بے شک رات و دن کے اختلاف مین یعنی ایک کے جانے اور دوسرے کے آنے مین اور کبھی گھٹ جانے وکبھی بڑھ جانے مین ۔ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ اوران چیزون مین جو اللہ تعالے نے پیدا فرائی ہین آسمانون مین مانند ملائکہ وسورج وچاند وستارون کے ۔ وَالْاَرْضِ اور زمین مین مانند جانورون وپہاڑون ودریاؤن ونہرون وغیرہ کے ۔ لَاٰيٰتٍ البتہ نشانیان ودلالات ہین اپنے خالق عزوجل کے وجود اور اُس کی وحدانیت وکمال علم وقدرت پر ۔ لِقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ایسی قوم کے لیے کہ جو اپنے خالق عزوجل سے تقوی رکھتے ہین اور انجام کار سے ڈرتے ہین کہ انجام خراب نہو پس یہ آیات تو خود آیات ہین گر قوم متقین کی تخصیص اسواسطے فرمائی کہ انھین کو ان آیات سے نفع ہوا اور انکا اتقاء انکو آمادہ کرتا ہو کہ ان آیات مین فکر وغور کرکے اللہ تعالی کی طاعت وتقوی مین مستعد ومستحکم رہین ادنی یہ ہے کہ یہ چیزین اسطرح اپنے خالق عزوجل کی مطیع ومنقاد ہین کہ کبھی نافرمانی نہین کرتی ہین اور سب سے مُنھ موڑ کر اُسی کی طرف راجع ہین پس اہل تقوی کبھی خالص دل سے اپنے پروردگار کی طرف راجع ہوتے ہین ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا جو لوگ کہ نہین توقع رکھتے ہماری ملاقات کی کیونکہ وے بعث وحشر کے منکر ہین اور جو چیزین انکو محسوس نظر آتی ہین انھین پر جم گئے اور ماسوائے ان محسوسات کے جو مالک عظیم وعجیب انکے پیچھے ہے اُس سے غافل وبھولے ہوئے ہین ۔ وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا اور راضی ہوگئے ہین اسی دنیاوی زندگی پر جو سراسر فانی ہوجاتی ہے مگر جہالت سے اسی فانی پر راضی ہوکر آخرت سے غافل ہوگئے ہین ۔ وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا اور مطمئن ہو گئے اسی حیات دنیاوی پر یعنے تمام ہمت اسی دنیا کی لذتون پر مقصور کردی اور اسی کی آرایش واسی کی ناموری وغیرہ کو عین مراد سمجھ کر اسی پر مطمئن ہوگئے یا یہ معنے ہین کہ دنیاوی زندگی پر اُن کو ایسا سکون واطمینان ہے کہ کچھ گھبراہٹ وہیجان سے موت کی کچھ فکر نہین کرتے ہین ۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ اور وہ لوگ کہ جو ہماری آیات سے غافل ہین ۔ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ یہی لوگ ہین کہ اُنکا ٹھکانا دوزخ ہو بسبب اُن بداعمال کے جنکو کمانے تھے ۔ ان الذین ۔ حرف مشبہ واسم اُس کا ہے اور والذین ہم عطف ہو موصول اول پر اور اولئک اخبر ہو ۔ اور حاصل یہ ہو کہ اہل تقوی وہ ہین کہ جنکے واسطے مخلوقات آسمانی وزمینی مین آیات وحدانیت الٰہی حاصل ہوتے ہین پس یقین کامل ایمان لاتے اور آخرت کی طرف راجع ہوتے ہین اور فریق دوم وہ اہل کفر وطغیان ہین جو لقاء الٰہی کی امید نہین رکھتے کیونکہ آخرت سے منکر ہین اور حیات دنیا پر راضی واُسی پر مطمئن ہین اور وہ لوگ کہ آیات الٰہی سے غافل ہین تو اُن کا ٹھکانا جہنم ہے ۔ پس قولہ ان الذین لا یرجون معطوف علیہ ۔ والذین ہم عطف ہے اور دونون اسم موصول سے مراد یا تو ایک ہی لوگ ہین یا دو فریق ہین ۔ پس اگر ایک ہی فریق مراد ہین یعنے اہل کفر ونفاق تو عطف کی وجہ بسبب تغائر ہر دو وصف کے ہے یعنے پہلا وصف انکا یہ بیان کیا کہ لقاء آخرت کے متوقع نہین وحیات دنیاوی پر راضی ومطمئن ہین اور دوسرا وصف یہ کہ آیات الٰہی جن سے ہدایت پاتے اُن سے بالکل غافل ہین یعنے دنیا واُسکی لذات فانیہ مین ایسے منہمک ہوئے کہ آیات مین فکر وسوچ ہی نہین کرتے پس اس مین تنبیہ ہوئی کہ جہنم کی وعید انکو دو باتون پر ہو ایک تو آخرت سے انکار اور دنیا پر رضامندی اور دوم شہوات مین اسطرح انہماک کہ آیات ہدایت کی طرف توجہ ہی نہین کرتے محض غافل ہین پس جب یہ دونون باتین جمع ہوئین تو ضرور موت دیکر جہنم مین ہمیشہ جلائے جاوینگے ۔ اور اگر دو فریق مراد ہین تو اول فریق وہ کافر ہین جو آخرت سے منکر اور سوائے حیات دنیاوی کے قائل ہی نہین ہین پس انکار آخرت وقیامت کفر ہوا اور سزا اسکی یہ ہو کہ آخرت کے جہنم مین عذاب پاوین ۔ دوم فریق وہ لوگ مراد ہین جنھون نے سر دست حقیر وناپائدار شہوات ولذات لہو ولعب مین منہمک ہوکر آیات سے غفلت کی اور اُس کا کچھ سامان نہ کیا پس اسمین گنہگار لوگ بھی داخل ہون گے اور دونون فریق کو عذاب جہنم کی وعید جبھی ہے کہ کفر ومعاصی سے توبہ ورجوع نہ کیا ہو

بلکہ اسی حالت پر مر گئے ہون۔ پھر اللہ تعالےٰ نے آیات مین غور کرنے والون اور اپنے پروردگار پر تقویٰ رکھنے والون پر احسان و فضل بیان کیا کہ ان آیات کے واسطہ سے ہدایت فرما کر داخل فضل عظیم کیا القولہ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اُنھون نے نیک کام کیے۔ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ ہدایت دیتا ہے اُنکو اُنکا پروردگار بسبب اسکے کہ وہ اپنے پروردگار پر ایمان لائے ہین مفسر رح نے کہا کہ ارشاد دہدایت اسطرح ہوگی کہ قیامت کے روز اُنکو ایک نور عطا فرمادیگا کہ راہ پادین ابن کثیر رح نے کہا کہ قولہ بایمانہم مین با موحدہ کے دو معنی ہو سکتے ہین ایک یہ کہ با سببیہ ہو پس معنے یہ ہونگے کہ ہدایت فرمادیگا اُنکو پروردگار اُن کا قیامت کے روز پل صراط پر ایک نور سے بسبب اسکے کہ دار دنیا و امتحان مین وہ لوگ اپنے رب پر ایمان لائے تھے پس وہ پل صراط سے پار ہو جاوینگے اور نجات پاکر جنت مین داخل ہو جاوینگے۔ اور دوم یہ کہ با استعانت ہو یعنے ہدایت باستعانت ایمان ہے۔ واضح ہو کہ نور قیامت کی جو تفسیر مذکور ہوئی وہ مجاہد رح کا قول ہو اور قتادہ رح سے مرسل مروی ہو کہ اعمال صالحہ کا نور ہوگا اور ایسا ہی ابن جریج کا قول ہو اور علی ہذا ایمان کا اطلاق اعمال صالحہ پر ہوگا۔ مترجم کہتا ہو کہ اعمال کا اعتبار جبھی ہو کہ ایمان کامل ہو۔ یہ جو کچھ مذکور ہوا ہدایت و ارشاد قیامت ہے اور یہان کی ہدایت کے معنی بھی درست ہین چنانچہ بیضاوی رح نے لکھا کہ قولہ یہدیہم بایمانہم یعنی ہدایت کرتا ہو اُنکو پروردگار اُنکا بسبب اُن کے ایمان کے یعنے ایسی راہ چلنے کی ہدایت کرتا ہو کہ آخر کار جنت مین پہونچ جاوین۔ یا ایسی ہدایت فرماتا ہے کہ حقیقت و اسرار کو پاجاوین چنانچہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جو کوئی ایمان و علم کے موافق عمل کرتا ہو تو اللہ تعالےٰ اُسکو ایسی چیز کا علم دیتا ہو جسکو وہ نجانتا تھا۔ اور آیت کریمہ مین اگرچہ ایمان و اعمال صالحہ پر ہدایت مذکورہ کا ترتب بطریق مفہوم ظاہر ہوتا ہو لیکن قولہ بایمانہم کے منطوق سے صاف معلوم ہو گیا کہ فقط ایمان و یقین ہی مستقل سبب ہدایت ہو اور اعمال صالحہ اُس کا تتمہ و ردیف ہین۔ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ۔ یہ جملہ مستانفہ ہو آمین اہل ایمان کے اوپر نعمتون مین سے بعض کا بیان ہو یا حرف آن کے دوسری خبر ہو اور قولہ فی جنات النعیم تیسری خبر ہے یا حال ہو یا متعلق ہو معنے یہ کہ جاری ہونگی ان مومنون کے قصر و مکانات کے نیچے نہرین جنات النعیم مین یعنی نعمتون کے باغون مین اُنکے مکانات کے نیچے نہرین جاری ہونگی حدیث مین ہو کہ نیل و دجلہ و فرات کا ظہور یہان ہو اور بطون اُنکا جنت مین ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ یہ منجملہ لطیف اشارات کے ہے کہ اہل ایمان اسپر یقین رکھتے اور خوب سمجھتے ہین۔ پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ طلبہم فی الجنۃ لما یشتہونہ ان یقولوا سبحانک اللہم۔ یعنی جنت مین جس کسی چیز کی خواہش کر کے اُس کو طلب کرینگے تو فقط اتنا کہینگے کہ سبحانک اللہم یعنی تنزیہ تیرے لیے ثابت ہو اے اللہ تعالےٰ پس فوراً وہ چیز جو چاہتے تھے اُنکے سامنے موجود ہو جائیگی۔ یہ قول مقاتل بن حیان و سفیان الثوری رح کا اسکی تفسیر مین مروی ہو اور تبیان مین لکھا کہ یہ بہت سے علما سلف سے مروی ہو اور سلف کی ایسی خبر اپنی رائے و عقل سے نہین ہو سکتی بلکہ یون ہی ہوگی کہ انھون نے آنحضرت صلعم کے بیان سے اس کو معلوم کیا۔ اور بیضاوی رح نے لکھا کہ قولہ دعواہم اے دعاؤہم۔ اُن کی دعا۔ فیہا اے فی الجنۃ۔ جنت مین سبحانک اللہم اے اللہم انا نسبحک تسبیحاً۔ اے پروردگار ہم تیری تسبیح کرتے ہین کامل تسبیح۔ تفسیر ابن کثیر رح مین ہے کہ ابن جریج رح نے فرمایا کہ جب اُن کو خواہش ہوگی تو سبحانک اللہم کہینگے پس فرشتہ اُن کے سامنے حاضر کرے گا پس پہلے اُنکو سلام کریگا اور یہ لوگ اسکو جواب سلام دین گے یہی فرمایا۔ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ اور آپس مین اُن کی ملاقات کی تحیت بلفظ سلام ہوگی پھر جب اس نعمت کو کھا چکینگے تو اپنے پروردگار تعالےٰ کی حمد و ثنا کرینگے چنانچہ یہی فرمایا۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ اور آخر دعا اُن کی یہ ہوگی کہ الحمد للہ رب العالمین۔ اور بیضاوی رح نے لکھا کہ شاید معنی یہ ہین کہ اہل جنت جب اس مین داخل ہو کر عظمت و کبریائی حق

کرینگے تو اللہ تعالےٰ کی تسبیح وتحمید کرینگے پس فرشتے اُنکو سلامت ومبارکباد اُن فوز کرامات کی دینگے یا اللہ تعالےٰ کی طرف سے اُن کی تشریف
وتکریم کے واسطے انکو سلام ہوگا پس شکر گذاری وتعظیم مین یہ لوگ الحمد للہ رب العالمین کہینگے مترجم کہتا ہو کہ ایسے اقوال تفسیری مین احتمال
قوی ہو کہ سب باتین وکرامات اللہ تعالےٰ کی طرف سے اُن کے واسطے جمع ہون اور اسپر بھی بیان اُسیقدر مومنین جسقدر عموماً فہم مین آسکتی ہین
اور باقی بعد موت کے اس تن کدر سے خلاص ہو کر جان لینگے جو ایمان پر مرین فافہم۔ قولہ آن الحمد مین ان مفسرہ ہو یعنے آخری دعوی کی
تفسیر کرتا ہو اور بیضاوی رح نے آن کو مخففہ از ثقیلہ لیا اور کہا کہ ایک شاذ قراءۃ مین آنّ مشددہ آیا بھی ہے اور شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ
اس کلام مین دلیل ہو کہ اللہ تعالےٰ جل جلالہ وہی اول مین وآخر مین محمود ہے اور سب حیات دنیا مین بھی اُسی کی حمد کرتے ہین اور آخرت
مین بھی اُسی کی مدح کرینگے اور ہر حال مین اُسی کی مدح ہو لہذا حدیث مین آیا ہو کہ اہل جنت کو جنت مین تسبیح وحمد کا الہام کیا جائے گا۔
اور یہ اسواسطے ہوگا کہ ہر تسبیح پر اللہ تعالےٰ کی نعمت مین ترقی ومزید دیکھ کر تسبیح کرینگے اور اللہ تعالےٰ انکو ہر بار مزید نعمت کے واسطے الہام
فرماویگا پس اُس کی نعمتون مین کمی نہین اور مدت ابدالآباد کا انقضا نہین فسبحان اللہ رب السموات والارض رب العرش رب العالمین
ف۔ فی العرائس قولہ تعالےٰ ان فی اختلاف اللیل والنہار الآیۃ۔ رات مین اہل صدق وعرفان کو اُنس ہوتا اور انوار عظمت نزول
کرتے ہین اور دن آئینہ مشاہدۂ انوار جمال وجلال ہے اور عرش سے تمام مخلوقات آئینہ شہود ہے اور اشارت مین رات قبض اور دن
بسط اور دیگر احوال ومکاشفات ہین کہ سوائے متقی کے دوسرے کو نصیب نہین ہے۔ اُستاذ رح نے کہا کہ دن وقت اہل طاعت ہے
اور رات وقت ارباب وصلت کہ اپنے پروردگار کی حضور مین منفرد حاضر ہوتے ہین۔ اہل محبت کی مناجات اور استغفار کی اوقات مین یہی
رات ہو اور یہ سب کرامت اہل تقوی وثبات ہو اور رہے منکرین اہل کفر وطغیان تو انکو کچھ نصیب نہین چنانچہ فرمایا۔ ان الذین لایرجون لقاءنا
انکو لقاء کی اُمید نہین اُن کو فراق سے خوف نہین۔ پھر اُن کے اس انکار ونا امیدی کی وجہ فرمائی بقولہ ورضوا بالحیوۃ الدنیا واطمانوا بہا
یعنی باقی ودائمی حیات کو چھوڑا اور اس زندگی دنیاوی کو اختیار کرلیا اور اسی پر مطمئن اور ساکن آرام مین ہو بیٹھے۔ حسن بصری رح نے
کہا کہ واللہ اسکو زینت نہین دی اور نہ اُس کو مرتفع وبلند کیا جب تک کہ اسپر راضی نہین ہوگئے اس حال مین کہ اس عالم فانی کی آیات
الٰہی سے غافل وبے فکر ہین۔ کذا فی تفسیر الحافظ قول حسن رحمہ اللہ شیخ نے کہا کہ دنیا کی حیات ودنیا کے اموال فانیہ پر اُنکی رضامندی کا
سبب اللہ تعالےٰ نے بیان فرمایا بقولہ والذین ہم عن آیاتنا غافلون۔ ان آیات کے اندر دیدار صفات سے غافل ہوئے پس اُن کو اُس
دن کا خوف نہین کہ جبدن میدان حشر مین کھڑے ہون گے اور نامۂ اعمال کھلینگے اور پوشیدہ باتین ظاہر ہونگی۔ اور حیات دنیا پر راضی
ہوئے یعنی مذموم عیش اور بدتر زندگانی کو اختیار کیا اور اسپر مطمئن ہوئے یعنے ناگہانی موت کو بھول گئے اور آیات سے غافل ہوئے کہ اللہ تعالےٰ
قلوب کو بھیر دنیا اور جوارح کو عذاب فرماتا ہو پھر اللہ تعالےٰ نے اپنے مقبول بندون کو ذکر فرمایا بقولہ ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات الآیۃ
یعنی وہ بندے جنھون نے عہد ازل مین چشم محبت سے حق عزوجل کو دیکھا اور معرفت کی راہ سے خس وخاشاک حوادث کو دور کیا پس اُن کو
حق عزوجل اپنی صفات کی طرف اور انوار صفات سے ذات کی طرف ہدایت فرماتا ہے کہ علم الٰہی مین ہدایت الٰہی اُنکے لیے سابق ہوچکی ہے۔ پھر
انکی منزلت ومراتب کو بیان فرمایا بقولہ تجری من تحتہم الانہار فی جنات النعیم۔ وے خالص بندے مشاہدہ کی جنتون مین اس حال سے ہون گے کہ
انکی ارواح کی نظر مین انہار معارف وکشف جاری ہوتے ہین۔ ابن عطا رح نے کہا کہ ازل مین جب انھون نے بلیٰ کہا تو اللہ تعالےٰ نے
اُنپر قبولیت کی برکت فرمائی پس اُسی کی برکات سے یہ ہو کہ فرائض وسنت کو لازم پکڑے ہین اور ایمان ٹھیک ہو اور اعمال کو صدق نیت سے ادا

کرتے ہیں۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اہل جنت کے وصف کو بیان فرمایا کہ جب دیکھینگے تو مشاہدہ کی نعمت میں فنا ہو کر اسی کی حمد و ثنا رچاہینگے اور حق ثنار سے عاجز ہو کر اسی کی ثنار کی طرف راجع ہونگے فقال تعالےٰ دعوٰہم فیہا سبحانک اللہم یعنی تو ہی ہمارا معبود ہر کمی سے ہم نے تجھکو سچا نا اور تنزیہ بیان کی۔ یہ مرتبہ سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کا اس حیات میں ہر چنانچہ آپ دعا میں عرض کیا کرتے تھے۔ لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک۔ پھر انکی تحیت کہ باسم السلام ہوگی بیان فرمائی بقولہ وتحیتہم فیہا سلام۔ انکو سلامتی سنائی جائیگی کہ اب حجاب و فراق سے نجات ہو چنانچہ حدیث میں ہر کہ پکار دیا جائیگا کہ اے اہل جنت تم کو ہمیشگی ہے اور اب موت نہ آویگی۔ سلام نام الٰہی تعالےٰ ہر پس سلامتی از آفات بفضل حق سبحانہ تعالےٰ ہر اور آپس میں اہل جنت ایک دوسرے کو تحیت سلام سے ہر نفس و شیطان کے وصف و وسوسہ سے پاک ظاہر کرینگے پھر جب اہل جنت نے جان لیا کہ یہ تمام نعمتیں کہ نہایت کامل ہیں محض فضل الٰہی عز وجل سے ہیں ہمیں ہمارا استحقاق نہ تھا اور کوئی سبب و علت نہیں ہر تو اسپر مدح و ثنار کریں جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا بقولہ وآخر دعوٰہم ان الحمد للہ رب العالمین۔ یہ مدح و ثنا صریح ہر کہ انکو جو کچھ ملا وہ حق تعالیٰ کا فضل ازلی و لطف قدیم اُنپر تھا بدون اسکے کہ انہیں خود کچھ استحقاق ہو یا انکے اعمال کچھ سبب ہوسکیں کیونکہ ان اعمال کو بھی اُنھوں نے اللہ تعالےٰ کی توفیق و ہدایت سے کیا تھا پس اُسی کا فضل و کرم تھا۔ شیخ ذو النون رح کا قول ہر کہ عارفین میں سے جو اہل تحقیق ہیں اُن کا یہ قول ہر کہ جو کچھ انکے اقوال و افعال وغیرہ ہیں سب سے بیزار ہوتے ہیں اور انکو کچھ نہیں سمجھتے ہیں اور ہمہ تن حضرت حق تعالےٰ عز وجل کی طرف رجوع لاتے ہیں اور اسکی تسبیح کرتے ہیں کہ وہ پاک پروردگار عز وجل ہر کہ اُسکی طرف کوئی اپنے کسی سبب کے ساتھ قصد نہیں کر سکتا اور نہ اپنی کوئی طاعت اُسکو پسند کرا سکتا ہے بلکہ وہی اپنی رحمت سے جسکو چاہے قبول کرے پس جو اعمال و طاعات اس سے ظاہر ہوتے ہیں یہ وہی قبول ازلی کا نتیجہ ہے۔ شبلی رح نے کہا کہ اگر ابتدا میں لوگوں پر حمد کی راہ کھل جاوے تو کوئی دعویٰ نہ کرے لیکن برابر جہالت میں دوڑتے رہتے ہیں یہانتک کہ اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے حمد کا دروازہ کھول دے پھر سب دعوی ساقط ہو جاتے ہیں اور بالکل اپنے اوپر احسان ہی احسان دیکھتے ہیں اہل جنت کا قول اللہ تعالےٰ نے حکایت فرمایا بقولہ وآخر دعوٰہم ان الحمد للہ رب العالمین۔

وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ

اور اگر شتاب لا دے اللہ لوگوں پر برائی جیسے شتاب مانگتے ہیں بھلائی تو پوری کر چکے انکی عمر سو ہم چھوڑ رکھتے ہیں جنکو امید نہیں

لِقَآءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ

ہماری ملاقات کی اپنی شرارت میں بہکتے اور جب پہونچے انسان کو تکلیف ہمکو پکارے پڑا ہوا یا بیٹھا یا

قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا

کھڑا پھر جب ہمنے کھول دی اُس سے وہ تکلیف چلا گیا گویا کبھی نہ پکارا تھا ہم کو کسی تکلیف پہونچے پر اسیطرح بھلا سوجھا ہر بے لحاظ لوگوں کو

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

جو کچھ کر رہے ہیں

شیخ ابن کثیر رح وغیرہ نے یہاں نزول آیت کا کوئی سبب نہیں بیان کیا مگر شیخ مفسر رحمہ اللہ تعالےٰ نے اپنی وسعت نظر سے معلوم کیا ہوگا جبھی یہ سبب نزول لکھا کہ مشرکین مکہ نے جب نہ مانا اور قرآن مجید اعجاز کو جادو اور آنحضرت صلعم کو ساحر کہا اور شیطان نے انکو دلیری پر آمادہ کیا تو مانگنے لگے کہ جو وعید تم کفر و انکار پر بیان کرتے ہو وہ لاؤ چنانچہ اوپر ان کی بد دعا گزر چکی اور آئندہ بھی آوے گی انشاء اللہ تعالےٰ

تب یہ آیت نازل ہوئی یعنے اللہ تعالے نے فرمایا۔ وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اور اگر تعجیل فرماوے اللہ تعالے لوگون کے لیے شر کو یعنے
جلد ہی دیدے۔ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ مانند ان کے جلدی چاہنے کے خیر کو۔ لَقُضِيَ إِلَيْهِمْ أَجَلُهُمْ تو البتہ پوری کر دیجاوے اُن کو انکی
اجل۔ تقدیر کلام یون تھی۔ ولو یعجل اللہ للناس الشر تعجیلہ للخیر حین استعجلوہ استعجالا کاستعجالہم بالخیر لقضی الیہم اجلہم۔ اور تعجیل کے معنے جلدی
کر دینا اور استعجال جلدی چاہنا۔ اور معنی یہ ہوے کہ اگر اللہ تعالے لوگون کو برائی پہونچانے مین جلدی کر دے جیسے بھلائی پہونچانے مین جلدی
کر دیتا ہے جبکہ اُنھون نے برائی چاہتے ہین ایسی جلدی کی جیسے بھلائی چاہنے مین کرتے ہین تو ضرور یہ ہو کہ انکی میعاد مقرر کو ابھی پورا کر دے بیضاویؒ
نے لکھا کہ یہ ایجاز بلیغ ہو کہ اس تقدیری کلام مین سے جو کچھ حذف فرمایا گیا وہ اسوجہ سے حذف ہوا کہ جسقدر باقی یعنی آیت ہو وہ اس محذوف پر
دلالت کرتا ہو۔ اور جملہ استعجالہم بالخیر کو بجاے تعجیلہ لہم بالخیر کے قائم کیا پس اسمین دو باتون کا اشعار ہو ایک یہ کہ اللہ تعالے انکی درخواست بھلائی
کو جلد قبول فرماتا ہو حتی کہ انکا استعجال دربارۂ خیر گویا انکے حق مین تعجیل ہوتا ہو کیونکہ تعجیل تو استعجال کا اثر قبولیت ہو اور دوم یہ کہ مراد شر سے وہ شر ہو
جسکا استعجال کیا یعنی چاہا کہ اُسکے لیے تعجیل کر دیا جاوے جیسے کہتے تھے کہ ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے یا آسمان گرا دے جیسے کہ دیگر آیات مین مذکور ہو حاصل
یہ کہ اگر اللہ تعالے بیوقوف لوگون کی درخواست عجلت پر برائی دینے مین تعجیل کر دے جیسے بھلائی مین کرتا ہو تو جو انکی مدت مقرری ہو اسکو پورا کر دے بایں طور
کہ موت دیدیے جاوین یا ہلاک کر دیے جاوین پس اللہ تعالے کی رحمت ہو کہ جب ایمان نہ لائے اور آخرت سے اُنکو بہرہ نہین تو یہی دنیا انکے لیے جنت ہو کہ
ایک وقت مقررتک اسمین تمتع اٹھالین کیونکہ آخرت کے بدلے اسی پر راضی و مطمئن ہوے ہین اور اپنے پروردگار تعالے کو بھولے اور اسکی آیات سے
غافل ہین ولیکن وہ رحمت کاملہ سے غضب مین تعجیل نہین فرماتا لہذا فرمایا۔ فَنَذَرُ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ
پس ہم چھوڑے دیتے ہین یعنے اجل مقرری تک ان لوگون کو جو ہمارے لقاء کی امید و توقع نہین رکھتے ہین اس حال مین کہ وے اپنی طغیان
وسرکشی و گمراہی مین سرگردان پھرتے ہین۔ واضح ہو کہ جو لوگ آخرت کے قائل نہین اور جو لوگ اقرار اسلام کرتے ہین مگر دل مین انکو یقین پورا نہین ہو
اور جو لوگ متحیر ہین سب انھین لوگون مین داخل ہین۔ اور لقاء بمعنی ملاقات ہو پس سواے اہل سنت والجماعۃ کے جملہ فرقے رافضی و خارجی و معتزلی
وغیرہ جو دیدار الٰہی سے منکر ہین سب منکرین لقاء مین شامل ہین سواے اُنکے کہ جنکی تکفیر نہ کیجاوے۔ آیت مین دلیل ہو کہ شر و برائی کی دعا کرنا ممنوع
ہو اور ہمیشہ اللہ تعالے سے عافیت و بھلائی و ایمان و سلامتی کی درخواست کرے اور اہل و عیال کسی کے لیے بُرائی نہ مانگے حتی کہ آیت کی اس سے
تفسیر آئی ہو چنانچہ مجاہد رحمہ اللہ نے اس آیت مین کہا کہ یہ آدمی کا قول اپنی اولاد و مال کے حق مین در حالت غضب ہو کہ اللہ تعالے اُسکو خوار
کر دے اللہ تعالے اس مین برکت نہ دے اُسکی یہ ناس ہو جاوے پس اگر اللہ تعالے اُس کی قبولیت مین تعجیل فرماوے جیسے بھلائی کی دعا قبول
کرنے مین تعجیل فرماتا ہو تو ضرور انکو موت دیدے و برباد کرے۔ مترجم کہتا ہو کہ اس کلام مین اشارت ہو کہ تعجیل نہونے سے یہ ضرور نہین کہ کسی
وقت آیندہ یا آخرت کے لیے قبول نہین ہوتی ہو ولیکن شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اللہ تعالے اپنی رحمت سے اسکو قبول نہین کرتا اس لیے کہ وہ تھم
جانتا ہو کہ دل سے اس نے ایسی برائی کا قصد مراد نہین لیا ہو پھر لکھا کہ اگرچہ دل سے مراد نہو لیکن خوف کرنا چاہیئے اور ایسا کرنا نچاہیئے چنانچہ حدیث
مین جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بد دعا مت کرو اپنی جانون پر اور مت بد دعا کرو اپنی اولاد پر
اور مت بد دعا کرو اپنے اموال پر ایسا نہو کہ تمھاری بد دعا ایسی ساعت مین واقع ہو کہ اللہ تعالے نے اس ساعت کی دعا مین مستجاب فرمائی
ہین تب تمھاری یہ بد دعا ابھی قبول ہو جاوے۔ رواہ ابوداؤد والبزار۔ پھر دعا چونکہ عبادت ہو اللہ تعالے بندون کی دعاء خیر قبول فرماتا ہو
اور اس مین رحمت عام ہو کہ کافر و مومن سب سے قبول ہوتی ہو جیسے توبہ کا حال ہو ولیکن کافر کی دعا ہمیشہ ایسی ہوگی جو ضلال ہو سواے اسکے کہ

ایمان و اُسکی توفیق و ہدایت کی دعا کرے اور نیز کافر کا یہ حال ہو جو اللہ تعالےٰ نے بیان فرمایا بقولہ - وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ اور جب چھو لیا
انسان کو یعنی ایسے انسان کو جو دل سے کافر ہو اُسکو چھو لیا - الضُّرُّ ضرر نے یعنی ایسی چیز نے جو اسکے بدن یا مال و اولاد کو ضرر دے دَعَانَا - تو دعا کرنا
شروع کرتا ہو ہم سے - یعنی شرک و کفر سب بھول کر خلوص سے اُسکے دور ہونے کی ہم سے دعا کرتا ہو لِجَنْبِهٖ - اپنے پہلو پر یعنی کروٹ پر پڑے
ہوئے - اَوْ قَاعِدًا یا بیٹھے ہوئے - اَوْ قَآئِمًا یا کھڑے ہوئے یعنی انسان کی یہی حالتین ہین تو جس کسی حالت پر جسوقت ہوتا ہو ہم سے دعا
کرتا ہو - پس بحرف واو نہین بلکہ بحرف آو - بیان کرنے مین یہ فائدہ نکلا کہ جب تک یہ ضرر گھیرے رہتا ہو تب تک وہ ان حالتون مین کسی
حالت پر ہر وقت ہوتا ہے تو ہر حال مین دعا کرتا ہے - فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ پھر جب ہم نے اُس سے اُسکا یہ ضرر کھول دیا اور دور کر دیا
تو - مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اے یعنی علی طریقتہ کانہ لم یدعنا وہ اپنی راہ چل دیا گویا اُس نے ہم سے کبھی دعا ہی نہین کی تھی - اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ
اے الی کشف ضر مسہ کسی ایسے ضرر سے رہائی مین جو اُس کو پہونچا ہو - واضح ہو کہ مذمت یہان اس امر پر نہین کہ ہر حال مین کیون دعا کی
بلکہ اس امر پر ہو کہ جب مضرت لاحق ہوئی تو خلوص کرنے لگا اور جب چھوٹا اور آسودہ ہوا تو کبھی یاد بھی نہ آئی بلکہ وہی شرک و بدعت کی راہ
چلدیا - لہذا یہ اسراف ہو کہ آدمی ہمیشہ اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا و دعا نہ کرے یا حالت آسودگی مین غافل و مشرک ہو جاوے فرمایا اللہ تعالےٰ نے
كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ایسا ہی جیسا کہ اس دعا کرنے والے کا حال مذکور ہوا ایسا ہی مزین کر دیئے گئے تمام مسرفون حد سے بڑھ چلنے والون
کے لیے - مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ جو کچھ وے اعمال کرتے ہین چنانچہ کفر و شرک و بدعت کو اچھا سمجھتے ہین اور شہوات مین مبتلا رہتے ہین اور توحید
و اخلاص و دعا عبادات سے منھ موڑے رہتے ہین - شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ یہ حال تو کافر و مشرک و مبتدع بیوقوف کا ہو اور رہے وہ بندے
جنکو اللہ تعالےٰ نے ہدایت و توفیق دی ہو تو وے ان انسان سے مستثنیٰ ہین جیسے اللہ تعالےٰ نے قولہ الا الذین صبروا وعملوا الصالحات الآیۃ سے
مستثنیٰ فرمایا اور جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ مومن کا حال کیا اچھا عجیب ہو کہ اللہ تعالےٰ جو کچھ اُسکے حق مین قضا جاری فرماتا ہے
وہ اُسکے حق مین بہتر ہی ہو جاتی ہو چنانچہ اگر اُسکو مضرت پہونچی پس اُسنے صبر کیا تو اُسکے لیے بھلائی ہوئی اور اگر اسکو منفعت پہونچی پس اُسنے
شکر کیا تو اُسکے لیے بھلائی ہوئی پس یہ بات سوائے مومن کے اور کسی کے لیے نہین ہو - الحدیث فی الصحیحین وغیرہما - واضح ہو کہ جو کوئی اسطرح مثلاً دعا
کرے کہ الٰہی مجھے جنت دیجیو اور اُسمین ایک گھر لعل سپید کا اور ایک زمرد کا اور ایک موتی و الماس کا اور ایسا اور ویسا اور مانند اسکے
تو یہ اسراف ہو اُسکو چاہیے کہ جنت و رضائے الٰہی کی مع عافیت و سلامتی دعا کرے کہ اُسمین سب آگیا - ف فی العرائس قولہ تعالےٰ و اذا
مس الانسان الضر دعانا لجنبہ او قاعدا الآیۃ - اللہ تعالےٰ نے قضا و قدر و ارادہ و مشیت مین متحیرین کا وصف بیان کیا کہ جب بلیات کی
تاریک گھٹا مین اُنپر چھا جاتی ہین اور راحت کے آثار اُنسے زائل ہو جاتے ہین اور الطاف ازلی انکے دلون کی زنجیر ہلا کر اُنکو حضوری مین متوجہ
ہونے کی جنبش دیتا ہو اور صباح الغیب کی نسیم عنبر شمیم اُنکے دماغ ہسر مین خوشبوئے عہد الست پہونچاتی ہو تاکہ مضطر ہو کر بارگاہ ربوبیت پر سامنے ہون
جب یہ اُدھر متوجہ ہوئے تو قہر جبروتی کے اعلام دیکھ کر انکی عقل قید سے نکلی اور اُنکو آ یاد دکیا کہ بارگاہ عظمت و کبریائی پر تضرع و ابتہال سے سر
بسجدہ ہو پس دعا عبودیت کو بارگاہ ربوبیت پر عجز و نیاز ادا کرنے سے ارحم الراحمین نے لطف فرمایا اور ورطہ محنت سے خلاص فرمایا جب تو از لیات
سے ساکن ہوئے تو عقل نے استقامت پر تمکن رہنے کی خواہش دلائی مگر شکر قہر نے انکے نفس شوم کی مدد فرمائی کہ دریائے شہوات مین غرق ہو گئے
تمام مشاہدات و عہود بھولکر قبائح اعمال مین منہمک ہوئے - کاش التجا و تضرع مین تجھے ہوتے کیونکہ جو بندہ مقام دعا مین ہو تو کیا وہ انبساط و
انبساط مین شاہد حضور ہوتا مع نظر اُسکا لطف و احسان ہوتا ہو - وہ دعا مین اپنے رب کریم بے مثل و نظیر بے انند و بے شبہ لا الٰہ الا ہو ---

مستانس ہوتا اور خلوص عقیدت و صدق طویت سے ہر حال میں خواہ وقت بلا ہو یا نعمت شاکر و داعی رہتا ہے۔ ابو حفص رح نے کہا کہ اللہ تعالےٰ عز و جل نے دعا کا دروازہ بہت وسیع و بلند فرمایا اور نوائب و محن کے وقت وہی مومن کا ہتھیار ہے اور اصل رجوع بندہ کا فاقہ و محنت کے وقت رضا کے ساتھ ہے لیکن جب رجوع نہ لایا تو التجا و دعا سے راجع ہوا۔ شیخ ابو عبد الرحمٰن السلمی رح نے کہا کہ میں نے اپنے جد بزرگوار سے سُنا کہ عادت کے طور پر دعا کرنا معصیت ہے اور یقین پر دعا کرنا نجات و عبادت ہے لقوله علیه السلام الدعاء هي العبادة لیکن دعا کے واسطے اوقات و آداب و شرائط ہیں جس نے ان کے لحاظ کرنے کو مقید نہ کیا وہ برکت سے محروم رہا منجملہ آداب کے یہ ہے جو حدیث میں مروی ہے کہ تم لوگ دعا کرنے میں قبولیت کا یقین رکھے رہو اور جان لو کہ لہو و لعب میں غافل دل کی دعا اللہ تعالےٰ قبول نہیں فرماتا ہے مترجم کہتا ہے دیگر آداب وغیرہ تحت قوله تعالےٰ قال ربکم ادعونی استجب لکم الآیۃ اور قوله تعالےٰ اذا سألک عبادی عنی الآیۃ مذکور ہوے ہیں وہاں سے تلاش کرو پھر اللہ تعالےٰ عز و جل نے مزید توضیح کے ساتھ پہچان ہونے اور کفار کو بعبرت و نصیحت لینے کے لیے ایسے آدمیوں کا حال جنھوں نے حقائق عبودیت کو شاہد ربوبیت میں نہیں پہچانا اور مانند مضطر دعا کرنے والے کافر کی رہائی کے بعد منھ پھیر کر چل دینے کے انھوں نے بھی بارگاہ عظمت کے دروازہ پر اخلاص چھوڑ دیا اور وسواس و شہوات کا اقتدا کیا آخر ابدی ہلاک ہوے کما قال اللہ تعالےٰ

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا

اور ہم کھپا چکے ہیں سنگتیں تم سے پہلے جب ظالم ہو گئے اور لائے تھے رسول اُنکے کھلی نشانیاں اور ہرگز نہ تھے

لِيُؤْمِنُوْا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ

ایمان لانیوالے۔ یوں ہی سزا دیتے ہیں ہم قوم گنہگار کو پھر تم کو ہمنے نائب کیا زمین میں اُن کے بعد

لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ۝

کہ دیکھیں تم کیا کرتے ہو

ولقد اهلكنا القرون من قبلكم حرف لام مع قد کے ہول دلانے کو قسم کا موطئہ ہے اور ہلاک دو طرح کا ہوتا ہے ایک باطنی اور وہ اسطرح کہ باطن مسخ ہوا اور ایمان سے زندگی نہ پائی بلکہ کفر و شرک پر مردہ رہا اور یہ بہت بڑی موت ہے اگرچہ ظاہری جسم موٹا تازہ رہے اور دوم ہلاک ظاہری خواہ بالکل جڑ سے یا تھوڑے باقی رکھے جاویں لیکن یہ ضرور ہے کہ اگر ظاہری ہلاکت سے رہائی ہو تو کفر پر اڑے رہنے میں باطنی ہلاکت لازم ہے اور اسمیں کوئی شک نہیں ہے اور یہاں اہل کفر کو عبرت دلانے کے لیے انھیں امم کافرہ ماضیہ کو بیان کیا جو جڑ سے ظاہر میں ہلاک کر دیے گئے تھے کیونکہ اہل کفر تو ظاہر محسوس کے پابند ہوتے ہیں پس انکو محسوس مٹا دیے ہوے کافروں سے عبرت دلائی پس معنی یہ ہیں کہ قسم ہے کہ ہم نے ہلاک کر دیں اُنھیں جو تم سے پہلے نہیں اے مکہ والو۔ یہ خطاب مکہ والوں کو ہے اور آخر دنیا یعنے قیامت تک جتنے آدمی ہوں سب کو شامل ہے اور شاید کہ خطاب عموماً کافر و مومن سب کو ہو کیونکہ ہر ایک پر عبرت لازم ہے اور یہاں خطاب کر کے بیان کرنا کمال تہدید کے معنے دیتا ہے یعنے اے لوگو خواہ جن ہوں یا انسان ہوں تم عبرت پکڑو کہ ہم نے تم سے اگلی امتیں ہلاک کر ڈالیں۔ لما ظلموا اے حین ظلموا بالتکذیب والطغیان۔ جب کہ انھوں نے ظلم کیا یعنے شرک کیا اور جو ہوش و حواس اللہ تعالےٰ نے دیے تھے یا جو چیزیں پیدا کی تھیں انکو بیجا صرف کیا پس اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ٹھہرے کہ خالق عز و جل کا حق نہ سمجھا جس طرح مخلوق بندوں پر واجب ہے۔ وجاءتهم رسلهم بالبينت اے وقد جاءتهم الخ۔ اور حال یہ تھا کہ اُن کے پاس انکے رسول لے آئے تھے بینات کو یعنے اُنکو یہ بھی عذر نہ رہا تھا کہ ہم مخلوق ہیں ہماری عقل کو تاب نہیں کہ خالق عز و جل کے حقوق کو

خود جان لیں تو یہ عذر بھی اللہ تعالیٰ نے رفع کر دیا تھا کہ آیات و معجزات واضحہ کے ساتھ اپنے رسولوں کو انپر بھیجدیا تھا جنھوں نے طرح طرح سے
انکو سمجھایا مگر انھوں نے سوائے جھٹلانے و سرکشی کے راہ نہ پکڑی۔ وَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا وما استقام لہم ان یومنوا لفساد الاستعداد و بخذلان
اللہ تعالیٰ ایاہم وقدرہ تعالیٰ بکفرہم۔ اور ٹھیک و راست نہ تھا انکے لیے یہ کہ ایمان لاویں یعنی انکا ایمان لانا انکے واسطے ٹھیک نہیں ہو سکتا
تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر اُن کے لیے یوں ہی جاری تھی کہ کافر بے ایمان مریں پس انھوں نے جو جھٹلانا شروع کیا تو پھر ایمان نہ لائے آخر
اللہ تعالیٰ نے عذاب کر کے سب کو ناس کر دیا۔ یہ صریح دلیل ہے کہ ایمان و کفر محض خلق الٰہی ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ازل میں مقدر کر دیا وہی
برحق واقع ہوتا ہے اور چونکہ علم الٰہی غیر متناہی ہے اور بندہ مخلوق کو کیا علم ہے لہذا حکمت اسکی بندہ کبھی نہیں سمجھ سکتا۔ یہ مقام بہت خوف و
التجا کا ہے برخلاف اس کے بعضے کافر و جاہل جو بحث کرتے ہیں کہ پھر ہمارا کیا قصور ہے اور جو ہونا ہوگا وہ ہوگا اور بمانند اس کے تو اس سے انکو
کیا فائدہ یہ مباحثہ یہاں کیا کام آویگا اور سلف صالحین و ائمہ مومنین اہل سنت بالکل متفق ہیں کہ تقدیر امر حق ہے اُس کا انکار کفر ہے اور
مترجم کہتا ہے کہ جو کوئی بحث کر کے چاہے کہ مجھے تقدیر کا بھید و علم ہو جاوے تو وہ بھی جاہل قریب بکفر ہے اور جیسے ایمان بالغیب سے انکار کرنے والے
نے اپنی جان پر خود ظلم کیا ویسی ہی تقدیر کے منکر نے اپنے آپ کو برباد کیا اور اللہ تعالیٰ پاک معبود ہے وہ بے پرواہ و بے نیاز ہے اسی کو عظمت و کبریائی ہے
کہ ڈروں اقسام کی بے انتہا مخلوق تو وہ ہے کہ آنکھوں دکھلائی دیتی ہے اور بے انتہا نظر سے غائب ہے پھر آسمانوں کے اُدھر کسی مخلوق کو علم نہیں ہو سکتا
اسکی سلطنت و بادشاہت میں کوئی منکر جو پھنگی سے کمتر و بدتر ہے انکار کر کے کیا خلل ڈالیگا اُس نے خود اپنا برا کیا۔ اور سیدھا راستہ یہ ہے کہ عاجزی
کے ساتھ ایمان لاوے اور تقدیر سے بحث نہ کرے کیونکہ اسکو کیا معلوم کہ کیا مقدر ہے اور صحیح حدیث میں ہے کہ ہر ایک پر وہی آسان ہے جسکے لیے
وہ پیدا ہوا ہے۔ اسکی تصدیق دیکھو کہ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ امم کافرہ ماضیہ جو ظالم ہو کر ہلاک کیے گئے انکو مستقیم نہ تھا کہ ایمان لاویں
كَذَٰلِكَ ایسے ہی جیسے ہم نے ان ظالموں کو اپنے رسولوں کو جھٹلانے اور اپنے معبود عز و جل کی جناب میں بہتان شرک باندھنے سے برباد و ہلاک
کر دینے کا بدلا دیا ایسے ہی۔ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ ہم بدلا دیتے ہیں کافر و مشرک قوم کو۔ جیسے تم جرم کرتے ہو واضح ہو کہ کافر کوئی ہلاکت و
بربادی سے نہیں بچتا اگرچہ دنیا میں الدہ ہو تازہ و مضبوط ہو جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ اور بعض نے کہا کہ قولہ وما کانوا لیومنوا میں لام تاکید نفی
ہے اور یہ بمانند قولہ فما کانوا لیومنوا بما کذبوا من قبل کذلک نطبع علی قلوب المجرمین پس معنی یہ ہونگے کہ جس سے وے پہلے انکار کر چکے تھے اُسپر
ایمان نہ لائے اور نہ لا سکتے تھے۔ اور مراد یہ ہے کہ ازل میں ظاہری اقرار و باطنی انکار سے دنیا میں بھی ایمان نہ لائے اور مآل مرجع دونوں معانی کا
ایک ہی ہوتا ہے۔ اور دونوں آیتیں ایک دوسرے کی تفسیر کرتی ہیں اور اسمیں فقہ یہ ہے کہ ایمان دراصل صدق یقین دلی کا نام ہے اور اعمال صالحہ
و طاعات وغیرہ اسکی مصدق و مظہر اور اسکو لازم ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تہدید فرمائی بقولہ۔ ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ مِن بَعْدِهِمْ
پھر ہلاک شدہ امتوں کے پیچھے ہم نے تم کو زمین میں انکا خلیفہ کیا۔ لِنَنظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے کام کرتے ہو یعنی جیسے وے
اس امتحانگاہ میں لائے گئے تھے ویسے انکے جانے کے بعد تم پیدا کیے گئے تاکہ تمھارے اعمال کا امتحان ہو پس اگر تم نے جان لیا کہ تم کو ضرور یہاں سے
جانا پڑیگا اور یہ دنیا دار امتحان ہے پس تم نے اچھے کام کیے اور آخرت پر ایمان لائے اور اپنے معبود کو حسب عظمت و کبریا و جلال پروردہ ہے اسیطرح اسکے
رسول صلعم سے معلوم کر کے مومن ہوئے و نیک کام کیے تو آخر جنت و نعمت و رضوان میں پہونچے اور اگر لقاء الٰہی تعالیٰ سے منکر ہو کر اسی دنیا پر مطمئن
ہو بیٹھے اور شرک و کفر و ظلم کیا اور اپنی رائے کے موافق جو چاہا اعتقاد کیا خواہ وہ جناب باری تعالیٰ کے لائق ہو یا نہو مگر تمھاری رائے میں وہی آیا
پس درحقیقت تم اپنی رائے کے پابند ہوئے تو ضرور تمھاری بھی وہی سزا ہے جو مجرمین کی مقرر ہے۔ واضح ہو کہ آدمی اپنی رائے سے یا بہت

لوگون کے مجمع واتفاق سے یا جھوٹی موٹی کتابون سے اللہ تعالے کی شان مین کچھ اوصاف اعتقاد کرلیا ہو جیسے عرب کے مشرکین وعجم کے کفار وغیرہ نے اعتقاد کیا تھا کہ یہ بُت یا یہ آگ وغیرہ اللہ تعالے کے کاربردازمین یہی اسکی درگاہ مین ہماری سفارش کرکے جو چاہتے ہین کردیتے ہین اور انکی عبادت کرنی ضرور ہو یا جیسے نصاریٰ نے عیسیٰ کو خدا کا بیٹا نعوذ باللہ من ذلک اعتقاد کیا اور بعض نے صلیب پوجنا وچومنا واجب جانا اور ایک مختلط حرف مجموعہ بیل پر اعتقاد جمایا تو ان سب کا یہ حال ہو کہ اللہ تعالے پر انکا ایمان نہین ہو اس لیے کہ اللہ تعالے تو وہ پاک معبود ہو جسکا کوئی شریک نہین وہی خالق وہی مالک وہی رزاق ہو بدون اُسکے حکم کے ایک پتی نہین گرتی اور اسکی تدبیر خلق سے سب جاری ہو ایک ذرہ کہین ہو اُس سے پوشیدہ نہین وبے مثل وبے مانند ہو نہ وہ کسی سے پیدا ہوا نہ اُس سے کوئی پیدا ہوا یہ سب اُسکی شان مین محال ہے تو نصاریٰ کسی ایسے خدا کے اوپر ایمان لائے ہین جسکا مسیح بیٹا ہو اور کسی ایسے عیسیٰ پر ایمان لائے جسنے اُنسے کہا کہ مین خدا کا بیٹا ہون پس وہ کوئی اور ہوگا کیونکہ پیغمبر حضرت عیسیٰ بن مریم تو اللہ تعالے کے بندے ورسول تھے اُنھون نے اللہ تعالے کی توحید سکھلائی اور اپنے آپ کو بندۂ الٰہی بتلایا اور اپنے بعد حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی خبر دی کہ وہ اللہ تعالے کا بندہ ورسول آویگا کہ وہ اللہ تعالے کو محبوب ہو اور وہ اللہ تعالے کا بندہ ورسول اُسکا محبوب ومقبول خاص الخاص ہو وہ دنیا مین نور لاویگا اور پھیلاویگا اور وہ بادشاہ دنیا وآخرت ہو صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم واضح ہو کہ قولہ تعالے لننظر کیف تعملون مین بیضاوی رح نے حرف کیف کے فائدہ مین لکھا کہ اسمین دلالت فرمائی گئی کہ خود کسی فعل کی ذات معتبر نہین ہو مثلاً کوئی کافر نماز کے افعال ادا کردے تو کچھ اعتبار نہین بلکہ کیفیت وجہت سے معتبر ہو کہ ایمان کے ساتھ خالص عبادت کی نیت سے ہو اسی واسطے جو فعل کہ بطور ریاکاری اور لوگون کے دکھلانے سنانے کو ہو اگرچہ نماز کے ارکان ہون انکی بڑی مذمت حدیث مین آئی ہے اور یہ بھی جان لینا چاہیے کہ اللہ تعالے عزوجل کو ازل وقدم سے سب علم ہو اور یہان جو فرمایا کہ لننظر تاکہ ہم دیکھین۔ تو یہ تہدید ہو اور آمادگی بھی دلائی ہے لہذا جو لوگ بندگی مین کوشش کرتے ہین اللہ تعالے دیکھتا وجانتا ہو کما فی قولہ تعالے قل اعملوا فسیری اللہ عملکم الآیہ۔ اور بعض نے کہا کہ یہ استعارہ ہو یعنے جیسے کوئی امتحان کے طور پر کسی کو مقرر کرتا ہو ایسا ہی تمھاری سمجھ کے لائق ہم نے تمھارے ساتھ یہ معاملہ کیا ہو بالجملہ دنیا مین آدمی امتحان مین ہو پس دنیا کی طرف مائل وانکی زندگی پر راضی ومطمئن نہو بلکہ آخرت کا طالب رہے اور دنیا مین سے بقدر ضرورت وحاجت کے ایک وقت مقرر تک کے لیے یعنی موت تک کے لیے انتفاع حاصل کرے اور دنیا مین اللہ تعالے کا کلمہ بلند کرے اور شرک وکفر کا کلمہ جو باطل ہو مٹا دے اور جو لوگ یہ فساد پھیلاتے ہین انکو زیر کرے۔ حدیث مین حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ان الدنیا حلوۃ خضرۃ وان اللہ مستخلفکم الحدیث یعنی دنیا میٹھی ہری بھری ہو اور اللہ تعالے تم کو اسمین خلیفہ بنانے والا ہو پس دیکھنے والا ہو کہ تم اسمین کیسے کام کرتے ہو پس تم بچے رہنا اس دنیا سے اور بچے رہنا عورتون سے کہ پہلا فتنہ جو بنی اسرائیل مین شروع ہوا وہ عورتون ہی سے تھا۔ رواہ مسلم فی الصحیح مترجم کہتا ہو کہ دنیا کو اللہ تعالے نے ایک زینت دیدی ہو کہ وہ خوشگوار ومزین نظر آتی ہو پس اسی سے امتحان ہو اور باطن مین وہ نہایت قبیح ہو اور سید عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ نے فتوح الغیب مین اس کو گھورے سے مثال دی ہو جہان پلیدی ونجاست ڈالی جاتی ہو اور سچے ایمان والے کی نظر مین یون ہی آخر نظر آنے لگتی ہے۔ پھر واضح ہو کہ جب تک اللہ تعالے کے ایسے بندے خلیفہ رہے جنھون نے نیک عمل کیے اور دنیا سے بچے رہے جیسے حضرت سرور عالم صلعم نے نصیحت فرمائی تھی تب تک دنیا مین امن وامان تھا اور بکثرت سلطنتین اُن کے زیر حکومت تھین اور بے انتہا جواہرات اور سونے چاندی بکثرت ایسے تھے کہ جس پر یہ نیک بندے اسیطرح نظر کرتے تھے جیسے کوئی پلید چیز کو دیکھتا ہے اور جب یہ نوبت پہونچی کہ ایسے بادشاہ ہونے لگے جنھون نے دنیا پر نظر ڈالی اور اُس کو چاہنے لگے تو جیسے کافرون کی نیت ہے ویسی ان کی نیت ہوئی پس ہوا جو ہوا اعوذ باللہ من عذاب اللہ

وبالآیۃ اللھم توفنی مومنا مسلما والحقنی بعبادک المخلصین والحمد للہ رب العالمین۔ وقال الحافظ ابن جریر رحمہ اللہ تعالیٰ حدثنی المثنی قال حدثنا زید
بن عوف ابو ربیعۃ بہذا انبانا حماد عن ثابت البنانی عن عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ ان عوف بن مالک رضی اللہ عنہ قال لابی بکر رایت فیما یری النائم
کان سببا دلی من السماء فانتشط رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ثم اعید فانتشط ابوبکر ثم ذرع الناس حول المنبر ففضل عمر بثلاث اذرع حول المنبر
فقال عمر دعنا من رؤیاک لا ارب لنا فیہا فلما استخلف عمر قال یا عوف رؤیاک قال وہل لک فی رؤیای من حاجۃ او لم تنہرنی قال ویحک
انی کرہت ان تنعی لخلیفۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نفسہ فقص علیہ الرؤیا حتی اذا بلغ ذرع الناس الی المنبر بہذہ الثلاث الاذرع قال اما
احداہن فانہ کان خلیفۃ واما الثانیۃ فانہ لا یخاف فی اللہ لومۃ لائم واما الثالثۃ فانہ شہید۔ قال فقال یقول اللہ تعالیٰ ثم جعلناکم خلائف فی
الارض من بعدہم لننظر کیف تعملون۔ فقد استخلفت یا ابن ام عمر فانظر کیف تعمل واما قولہ فانی لا اخاف فی اللہ لومۃ لائم فیما شاء اللہ واما قولہ شہید فانی
لعمر الشہادۃ والمسلمون مطیعون ہکذا فی تفسیر الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ۔ ترجمہ اسکا میرے نزدیک یہ ہے کہ عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضرت
ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مین نے ایسی حالت مین کہ جیسے سونے والا آدمی دیکھتا ہے یہ خواب دیکھا کہ گویا آسمان سے ایک رسی لٹکائی
گئی پس آنحضرت صلعم خوشی خوشی اُس سے لٹکا کر چڑھ گئے پھر وہ دوبارہ لٹکائی گئی پس ابوبکر رضی اللہ عنہ اسیطرح چڑھ گئے پھر لوگون نے
منبر کے گرد ہاتھون سے پیمائش کی تو منبر کے گرد عمر رضہ کے تین ہاتھ سب سے بڑھ گئے تو عمر رضہ نے کہا کہ اپنا خواب بیان کرنے سے ہمین معاف کرو
کہ ہمکو اسکی کچھ حاجت نہین ہے پھر جب عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ کیے گئے تو کہا کہ اے عوف اپنا خواب لاؤ تو عوف نے کہا کہ آپکو کچھ میرے خواب
کی حاجت ہو گئی تم نے مجھے جھڑکا نہ تھا تو فرمایا کہ ارے مجھے یہ گوارا نہوا کہ تو رسول اللہ صلعم کے خلیفہ کو انکی وفات کی خبر سناوے پس عوف نے اپنا خواب
سب بیان کیا جب لوگون کے گرد منبر کے ناپنے اور عمر رضہ کے تین ہاتھ سبکے بڑھنے کا ذکر آیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان تین ہاتھ مین ایک تو یہ ہے کہ
وہ خلیفہ ہوگا اور دوسرا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے معاملہ مین وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہین ڈریگا اور تیسرے یہ کہ وہ شہید ہوگا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے ثم جعلناکم خلائف فی الارض الآیۃ سو اے عمر کی مان کے پوت تو خلیفہ تو ہو گیا اب دیکھ کہ تو کیسے کام کرتا ہے اور یہ جو مین نے کہا کہ مین اللہ تعالیٰ
کے معاملہ مین کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہین ڈرتا تو مراد یہ کہ جن امور مین اللہ تعالیٰ چاہتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ مین ایسا ہی ہون اور یہ جو مین نے
کہا کہ مین شہید ہون تو عمر کے لیے شہادت کہان ہے اور حال یہ ہے کہ مومنین بالضرور اسکی اطاعت پر ہیں ہینگے قال المترجم اسکی اسناد حسن سے کم نہین
واللہ اعلم اور اسکے لیے شاہد صحاح مین متفرق موجود ہین ف و فی العرائس قولہ ولقد اہلکنا القرون من قبلکم لما ظلموا اظلم یعنی تمام پر اقرار کے بعد مکرنا
اور سنت چھوڑ کر اپنی رائے پر نازان ہونا اور طریقہ سنت یعنی آنحضرت صلعم کی اقتدا مع خصوص ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی اقتدا کا ترک کرنا۔
چنانچہ جب انھون نے انبیاء و اولیاء الٰہی سے سرکشی کی بعد اسکے کہ انکو صدق آیات و دلالات سے اس امر کا علم ہو گیا کہ مقبولین بارگاہ تھے تو
اللہ تعالیٰ نے انکو ہلاک کر دیا اسطرح کہ شہوات و نفس کے حجاب مین مردود چھوڑ دیا اور انکو اہل قرب کا راستہ نہ ملا۔ ابن عطا رحمہ نے کہا کہ ظلم وہ یہ
کہ سوائے حق تعالیٰ کی ہدایت کے اپنے نفس وغیرہ کی قدرت پر اعتماد کیا۔ ابو عثمان رحمہ نے کہا کہ لما ظلموا۔ اسطرح کہ کام پر ملت کے حقوق نہ پہچانے
اور درگاہ الٰہی مین جو انکا آداب عبودیت تھا ولیا ادب خود حاصل نہ کیا پھر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے خلیفہ بدون کو خون دلایا کہ ملتقین ہون
یا مقرب ہون بہرحال پیغمبر علیہ السلام کی راہ سے کسی اور طرف التفات نہ کرین بلکہ اسی طریقہ مستقیم پر رہین اور راہ الیقین مین سنت کی اتباع کرنے
سے کوئی نقصان نہ کھا دین اور کسی امر پر مغرور نہون کما قال تعالیٰ ثم جعلناکم خلائف فی الارض الآیۃ۔ یہ خلیفہ لوگ درحقیقت انبیاء علیہم السلام
کے نائب اور رسولون علیہم السلام کے وارث ہین اور یہی اہل استقامت و تمکین و جمعیت ہین جنکو ہر دم اللہ تعالیٰ زبان ولایت سے خطاب فرماتا

اور آداب سنت و اعمال پاکیزہ و اخلاق کریمہ اور اتباع پسندیدہ تعلیم فرماتا ہے پس ان احکام سے انکو سیر روحی و مہوائے عالم القدس سے خلوص حاصل ہوتا اور ہر دم مشتاق رہتے ہیں اور انوار صفات و ذات سے صاف کلام بے کیفیت سنتے ہیں پھر رجوع کرکے مخلوق کو اللہ تعالے کی طرف و اسکے رسول کی سنت او امر بمعروف و نہی از منکر و حدود الٰہی کی حفاظت کی طرف راجع کرتے ہیں بعض اکابر رحہ نے کہا برابر اللہ تعالے کے انبیاء و رسولوں کے خلیفہ و انکے اولیاء و اولیاء کے اولیاء اسیطرح چلا آیا کہ پچھلے اگلوں کی اتباع سے راہ پا دین اور خود استقلال و استقامت پر ہوجاوین اور حفظ حدود الٰہی برابر باقی رہے۔ پھر اللہ تعالے نے اہل کفر کی جہالت و عدم حفظ حدود کو باوجود ایسی واضح آیات توحید و معرفت کے بیان فرمائی کہ راہ عقل چھوڑ کر نفس کی پابندی میں اپنے اوپر کمال ظلم کرتے ہیں کہ راہ مستقیم کو نفس کے موافق چاہتے ہیں قال عز و جل۔

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ ۙ قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا ائْتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَٰذَا أَوْ بَدِّلْهُ

اور جب پڑھیے اُن پاس آیتیں ہماری صاف کہتے ہیں جنکو ہم سے ملاقات کی امید نہیں لے آ کوئی اور قرآن اسکے سواے یا اسکو بدل ڈال

قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِي ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ ۖ إِنِّي أَخَافُ إِنْ

تو کہہ میرا کام نہیں کہ اسکو بدلوں اپنی طرف سے میں تابع ہوں اُسی کا جو حکم آوے میری طرف میں ڈرتا ہوں اگر

عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ قُلْ لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا تَلَوْتُهُ عَلَيْكُمْ وَلَا أَدْرَاكُمْ بِهِ ۖ فَقَدْ

بے حکمی کروں اپنے رب کی بڑے دن کی مار سے تو کہہ اگر اللہ چاہتا تو میں نہ پڑھتا یہ تمہارے پاس اور نہ وہ تمکو خبر کرتا اس کی کیونکہ میں

لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِنْ قَبْلِهِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝

رہ چکا ہوں تم میں ایک عمر اس سے پہلے کیا پھر تم نہیں بوجھتے

واضح ہو کہ عظمت و کبریاء اللہ تعالے سے جاہل ہونا اور آخرت کا انکار اور بندوں کی خود مختاری کا اعتقاد اور نفس کی پیروی اور اسکی خواہشوں پر اڑنا ایسی باتوں نے کفار کو حق صریح سے منھ موڑنے اور ایسے سوالات پر آمادہ کیا چنانچہ اللہ تعالے نے بیان فرمایا۔ بقولہ تعالے وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ تلاوت پڑھنا کسی کلام کو اور تلا علیہ اسکو پڑھ سنایا۔ اور آیت میں ضمیر علیہم راجع بجانب کفار مکہ اور داخل آئیں ان کے مانند سب ہیں اور اوپر کی آیت میں من قبلکم سے خطاب فرمایا تھا جو ہول دلانے کے لیے تھا اور یہاں بطریق صنعت التفات کے ضمیر غائب فرمائی جو مفید ہے کہ یہ لوگ قابل خطاب نہیں ہیں المعنی اور جب پڑھی جاتی ہیں انپر ہماری آیات جنکی شان یہ ہے کہ بہت واضح و روشن حجت ہیں یعنی ان میں توحید الٰہی و اسکے خلق و تقدیر و مشیت جو اور اسرار حکمت و ہدایت وغیرہ صفات کاملہ کا بیان واضح ہے قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا تو کہتے ہیں وہ بدبخت مخلوق جو ہماری لقاء کی توقع نہیں رکھتے یعنی اپنے خالق عز و جل سے غافل اور اُسکی صفات عظمت و کبریائی سے جاہل اور آخرت و قیامت سے منکر اور لقاء الٰہی سے ناامیدی گمان کیے ہیں۔ ائْتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَٰذَا لے آ تو اے محمد صلعم کوئی قرآن جو اسکے علاوہ اسکا غیر ہو۔ أَوْ بَدِّلْهُ یا اسی قرآن کو تبدیل کر دے یعنی اس قرآن میں ایسی باتیں ہیں جو ہماری خواہش و پسند کی نہیں ہیں جیسے بتوں کی مذمت اور اُنکے نام پر ذبیحہ کی حرمت و تحقیر اور دنیاوی زندگی پر مطمئن اور اسی پر جی بہنچا نابلکہ دار آخرت کے لیے نیک اعمال کرنا اور بعد موت کے پھر حشر و قیامت کے لیے زندہ ہونا اور خالص اللہ تعالٰی وحدہ لاشریک کی بندگی کرنا کسی کو اسکا شریک نہ کرنا اور جان لینا کہ وہی خالق رازق علیم خبیر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے جو اسکی تقدیر و مشیت ہے وہی ہوتا ہے اسی نے اس حکمت کاملہ سے مخلوق کو پیدا کیا ایک ذرہ اسکی حکمت سے باہر نہیں اور سب اُسکی قضاء و قدر اور مشیت و قدرت کے محکوم ہیں کسی کو اسکی مملکت میں ذرہ برابر اختیار نہیں ہے ایسی سب باتیں ہماری خواہش و نفس کے لائق نہیں ہیں ہاں باقی جو کام کرنے کو کہا گیا اس میں مضائقہ نہیں

پس تم کو چاہیے کہ یا تو تم اس قرآن کے سوائے دوسرا قرآن ہی لے آؤ جسمین یہ باتین نہون یا خیر اسی کو رہنے دو مگر اسمین سے ایسی باتین بدل دو۔ مترجم
کہتا ہو کہ اہل کفر کی جہالت اپنے خالق عز وجل کی شان عظمت وکبریائی سے ایسی ہی ہوتی ہو اسیواسطے مومن اپنے پاک معبود عز وجل کی ہدایت
فرمانے کا بال بال سے شکر گزار ہوتا ہو کہ اللہ تعالے ذوالجلال والاکرام نے محض اپنے فضل واحسان سے اسکو اس تاریکی وجہالت سے نجات دی
دی جو چاہے کرے اُسپر کسی کا دعوی نہین چنانچہ کفار کو اندھا رکھا کہ ایسی درخواست اسکے کامل مطیع بندہ رسول صلعم سے کی جسکا ہر کام موافق رضاے
الٰہی عز وجل اور اُسکے حکم سے تھا لہذا جواب کا حکم دیا بقولہ تعالے قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِي تو کہدے کہ میرے واسطے یہ
ٹھیک ہی نہین ہوسکتا کہ مین اپنے نفس کی جانب سے اسکو بدل دون بیضاوی رح نے کہا کہ تلقاء دراصل مصدر ہو اور ظرف کے معنے مستعمل ہوا
اور کفار کی دونون باتون مین سے ایک کے جواب پر اکتفا کیا گیا اسوجہ سے کہ جب تبدیل سے انکار کیا تو بالکل دوسرا قرآن لانے سے انکار اُس کو
لازم ہو یعنی بدرجۂ اولی اُس سے انکار ہو کیونکہ کسیقدر بدل دینا بنسبت بالکل ترک کرنے کے آسان ہو تو جب آسان کی تمکین نہین کیا تو مشکل کہان
سے ممکن ہوسکتا ہو اور قولہ ما یکون لی نہایت بلیغ ہو کہ اس سے اپنے عدم ارادہ کی اور اُسکے صحیح ہونے کی اور اسکے نہو سکنے کی سب کی نفی نکلتی ہو یعنے
نہ میرا ارادہ اور نہ وہ مجھ سے صحیح ہوسکتا اور نہ وہ میری جانب سے ہوسکے اور اسمین اشعار ہو کہ اصل خلقت مین ہر شخص کے ساتھ جو شیطان پیدا ہوا ہو
اور نفس انسانی مین ایک اُکساؤ شیطانی ہوتا ہو ان دونون سے آنحضرت صلعم سلامت تھے چنانچہ حدیث صحیح مین ثابت ہو کہ آپکا ہمزاد مطیع تھا اور ثابت ہے
کہ خلق آپکا قرآن مجید تھا یعنی بدون کسی معاوضہ وتکلف کے جو مقتضائے نفس ہو آپ قرآن مجید کے عامل تھے پس احکام ومواعظ قرآن مین اور آپ کے
خلق عظیم مین درجۂ اتحاد تھا اور اسی پر شاہد ہو کہ یہان اللہ تعالے خالق سبحانہ نے یون جواب کا حکم دیا کہ تو کہدے کہ مین اپنے نفس کیجانب سے بدل نہین سکتا
یعنی نہ اپنے نفس کیطرف سے کچھ لایا اور نہ اُسکو بدل سکتا ہون۔ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَى إِلَيَّ مین نہین پیرو ہون مگر اسی چیز کا جو میری طرف وحی کی گئی یعنے
بدون مداخلت نفس کے پس خوب محکم جواب ہوگیا کہ مین کیونکر بدل سکونگا کیونکہ یہان کچھ بھی میرا تصرف نہین ہو لہذا بعض احکام جو کسیوقت تک کے لیے
اللہ تعالے عالم الغیب نے اپنے علم قدیم مین مقرر ونازل فرمائے پھر اُسوقت مقرر کے بعد دوسرا حکم نازل فرما کر اول کو منسوخ کیا اسمین بھی مجھے کچھ دخل نہین بلکہ
مین وحی کی اتباع کرتا ہون اور تمھاری درخواست مین جو یہ بات نکلتی ہو کہ قرآن معجز بلیغ فصیح کچھ میرا کلام ہو تو یہ تمھارا گمان محض غلط ہو مین تو وحی کا
متبع ہون جو وحی مجھپر ہوئی اگرچہ اسمین خود بعض احکام کی تبدیل ہو مین نے وہی بعینہٖ تلاوت کردی کیونکہ مجھپر اتباع الوحی وتبلیغ بعینہٖ فرض ہو اور خود
مین کیونکر تبدیل کرکے گنہگار ہوسکتا ہون۔ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ مین ڈرتا ہون اگر مین اپنے پروردگار کی نافرمانی کرون یعنی اگر
اپنی طرف سے تبدیل کرنے مین نافرمانی کرون عذاب یوم عظیم کو یعنے اگر ایسا عصیان کرون تو مجھے عذاب روز قیامت کا خوف ہو۔ اسمین ایما ہو کہ کافر لوگ ایسی
ہٹ کرنے سے مستوجب عذاب مذکور ہوگئے۔ یوم کو جو عظیم کہا گیا تو بسبب ظہور جلال وعظمت الٰہی کے ہو کہ اُس دن ہولناک عظیم وقائع بالکل کھلے ظاہر ہونگے
بالجملہ یہ سب بوحی الٰہی وبقدرت ومشیت الٰہی عز وجل ہو پھر صحت وحی پر تنبیہ بلکہ حجت بیان کی بقولہ تعالے قُلْ لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا تَلَوْتُهُ عَلَيْكُمْ تو کہدے
کہ اگر اللہ تعالے چاہتا تو مین اُسکو تمپر تلاوت نہ کرتا۔ وَلَا أَدْرَاكُمْ بِهِ اور نہ ادراء واعلام کرتا تم کو اسکے ساتھ یعنی یہ سب اللہ تعالی کی وحی ومشیت وارادہ
سے ہو کہ مین تمکو یہ سب سناتا اور آگاہ کرتا ہون اور تم اسمین سے بعض باتون سے کراہت کرکے میری ذات کی طرف سے سمجھتے ہو حالانکہ یہ بالکل تمھاری نادانی ہو
فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِنْ قَبْلِهِ کیونکہ بیشک مین اس سے پہلے ایک عمر یعنی چالیس برس تم مین رہا ہون اسطرح کہ تمپر کچھ تلاوت نہین کرتا
تھا اور نہ تم کو کچھ اعلام کرتا تھا۔ یہ سمجھنے کی بات ہو کہ قرآن بیجا ایک ایک معجزہ خرق عادت ہوا کیونکہ جو شخص نہین ایک عمر چالیس برس تک اسطرح
کہ نہ اسکو کسی علم سے ممارست تھی اور نہ کسی عالم کو اسنے دیکھا جس سے کچھ علمی باتین سنتا اور نہ کبھی اُسنے شعر نظم کیا اور نہ کبھی نثر عبارت بنائی پھر یکایک

اسنے ایسی کتاب تلاوت فرمائی کہ اسکی فصاحت کے آگے سب فصیح جنکو بڑے بڑے دعوی تھے گونگے ثابت ہوگئے اور سب ناظم و نثر والے گردنین جھکانے لگے اور اس انتہا تک بلاغت و فصاحت پہونچی کہ کمال تعجب سے دیکھتے اور جادو کہتے تھے پھر معانی کا یہ حال کہ دو علم ہین ایک علم اصول اور ایک علم فروع تو دونون کو اسکے معانی نے گھیر لیا اور اگلون پچھلون کے قصص کو بالکل ٹھیک ٹھیک بیان کردیا تو جسنے ذرا بھی عقل سے کام لیا اور تعصب کی رنگ اپنی آنکھون سے نکال ڈالی وہ یقین کرلیا کہ یہ اسکی طرف سے کبھی نہیں بلکہ خالص اللہ تعالے کی تعلیم و وحی ہے اسیواسطے ان کفار کو جنکو دین کی سمجھ بالکل نہین ہے ملامت فرمائی بقولہ۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ سو کیا تم سمجھتے نہین ہو یعنی تمکو عقل بالکل نہین ہے ایسے کیون ایسے بیعقل ہوگئے کہ عقل سے سوچ سمجھکر کچھ بھی کام نہین لیتے ہو کہ تمھین صاف ظاہر ہو جاوے کہ یہ قرآن تو خالص وحی از جانب الٰہی ہے۔ قال ابن کثیر رح حاصل دلیل اسکے خالص وحی ہونے پر یہ ہے کہ تم لوگ اسکے ادنی سورہ کے مثل لانے سے عاجز ہو اور تم یہ بھی بالیقین آنکھون دیکھا جانتے ہو کہ جب سے مین پیدا ہوا اب تک وقت بعثت تک تم مین بہت سچا و امانت دار معروف و مشہور ہون تم مجھ مین کبھی کوئی ایسی بات نہین جانتے ہو کہ جسکے سبب آنکھ مار دو پھر کیا تم کو ذرا بھی سمجھ نہین کہ بیفائدہ مین تم سے کیون جھوٹ بولتا لہذا سوچو اور سمجھو کہ یہ خالص اللہ تعالے کی طرف سے وحی اور ہمارے لیے دائمی حیات کی نعمت ہے کہ اسکے مثل تم کو لانا ممکن نہین ہے پھر ابن کثیر رح نے اسکا شاہد قصہ ہرقل بادشاہ روم پیش کیا کہ جب اسنے ابوسفیان سے حال پوچھا اور ابوسفیان نے باوجود اسکے کہ اسوقت کافرون کے سرغنہ تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صدق و امانت و عفاف و دیانت و کرائم اخلاق کی سچی خبر دی مگر رسول ہونے سے انکار کیا تو ہرقل نے جواب مین کہا کہ مین ضرور سمجھتا ہون کہ نہین ہوسکتا کہ وہ شخص دنیا کے لوگون پر تو جھوٹ بالکل نہ بولے اور جاکر اللہ تعالے پر جھوٹ باندھنے لگے جعفر بن ابی طالب نے بادشاہ حبشہ سے کہا تھا کہ اللہ تعالے نے ہم مین ایک رسول مبعوث فرمایا ہے جسکی سچائی اور نسب کی بزرگی اور امانت و دیانت کو ہم خوب پہچانتے ہین تم مین معلوم و مشہور ہے اور قبل نبوت کے وہ تم مین چالیس برس رہتے ہین۔ ابن کثیر رح نے کہا کہ سعید بن المسیب رح نے تینتالیس برس کی روایت کی ہے لیکن صحیح و مشہور پہلا قول ہے مترجم کہتا ہے کہ ابن عباس رض سے روایت ہے کہ اللہ تعالے نے آنحضرت صلعم کو چالیس برس کی عمر پر مبعوث فرمایا پس تیرہ برس مکہ مین رہے آپ پر وحی اترتی تھی پھر ہجرت پر مامور ہوئے پس ہجرت کر لے دس برس مدینہ مین رہے اور وفات فرمائی جبکہ آپکی عمر تریسٹھ سال کی تھی۔ رواہ البخاری وابن ابی شیبہ والترمذی۔ اور اسی کے مانند سدی رح سے بھی مروی ہے اور نووی رح نے کہا کہ یہی اصح و اشہر ہے اور اسی کو مسلم رح نے حدیث انس و عائشہ و ابن عباس سے روایت کیا اور اسی پر علماء نے اتفاق کیا اور ایک قول مین ساٹھ برس کی عمر آئی ہے اسکی تاویل یہ ہے کہ راوی نے سال ولادت و ہجرت و وفات کی کسر چھوڑ دی اور پورے پورے سال شمار کر لیے اور تیسرے قول مین پینسٹھ اور مروی ہین یہی ہین رضی اللہ وارفع ہوا۔ مترجم کہتا ہے کہ تین کسر سال ہجرت کو محسوب کی ہین بایں طور کہ ایک مرتبہ وہ پورا سال اقامت مکہ و دوسرا ابتدا ہجرت مین حساب کرنے سے زیادہ ہوا واللہ اعلم۔ ف قولہ تعالے ولا ادراکم بہ مین دو قراءۃ ہین اول قراءۃ جمہور لا ادراکم بالف از ادرا یدری یعنی اعلام اور یہی مذکور ہوچکی ہے اور ابن کثیر رح نے لادراکم بلام بدون الف پڑھا اور معنی یہ کہ لادراکم اللہ تعالے بہ علی لسان غیری من غیر ان اتلوہ علیکم یعنی البتہ عالم فرماتا تم کو اللہ تعالے اسکو میرے سوائے دوسرے کی زبان سے یعنی ضرور یہ پیام الٰہی تمکو پہونچایا جاتا اگر مین نہوتا تو دوسرا ہوتا پھر اللہ تعالے نے دروغ باندھنے والے کے بیہودہ کو اس طرح بیان فرمایا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تبدیل قرآن کا رد اور مشرکون کی ذاتی حرکت کو متضمن ہے۔ قال تعالے۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝ وَيَعْبُدُوْنَ

پھر کون ظالم اس سے جو باندھے اللہ پر جھوٹھ یا جھٹلاوے اسکی آیتین بیشک بھلا نہین ہوتا گنہگارون کا اور پوجتے ہین

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ۭ قُلْ اَتُنَبِّـــُٔوْنَ اللّٰهَ

اللہ سے نیچے جو چیز نہ بُرا کرے اُنکا اور نہ بھلا اور کہتے ہیں یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ کے پاس تو کہہ تم اللہ کو جتاتے ہو

بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○

جو اسکو معلوم نہیں کہیں آسمانوں میں نہ زمین میں وہ پاک ہے اور بہت دور ہے اُس سے جو شریک کرتے ہیں

اظلم صیغہ اسم تفضیل مستعمل ہیں۔ افترا جھوٹ باندھنا اور کذباً بیان اس امر کا ہے کہ یہ امر باوجود افترا ہونے کے خود جھوٹ ہے یعنے اللہ تعالی کی طرف اسکو نسبت کرنا جیسے دروغ افترا ہے ویسے ہی وہ خود جھوٹ بھی ہے۔ لا یفلح اسے لا یسعد یعنی سعید و نیکسار انجام نہیں ہوتے ہیں۔ المجرمون۔ الکافرون یعنی مجرم سے مراد کافر ہیں اور یہ وہی لوگ ہیں جنھون نے اللہ تعالے پر جھوٹ باندھا یا اسکی آیات کو جھٹلایا پس یہ کلام اللہ تعالے کی طرف سے اہل شرک و کفر پر جو اللہ تعالے کی جناب میں شریک ہونے کو نسبت دیتے یا بیٹا و جورو ہونے کو نسبت دیتے تھے اور اللہ تعالی کی آیات یعنی قرآن کو جھٹلاتے اور اُسکے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے اُسکے بعض احکام بدل ڈالنے یا کوئی اور قرآن لانے کی درخواست کرتے تھے انپر تشنیع و توبیخ ہے فرمایا فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الخ یا پس کون اشد ظالم ہے یعنی کوئی نہیں اس سے بڑھکر ظالم ہے جسنے افترا باندھا اللہ تعالی پر دروغ کو۔ اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ یا جھٹلایا اسکی آیات کو اِنَّهٗ شان یہ ہے کہ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ فلاح نہیں پاتے ہیں جرم کرنے والے یعنی کفر کرنے والے سطرح کہ اللہ تعالی پر افترا باندھیں یا اُس کی آیات کو جھٹلاوین۔ وفی تفسیر الحافظ رحمہ اللہ۔ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ ایسے شخص سے کوئی بڑھکر ظالم و مجرم نہیں جو اللہ تعالی پر افترا باندھے اور وہ بھی ایسی چیز سے جو خود باطل و دروغ ہے لہذا جو کوئی اپنی نسبت دعوی کرے کہ میں اللہ تعالے کا رسول ہوں حالانکہ درحقیقت نہو اور دعوی کرے کہ مجھپر وحی اتری ہے حالانکہ کچھ بھی نہیں اُتری بلکہ اُس نے اپنی طرف سے باتیں بنائی ہیں تو وہ بھی ویسا ہی ظالم ہے جیسے یوں کہنے والا کہ اللہ تعالے کا شریک یا بیٹا و جورو ہے نعوذ باللہ من ذلک حاصل یہ کہ اس کلام سے مشرکون کو دو طرح ملامت فرمائی گئی ایک یہ کہ رسول اللہ صلعم سے قرآن لانے یا بدلنے کی درخواست کرتے تھے۔ حالانکہ وہ محض وحی آلہی تھا پس کیونکر تغیر ہو سکتا ہے اور جو کوئی اپنے کلام کو وحی آلہی بتلاوے اس سے اظلم کون ہوگا پس قرآن جب صحیح وحی آلہی ہے کچھ افترا نہیں ہے اور دوم یہ کہ جو کوئی وحی آلہی کو جھٹلاوے اُس سے بڑھکر اظلم کوئی نہیں حالانکہ مشرکین جھٹلاتے تھے تو وے سخت مجرم ہوے جنکے واسطے سعادت و فلاح نہیں اگر ایمان نہ لاوین عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جو پہلے سب سے بڑے علما یہود میں تھے کہتے ہیں کہ جب آنحضرت صلعم مدینہ میں آئے تو میں نے دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ چہرہ پاک کچھ جھوٹوں کا چہرہ نہیں ہے اور پہلے پہل میں نے آپکو یہ فرماتے سنا کہ۔ یا ایہا الناس افشوا السلام الخ یعنی اے لوگو تم آپس میں سلام کے ساتھ ایکدوسرے کے لیے دعا کرنے کو افشا کرو اور آپس میں کھانا کھلاؤ اور ناتے کو ملاؤ اور رات میں جب کافر لوگ سوتے ہیں تم نمازیں پڑھو پس سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ قال ابن کثیر رح اور آنحضرت صلعم کے اقوال پاکیزہ اور جو وحی معجزہ آپ پر ہوتی ہے نہایت روشن حجت آپکی صدق رسالت کی ہے چنانچہ اس کی معجز بلاغت و فصاحت و اخبار غیب و کمالات معانی کا اقرار جب کثرت سے عرب کے بلیغ و فصیح لوگوں نے کیا ہے ایک دفتر طویل میں لکھا جا سکتا ہے اور مسیلمہ کذاب و سجاح و اسود و غیرہ لعنہم اللہ تعالے جن جھوٹے مدعیوں نے وحی شیطانی کی باتیں کہیں اور اللہ تعالے پر افترا باندھا خود اُنکے تابعین کفار نے اُس کے عیوب و کذب و افترا ہونے کا اقرار کیا تو بھلا عقل سلیم والے اہل فراست پر کب ان لوگوں کا افترا چھپ سکتا ہے چنانچہ مسیلمہ وغیرہ کے اقوال جو کتب سیر میں نقل کیے گئے ہیں خود اسپر شاہد عدل ہیں کہ مدعی ان اقوال والا محض کذاب ہے اور ابن کثیر رح نے لکھی کہ عمرو بن العاص اور مسیلمہ کذاب سے دوستی تھی ایکبار مرتبہ عمرو اپنے مشرک ہونے کی حالت میں مسیلمہ کذاب کے پاس گئے

اُسنے پوچھا کہ اے عمرو آج کل تمھارے گروہ والے کی کیا خبر ہے اور مراد اُس ملعون کی یہ تھی کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر کیا نازل ہوا تو عمرو نے کہا کہ مین نے
محمد صلعم کے اصحاب سے پڑھتے سُنا آج کل ایک چھوٹی سی سورہ کیا عظمت والی نازل ہوئی ہے اُسنے کہا وہ کیا ہے تو عمرو نے سورہ والعصر ان الانسان
لفی خسر آخر تک پڑھی یا بقدر یاد ہو پس مسیلمہ ملعون نے ایک ساعت فکر کر کے کہا کہ مجھ پر بھی ایسی ہی ایک سورہ نازل ہوئی ہے اور وہ یہ ہے. یا
وبر یا وبر انما انت اذنان وصدر وسائرک حفر ونقر کیون عمرو تم کیونکر دیکھتے ہو عمرو نے جواب دیا کہ واللہ تو جانتا ہے کہ مین یہ بات جانتا ہون کہ تو
کذاب ہے شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ جب ایک مشرک کا حالت شرک مین یہ حال تھا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا حال صادق نبوت اسپر پوشیدہ
نہ رہا اور مسیلمہ کذاب کی جھوٹ باتین اسپر اسطرح روشن ہوئین کہ اُسنے بالیقین قسم کھائی تو بھلا اہل حق وعقل پر کب مخفی ہو سکتا ہے قال المترجم. والقر
کلام الٰہی آفتاب سے زیادہ روشن ہے اسکے صدق مین سوائے ازلی مردود کے جسکو اللہ تعالے نے جہنم کے لیے مخصوص پیدا کر دیا ہے کوئی منکر نہین ہو سکتا
یہ تعجب نہین ہے کہ کفار اُسکے مثل لانے سے سخت عاجز ہو کر اسکو جادو وغیرہ کہتے تھے چنانچہ متواتر انکا قول نقل فرمایا بقولہ تعالے قالوا ان ہذا الاسحر مبین
پھر واضح ہو کہ جب اللہ تعالے نے حق تعالے پر افترا کو اشد ظلم بیان فرمایا تو کافرون کی خود افترا کی فضیحت وانکی حماقت بیان فرمائی کہ بت وغیرہ
جمادات واوہام کو شریک اور عیسی وعزیر وغیرہ کو بیٹا وغیرہ بنا کر افترا وبہتان باندھتے ہین بقولہ تعالے وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا
يَنْفَعُهُمْ اور پوجتے ہین اللہ تعالے کے سوائے ایسی چیز کو جو نہ انکو ضرر دے سکتی ہے اور نہ انکو نفع دے سکتی ہے کیونکہ یہ سب جمادات وغیرہ تھے
اُن کو خود کسی نفع وضرر کی کچھ قدرت نہین ہے - وَيَقُولُونَ هٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ . اور کہتے ہین کہ یہ لوگ ہمارے واسطے سفارشی
ہین اللہ تعالے کے یہان یعنی دنیا مین جو مہم وسخت کام ہم پر پیش آتے ہین اُن کے پورا ہو جانے مین ہمارے سفارشی ہین یا اگر قیامت ہوئی تو
ہمارے سفارشی ہونگے جیسے نصاری نے زعم کیا کہ حضرت عیسی ع نے ہم سب کے گناہ لاد لیے ہین اور ہمارے لیے کفارہ ہو گئے ہین حالانکہ جو کتاب
اُن کے پاس ہے اُس مین یہ مذکور ہے کہ کوئی کسی دوسرے کا گناہ نہین اٹھاتا ہے - بیضاوی رح نے کہا کہ یہ اُن کی سخت جہالت تھی کہ حضرت
حق تعالے جو یقینی نفع وضرر پہونچانے والا ہے اُس کی عبادت چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت اختیار کی جسکو قدرت نہین خالی اس وہم پر کہ شاید ہمارے
لیے سفارشی ہون. اور ابن کثیر رح نے فرمایا کہ یہ عجیب جہالت تھی کہ فی الحال جس سے نفع وضرر کی کچھ قدرت ظاہر نہین اس سے ثانی الحال مین
سفارش کے امیدوار ہو کر اُس کو پوجنے لگے - قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ - تو کہدے کہ کیا تم آگاہ کرتے ہو اللہ تعالے
کو ایسی چیز سے جسکو وہ آسمانون مین موجود نہین جانتا اور نہ زمین مین - یعنے تم اللہ تعالے کو آگاہ کرتے ہو کہ اُس کا شریک بھی ہے یا یہ لوگ تمھارے
سفارشی ہین حالانکہ اللہ تعالے اس کو نہ آسمانون مین اور نہ زمین مین کہین موجود نہین جانتا پس حق تعالے جس کا علم تمام عالم کو محیط ہے اور
تمام مخلوقات کو گھیرے ہے جب وہ اُس کے علم مین نہین تو قطعاً وہ چیز خود موجود نہین ہے کیونکہ اگر ہوتی خواہ آسمانون مین یا زمین مین تو ضرور وہ
اللہ تعالے کے علم مین ہوتی بیضاوی رح نے کہا کہ قولہ بما لا یعلم. اے بما لا یعلمہ پس موصول کی طرف ضمیر عائد محذوف ہے اور قولہ فی السموات الخ
حال اسی ضمیر محذوف سے نفی کی تاکید اور اس امر پر تنبیہ ہے کہ سوائے حق تعالے کے جسکو پوجتے ہین سماوی ہے یا ارضی ہے اور جو کوئی چیز یہان
موجود ہو وہ خود انکے مثل ایک حادث مخلوق ہے اسکو یہ لیاقت ہی نہین کہ شریک ہو سکے - سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ تسبیح ہے اللہ تعالی
کے لیے اور وہ پاک برتر ہے ایسی چیز سے جس سے یہ لوگ شرک کرتے ہین - ابن جریر رحمہ اللہ نے کہا کہ قولہ اتنبئون اللہ بما لا یعلم الآیۃ کے معنے یہ
ہین کہ کیا خبر دیتے ہو اللہ تعالے کو ایسی چیز سے جو نہو گی نہ آسمان مین اور نہ زمین مین - حاصل اس کا یہ ہے کہ جو کچھ کفار نے زعم کیا اُسکا
وجود ہی نہین ہو سکتا ہے - اور آسمانون وزمین کا بیان اس وجہ سے کہ عموماً اعتقاد اہل الحس کا یہ ہے کہ جو چیز پائی جاوے انھین دونون

کے بیچ میں ہوتی ہے۔ پھر اللہ تعالے نے بیان فرمایا کہ بندے سب ایک ملت پر تھے اور بعد اتفاق کے اختلاف کر کے مختلف حالت پر ہو گئے۔ قال تعالے۔

وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّآ أُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ

اور لوگ جو ہیں سو ایک ہی امت ہیں پیچھے جدا جدا ہوئے اور اگر نہ ایک بات آگے ہو چکتی تیرے رب کی تو فیصلہ ہو جاتا اُن میں

فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ○

جس بات میں پھوٹ رہے ہیں

بعض نے کہا کہ آیت میں ایک ملت پر ہونے کا بیان ہے خواہ ملت اسلام ہو یا ملت کفر ہو اور اہل تحقیق نے کہا کہ ملت فطرت یعنی اسلام پر ہونے کا بیان ہے۔ اور بعض نے کہا کہ۔ الناس سے مراد عموماً سب آدمی ہیں اور بعض نے کہا کہ خصوص اہل عرب کا بیان ہے قولہ تعالے وما کان الناس الا امۃ واحدۃ یعنی تھے سب لوگ مگر ایک ہی ملت پر ابن عباس رضہ نے کہا کہ آدم سے نوح تک دس قرن تھے سب ملت اسلام پر تھے اسکے بعد اختلاف واقع ہوا اور بعضوں نے بت وغیرہ پوجنے سے شرک کیا۔ اور بعض نے کہا کہ حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کے زمانہ سے عمرو بن لحی کے وقت تک ملت ابراہیم پر تھے پھر عمرو ملعون نے بت نکالے۔ انھیں دونوں قولوں کو مفسر رحمہ نے ذکر کیا ہے اور یہ اس جہت سے کہ توحید و اسلام سب سے قدیم ملت ہے اسی پر لوگ متفق ہوئے اور شرک تو جہالت ہے جسکو گمراہ ہو جانے والے لوگوں نے ایجاد کر لیا۔ اور ابن مسعود رضہ نے کہا کہ ما کانوا الا علی ہدی یعنی سب لوگ ہدایت ہی پر تھے۔ اور بیضاوی رحمہ نے کہا کہ معنے یہ ہیں کہ لوگ سب ایک ملت پر متفق تھے یا سب کے سب دین حق پر ثابت تھے۔ اور یہ حالت زمانہ آدم سے تا وقت قابیل کے ہابیل کو قتل کرنے کے یا زمانہ نوح تک یا بعد طوفان نوح کے تھی۔ فاختلفوا پھر لوگوں نے باہم اختلاف کیا پس بعض نے ہوا و ہوس کی پابندی کر کے بت پرستی وغیرہ کو اختیار کر لیا اور بعضے دین حق پر ثابت رہے۔ ولولا کلمۃ سبقت من ربک اور اگر تیرے رب کی طرف سے ایک وعدہ سابق نہ ہو چکا ہوتا۔ یعنے کمال رحمت سے قیامت تک مہلت کا وعدہ فرما دیا ہے کہ اسی دن فیصلہ و جزا و سزا ملے گی پس اگر ایسا نہ کیا ہوتا۔ لقضی بینھم فیما فیہ یختلفون تو البتہ فیصلہ کر کے حکم دیدیا جاتا اُن کے درمیان ایسے معاملہ میں جس میں وے اختلاف کرتے ہیں۔ یعنے فی الحال حکم دیا جاتا پس دنیاوی زندگی میں ہی مومن جنت میں اور کافر دوزخ میں ڈال دیا جاتا۔ پھر اللہ تعالے نے اہل کفر و شرک کی خواہشوں میں سے ایک نوع دیگر بیان فرمائی۔ بقولہ تعالے۔

وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَآ أُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا ۚ إِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ○

اور کہتے ہیں کیوں نہ اُتری اسپر ایک نشانی اسکے رب سے سو تو کہہ کہ غیب کی بات اللہ ہی جانے سو راہ دیکھو میں بھی تمہارے ساتھ ہوں راہ دیکھتا

ویقولون الکفرۃ الکاذبون۔ لولا ہلا۔ انزل علیہ علی محمد اٰیۃ من ربہ کما کان للانبیاء من الناقۃ والعصا والید۔ اور کہتے ہیں یہی کفار و مشرکین جنھوں نے قرآن مجید اعظم آیات الٰہی تعالے کو جھٹلایا ہے یہ بات کہ کیوں نہیں اتاری گئی اس پر یعنے محمد صلعم پر کوئی نشانی اُس کے رب کی طرف سے یعنی جیسے اگلے انبیاء علیہم السلام کو دی گئی تھیں چنانچہ حضرت صالح کو ناقہ و موسیٰ کو عصا و ید بیضا بطریق معجزہ دیئے گئے ویسی نشانی محمد صلعم پر کیوں نہیں اُتاری گئی۔ کمال تعجب ہے کہ قرآن مجید سے بڑھ کر کیا معجزہ چاہتے تھے کیونکہ عصائے موسیٰ وغیرہ خالی محسوس معجزات تھے اور قرآن مجید نظم معجز و معانی غیبی دونوں کا جامع ہے اور معنوی کمالات جیسے بدرجہ انتہا اس میں ہیں کسی اگلی آیت میں نہیں

پھر اسکو تو سحر کہکر دوسرے معجزات کے طالب ہوئے اور باوجود اسکے درختون کا اپنی جگہ سے زمین پھاڑتے ہوئے آنا اور پہاڑون کا کلمہ توحید
پڑھنا اور چاند کا دو ٹکڑے ہونا اور حیوانات اونٹ وغیرہ کا صاف زبان مین اقرار اور آنحضرت صلعم کو مخلوقات کا سلام کرنا اور آپ کی انگلیون سے
فوارہ کا جاری ہونا کہ لشکر نے سیر ہوکر پانی پی لیا اور زہر ملے ہوئے گوشت کا آپ سے باتین کرنا کہ مین زہر ملا ہوا ہون اور کوڑھی کا اچھا ہونا اور اُمّتی
مردے کا اٹھکر باتین کرنا اور مانند اسکے بے شمار معجزات آنحضرت صلعم سے ظاہر ہوئے اور کسی معجزہ پر پابندی نہ تھی اور جب معنی مین غور کیا جاوے
تو اگلے انبیا علیہم السلام کو جو گنتی کے مختصر معجزے دیے گئے تھے اُنسے یہ معجزات کہین بڑھ کر تھے اسپر بھی کافرون نے نہ مانا اور عناد سے روز ایک نیا
معجزہ مانگنا شروع کیا اور کسی پر ایمان نہ لائے اور اللہ تعالے نے باوجودیکہ اسکے علم پاک مین معلوم تھا کہ اُس نے ان کافرون کو ملعون جہنمی پیدا
کیا ہے کبھی ایمان نہ لاوینگے برابر یہ معجزات اپنے رسول مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم سے ظاہر فرمائے تاکہ کفار پر حجت پوری ہو اور رسول صلعم کی علو منزلت
و کمال مرتبت ظاہر ہو پس وہی ہوا حتی کہ کافرون نے زعم کر لیا کہ جو کچھ آنحضرت صلعم دعا فرماوینگے وہ واقع ہوگا لیکن ازلی کافر ہونے سے ایمان کی
توفیق تو نہ پائی ہان نفس کی خواہشین دنیاوی پوری کرنے کے لیے مکر و فریب کا ارادہ کرکے یہ درخواست کی کہ مکہ مین کوہ صفا کو خالص سونے کا ہوجانے کی
دعا کرو تو ایمان لے آوینگے یا مکہ کے پہاڑ و ریگستان کو زائل کرکے اسکے بجاے ہرے بھرے باغ و نہرین کردو اور مانند اسکے جنکی غرض دنیاوی عیش و
راحت تھی. اور علام الغیوب حق سبحانہ وتعالے نے مکہ معظمہ کو حرم محترم بنایا اور اسی شان سے سراسر حکمت بالغہ کے ساتھ پیدا فرمایا وہ ان کافرون کے مکر و
فریب کے واسطے تبدیل نہین ہوسکتا تھا جبکہ نہ علم الٰہی مین کافر مطبوع تھے حتی کہ اگر علم الٰہی مین انکا ایمان اس معجزہ پر مقدر ہوتا تو اللہ تعالے ہر بات پر
قادر ہے یہ تو کچھ بھی نہ تھا وقد قال تعالے تبارک الذی ان شاء جعل لک خیرا من ذلک جنات تجری الآیۃ! و در کمال رحمت الٰہی اپنے رسول رحمۃ للعالمین
پر تھی کہ اسکی امت کو عذاب استیصال سے ہلاک نہ فرماوے و بخصوص جبکہ انھین کافرون کی پشتان اولاد مومنین صالحین مستودع تھے پس اگر ان ازلی
کافرون کی ہٹ کا معجزہ دیدیا جاتا اور وے خواہ مخواہ ایمان لانے والے نہ تھے تو درصورت کفر کرنے کے عذاب استیصال مین گرفتار ہوتے جیسا کہ اللہ تعہ
نے ختم کردیا ہے اور اگلی امتون کے عبرت آمیز حالات ایسے انکو سنادیے لہذا ان ازلی کافرون کی ہٹ پوری نہ فرمائی کیونکہ ان اشقیا کو کچھ فائدہ نہ ہوتا پس
اولاد صالحین پر شفقت کرکے انکا استیصال نہ فرمایا وقد قال تعہ وما منعنا ان نرسل بالآیات الا ان کذب بہا الاولون واتینا ثمود الناقۃ مبصرۃ الآیۃ۔
اسیواسطے جب ان کافرون نے ایسی درخواست کی تو آنحضرت صلعم کو اختیار دیا گیا کہ تیری مرضی ہو تو انکی درخواست پوری کیجاوے لیکن پھر ایمان نہ لانے پر
سنت الٰہیہ کے موافق اُنپر عذاب استیصال نازل کرونگا تو حضرت خاتم المرسلین صلوات اللہ تعہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین نے عرض کیا کہ پروردگار اُن کی
درخواست پوری نہ کیجاوے اور انکو مہلت دیجاوے اور یہ کچھ پہلا امر شفقت کا نہین بلکہ بارہا ان خبیثون کی ایذا دینے پر آنحضرت صلعم کو اختیار دیا گیا کہ تیری
مرضی ہو تو تجھے ایذا دینے کے جرم مین پارہ پارہ خاک سیاہ کر دیے جاوین مگر اس رسول کریم رحمۃ للعالمین خاتم المرسلین صلعم نے ہمیشہ اپنی ایذا کو فراموش
کرکے ان خبیثون کے لیے مہلت ہی چاہی اس امید پر کہ انکی اولاد مین مومنین صالح پیدا ہون پس وہی ہوا والحمد للہ رب العالمین اور آیت کریمہ مین قولہ
لولا انزل علیہ آیۃ۔ سے یہی آیت یعنی معجزہ کی درخواست مذکور کی تفسیر بھی کی گئی ہے پس معنے یہ ہونگے کہ کفار مکہ جس نشانی پر ہٹ کرتے
تھے اُس کے نہ ملنے پر کہتے تھے کہ کیون اسپر یہ آیت نہین اُتاری گئی تو اللہ تعالے نے ارشاد فرمایا اپنے رسول کو کہ جواب دے فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ
ما غاب عن العباد ذات امرہ ۔ لِلّٰہِ سو تو اُن کے جواب مین کہدے کہ غیب تو اللہ تعالے ہی کے واسطے ہے یعنے جو چیزین کہ بندون اور
عالم کی نظر و علم سے غائب ہین اس غائب کا مخصوص بحق عز و جل ہے کسی اور کے اختیار مین نہین ہے اور یہ آیات بھی منجملہ غیب کے ہین پس
اللہ تعہ ہی کو اختیار ہے چاہے لاوے یا نہ لاوے اور مین تو ایک بندہ رسول ہون مجھپر یہی واجب ہے کہ اللہ تعالے کے احکام و زواجر تم کو پہونچا دون

فَانْتَظِرُوْا پس اگر تم میری رسالت پر ایمان نہ لائے تو عذاب کے منتظر رہو۔ اِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں۔ وقال الحافظ رحمہ اللہ فی قولہ فقل انما الغیب للہ یعنی اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ قدرت میں تمام حکمت کے موافق سب امور مقدرہ ہیں وہی ہر امر کا انجام جانتا ہے۔ فانتظروا انی معکم الخ یعنے اگر تم لوگ بجز ایمان نہیں لاؤ گے جب تک کہ یہ معجزات جو تم نے ہٹ کر کے مانگے ہیں دیکھ نہ لو تو حکم الٰہی تمہارے اپنے حق میں انتظار کرو کہ وہی احکم الحاکمین ہے منتظر رہو دیکھو وہ کیا حکم فرماتا ہے۔ قال المترجم یہ تفسیر خوب موافق ہے اور بنا برین یہ کلام اُن کافروں کے حق میں تہدید ہوگا اور آخر یہی ہوا کہ بدر وغیرہ میں کفار عذاب کیے گیے اور دین اسلام کو اللہ تعالیٰ نے رونق و بلندی دی یہانتک کہ تھوڑے زمانہ میں تمام جہان آوازہ عدل سے معمور ہوگیا وللہ الحمد۔ اگر کہا جاوے کہ معجزات طلب کرنے میں کفار کا عذر مقبول ہے چنانچہ انبیاء کو معجزات دیے گئے پھر جب کفار قریش کو یہ معجزات نہیں دکھلائے گئے تو وہ لوگ معذور کیوں نہ ہوگئے۔ جواب یہ ہے کہ انھوں نے مانند شق القمر وغیرہ کے معجزہ کی راہ سے اپنی ہٹ سے بڑھ کر معجزات دیکھ لیے تھے کیونکہ زمین کے معجزات جو وہ مانگتے تھے یا جو تصور کیے جاویں سب سے یہ آسمانی معجزہ شق القمر کا بڑھکر ہے پس یہ لوگ ہدایت کی خواہش سے یہ معجزات نہیں مانگتے تھے بلکہ تعنت و عناد کی راہ سے مدعی تھے اور اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ کبھی ایمان نہ لاوینگے کیونکہ انکے لیے کفر مقدر تھا کما قال تعالیٰ ان الذین حقت علیہم کلمۃ ربک لا یؤمنون ولو جاءتھم کل آیۃ۔ یعنے جن آدمیوں پر تیرے رب کا کلمہ ثابت ہوچکا ہے یعنے وے جہنمی ہیں تو وے کبھی ایمان نہ لاوینگے اگرچہ اُنکے پاس تمام نشانیاں و معجزات آجاویں وکما قال تعالیٰ ولو اننا نزلنا الیہم الملائکۃ وکلمھم الموتیٰ وحشرنا علیہم الآیۃ۔ وقال تعالیٰ ولو فتحنا علیہم بابا من السماء الآیۃ وقال تعالیٰ وان یروا کسفا من السماء ساقطا الآیۃ۔ وقال تعالیٰ ولو نزلنا علیک کتابا فی قرطاس الآیۃ پس ایسے لوگوں کی درخواست پوری ہونی بیفائدہ ہے اور بعض درخواستیں مانند شق القمر وغیرہ کے جو پوری کی گئیں انکا یہ اثر تھا اس راہ سے نہیں تھا کہ کچھ مفید ہو جاویں بلکہ اسوجہ سے تھا کہ کافروں کو یہ عذر باقی نہ رہے کہ دعویٰ نبوت میں معجزہ دکھلانا چاہیے اگرچہ واجب نہ تھا پھر بھی خوب تکمیل کردی گئی ہے پس اسکے بعد نبوت سے منکر ہونا اُنپر تحقیقی لازم ہوگیا پھر نعمت کے مقابلہ میں کفران طریقہ کفار ہونا بیان فرمایا۔ بقولہ تعالیٰ۔

وَاِذَاۤ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِیْۤ اٰیَاتِنَا ؕ قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا ؕ

اور جب چکھا دیں ہم لوگوں کو مزہ اپنی مہر کا بعد ایک تکلیف کے جو اُن کو لگی تھی اسی وقت بنانے لگیں حیلے ہماری قدرتوں میں تو کہہ اللہ سب سے جلد بنا سکتا ہے حیلہ

اِنَّ رُسُلَنَا یَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُكُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ حَتّٰۤی اِذَا كُنْتُمْ فِی

ہمارے بھیجے ہوئے لکھتے ہیں حیلے بنانے تمہارے وہی تم کو پھراتا ہے جنگل اور دریا میں یہانتک کہ جب تم ہوئے

الْفُلْكِ ۚ وَجَرَیْنَ بِهِمْ بِرِیْحٍ طَیِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِیْحٌ عَاصِفٌ وَّجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ

کشتی میں اور لیکر چلیں لوگوں کو اچھی ہوا سے اور خوش ہوئے اُس سے آئی اُن پر ہوا جھونکے کی اور آئی اُنپر لہر ہر جگہ

مَكَانٍ وَّظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اُحِیْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۚ لَئِنْ اَنْجَیْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ

سے اور جانے کہ وہ گھرے پکارنے لگے اللہ کو نرے ہو کر اسکی بندگی میں اگر تو بچا دے ہم کو اس سے تو بیشک ہم رہیں

الشّٰكِرِیْنَ ۝ فَلَمَّاۤ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ یَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْیُكُمْ عَلٰۤی اَنْفُسِكُمْ ۙ مَّتَاعَ

شکر گزار پھر جب بچا دیا انکو اللہ نے اُسیوقت شرارت کرنے لگے زمین میں ناحق سنو لوگو تمہاری شرارت ہے تمھی پر برت لو

الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ؗ ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

دنیا کے جینے پھر ہمارے پاس ہے تمکو پھر جانا پھر ہم جتا دینگے جو کچھ کہ تم کرتے تھے

وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَۃً حرف اذا شرطیہ اور اذاقہ چکھانا اور یہ مس کی نسبت بحسب موقع کم وزیادہ ہی اور گویا اشارت ہی کہ کمال رحمت الٰہی سے قیامت و دار آخرت مین متقی بندے سیر ہونگے اور الناس سے بعض نے عموماً سب لوگ خواہ کافر ہون یا مومن ہون مراد لیے مگر ارجح یہ ہی جو مفسرین نے کہا کہ مراد کفار مکہ ہین اگرچہ حکم مین سب کافر بلکہ ہر وہ شخص جو کفران نعمت اسطرح کرے شامل ہی۔ المعنی اور جب چکھائی ہم نے لوگون کو رحمت مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ بعد ضرر کے جو انکو چھو گئی تھی۔ اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْٓ اٰيَاتِنَا ناگاہ انکے لیے مکر ہی ہماری آیتون مین۔ قولہ اذا لہم۔ جملہ جواب شرط ہی اور یہ اذا مفاجات کا ہی کما افادہ الخلیل وسیبویہ اور مفاجات کے یہان یہ معنی ہین کہ ناگہانی طور پر انھون نے آیات مین مکر واقع کیا لہذا اس مین سرعت مکر پر دلالت ظاہر ہوئی یعنی بہت سرعت و جلدی کے ساتھ مکر کرنے لگے جیسے ناگہانی چیز واقع ہوتی ہی اور مکر سے مراد یہان یہ ہی کہ ہر حیلہ سے آیات الٰہی مین قدح کرنے اور اسکے رسول کو جھٹلانے مین سرگرم ہونے اور رحمت سے یہان مراد جیسے وبا و بیماری سے تندرستی و قحط کے بعد فراخی وغیرہ ہی اور ضرار سے قحط و بیماریان وغیرہ اور حاصل معنی یہ ہین کہ کفار مکہ کو بیماریان و قحط کی مصیبت پہونچی اور وے ناچار ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف تضرع کرنے لگے پس جب اللہ تعالیٰ نے انکو اس مصیبت قحط و مرض کے بعد رحمت چکھائی یعنی صحت و فراغت و فراخی دیدی تو اس نعمت کے شکر کی جگہ سب تضرع بھول کر بہت جلد یہ مکر یعنی حیلہ کرنے لگے کہ آیات الٰہی مین قدح کرین اور اسکے رسول کو کسی حیلہ سے جھوٹا بنادین اور لوگون کو بھی راہ راست پر نہ آنے دین بعض نے لکھا کہ اہل مکہ کو آنحضرت صلعم کی بددعا سے ہفت سالہ قحط نے گھیرا کہ آسمان انکو دھوان دھار نظر آتا تھا آخر وے لوگ کچھ نادم ہو کر گڑگڑائے تو اللہ تعالیٰ نے اُنپر فراخی کی رحمت بھیجی تو ان کی طرف سے شکر اور طاعت الٰہی کا نتیجہ نکلنا چاہیے تھا گویا عقل منور و روح پاک و ملائکہ اسی کے منتظر تھے کہ ناگاہ اُن سے یہ نتیجہ ظاہر ہوا کہ آیات الٰہی مین مکر کرنے لگے مثلاً زعم کیا کہ اس مین بتون کی الوہیت و طاعت کا ذکر نہین بلکہ بالکل جہالت و باطل کہا گیا ہے اور انکی جہالت مین یہ قابل طعن تھا کہ بُت پتھر کے تراشے ہوئے ہر جاندار جانور سے زیادہ مہمل و بے فائدہ ہین اُنسے تو ایک مکھی بھی بڑھ کر ہے انکی عبادت کا عقیدہ یا نفع و ضرر کا گمان محض غلط و باطل ہے اور کمال الوہیت و عبادت فقط اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہی کے لیے مخصوص ہی پس کفار اسپر طعن و قدح کرتے اور رسول اللہ صلعم کو ایذا دیتے اور ہر حیلہ سے چاہتے کہ کلمہ توحید بلند نہ ہو یہی اُنکا تمام مکر تھا۔ قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا خطاب آنحضرت صلعم کو ہی اور مکراً تمیز واقع ہی اور معنی یہ کہ تو کہدے کہ اللہ تعالیٰ اسرع ہی از راہ مکر کے یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو خطاب فرمایا کہ تو ان کافرون کو خبردار کردے کہ تم جو مکر کرتے ہو اور سمجھتے ہو کہ تمہارا مکر کچھ کارگر ہوگا وہ محض تمہاری نادانی ہے اللہ تعالیٰ کا مکر تم سے بڑھکر سریع ہے کیونکہ جب کوئی آدمی بیوقوف کسی عقلمند جاننے والے کے ساتھ مکر کرنا چاہتا ہے تو وہ جاننے والا اس سے بڑھکر ایسی تدبیر کرتا ہے کہ بیوقوف خود ہی اپنے مکر کے وبال مین گرفتار ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ سب ظاہر و باطن و حال و استقبال کو خوب جانتا ہے بھلا اس سے کوئی مخلوق کیا مکر کرسکے اور مکر کے معنے لغت مین یہ ہین کہ فریب و کید چھپے چھپے اس طرح کرنا کہ دوسرے کو ناگہانی اثر پہونچے جس کو مکار کے مکر سے خبر نہ تھی اور اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہر مکار و نیکوکار کی خالی نیت کا بدلا عطا فرماتا ہے تو مکار نے جبھی نیت شروع کی تبھی سے اُس کا بدلا ملنے لگا بلکہ اللہ تعالیٰ کے علم مین اس کا حال سب پہلے ہی معلوم تھا تو پہلے ہی سے بدلا مقرر تھا اسیواسطے مکر کے مقابلہ مین مکر بیان کیا کہ اللہ اسرع مکرا یعنی مکر کی سزا دینے والا ہے یا یہ مراد کہ انکے ساتھ ایسا معاملہ کردینے والا جسکو وہ اپنے پسند کے موافق دنیا مین اچھا سمجھین حالانکہ جو انھون نے پسند کیا اسکی عاقبت بہت خراب ہی جس سے اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمادیا تھا پھر بھی کفار مکار نے وہی اختیار کیا۔ حاصل یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ کے مکر سے یہ مراد ہی کہ مکار کو اسکے مکر کا بدلا دیتا ہی یا ایسے طور پر معاملہ رکھا ہے کہ مکار کی سمجھ مین نہین آتا جیسے آدمی کو دوسرے آدمی کا مکر نہین معلوم ہوتا پس کافرون کے مکر کے مقابلہ مین مکر الٰہی بیان کیا اور یہ بات ظاہر ہے کہ معاملہ آخرت

ایسے طور پر واقع ہو کہ کافر اسپر اعتقاد نہین کرتا اور ظاہری دنیاوی زندگی پر بھروسا کر لیتا ہے لیکن اگر کافر اپنے خالق مالک کا حکم مانتا اور اسکی آیات
پر یقین لاتا و عمل کرتا تو اچھا رہتا مگر اسنے تو آیات کو ہر طرح مکر و حیلہ سے دفع کرنا چاہا لہذا مکر کی سزا بطریق مکر پا کر دائمی عذاب جہنم مین پڑا اور دنیا چند روزہ
زندگی ہو۔ اور اسی غمناک و مشوش عیش پر اللہ تعالےٰ سے مکر کرنا چاہتا ہے۔ اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُونَ مَا تَمْكُرُونَ البتہ ہمارے رسل یعنے
کرام کاتبین جو فرشتہ اللہ تعالےٰ نے ہر بندے پر اسکے ظاہری و باطنی افعال و اعمال لکھنے کو بھیجے ہین وے فرشتہ لکھتے ہین جو تم مکر کرتے ہو اس سے
معلوم ہو گیا کہ مکر کا بدلا ضروری ہے اور یہ فعل مکر کا لکھا جاتا ہے جیسے ایمان والے کی نیکیان لکھی جاتی ہے اور یہ بھی تنبیہ ہو گئی کہ کافرون نے
جو مکر کے طور پر مخفی رکھا اور جانتا تھا کہ یہ مکر انکا بالکل چھپا ہوا خالی ان کے نفس کے اندر ہے کیونکہ ان کا نفس ہی ایمان و طاعت سے منکر اور
دنیاوی لذات و غیرہ کا طالب و آخرت سے بے اعتقاد کرتا ہو اور کافر حقیقت مین اپنے نفس کا مکر خود اٹھائے ہوے ہے جانتا ہے کہ اس مکر سے اسکے
سوائے کسی کو آگاہی نہین تو فرمایا کہ ملائکہ لکھتے ہین پس جب ملائکہ پر یہ مکر مخفی نہین تو اللہ تعالےٰ جس نے ملائکہ کو بھی پیدا کیا ہے اسپر کب یہ مخفی ہو سکتا ہو
قال الحافظ رح قولہ قل اللہ اسرع مکرا یعنی اللہ تعالےٰ کا استدراج سخت ہو یعنے نافرمان و گنہگار کو ڈھیل دینا جس سے وہ سرکش گمان کرے کہ
میرے افعال بہت اچھے ہین حالانکہ اللہ تعالےٰ نے اسکو خوب مہلت دیدی ہو پھر ناگاہ وہ موت کے عذاب مین گرفتار ہو کر رہائی نہ
پاویگا اور انھین اعمال کے بدلے جنکو کرام کاتبین لکھتے تھے سزا پاویگا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے احسان کے مقابلہ مین کافرون کا کفران بیان فرمایا بقولہ
هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تسیر کے معنی سیر کرانا و چلانا۔ اور مراد تسیر کم سے چلنے پر آمادہ کرنا اور اسپر قابو دینا اور مترجم کہتا ہے کہ
ارادہ کے بعد اس کام کو ان سے پورا کرا دینا پس صریح معنے حقیقی معتبر ہین اور یہ دلیل صریح ہو کہ بندون کا اور انکے افعال کا خالق اللہ تعالےٰ
عز و جل ہو کیونکہ فرمایا ہو الذی یسیرکم۔ وہی اللہ ہے تمہارا خالق تم کو سیر کراتا و چلاتا ہو۔ فِي الْبَرِّ خشکی مین اسطرح کہ تمہارے اقدام پیدا کر دیے اور جانورون کو
تمہارا مسخر کر دیا اور تمہارے ارادہ و سامان پر قدمون چلنے یا سوار ہو کر چلنے مین تمہارا فعل پورا کر دیا۔ والبحر اور تری مین اسطرح کہ کشتیان و غیرہ بنانی تم کو
الہام فرمائین اور جہاز و خانی و غیرہ بنانے و چلانے تمکو سکھلا دیے پس جیسے اسنے تمکو پیدا کیا ویسے ہی تم کو خشکی و تری مین چلاتا ہو۔ حَتَّىٰ إِذَا كُنتُمْ فِي
الْفُلْكِ حتی کہ جب تم کشتیون مین ہوے۔ وَجَرَيْنَ بِهِم بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ اور چلین کشتیان انکو لیکر ہوائے طیبہ کے ساتھ۔ فائدہ فلک جمع فلک اسد و بلعراب
واحد مین صرف اعتبار کا فرق ہو اسطرح کہ فلک مفرد بر وزن قفل ہو اور فلک جمع بروزن اُسُد جمع اَسَد بفتحتین ہو اور ترجمہ مین بالغد یہ ہو یہان سے
عبرت و نصیحت و سمجھ حاصل کرنے کو ایک واقعہ بیان کیا اسطرح کہ خشکی و تری مین چلانے والا اللہ تعالےٰ ہو اور ایک قوم کشتیون مین سوار ہو کر تری مین
سمندر یا دریا مین روانہ ہوئی پس ایک تو کشتیان اپنے سوار ہونے والون کو لیکر روانہ ہوئین اور چلین اور دوم یہ کہ ہوا موافق تھی اور طیبہ یعنی ہلکی ہلکی اسی
سمت چلتی تھی جدھر کشتی جاتی ہو اور سوم یہ کہ وَفَرِحُوا بِهَا اور سوار ہونے والے لوگ اس نرم موافق ہوا سے خوش ہوے پس قولہ اذا کنتم الخ جملہ شرط
مین تین باتین یعنی کشتی مین ہونا اور ان کا چلنا پھر ہوا نرم اور موافق ہونا پھر انکا خوش اور فرحناک ہونا انھین تین کے مقابلہ مین جملہ جزا مین
بھی تین باتین ہین یعنے جب کشتی مین روانہ ہوے اور تین باتین فرحت کی ہوئین تو جَاءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ آگئی ان کشتیون پر آندھی اس نرم طیبہ ہوا
کو ریح عاصف یعنی عصف والی ہوا جو ہوا سخت تند چلتی ہو اور اسکی کوئی جہت خاص نہین پس ایسی تند ہوا آگئی۔ وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِن كُلِّ مَكَانٍ
اور آئی انپر موج ہر ٹھکانے سے یعنے جہان جہان سے دریا مین موج انپر آ سکتی ہے ہر ٹھکانے سے موجین امنڈ آئین۔ اور سوم یہ کہ۔ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ
أُحِيطَ بِهِمْ اور ظن کیا انھون نے کہ ان کو احاطہ کیا گیا یعنی غالب گمان انکو ہوا بالیقین ہو گیا کہ وے گھیرے گئے انکی رہائی کی راہین بند ہو گئین
جیسے کسی کو دشمن نے گھیر لیا ہو اور حاصل یہ ہو کہ انکو گمان یا یقین ہوا کہ وے اب ہلاک ہوے مگر کوئی راہ رہائی کی نہین ہو پھر بیان فرمایا کہ جب

اسی فرحت کے بعد ایسے یاس میں ہو گئے تو پھر انھوں نے کیا کام کیا۔ دَعَوُا اللّٰہَ مُخۡلِصِیۡنَ لَہُ الدِّیۡنَ پکارے اللہ تعالے کو اس حال سے کہ خالص
کرنے والے تھے اسی کے لیے دعا کو یعنی دعا و پکار میں کسی بت وغیرہ کو شریک کرنے والے نہ تھے بلکہ خالص اللہ تعالے ہی سے دعا کرنے والے ہو گئے
کہ بجز اس کے سوائے کوئی نجات دینے والا یہاں نہیں ہے بیضاوی رحہ نے کہا کہ یہ اخلاص اس جہت سے ہوا کہ خوف کی شدت سے اصلی فطرت نے
رجوع کیا اور فرحت و اترانے سے جو پردہ آگیا تھا جس سے شرک کرنے لگے تھے وہ سب دور ہو گیا ولیکن یہ مراد نہیں ہے کہ توحید کا اعتقاد کر لیا بلکہ
یہ سمجھ کر اخلاص کیا کہ یہاں کوئی نجات دینے والا سوائے اللہ تعالے کے نہیں ہے پس اخلاص سے اسی سے دعا کرنے لگے اور کہنے لگے کہ لَئِنۡ اَنۡجَیۡتَنَا
مِنۡ ھٰذِہٖ لَنَکُوۡنَنَّ مِنَ الشّٰکِرِیۡنَ یعنی بہت تاکید و قسم کے ساتھ عہد کیا کہ اگر تو نے ہم کو اس مہلکہ سے نجات دی تو ضرور ہم شکر گزاروں میں
سے ہونگے۔ یہ جملہ دعوا کا مفعول بھی ہو سکتا ہے کیونکہ منجملہ قول کے ہے۔ فَلَمَّاۤ اَنۡجٰھُمۡ پھر جب اللہ تعالے نے انکی دعا قبول کر کے اُن کو
نجات دی۔ اِذَا ھُمۡ یَبۡغُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ تو ناگاہ وے بغی کرتے ہیں ملک میں یعنی مفاجات کے ساتھ فساد پھیلانے لگے اور جس حال پر پہلے
تھے اسی حال پر بہت جلد پہونچتے ہی عود کر گئے حاصل یہ کہ مہلکہ سے نجات پاتے ہی سب عہد و پیمان فراموش کر دیا اور اگلے شرک و کفر و فساد
زمین میں پھیلانے لگے۔ بِغَیۡرِ الۡحَقِّ متعلق یبغون ہے یعنی بغاوت ناحق کرنے لگے اور بغاوت اگرچہ ہمیشہ ناحق و باطل ہوتی ہے لیکن بغیر الحق زیادہ
کر کے تنبیہ کر دی کہ بدون شبہہ کے تمرد و عناد سے فساد پھیلانے لگے اور زمخشری رحہ نے کہا کہ بغی تو حد سے تجاوز ہوتا ہے اور وہ کبھی حق کے
ساتھ ہوتا ہے جیسے مسلمانوں کا کفار کے ملک پر غلبہ کر کے انکے دیار و اموال کو برباد کر دینا پس بغیر الحق کے قید سے یہ فائدہ ہے کہ مشرکوں کا فساد ناحق ہے
و قال المترجم زمخشری کا یہ قول خلاف تحقیق اور خطا ہے اس لیے کہ مسلمانوں کا استیلا جس طرح ذکر کیا کچھ بغاوت نہیں ہے یعنے حد سے تجاوز نہیں ہے
بلکہ انکا ایسا نہ کرنا حد سے تجاوز ہے اس لیے کہ کفار جنکے ساتھ ایسا معاملہ کیا گیا وہ اپنے افعال و اعتقاد و معاملات میں حد سے متجاوز تھے جبکہ اللہ تعالے
عز و جل کی زمین میں کفر و شرک و ظلم و فساد کے احکام ہر باد پھیلاتے تھے بلکہ اپنی جانوں پر سخت ظلم کرتے تھے کہ دوزخ کے واسطے اسکو تیار کرتے تھے
پس مسلمانوں نے انکا حکم جل جلالہ کے حکم سے بدون دنیاوی لالچ کے انکو فساد و بغاوت سے روکا چنانچہ یہ نہیں دیکھتے ہو کہ اگر کوئی گروہ فرقہ
کفار بدون جدال و قتال کے فساد کرنے سے توبہ کرے اور تبیع ہو جاوے تو پھر اس فرقہ کے جان یا مال کسی چیز سے کچھ بھی تعرض کرنا حرام ہے بلکہ انکی
حفاظت کرنا حق واجب ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ بغیر الحق اس تنبیہ مذکور کے لیے بڑھا دیا اور تاکہ فضیحت کیجا وے کہ کیا بڑی حرکت کافروں کی ہے
کہ ناحق ایسا کرتے ہیں۔ واضح ہو کہ آیت میں دو فوائد عظیمہ ہیں ایک یہ کہ شدت و سختی کے وقت انسان کی جبلت یہ ہے کہ مضطر ہو کر فقط اللہ تعالے
کیطرف رجوع لاوے اور دوم یہ کہ مضطر کی دعا قبول ہوتی ہے اگرچہ وہ کافر ہو اسیواسطے حدیث میں مطلقاً مظلوم کیواسطے فرمایا کہ اُسکے اور اللہ تعالے کے
درمیان پردہ نہیں ہوتا یعنی مظلوم کی دعا سے ڈرنا چاہیے لہذا جس قوم نے کسی پر ظلم کیا آخر وے تباہ و برباد ہو گئے اور ظلم ایسی بُری چیز ہے کہ آخرت ہی پر اسکا
عذاب موقوف نہیں بلکہ دنیا میں بھی ظالم گرفتار ہوتا ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ ما من ذنب احد من ان یعجل اللہ عقوبۃ فی الدنیا الحدیث
یعنے بغاوت کرنے و ناطع کرنے سے بڑھکر کوئی گناہ اس بات کے لیے لائق نہیں کہ اللہ تعالے دنیا میں بعجیل اسکی عقوبت میں گرفتار کرے باوجود اس عذاب
کے جو آخرت میں مہیا کرنے والے کے لیے اللہ تعالے نے ثابت کر دیا ہے پس اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ شرک و کفر وغیرہ اگرچہ بڑے سخت گناہ ہیں کہ
آخرت میں مشرک و کافر وغیرہ کے لیے دائمی دوزخ ہے لیکن دنیا چونکہ ملعون و ناچیز ہے اس میں ضرور نہیں کہ مشرک یہاں بھی عقوبت پاوے بلکہ کبھی کافر و مشرک کو
دنیا خوب طرح دیدی جاتی ہے اس لیے کہ اسنے دار الآخرۃ و باقیات صالحات جیسی نعمتوں کے عوض اس ناچیز ملعون کو اختیار کر لیا ہے اور رہا ظلم کرنا و بغاوت کرنا و اپنے
ناتے داروں و قرابت والوں سے ناتا کاٹنا یہ دونوں اگرچہ کفر و شرک سے کم درجہ کے ہیں یعنے عذاب انکا اگرچہ کم ہے لیکن اس لائق زیادہ ہیں کہ دنیا میں بھی باغی

وقاطع الرحم کو وبال پہونچے اور آخرت مین بھی عذاب پاوے اور واضح ہو کہ شرک وکفر بھی ظلم ہے بلکہ سب سے بڑا ظلم ہے اس سے بڑھکر اور کوئی ظلم نہین ہے
ولیکن حدیث کے جو معنے بیان ہوے اس بنا پر ہین کہ بغاوت سے مراد حد سے تجاوز کرنا جو شرک وکفر وغیرہ سے کم ہو جیسے کسی کو قتل کرنا یا مال چھین لینا
ناحق ومانند اسکے اور طریقہ سے بغاوت کرنا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حدیث مین بغی سے مراد اسکے عام معنی ہون جو شرک وکفر وغیرہ سب کو شامل ہین
اور مذمت اسکی ظاہر ہے اور خود اللہ تعالیٰ نے نہایت ارشاد اور نصیحت کے ساتھ اپنے کلام پاک مین بغاوت کی برائی واسکا انجام بیان فرمایا بقولہ تعالیٰ
یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْیُکُمْ عَلٰی اَنْفُسِکُمْ اے لوگو تمھاری بغاوت تو تمھاری ہی جانون پر ہے۔ یعنے اے کافرو جو تم نے ورطہ ہلاکت سے خلاص ہونے
کے بعد بجاے شکر وطاعت کے یہ کیا کہ اللہ تعالیٰ کی زمین وملک مین ناحق جان بوجھکر بغاوت پھیلائی بایطرح کہ اللہ تعالیٰ کی توحید مین شرک کیا
یعنے خوب جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ وہی وحدہ لاشریک خالق مالک رازق اور سب امیدین برلانے والا اور سب انجام دینے والا ہے عبادت و
طاعت فقط اسی کی ہے چنانچہ دیکھو ورطہ ہلاکت مین جب تم گرفتار ہوے تو خالص اللہ تعالیٰ ہی سے مانگنے لگے اور کسی بت وغیرہ کو تم نے نہین
پکارا تو تمھین معلوم ہے کہ الوہیت ووحدانیت فقط اسی کے واسطے ہے پھر جب تمکو ورطہ ہلاکت سے نجات دی تو تجنب ہوکر بتون وغیرہ کی عبادت
کرنے لگے پس بغاوت بغیر الحق تم سے سرزد ہوئی یعنے جان بوجھکر تم نے یہ بغاوت پھیلائی کہ اللہ تعالیٰ کی توحید وعبادت مین اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو
بلکہ بتون کو جنھین تمھارے ہاتھون نے بنایا ہے شریک کیا پھر بھی اللہ تعالیٰ نے یہ کرم فرمایا کہ اپنا رسول بھیجا اور اسپر اپنی کتاب مجید نازل فرمائی اور
تم کو اس نے حجت واضحہ ودلائل ساطعہ راہ حق دکھلائی مگر تم نے وہی اپنا پرانا طور نہ چھوڑا اور بجاے اسکے شکر کے اللہ تعالیٰ کے رسول کو جادوگر
بنایا حالانکہ جادوگر کمبخت ایسے خصائل حمیدہ وشمائل پسندیدہ کی تعلیم کہان سے کرسکتا ہے اور اسکو یہ معجزات باہرات کہان سے حاصل
ہوسکتے ہین اور رسول صلعم کچھ بھی مال دنیاوی تم سے نہین چاہتا اور بالکل کچھ اجرت نہین مانگتا اور ایسے اعجاز کلام کو لایا ہے جو کمالات انسانی
سکھلا کر فرشتہ سے بلند مرتبہ بناتا ہے مگر تم ہر حیلہ ومکر سے چاہتے ہو کہ آفتاب کو ہاتھ سے ڈھانپ دو اور رسول سے قتال کرتے ہو۔ غرضکہ اللہ تعالیٰ نے
سمجھا دیا کہ اے کافرو تمھاری یہ بغاوت بغیر حق یعنے جان بوجھکر تمرد وعناد کے ساتھ تمھاری بغاوت تو تمھاری ہی جانون پر ہے کیونکہ اسکا وبال
آخر تمھارے ہی اوپر ہے اور یہ تو ظاہر ہے کہ تم کیا ہو تمام مخلوقات کو ذرہ برابر بھی قوت نہین کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ چاہے اسکو روک سکے پھر تمھارے تمرد
سے تمکو کچھ فائدہ نہین اور کسی کا کچھ ضرر نہین بلکہ وبال تمھاری ہی گردنون پر ہے کہ تم نے زندگانی دنیاوی کے پیچھے محض وہم وخیال سے اپنی عاقبت
خراب کی اور بغاوت اختیار کی حالانکہ زندگی دنیاوی اور خود دنیا بیشک محض ناپائدار ہے تمھارے اسپر اعتماد کرنے سے وہ اپنی حالت پیدایشی
سے بدل نہین جائیگی اور ایسے ہی تم اپنے تمرد سے یہ نہین کرسکتے کہ جسقدر چاہو اسقدر لے لو بلکہ تمکو وہی مقدر حصہ ملیگا اور وہ بھی فانی وناچیز ہے قال تعالیٰ
مَتَاعَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا حیات دنیا کی متاع ہے۔ واضح ہو کہ قولہ یا ایہا الناس انما بغیکم الآخر کی ترکیب دو طرح ہو سکتی ہے ایک یہ کہ انما بغیکم
مبتدا اور قولہ علی انفسکم اے واقع علی انفسکم خبر ہے اور معنے وہی ہین جو اوپر مذکور ہوے۔ یا لفظ انفس بنی آدم یا ابنا جنس کے لیے ہے اے انما بغیکم واقع علی
امثالکم او واقع علی ابناء جنسکم یعنی تمھاری بغاوت جا پڑتی ہے تمھارے امثال پر یعنے تمھین آدمیون پر یا واقع ہوتی ہے تمھارے ہی ابنا جنس پر جو آدمی ہین
یا مراد یہ کہ اللہ تعالیٰ جل سلطانہ کی بارگاہ عالی مین تمھاری بغاوت کی کچھ پروا نہین ہے اور دوم ترکیب یہ کہ قولہ علی انفسکم متعلق بغیکم ہے اور تنبیہ ہے کہ
اس بغاوت کا وبال تمھین پر ہے پس یہ مبتدا ہے اور قولہ متاع الحیوۃ اسکی خبر ہے اور تقدیر کلام گویا یون ہے یا ایہا الناس انما بغیکم الراجع علی انفسکم متاع
الحیوۃ الدنیا یعنی اے لوگو تمھاری بغاوت جو کہ تمھین پر اُلٹی ہے وہ تو یہی متاع حیات دنیا ہے۔ حاصل معنی یہ کہ حیات دنیا جسپر تم نے بغاوت کی وہ پائدار نہین اور
اس بغاوت پر جو عذاب ہوگا وہ پائدار ہے اور ایک قراءۃ مین متاع الحیوۃ بنصب ہے پس مفعول مطلق ہو سکتا ہے یعنے تتمتعون متاع الحیوۃ۔ یا بغی کا مفعول ہے کیونکہ

اُسکے معنی مطلب کے ہین اے انما طلبکم متاع الحیوٰۃ یعنی تمھاری بغاوت اس ہی حیات دنیا کی طلب ہے جو ناپائدار ہے۔ ثُمَّ اِلَیۡنَا مَرۡجِعُکُمۡ پھر ہماری
طرف تمھارا مرجع ہے کہ موت آتی ہی حیات دنیا منقطع ہو کر قیامت کے لیے پیدا ہو جاؤگے۔ فَنُنَبِّئُکُمۡ بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ پس تمھارے کاموں سے ہم
تمکو خبردار فرماوینگے یعنی تم کو تمھارے اعمال کی جزا دیدینگے۔ یہ جملہ تہدید سخت ہے جیسے زبردست حاکم کسی محکوم سے کہتا ہے کہ جو تم نے کیا ہے وہ ہم تم کو
بتلادینگے۔ قال ابن کثیر یعنی ہم تمکو تمھارے سب اعمال سے آگاہ کرینگے اور تمھین کو بھرپور دیدینگے پس جو کوئی بھلائی پاوے وہ اللہ تعالے کی حمد
وثنا کرے اور جو کوئی اسکے سوائے پاوے وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔ قلت وقد ثبت المعنی فی الحدیث۔ ف الاولی۔ قولہ تعالے حتی اذا کنتم فی
الفلک وجرین بہم الآیہ۔ اول خطاب ہے اور ضمیر بہم سے غیبت ہے پس زمخشری وبیضاوی وغیرہ نے کہا کہ خطاب سے غیبت کی طرف صرف الکلام
مین مبالغہ کا فائدہ ہے گویا ان لوگون سے دوسرون کا حال ذکر کیا جاتا ہے کہ جس سے تعجب کرین اور قباحت اس فعل کی بخوبی انپر ظاہر ہو کیونکہ
انسان کو اپنے عیوب وقبائح کم نظر آتے ہین۔ حاصل آنکہ انتقال از خطاب بغیبت وبالعکس منجملہ فصاحت کلام کے ہے پھر انتقال متضمن فائدہ بھی ہوتا ہے
سو یہان مفید فائدہ مذکور ہے۔ رازی رحمہ اللہ نے کہا کہ خطاب سے غیبت کی طرف کلام پھیرنا دلیل غضب وناخوشی ہے جیسے غیبت سے خطاب کی طرف
انتقال کرنا دلیل رضامندی وتقرب ہے کما فی قولہ ایاک نعبد۔ فائدہ ثانیہ قولہ ریح عاصف ریح اکثر مونث مستعمل ہے اور کبھی نادر مذکر لاتے ہین اور
ابن الانباری رہ نے کہا کہ ریح کے سب نام مونث ہین سوائے لفظ اعصار کے کہ وہ مذکر ہے اور ریح ہوائے جوف ہے اور یوم راح وراح جس دن خوب ہوا
چلتی ہو۔ اگر کہا جاوے کہ ریح مونث ہے تو عاصف اسکی صفت کیونکر آئی ہے جواب یہ کہ عاصف صیغہ نسبت اسو سے مصدر رہا اے ریح ذات عصف بمانند
لابن وتامر پس عاصف مین مذکر ومونث یکسان آویگا اور سخت جھکڑ کو عصف کہتے ہین۔ فائدہ ثالثہ قولہ دعوا اللہ مخلصین لہ الدین۔ اہل عرب تمام اشیا
کا خالق اللہ تعالے کو جانتے اور شدائد کے وقت اُسی کی طرف رجوع لاتے تھے ولیکن بےفکری مین بغاوت کرکے شرک وبتون کی عبادت کرتے تھے
پس بتون کی نسبت یہی اعتقاد تھا کہ اللہ تعالے کے یہان سفارش کرکے حاجت پوری کرادیتے ہین اور اسپر انکو لائق عبادت جانتے تھے اور یہ اُن کی
سخت جہالت وکفر وشرک تھا اگرچہ شدت کے وقت سوائے حق تعالے کے سب کو بھول جاتے تھے جیسے کہ اللہ تعالے نے مصرح بیان فرمایا ہے پس
اللہ تعالے نے اسلام کی ہدایت سے فضل واحسان فرمایا کہ جہالات دور کرکے توحید کی راہ بتلائی پس اس زمانہ مین جو بعضے لوگ اسلام کا دعوی کرکے
ایسی حرکتین کرتے ہین کہ چیچک وغیرہ عوارض وشدائد کے وقت پیرون وقبور وغیرہ کی طرف رجوع لاتے ہین وے مشرکین عرب سے بھی گویا جہالت مین
ایک درجہ بڑھے ہوئے ہین کیونکہ لات وعزی وغیرہ کچھ لوگون کے نام ہین جنکو عرب والے بہت نیکوکار جانتے تھے اور انھین کے نام پر بت تراشے تھے لیکن
شدائد کے وقت خالص اللہ تعالے ہی کی طرف رجوع لاتے تھے اور اللہ تعالے نے قولہ فلما انجاہم۔ سے انکی دعا قبول ہونے کا اشارہ کیا ہے جیسا کہ بیضاوی
وغیرہ مفسرین نے بیان کیا پس ان مدعیان اسلام سے سخت عجب ہے کہ اپنی جہالت پر کچھ غور نہین کرتے ہین بلکہ بڑا غضب یہ ہے کہ سیتلا وبھوانی
ولال بیری وغیرہ نہین معلوم کسقدر خرافات کے ان دان کرتے ہین اور فتاوی عالمگیری وغیرہ کے باب ارتداد مین مصرح ہے کہ یہ لوگ مرتد
اور انکی عورتین انکے نکاح سے باہر ہو جاتی ہین اور اگر عورتین اس کی مرتکب ہوئین تو وہ بھی مرتدہ ہو جاتی ہین نعوذ باللہ من ذلک۔ فائدۃ الرابعہ
قولہ انما بغیکم علی انفسکم۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزین ہین جو اپنے ہی لوگون پر لوٹ پڑتی ہین ایک
مکر یعنے مکر کرنے والا خود اپنے مکر مین گرفتار ہوتا ہے اور دوم نکث یعنے بدعہدی کرنا اور سوم بغاوت پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پڑھین آیات
قولہ انما بغیکم علی انفسکم اور قولہ لا یحیق المکر السیئ الا باہلہ اور قولہ ومن نکث فانما ینکث علی نفسہ اس حدیث کو ابو الشیخ وابن مردویہ وابونعیم وخطیب نے اخراج
کیا۔ اور اس حدیث مین انحصار مقصود نہین بلکہ اور بھی بعض افعال بد ایسے ہو سکتے ہین اور یہ جو بعض نے کہا کہ خداع بھی لاحق کرنا چاہیے لقولہ تعالے

وما یخدعون الا انفسکم الآیۃ تو مترجم کہتا ہے کہ یہ کرمین داخل ہوچکا اب الحاق کی ضرورت نہیں ہے فافہم ف فی العرائس قولہ تعالے ہو الذی یسیرکم فی البر والبحر واضح ہو کہ تمام ممکنات وحادثات بالکل معرفت وطاعت الٰہی عزوجل مین قاصر ہین لیس جو لوگ کہ ایمان ہی سے کافر ہین وہ تو سعد درنہین کیونکہ اپنے خالق عزوجل سے منکر ہین اور جو بندے ایمان لائے اور اپنے خالق عزوجل کو پہچانا وہ اسکی عظمت وکبریائی کو اسقدر عظیم وکبیر دیکھتے ہین کہ اپنے کو بالکل نیست ونابود پاتے ہین لیس آیت مین فرقہ کفار کا بیان ہے اور اسمین اشارات ولطائف ہین جو اہل عرفان کے حال سے موافق ہین یعنی اشارۃً انفس حالات ومعارف کا بیان ہے لیس بر وبحر دونون مجاہدات ومشاہدات ہین کہ اللہ تعالے ان دونون مین اہل عرفان کو سیر کراتا ہے اول مین نفوس کو اور دوم مین قلوب کو اور نیز یہ سیر عقل وروح کو بھی آیات وصفات مین شامل ہے۔ قولہ حتی اذا کنتم فی الفلک۔ یہ کشتی رعایت ازلی کی ہے ورنہ ان مقامات مین سیر محال ہوتی کیونکہ سب قلوب وارواح اسکے قبضۂ قدرت مین مسخر ہین لہذا فرمایا۔ وجرین بہم بریح طیبۃ ہوائے کرم وعنایت انکو ازل وابد مین لیجاتی ہے اور یہی نسیم وصال کیا خوش حال ہے کماول علیہ قولہ وفرحوا بہا پھر جب آمین سکون ہوا تو غیرت کبریائی نے میدان قدم سے عرض محنت مین نکالا جیسا کہ حال معروف ہے وقال تعہ جاءتہا ریح عاصف عصف کمال مین تہ وبالا ہونے لگے در ریح انس سے فراق ہوا۔ وقال تعہ وظنوا انہم احیط بہم پھر انھون نے خصوص اثبات وحدانیت اور نفی وجود غیر سے دعا کی کما قال تعہ لئن انجیتنا من ہذہ الآیۃ یعنی قہر غیرت سے نکو نجات ملی کیونکہ حادث کو ذات قدیم کی گنجائش نہین لیس توفیق ازلی کی درخواست ہے کہ اسی سے بقا ہو بعض مشائخ نے ان حالات کو اہل ارادت سے متوافق کیا کہ آخر وہ اپنے اختیار وتدبیر سے رجوع کرنے اور اللہ تعالے عزوجل کی جناب مین تفویض وتسلیم کرکے نجات پاتے ہین بعض مشائخ نے کہا کہ اہل عبادت کی سیر تو جنگلون ورد سے زمین خشکی پر سیر کے مانند ہے اور سیر اہل عرفان کے قلوب سے سیر سمندر کے مانند ہے جسمین ہلاکت وخطرات ہین ولیکن ایک ہمیشہ کی رفتار ایک روز مین ہے بعض نے کہا کہ خشکی کی سیر بطریق استدلال ہے اور سمندر کی سیر بطریق غلبہ حال بدون واسطہ کے شیخ نوری رح نے کہا کہ دعاے اخلاص یہ ہے کہ جس سے دعا کرتا ہے اسکے سوائے نفس کے خطرات مین سے کچھ بھی باقی نہ ہو۔ قولہ تعالے فلما انجاہم اذاہم الآیۃ۔ اسمین اہل سکر کا اشارہ ہے کہ آخر مدعی انانیت ہوجاتے ہین اور حد عبودیت سے قدم باہر نکالتے ہین وقولہ تعالے یا ایہا الناس انما بغیکم علی انفسکم الآیۃ۔ بیان عدم ادراک حوادث بشان قدم ہے اور ہر معرفت کہ نفس مدعی ہو وے اللہ تعالے اس سے اعلیٰ واجل ہے اور انانیت ایک بغاوت ہے اور حق تعالے ہر کسی مخلوق کی نظر واتحاد سے پاک ومنزہ ہے۔ واسطی رح نے کہا کہ ملاحظہ نفس سے خلل پیدا ہوتا ہے چنانچہ ذی النون مصری رح سے پوچھا گیا کہ بہت مخفی کون باتین ہین جن سے بندہ خداع مین پڑتا ہے فرمایا کہ الطاف وکرامات ودید آرآیات۔ ابن عطار وغیرہ مشائخ نے کہا کہ نجات بندہ کی اسوقت ہے کہ اپنے واسطے کوئی صفت وکوئی شان وکوئی حیلہ وکوئی مکان نہ ٹھہراوے سب سے منھ موڑ کر خالص اللہ تعالے کے کرم پر بھروسا کرے کما فی قولہ وظنوا انہم احیط بہم دعوا اللہ مخلصین لہ الدین الآیۃ پھر اللہ تعہ نے ایک مثال حیات دنیا کی اور اس شخص کی جو جہالت کے ساتھ بدون ہدایت الٰہی کے راہ چلتا ہے لیس اسکی سعی بالکل برباد ہے بیان فرمائی بقولہ تعالے

اِنَّمَا مَثَلُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا کَمَآءٍ اَنْزَلْنٰہُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِہٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا یَاْکُلُ النَّاسُ

دنیا کا جینا وہی کہاوت ہے جیسے ہمنے پانی اُتارا آسمان سے پھر رل نکلا اُس سے سبزہ زمین کا جو کھاوین آدمی

وَالْاَنْعَامُ حَتّٰٓی اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَہَا وَازَّیَّنَتْ وَظَنَّ اَہْلُہَآ اَنَّہُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَیْہَآ

اور جانور یہانتک کہ جب پکڑی زمین نے چمک اور سنگار پر آئی اور اٹکے زمین والے کہ یہ ہمارے ہاتھ لگے

اَتٰہَآ اَمْرُنَا لَیْلًا اَوْ نَہَارًا فَجَعَلْنٰہَا حَصِیْدًا کَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ کَذٰلِکَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ

تو پہونچا اُسپر ہمارا حکم رات کو یا دن کو پھر کر ڈالا اسکو کاٹ کر ڈھیر گویا کل یہان نہ تھی بستی اسیطرح ہم کھولتے ہین پتے

لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ○

اُن لوگوں پاس جنکو دھیان ہو

اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ حرف انما جو انحصار کے لیے ہے یہاں اس سے دنیا کے مثل کا انحصار مقصود نہیں بلکہ محض ناچیز و فانی و زائل ہونے کا بیان ہو پس اللہ تعالے نے دنیا کی مثل تو کئی مقام پر بیان فرمائی ہو لیکن حاصل سب کا یہی صفت تشبیہ عجیب ہے جو یہاں فرمائی کہ انما مثل الحیوۃ الخ۔ زندگانی دنیا کی صفت عجیب جو مثل کے مانند ہی ایسی ہو جیسے ہم نے آسمان سے پانی اُتارا۔ یعنے مینھ برسایا۔ فَاخْتَلَطَ بِهٖ پس اسکے سبب سے مختلط ہوئے یعنی آپس میں گونج گئے۔ نَبَاتُ الْاَرْضِ زمین کی اُگنی یعنی جو چیزیں زمین سے اُگتی ہیں وہ ہمارے اس فعل سے کہ پانی برسادیا اسقدر نکلیں و بڑھیں کہ آپس میں گنج گئیں۔ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ہر قسم کی جسکو آدمی کھاتے ہیں اور چوپائے وغیرہ کھاتے ہیں یعنی کھیتی و ساگ و گھاس وغیرہ ہر قسم کی پیداوار خوب اُگی اور خوب خوشنما تیار ہوئی حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا یہاں تک کہ جب حاصل کری زمین نے اپنی زخرف یعنی زمین طرح طرح کی نبات مختلف اشکال و مختلف رنگوں سبز و سرخ و زرد وغیرہ سے مانند دولھن کے جو مختلف رنگین لباس سے آراستہ کیجاوے خوب سامان والی ہوئی۔ وَازَّيَّنَتْ اور تزئین پائی۔ اور خوب آراستہ ہوگئی۔ وَظَنَّ اَهْلُهَآ اور یقین کیا اس کے لوگوں نے کہ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ وے اسپر قادر ہیں یعنے اسکی زراعت و پھل وغیرہ حاصل کر لینے پر قدرت رکھتے ہیں۔ اَتٰهَآ اَمْرُنَا تو آگیا یکایک اسپر یعنے اسکی زراعت و پھلوں وغیرہ پیداوار پر ہمارا حکم یعنے قضا و قدر اسکے ہلاک و برباد کرنے کی۔ لَيْلًا اَوْ نَهَارًا رات میں یا دن میں یعنے رات کو ژالا یا پالا وغیرہ سردی ایسی ہو پہنچی کہ ساری پیداوار تباہ کردی یا دن میں آندھی و لوں وغیرہ نے تباہ کیا۔ فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ سو ہم نے کردیا اس کو حصید یعنے محصود جو جڑ سے کٹی ہوئی ہو گویا کہ کل تھی ہی نہیں یعنے گویا اس کی یہ سب پیداوار اس سے پہلے کچھ بھی نہ تھی۔ قوله لم تغن اے لم تغن الارض والمراد لم تلبث نبات الارض یعنے نبات زمین ثابت ہی نہیں ہوئی تھی۔ اور قوله بالامس سے خصوص گذرے ہوئے کل میں ہونا مراد نہیں ہوتا ہے بلکہ یہ ضرب المثل عرب کی زبان میں بمعنی ہو کہ اُسوقت سے پہلے بہت قریب وقت سے لیکر کسی وقت نہ تھی۔ وَيُقَالُ غَنِيَ بِالْمَكَانِ اے اقام اور قتادہ رح نے کہا اے لم تنعم یعنی گویا کبھی اُگی ہی نہ تھی۔ بیضاوی رح وغیرہ نے کہا کہ حرف تشبیہ اگرچہ قوله کماء انزلناه میں لفظ ما پر داخل ہوا لیکن حیات دنیا کی تمثیل خالی منہ سے مقصود نہیں ہو بلکہ تمام مضمون جو اس بیان سے حاصل ہوا وہ تمثیل ہے ہو کیونکہ یہ تشبیہ مرکب ہو یعنے نباتات کا بہت جلد زائل و برباد ہو جانا بعد اسکے کہ بہت ہری بھری تھی اور لوگ اپنے یقین میں جو محض گمان ہوتا ہو یہ جانتے تھے کہ اب ہمکو اسپر سب طرح قدرت ہو۔ ابن کثیر رح نے کہا کہ اوپر کی آیات میں لوگوں کی بغاوت و کفر و شرک کو متاع الحیوۃ الدنیا بتلا کر اب حیات دنیا کی تشبیہ فرمائی کہ اسکی تر و تازگی و زینت کی اور جلد فانی و زائل ہونے کی مثال ایسی ہو جیسے اللہ تعالے نے مینھ برسا کر زمین کو طرح طرح کی نباتات رنگین و اشکال مختلفہ کے ساتھ بہت کثرت سے آراستہ کیا پھر جب زمین خوب مزین ہوئی اور کاشتکار و باغبان کو غرہ ہوا کہ اب ہم کو اسپر قدرت حاصل اور نادانی سے بے خوف ہو بیٹھے یہ نہیں سمجھے کہ یہ دار فانی محل آفات ہے بونے والے و کھیتی کرنے والے اسی زعم میں تھے کہ ناگاہ بجلی گری یا سرد ہوا چلی یا آندھی آئی خواہ رات میں یا دن میں کہ تمام درخت خشک و کھیتی تلف ہوگئی اگرچہ پہلے ہری بھری تر و تازہ تھی پس برباد ہو کر ایسی ہوگئی کہ گویا اس سے پہلے کبھی کسی وقت اس کا وجود ہی نہ تھا یہی کیفیت دنیاوی زندگی کی ہے اسی واسطے حدیث میں آیا کہ دنیا میں جو سب سے بڑھکر ناز و نعمت میں اترانا ہوا آخر مر گیا ہو وہ آتش دوزخ میں غوطہ دے کر پوچھا جائیگا کہ بھلا کبھی تو چین میں تھا تو اس شدت کے آگے سب فراموش ہو کر کہیگا کہ کبھی نہیں اور دنیا میں جو سب سے بڑھکر تکلیف اُٹھا کر طاعت الٰہی پر مر رہے وہ لا کر آخرت کی نعمتوں میں ایکبار غوطہ دے کر پوچھا جائیگا کہ کبھی تجھپر تکلیف تھی تو کہیگا کہ مجھے

کسی تکلیف کا اثر نہیں معلوم ہوتا۔ وفی السراج دنیا کی حیات کو اس نبات سے تشبیہ کئی معنی پر ہو سکتی ہے۔ اول یہ کہ جیسے دنیا کی طرف زیادہ رغبت والا جب تمام ہمت اُسی پر مصروف کرتا ہے اور بڑی بڑی اُمیدیں باندھتا ہے تو ناگاہ موت آجاتی ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ نے دوسرے مقام پر فرمایا حتی اذا فرحوا بما اوتوا اخذناہم بغتۃ فاذاہم مبلسون یعنی جب پھولے وے لوگ اس چیز پر جو دیے گئے تھے تو ناگاہ ہم نے انکو گرفتار کر لیا پس اچانک وے ہر بھلائی سے نا اُمید ہو کر رہ گئے یعنی نہ دنیائے فانیہ رہی اور نہ نعیم آخرت باقیہ ملی۔ دوم یہ کہ جیسے اس زراعت و پیداوار کا کوئی انجام سوائے اس کے بہتر ظاہر نہیں ویسے ہی حیات دنیاوی پر قصر کر لینا محض بدانجام ہے باوجودیکہ دنیا میں جو منافع حاصل بھی ہوے وہ بھی آفات سے خالی نہ تھے بلکہ جملہ منافع دنیاوی بلا رو محنت و تعب و مشقت سے خلط ملط ہیں بلکہ خلقت کدورات جسمانی خود بخود دلفگرات و متاعب میں ممتزج ہے سوم آنکہ جیسے کاشتکار وغیرہ کو بعد محنت و مشقت کے بربادی پر سخت غم والم ہے ایسے ہی دنیا کو دل سے چاہنے والے پر جب موت خواہ مخواہ طاری ہوئی۔ تو دنیا حاصل کرنے کی مشقت اسپر اور بھی غم و حسرت کے ساتھ شدت بکثرت بڑھ گئی۔ قال تعالےٰ۔ کَذٰلِکَ مثل اسی تفصیل کے جو مذکور ہوئی ہے۔ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ مفصل ہم بیان فرماتے ہیں آیات کو۔ لِقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ۔ ایسی قوم کے نفع کے لیے جو فکر کرتے ہیں یعنی آیات تو عموماً بیان فرمائی ہیں لیکن انتفاع اہل ایمان ہی کے لیے مخصوص فرمایا اسی واسطے انتفاع و ہدایت کی راہ سے آیات کی تفصیل فقط قوم متفکرین ہی کے لیے ہے ف شیخ عارف نے منجملہ اشارات کلام پاک کے یہاں یہ بھی اشارہ پایا کہ اہل ایمان و سلوک و عرفان نے جب اعمال صالحہ و عبادات و طاعات کی کھیتی بوئی یہ سمجھکر کہ دنیا ایک کھیت ہے کہ اس میں آخرت کے لیے زراعت کرکے توشہ و زاد راہ لیجانا چاہیے پس جب خوب ادب و سنت کے موافق اس کی حسنات کثرت سے ہوے تو اُس نے وسوسہ شیطان و نفس سے اپنے اعمال کو اچھی نگاہ سے دیکھا اور لوگوں کی تعریف و توصیف سے اسکے نفس میں ریاکاری نے دخل پایا پس دکھلانے سنانے کو اُس نے اعمال کیے اور اس شرک خفی کے سبب اس کے سب اعمال برباد گئے نعوذ باللہ من الریاء والسمعۃ بھلا حضرت خالق جل جلالہ کے لائق کون عبادت کر سکتا ہے۔ پھر لاکھ اعمال ہوں کچھ نہیں اور دنیائے فانی محل آفات ہزار ہیر پھیر و ساحق ہو وقال تعالےٰ۔

وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ۭ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○

اور اللہ بلاتا ہے سلامتی کے گھر کو اور دکھاتا ہے جسکو چاہے راہ سیدھی

پہلے اللہ تعالےٰ نے کافروں کا حکم الٰہی و اس کی توحید سے پھر جانا اسی واسطے بیان فرمایا کہ حیات دنیاوی کی رغبت و خواہش میں ڈوبے ہیں پھر بیان فرمایا کہ حیات دنیاوی اور اس کے منافع بالکل عیش نہیں بلکہ محض تعب و مشقت سے ممزوج و آخر حسرت و غم و ضرر و فانی ہیں پھر اب فرمایا کہ حق تعالےٰ عز و جل تم کو جنت و مقام عیش میں جو بالکل تعب و مشقت سے خالی ہے اور دائم و باقی ہے دعوت فرماتا ہے۔ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اور اللہ تعالےٰ دعوت فرماتا ہے یعنے رسول صلعم کے اوپر اپنا کلام پاک نازل فرماکر اور بزبان رسول صلعم بھی تم کو دعوت فرماتا و بلاتا ہے۔ اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ دار السلام کی طرف یعنے ایسے گھر کی طرف کہ وہ ہر طرح کے آفات سے گذر جانے سے سالم ہے یا وہاں ہر طرح سلامتی و عیش ہے یا اللہ تعالےٰ نے بزرگی کے لیے جنت کو اپنا گھر کہا کیونکہ السلام اللہ تعالےٰ کا نام ہے اور مراد یہ کہ یہ گھر اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کے لیے مہمانی کا گھر مقرر فرمایا ہے کہ ہمیشہ اس میں رہیں اگرچہ تمام مخلوقات سب اللہ تعالےٰ عز و جل کی ہے اور اپنے پاک ناموں میں سے السلام کی طرف اس گھر کی نسبت کی یعنے دار السلام کہا اور دار اللہ یا دار الجبار نہیں فرمایا اس لیے کہ بندے متنبہ ہوں کہ دار السلام ضرور ہر کدورت سے سلامت ہوگا یا دار السلام وہ کہ جس میں اللہ تعالےٰ و ملائکہ کی طرف سے اس میں داخل ہونے والوں کو سلام ہے بہرحال مراد اس سے

جنت ہو یعنے اللہ تعالے بندون کو جنت کی طرف جو باقی و دائم وہر آفت سے سالم ہو دعوت فرماتا ہو۔ وَيَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ اور ہدایت فرماتا ہے
اللہ تعالے جسکو چاہے۔ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ راہ مستقیم کی یعنی اُسی دارالسلام تک پہونچ جانے کے راستہ کی۔ اور یہ راستہ وہی اسلام اور تقوی
و ایمان ہو پس جو بندہ کہ دنیاوی حیات اور اس کی چیزون کو فانی سمجھا اور اللہ تعالے کی ہدایت پاکر دارالآخرت کی طرف مائل ہوا اور حکم اللہ تعالے
و رسول صلعم پر حسن نیت و تقوی کے ساتھ اس چند روزہ زندگی مین مضبوط قائم رہا وہ بفضل آہی دارالسلام کو پہونچ گیا والحمد للہ رب العالمین بیضاوی رح
نے کہا کہ دعوت مین تعمیم فرمائی یعنے اللہ تعالے ہر ایک کو دارالسلام کی طرف بلاتا ہو اور ہدایت مین یہ تخصیص کی کہ جسکو چاہتا ہے اُسی کو ہدایت فرماتا ہے
تو یہ دلیل اس بات کی ہے کہ امر دعوت اور ہے اور ارادہ آہی دیگر ہو دونون ایک ہی نہین ہین اور نیز دلیل اس بات کی ہو کہ جو بندہ کہ برابر مرنے دم تک
گمراہی پر اڑا رہا و مر گیا اللہ تعالے نے اسکی ہدایت کو نہین چاہا کیونکہ اگر چاہتا تو ضرور وہ ایمان لاتا۔ اور سراج مین خطیب نے جو اقوال بیان کیے وہ سب
تفسیر المعارف مین موجود ہین مع زائد فوائد چنانچہ عرائس مین لکھا کہ اہل عرفان مین سے اہل سلوک و مجذوبین وغیرہ ہر ایک کو جنت و مشاہدہ وغیرہ
ہر ایک کے لائق مراتب کی طرف دعوت خالق اکبر جل جلالہ ہے۔ دعوت ہر ایک کو عام ہو اور ہدایت خاص باہل عرفان ہو۔ دنیا مین دارالسلام
قلوب عارفین ہو ولیکن اسکی طرف بھی ہدایت خصوص اہل ارادت و اخلاص کو ہوتی ہو۔ دارالسلام کی دعوت مین اشارہ ہو کہ اللہ تعالے السلام ہو جو
ہر قیاس و گمان و وہم و خیال سے پاک و منزہ ہو اسکا دار بھی متصف بصفات کمالیہ ہو اور اس دعوت والے تین مرتبہ کے ہین اہل الدار اور اہل المشاہدہ
اور اہل الوصال پس دارالسلام برلے اہل ایمان ہو اور مشاہدہ برلے دوم اور وصال برلے اہل عرفان ہو۔ ابوسعید رح نے کہا کہ جو کوئی ازل مین مرید
ہوا یعنے وہ ارادت و اخلاص والا ہو تو اسکی ہدایت قولہ والذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا الآیۃ سے نکلی اور جو کوئی ازل مین مراد ہوا یعنے وہ کمال فضل سے
ارادہ کیا گیا ہو تو اسکی ہدایت قولہ و یہدی من یشاء الآیۃ سے نکلی پس مرید و مراد مین یہی فرق ہو۔ جنید رح و قاسم رح نے کہا کہ دعوت عام و ہدایت خاص
ہے بلکہ ہدایت عام و صحبت خاص ہے بلکہ صحبت عام و اتصال خاص ہے۔ بعض نے فرمایا کہ جسکے حق مین ہدایت سابق نہین ہو چکی اسکو دعوت
کچھ مفید نہین ہوتی ہے قال فی السراج عموم دعوت اظہار حجت ہو اور خصوص ہدایت اظہار حکم و قدرت ہے کیونکہ اسی کا حکم سب مخلوق پر طاری
ہے۔ قال جعفر رح جنت خوش مقام با نوار السلام ہے۔ بعض رح نے کہا کہ دعوت دارالسلام آداب ہے اور ہدایت مذکورہ بحقائق و معارف
ہے۔ بعض نے کہا کہ دعوت واسطے اللہ تعالے کے ہے اور ہدایت از حق تعالے ہے اور استاد رح نے کہا کہ دعوت تو مکلف کر دینا اور ہدایت پہونچا دینا
پس مکلف عبادت تو بعموم سب ہین ولیکن معرفت خاصہ خاص ہو۔ اور مشہور یہ ہو کہ صراط المستقیم مسلمانون کی راہ ہے اور وہ عوام کے لیے بشرط الیقین
ہے پھر مومنون کی راہ ہو اور وہ بشرط عین الیقین ہے پھر محسنین کی راہ ہے اور وہ خاص الخاص راستہ بشرط حق الیقین ہے پس گروہ اول نور عقل سے
اہل البرہان ہین اور دوم کشف علم سے اہل البیان ہین اور سوم بجہت روشنی معرفت کے گویا اہل العیان ہین اور انھین کے حق مین حدیث مین آیا
ہے کہ ان تعبد اللہ کانک تراہ الخ یعنے مرتبہ احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالے کی بندگی اسطرح ادا کرے کہ گویا تو اسکو دیکھتا ہو۔ پھر اللہ تعالے نے انھین
نیک بندون کی منزلت و کمال نعمت کو تفخیم بیان فرمایا بقولہ تعالے

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ
جنھون نے کی بھلائی انکو ہو بھلائی اور زیادتی اور نہ چڑھے گی انکے منھ پر سیاہی اور نہ رسوائی وہ ہین جنت والے

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍۢ بِمِثْلِهَا ۙ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ
وہ اسمین رہا کرینگے اور جنھون نے کمائین برائیان بدلا برائی کا اسکے برابر اور انپر چڑھے گی رسوائی

مَا لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ
کوئی نہین انکو اللہ سے   بچانے والا   جیسے   ڈھانک دا ہیر انکے منھ پر   ایکسا ندھیرا انکو رات کا   وہ ہین

النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○
آگ والے   وہ اسمین   رہا کرینگے

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا ان لوگون کے لیے جنھون نے احسان کیا یعنی ایمان لائے وادامر کی پابندی ومناہی سے احتراز کیا جب کا خلاصہ یہ ہے کہ بصدق دل سے خلوص کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ کہا۔ یا ایمان سے بڑھکر مرتبہ احسان کے موافق اللہ تعالے کی بندگی پر قائم رہے انکے لیے الحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ حسنی ہے اور زیادت ہے حسنی تانیث احسن آے خصلت حسنی اور ابن الانباری نے کہا کہ اہل عرب اس لفظ کو ایسی خصلت پر بولتے ہین جو محبوب ومرغوب ہو اسی واسطے موصوف کو ذکر مین نہین لاتے ہین اور زیادت سے مراد یہ کہ فضل وکرم سے جسقدر وعدہ فرمایا ہے اسپر اور بھی بڑھتی کوئی چیز ہے اور وعدہ دی ہوئی جنت ہے پس جنت سے بڑھ کر جو کچھ ہے وہ زیادت ہے کما قال تعالیٰ ویزیدہم من فضلہ بعض نے کہا کہ حسنی تو مومنون کی نیکیون کے مثل ثواب ہے اور زیادت اسپر دس گونہ سے لیکر سات سو گونہ اور جہانتک اللہ تعالے چاہے۔ اور بعض نے کہا کہ زیادت مغفرت ورضوان آئی ہے۔ واضح ہو کہ یہ سب امور موعودہ جنت سے زائد نہین ہین کیونکہ نعمہا ے جنت القدر مراتب مزید ہین اگرچہ ادنی جنت بلکہ موضع سوط یعنی قریب ہاتھ بھر جگہ جنت کی تمام دنیا ومافیہا سے بہتر ہے جیسا کہ حدیث صحیح سے ثابت ہے پس صحیح وہ ہے جو ثابت ہوا کہ حسنی سے مراد جنت ہے اور زیادت سے مراد دیدار باری تعالے جل شانہ ہے اور کشاف معتزلی نے اس سے اپنے فاسد اعتقاد کی وجہ سے انکار کیا حالانکہ یہی صحیح وثابت ہے اور شیخ عکبری نے بیان مین کہا کہ خود رسول اللہ صلعم نے یہی تفسیر فرمائی ہے جیسا کہ صحیح مسلم وسنن ابن ماجہ والترمذی ومسند احمد مین ہے اور یہی اکابر صحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین کا قول ہے لیکن فاسد الاعتقاد جس کو اللہ تعالے نے ہدایت نفرمائی ہو اسکو کون ہدایت کر سکتا ہے۔ انتہی کلامہ ابن کثیر رح نے لکھا کہ یہی تفسیر حضرت ابوبکر الصدیق وحذیفہ بن الیمان وابن عباس رضی اللہ عنہم وسعید بن المسیب وعبد الرحمن بن ابی لیلی وابن سابط ومجاہد وعکرمہ وعامر وعطاء وضحاک وحسن وقتادہ وسدی ومحمد بن اسحاق وغیرہم سلف وخلف سے مروی ہے اور اسمین آنحضرت صلعم سے بہت کثرت سے احادیث مروی ہوئی ہین از انجملہ صہیب نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے قولہ تعالیٰ للذین احسنوا الحسنی وزیادۃ الآیہ پڑھا اور فرمایا کہ جب جنتی جنت مین اور دوزخی دوزخ مین داخل ہو جاوینگے تو ایک پکارنے والا آواز دیگا کہ اے اہل جنت تمھارے واسطے اللہ تعالیٰ کے پاس ایک وعدہ ہے اسکو پورا فرمانا چاہتا ہے جنتی کہینگے کہ وہ اور کیا وعدہ ہے بھلا اللہ تعالے نے ہماری میزان بھاری نہین فرمائی کیا اسنے ہمارے چہرہ روشن نہین فرمائے ہم کو جنت مین نہین داخل کیا ہم کو دوزخ سے نہین بچایا حکم ہوگا ہان یہ تو فرمایا ہے پھر اسنے حجاب دور فرماویگا یعنی اہل جنت کی نظرون پر جو حجاب پیدا کیا ہے وہ اٹھاویگا پس جنتی بندے اپنے پروردگار کو دیکھینگے پس قسم ہے اللہ تعالیٰ جل شانہ کی کہ دیدار الٰہی سے بڑھکر انکے نزدیک کوئی نعمت محبوب نہوگی اور کوئی انکی آنکھون کی ٹھنڈک نہوگی۔ رواہ احمد ومسلم وجماعۃ من الائمۃ ابوموسیٰ نے آنحضرت صلعم سے یہی بوعدہ صریح روایت کیا کہ حسنی جنت ہے اور زیادت دیدار الٰہی ہے۔ رواہ ابن جریر وابن ابی حاتم اور یہی تفسیر کعب بن عجرہ رض نے آنحضرت صلعم سے روایت کی اور ابی بن کعب نے آنحضرت صلعم سے اسکی تفسیر پوچھی تو آپ نے یون ہی تفسیر فرمائی۔ رواہ ابن جریر رح وابن ابی حاتم جب آنحضرت صلعم سے یہ تفسیر صحیح قریب متواتر ثابت ہو چکی تو اس کا منکر وہی ہوگا جو اپنی خواہش نفس کی جہت سے علوم نبوت سے جاہل اور اپنے نفسانی ہذیانات مین گرفتار رہا۔ حاصل معنے یہ ہوے کہ بندگان ایماندار نیکوکار کے واسطے جنت ہے اور دیدار الٰہی ہے۔ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ رہق کے معنے چھا لینا وڈھانک لینا اور بعض نے کہا کہ لاحق ہونا اسی سے طفل مراہق وہ لڑکا جو بالغ مردون کے ساتھ لاحق ہوا۔ اور قترہ وہ غبار جس مین سیاہی ہو اور بعض نے کہا کہ چہرہ کی سیاہی اور بعض نے کہا

کہ گا یعنی والیسی کا ٹوٹا او خسارہ جو سخت غمناکی ہو اور اس تقدیر پر مراد یہ ہوگی کہ دار آخرت واصلی گھر میں والیس ہو کر ایسے حال سے پہونچے کہ کافرون کی
طرح خسران میں نہ تھے بخلاف کافرون کے کہ جو محض خسران میں ہونگے اور معنی یہ ہوسکے کہ اونہیں چھپا لیگی انکے چہرون کو سیاہی اور نہ خواری۔
بلکہ انکے چہرے سپید ہونگے کما فی قولہ یوم تبیض وجوہ۔ اور صہیب رض سے مرفوع روایت ہو کہ یہ حال انکا اپنے باری تعالی کو دیکھنے کے بعد ہوگا
رواہ ابو الشیخ۔ شاید یہ مراد ہو کہ انوار الٰہی اول سے ہی انپر روشن ہونگے جس سے انکے چہرون پر خوشی و تازگی دمکتی ہوگی۔ واللہ اعلم۔ شیخ عکبری رح
نے کہا کہ یہ جملہ مستانفہ ہو یا بوجہ حال واقع ہونے کے محل نصب میں ہو ولیکن حال قرار دینا مشکل ہو اسلیے کہ صیغہ مضارع بلاے نفی جب حال ہوتا
ہو تو اسپر واو حالیہ نہیں آتا۔ یا محل رفع میں حسنی پر عطف ہوسکتا ہو بتقدیر حرف ان آ ے وان لا یرہق یعنی محسنین کے لیے حسنی ہو اور زیادت ہو
اور یہ امر ہو کہ انکے چہرون کو سیاہی نہیں ڈھانکیگی اور نہ ذلت۔ اُولٰٓئِکَ یہی لوگ جنکا وصف اوپر مذکور ہوا ہو اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ جنت والے لوگ ہیں
هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ وے اس میں ہمیشہ رہنے والے ہونگے کیونکہ وہ ملک باقی اور اس کی نعمتیں دائم و متواتر ہیں اس کو کوئی آفت و فنا نہیں
ہے اور اس میں داخل ہونے والا ہر آفت سے امن نکالے جانے وغیرہ کے مضمون ہے۔ جب نیک بندوں مطیع کا حال بیان فرمایا کہ کیسی نعمتون
میں ہونگے تو اس کے پیچھے اہل بغی و کفر و شرک کا کچھ حال بیان کر دیا کہ کیسے عذاب و خواری میں ہونگے بقولہ وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ اے
وجزاء الذین کسبوا الکفر والشرک۔ اور بدلا ان سرکشون کا جنھون نے کما یا اپنے دنیا میں کما یا کفر و شرک کو یہ ہے کہ جَزَاۗءُ سَيِّئَةٍۢ بِمِثْلِهَا جزاء
ہر بدی کی ہوگی برابر اس کے۔ وقیل والذین کسبوا السیأت یجزون جزاء سیئۃ بمثلہا۔ وقیل جزاءہم سیئتہم بمثلہا۔ اول و ثالث اولی ہے۔ بیضاوی رح
نے کہا کہ یہ جملہ والذین الخ عطف ہے قولہ والذین احسنوا الخ پر بنا بر مذہب کہ عطف معمولین مختلفین کے عاملون پر جائز ہے یا والذین مبتدا اور جزاء سیئۃ
اسکی خبر بتقدیر اول ہو اور معنی یہ کہ ہر ایک کو اسکی بدکاری کے برابر سزا ملیگی اسپر زیادتی نہ کیجاویگی پس اسمین تنبیہ ہوئی کہ یہ امر محض عدل ہی ہو اور
مومنون کو جو زیادتی ثواب عطا ہوئی وہ محض تفضل ہو اور ہوسکتا ہو کہ خبر اسکی قولہ کانما اغشیت ہو یا قولہ اولئک اصحاب النار ہو اور جو کچھ بیچ میں
را وہ جملہ معترضہ ہو۔ ولیکن اول بہتر ہو یعنے اور جن لوگون نے کفر و شرک کما یا انکی ہر بدی کی سزا اسکے برابر ہوگی۔ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ اور چھا لیگی
انکو ذلت یعنی انکے چہرون پر سیاہی ہوگی اور خواری برستی ہوگی۔ اور بعض نے زعم کیا کہ بسبب غم کے انکے چہرون پر دھوان سا ہوگا و لیکن صحیح یہ ہو
کہ یہ انکی پاداش میں انپر مستقل طاری ہوگا کما دل علیہ قولہ تعالے یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ فاما الذین اسودت وجوہہم اکفرتم بعد ایمانکم فذوقوا
العذاب الآیۃ۔ وقولہ تعالے ووجوہ یومئذ علیہا غبرۃ الآیۃ۔ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ اے مامن احد یعصمہم من عذاب اللہ۔ کوئی بھی ایسا
نہوگا کہ انکو عذاب الٰہی سے بچا لیوے پھر جو مشرکین زعم کرتے ہیں کہ ہمارے بت ہمکو چھڑا لینگے یا عیسیٰ ہمارے گناہون کے کفارہ ہوگئے یہ سب انکے خیالات
باطلہ ہیں جنکا کچھ وجود نہیں ہو درحقیقت انکا شرک کبھی نہیں بخشا جاویگا جب کہ دنیا سے ایمان توحید نہ لیجاوین تو یہ ایمان البتہ انکے لیے بفضل الٰہی
بچانے والا ہوگا۔ قیل من اللہ ای من جہتہ او من عندہ۔ بعض نے کہا کہ اسمین تنبیہ ہو کہ جیسے مومنون کے لیے اللہ تعالے کی طرف یا اللہ تعالے کے پاس سے عاصم ہوگا
یعنی فضل و رضوان الٰہی تو ویسے کافرون کے لیے کوئی بھی اور کچھ نہو گا وے محض روسیاہ رہینگے۔ كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا
گویا ڈھانکے گئے ہیں انکے چہرے رات کے ایک ٹکڑے سے درحالیکہ رات ایسی ہو کہ بالکل اندھیری ہو۔ قطع بفتح الطاء قراءۃ اکثر یعنی ٹکڑے جمع قطعہ
اور بسکون الطاء قراءۃ حمزہ وکسائی و یعقوب یعنی ٹکڑا۔ مظلما حال ہو لیل کا اور اغشیت اس میں عامل ہو کیونکہ وہی قطعا میں عامل ہو جو کہ موصوف
واقع ہوا اور من اللیل اسی کی صفت ہو اور جو موصوف کا عامل ہو وہی صفت کا ہوتا ہو یا من اللیل میں معنے فعل لیکر اس میں عامل کیا جاوے۔ دوسری
قراءۃ پر مظلما صفت قطعا بھی ہو سکتا ہے اے قطعا مظلما من اللیل۔ یعنی گویا رات میں سے سیاہ ٹکڑا ان کے چہرون کو ڈھانکے ہو۔ اُولٰٓئِکَ

اَصْحٰبُ النَّارِ یہی لوگ جنکی حالت بیان ہوئی یہی دوزخ والے لوگ ہین هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ وے اُسمین ہمیشہ پڑے رہنے والے ٹھہرے ہین معتزلہ نے
اس آیت سے سمجھا کہ گناہگار اگرچہ مومن ہو ہمیشہ دوزخ مین رہیگا اگر بغیر توبہ کے مرا ہو کیونکہ اللہ تعالےٰ نے والذین کسبوا السیئات۔ کو ہمیشہ کا دوزخی فرمایا
ہو پس گناہگار بھی سیئہ کا مرتکب ہوا۔ اور یہ سمجھ صحیح نہین ہو بلکہ مومنون کے مقابلہ مین یہان کفر و شرک وغیرہ کے بدکار یعنے بے ایمان مراد ہین کیونکہ اللہ تعالےٰ
نے فرمایا۔ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذالک لمن یشاء الآیۃ۔ یعنے بے شک اللہ تعالےٰ یہ نہین بخشتا کہ اسکے ساتھ شرک کیا جاوے اور اس سے
کم کو جسکے لیے چاہتا ہو بخشدیتا ہو الآیۃ اس سے صاف صاف ثابت ہو کہ سوائے شرک و کفر کے باقی گناہ جسکو چاہتا ہو بخشدیتا ہو پھر یہان گنہگار مومن
شامل نہین ہو سکتے ہین کیونکہ یہان جنکو ذکر کیا انکے لیے قطعی دائمی دوزخ قرار دی ہو اگر کہا جاوے کہ جب شرک و کفر کا گناہ مراد ہو تو کسبوا السیئات
بلفظ جمع کیون فرمایا تو جواب یہ ہو کہ الذین جمع اور انکے کفر بھی جمع ہوے کیونکہ طرح طرح سے کفر ہوتا ہو جیسے بت پوجنا یا عیسیٰ کو بیٹا کہنا۔ اور مانند اسکے
لہذا جمع فرمایا اور دوسرا جواب تحقیقی یہ ہو کہ آدمی جب اپنے خالق سے کافر و شرک ہوا تو اسکے جو کچھ افعال ہین سب اپنی رائے پر ہوے کوئی اللہ تعالےٰ کے حکم پر
نہوا تو ہر کام اسکا خطا و گناہ ہوا لہذا کافر و شرک اپنے سب سیئات مین گرفتار ہوگا کما ثبت فی صحیح مسلم فافہم۔ ف فی العرائس قولہ تعالےٰ للذین
احسنوا الحسنی و زیادۃ الآیۃ احسان کے معنے یہان کسی دوسرے کے ساتھ نیکوئی کرنا نہین ہین بلکہ وہ معنی ہین جو حدیث صحیح مین ثابت ہوے کہ ان تعبد اللہ
کانک تراہ الخ یعنے اللہ تعالےٰ کی بندگی اسطرح ادب و خلوص و یقین و خشوع و خضوع و شیحہ و شوق و خوشی و خوف کے ساتھ کرے کہ گویا تو اسکو دیکھ رہا ہو
الی آخرہ۔ پس ان بندون کا احسان یہ ہوا کہ اپنے مراقبات و خلوت مین اپنے دلون سے مشاہد قرب الٰہی مین اسطرح حاضر ہوتے ہین کہ اسوقت تمام
جہان خواہ جنت ہو یا دوزخ بلکہ اپنے وجود سے بھی خبردار نہین ہوتے صرف اپنے معبود برحق جل جلالہ کی بزرگی دیکھتے ہین اور یہ حال انکا ابتدائی
تجلی مین ہو جاتا ہو پس ایسے وصف والے بندون کا بدلا حسنی ہو اور نور جمال الٰہی جل سبحانہ کو پانے مین کیونکہ اگر نور جلال عظمت کو پاوین تو کون تاب
لاسکتا ہو سب ہلاک ہو جاوین۔ احسان انکا حسن نور جمال سے ہو کہ انکی ارواح نے کلمات تسبیح و تقدیس سے ورد کیا اور دوسری جزا انکے لیے
زیادہ فرمائی وہ دوام لقاء و تمام مشاہدہ و وصال ہو۔ واضح ہو کہ اہل احسان کے بھی مراتب ہین جیسے انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین پس
زیادت مین ہر ایک اپنے مرتبہ کے مطابق کشف جمال سے نصیبہ پاویگا لہذا مروی ہو کہ حسنی جنت ہو اور زیادہ دیدار جمال حق تعالےٰ ہو اور نیز حسنی محبت اور
زیادت معرفت ہو۔ واسطی رحمہ اللہ نے کہا کہ حسنی معاملات الٰہی مین التذاذ اور زیادت دیدار الٰہی ہو۔ استاد رحمہ اللہ نے کہا کہ احتمال ہو کہ حسنی دیدار ہو
اور زیادہ اسکا دوام ہو یا حسنی دیدار ہو اور زیادہ اس دیدار مین بقا ہو۔ قال المترجم ان بزرگون کو حدیث صحیح سے اطلاع نہین ہوئی یا بھول کر متردد ہوے
ورنہ حدیث مین آگیا کہ الحسنی جنت ہو اور الزیادۃ دیدار او تعالےٰ جل جلالہ۔ پھر ان بندون کا شرف بڑھا یا بقولہ لا یرہق وجوہہم قتر ولا ذلۃ نہ خجالت
ہوگی اور نہ خواری۔ اولئک اصحاب الجنۃ ہم فیہا خالدون مشاہدات ذات و صفات مین سرور الدہر ایسے ایسے انواع اکرام سے مشرف ہونگے کہ عقل اسکی
ادراک سے عاجز ہو کیونکہ انعامات الٰہی کی انتہا نہین ہو۔ یہ تو بزرگیان اہل طاعت کی ہین اور انکے برخلاف حال انکا ہو کہ دوام ذلت و عذاب و نکال مین
گرفتار ہونگے پھر محسنین و کافرین کا معاملہ حشر ذکر فرمایا بقولہ تعالےٰ

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنْتُمْ وَشُرَكَاؤُكُمْ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ

اور جسدن جمع کرینگے ہم ان سب کو پھر کہینگے شرک کرنے والونکو کھڑے رہو اپنی اپنی جگہ تم اور تمھارے شریک پھر توڑ دینگے بیچ مین انکے اور کہینگے

شُرَكَاؤُهُمْ مَا كُنْتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ ۝ فَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ إِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ

انکے شریک تم ہم کو بندگی نہ کرتے تھے سو اللہ بس ہو شاہد ہمارے اور تمھارے بیچ مین ہم تمھاری بندگی کی خبر

لَغٰفِلِيْنَ ○ هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا

نہین رکھتے وہان جانچ لے گا ہر کوئی جو آگے بھیجا اور رجوع ہونگے اللہ کی طرف جو سچا صاحب ہے انکا اور گم ہوجاویگا ان پاس سے جو

كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ○

جھوٹھ باندھتے تھے

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا۔ حشر یعنی جمع کرنا ہر طرف وناحیہ سے ایک مقام پر پس قبرون وغیرہ سے سب مردے نفخ صور سے زندہ کیے جانے کے وقت محشور ہونگے اور زمین تبدیل ہوگی کما فی قولہ تعالے یوم تبدل الارض غیر الارض الخ۔ اور مجاہد رح نے کہا کہ حشر موت ہے اور شاید مراد اس تفسیر سے یہ ہے کہ حشر قیامت کو دور مت سمجھو اس لیے کہ جو کوئی مرا اسکی قیامت قائم ہوگئی کیونکہ اسکے آثار اس پر طاری ہوجاتے ہین جیسا کہ حدیث صحیح مین آگیا ہے اور آیت مین حشر سے وہی حشر مراد ہے جو قیامت مین ہوگا۔ اور قولہ یوم منصوب بفعل مقدر ہے واذکر یوم۔ یا۔ وانذرہم یوم نحشرہم جمیعا۔ انذار او تذکیر کردے اے محمد صلعم کافرون کو جس دن کہ محشور کرین گے ہم سب جمیع کو یعنی جملہ کافرون کو خواہ جنی ہو یا انسی ہو سڑ کر خاک ہوگیا ہو یا مردہ جسم پڑا ہو کوئی نہین بچھڑ سکتا ہے۔ اور یا ضمیر ہم سب جن وانس کی طرف ہے خواہ مومن ہون یا کافر ہون یعنے یاد دلاوے وہ دن کہ محشور کرینگے ہم جن وانس کو سبکو پس کوئی فرد خواہ مومن ہو یا کافر ہو بچھڑ نہین سکتا۔ ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا پھر کہینگے ہم ان لوگون کو جنھون نے اشراک کیا۔ یہ امر مشرکون کو مجمع عام مین جبکہ ہر ایک کی نظر سے پردہ غفلت اٹھا ہوا اور حیا وشرم وغیرہ عمدہ اخلاق سامنے ہونگے اسواسطے کہا جائے گا کہ لوگون کی نظرون مین خوار اور ذلیل ہون اور اسوقت وہ مخلوق بھی موجود ہوگی جسکو شریک بناتے تھے پس ملامت وسرزنش کرنے کے لیے مشرکون کو کہا جائے گا کہ۔ مَكَانَكُمْ اپنے مقام پر جمے رہو۔ مکان دراصل اسم ظرف منصوب ہے اور تیسیر مین لکھا کہ نصب بالاغراء ہے اے الزموا مکانکم۔ لازم پکڑو اپنے ٹھکانے کو جہان کھڑے ہو۔ اور یہ لفظ اسم الفعل بھی آیا مگر یہان نہین ہے اور خفاجی نے کہا کہ یہ تکلف ہے اور دمامینی رح نے کہا کہ اسکو اسم الفعل کرنے کی کوئی ضرورت نہین بلکہ اپنے اصل پر نظر رکھو۔ لے اثبتوا مکانکم۔ اپنے مقام پر جمے رہو۔ اَنْتُمْ وَشُرَكَآؤُكُمْ تم اور تمھارے شرکا دونون۔ بیضاوی رح نے کہا کہ مکانکم کے عامل سے جو ضمیر منتقل ہوئی انتم اس کی تاکید ہے اے الزموا انتم۔ اور اسی پر شرکا کا عطف ہے اور تبیان مین کہا کہ شرکا سے وہ بت مراد ہین جنکو اپنے زعم مین شریک بناتے تھے اور بعض نے کہا کہ عام رکھنا بہتر ہے چنانچہ جن گمراہون نے نیک بندون کو شریک بنایا وہ بھی داخل ہین کیونکہ وے بھی اشراک سے بیزاری وبیزاری کرینگے کما فی قولہ تعالے واذا حشر الناس کانوا لہم اعداء الآیۃ۔ وقولہ اذ تبرا الذین اتبعوا من الذین اتبعوا الآیہ۔ ابن کثیر رح نے لکھا کہ اس آیت مین بیان ہے کہ اہل شرک بروز قیامت خوار و بے مددگار ہوجاوینگے چنانچہ فرمایا کہ ویوم نحشرہم الخ یعنے جسدن کہ ہم محشور فرماوینگے تمام اہل الارض کو جن ہون یا آدمی نیک ہون یا بد ہون جیسا کہ فرمایا وحشرناہم فلم نغادر منہم احدا یعنی حشر مین کوئی باقی نہین رہیگا ثم نقول للذین اشرکوا مکانکم۔ یعنے تم وتمھارے شرکا اپنے ٹھکانے جمے رہو۔ یعنے مومنون کے مقام بلند سے علیحدہ رہو کقولہ تعالے وامتازوا الیوم ایہا المجرمون۔ وکقولہ یومئذ یتفرقون۔ وکقولہ یومئذ یصدعون۔ اور معنے یہ کہ تم وتمھارے شرکا دونون اپنے علیحدہ ٹھکانے پر جمے رہو اور منتظر رہو کہ تمھارے حق مین کیا حکم ہوتا ہے اور کیا کیا جاتا ہے۔ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ۔ تزییل کے معنے تفریق کرنا اور مفسر رح نے اسکی تفسیر مین لکھا کہ فزیلنا اے میزنا بینہم وبین المومنین کما فی قولہ وامتازوا الیوم الآیۃ یعنی پس ہم ممیز کردینگے انکے درمیان مین یعنے مومنون وکافرون کے درمیان فرق وتمیز کرینگے چنانچہ کفار مع شرکا کے الگ مقام پر کھڑے ہونگے۔ قرطبی رح نے کہا کہ یہ تفسیر سابق ولاحق سے مناسب نہین کیونکہ کلام مشرکون کے حق مین ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابن کثیر رح کی عبارت اسی معنی کو موہم ہے ولیکن

تحقیق یہ ہے کہ شیخ ابن کثیر رح نے قولہ مکانکم مین اضافت کا فائدہ بتلایا ہے کیونکہ محشر تو مقام حشر سب کا ہے پس کافرون کی طرف جو کہا کہ اپنے مقام پر
جمے رہو تو اسوجہ سے کہ انکا مقام الگ مومنون سے ہوگا جیسا کہ دوسری آیت سے ثابت ہے۔ بیضاوی رح وخطیب رح نے کہا کہ فزیلنا بینہم
سے فرقنا بین المشرکین وشرکائہم وقطعنا وصلہم۔ اور یہی تفسیر اولی ہے اور صیغہ ماضی بسبب قطعی الوقوع کے ہے اور اسی کو مفید ذشعرہ والمعنی پس
ہم جدائی کردینگے مشرکون اور انکے شرکاء کے درمیان یعنے جو لگاؤ تھا وہ قطع کردینگے۔ وَقَالَ شُرَكَاۤؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ
اور کہینگے شرکاء اُن کے کہ نہین تھے تم ہم کو پوجتے۔ ایانا مفعول مقدم برعایت فاصلہ ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ حالت استعجاب وغیرہ
مین جیسے کہتے ہین کہ ایاے دعوتنی۔ مجھے تو نے پکارا تھا یعنی نہین تو غلط کہتا ہے مجھے نہین پکارا تھا اسی طور پر انکے شرکاء کہینگے کہ ہم کو تو تم
نہین پوجتے تھے یعنی چونکہ مشرکون کی پرستش سے محض غافل ہونگے اور نیز تعجب کرینگے کہ ہم کیونکر پوجے جا سکتے ہین کیونکہ ہمین مخلوق بھی
معبود و آلہ ہوسکتا ہے لہذا کہینگے کہ ہم کو تو تم نہین پوجتے تھے۔ وقال البیضاوی رح یہ بطریق مجاز ہے انکی عبادت سے برات کی یا یہ کہ انھون نے
جب بالکل خلاف عقل کے باوجود اپنے آدمی ہوش گوش والے ہونے کے پتھرون و مردون کی عبادت کی تو فی الحقیقۃ اپنی حماقت و خواہش
نفس کی عبادت کی اور درحقیقت ہوائے نفس ہی شرک کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔ اگر کہا جاوے کہ شرکاءہم یعنے انکے شرکاء کیون کہلائے کیونکہ مشرکون
نے تو اپنے آلہہ کو حضرت حق تعالے کے ساتھ عبادت مین شریک کیا تھا اور دوسری بات یہ کہ ان کے شرکاء سے کون مراد ہین اور کیونکر
شرکاء نے جواب دیا تو مین کہتا ہون کہ اللہ تعالے جل جلالہ کے ساتھ درحقیقت کوئی شریک ممکن ہی نہین ہے لہذا کلمہ توحید مین آیا کہ لا الہ الا اللہ
یعنی درحقیقت موجود یا گڑھکر یا کسی طرح پر کوئی آلہ ہو نہین سکتا سوائے اللہ تعالے عزوجل کے تو دنیا مین جتنے مشرک ہین وہ جسکو آلہ بناوین
خواہ اسطرح کہ کھلے طور سے اسکو سجدہ کرین یا رکوع کرین یا جو بات کمال تعظیم کی ہو وہ کرین اگرچہ دل ہی دل مین اسکو اسقدر عظمت جانین جسقدر انکے
دل مین تعظیم آسکتی ہے یا کسی مین ایسی بات ثابت کرین علم و قدرت وغیرہ کی جو مخصوص بجناب باری تعالے ہے یا انبیا وغیرہ مین جو جناب باری تعالے
مین محال ہے۔ یا سوائے اللہ تعالے کے کسی کا حکم مستقل مانین یا اسطرح بے دلیل مان لین جیسے اللہ تعالے و اسکے رسول کا کہا ہوا مانا جاتا
ہے تو یہ سب و اسکے مانند شرک ہے اور اسکو لازم ہے کہ ایسا کرنے والے نے اسکو معبود بنایا جسکے ساتھ ایسا کیا ولیکن درحقیقت وہ کچھ بھی
معبود نہین بلکہ محض مخلوق ہی رہا اگر بنانے والا مشرک و کافر ہوا تو بنانے والے کے زعم باطل مین فقط وہ شریک تھا لہذا انکے شرکاء رکھے۔
اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مشرکین کہ مثلاً بتون کے لیے اپنے جانورون و مالون مین سے ایک حصہ لگاتے تھے لہذا جب وے بت وغیرہ درحقیقت
کچھ بھی آلہہ نہ تھے تو حقیقت مین ان کے شرکاء اقراری ہوے۔ رہا امر دوم کہ کون مراد ہین تو اوپر اشارہ گذرا کہ جس قوم نے جس کسی کے
ساتھ کوئی بت و ایسا کیا جو شرک ہے وہی اُس کا شریک ہوا۔ اور بیان مین لکھا کہ شرکاء سے بت مراد ہین جنکو مشرکون نے اپنی زعم
مین اللہ تعالے کا شریک تصور کیا تھا یعنے سمجھتے تھے کہ یہ بت کچھ روزی و مال و اولاد دے سکتے ہین یا یہ کہ اللہ تعالے کی جناب مین ان کے
لیے سفارش کرکے ایسی چیزین ضرور دلوا دیتے ہین لیکن یہ سوال کہ پھر یہ بت کیونکر جواب دینگے تو بیضاوی رح نے کہا کہ بعض علماء نے جواب دیا
کہ اللہ تعالے ان پتھرون کو گویائی دیگا کہ صاف صاف مشرکون سے بالمشافہ کہدینگے تاکہ مشرکون کو جو توقع لگی ہے کہ ہمارے سفارشی ہین وہ
ٹوٹ جاوے۔ اور سراج مین کبیر وغیرہ سے لایا کہ بعض نے کہا کہ اللہ تعالے بتون مین حیات پیدا کریگا پس جواب دینگے اور بعض نے کہا کہ خالی گویائی
بدون حیات کے پیدا کریگا کما قال البیضاوی اور رازی وغیرہ نے کہا کہ بعد حیات دینے کے احتمال ہے کہ پھر ویسا ہی کردے یا نہ کرے اور اللہ تعالے قادر
مختار ہے جو چاہے کرے اور اصلی بات یہ ہے کہ احوال قیامت تو ادراک بشری سے خارج ہین ہمین سے صرف اسقدر جسکی کلام مجید یا حدیث صحیح مین خبر دی گئی

معلوم ہوا اور مترجم کہتا ہے کہ مجھے ایسے سوال ہی سے تعجب ہے کیونکہ ہمارے ادراک و حواس میں کسی چیز کی ماہیت و حقیقت جیسے واقع میں ہے کبھی نہیں آسکتی ہے حتیٰ کہ آدمی کو اپنی روح کی ماہیت نہیں ظاہر ہوتی پھر جو چیزیں مذکور ہوئی ہیں اگر اللہ تعالیٰ انکو دنیا ہی میں واقع کرے تو بھی بے تکلف ہو سکتا ہے اور یہ نہیں دیکھتے کہ حضرت محمد صلعم کو ہر درخت و پتھر دیکھکر سلام کرتا اور آپ کی نبوت کی گواہی دیتا اور ازلی کافر جو ہرگز ایمان لانے والے نہ تھے وہ اسکو تعجب سے دیکھکر آپ کو جادوگر کہتے تھے اور یہ عیسیٰ نے مردے زندہ کیے جو خوب باتیں کرتے اور عصائے موسیٰ ؑ حقیقت میں اژدہا ہو جاتا اور اپنا کام کرتا پھر وہی لکڑی ہو جاتا تو اس میں سوال و جواب کی ضرورت ہی کچھ نہیں ہے۔ پھر خطیب رح نے لکھا کہ بعض نے کہا کہ ہر وہ چیز جو سوائے حق تعالیٰ کے پوجی گئی خواہ جن ہو یا آدمی یا فرشتہ ہو وہ سب شرکا میں داخل ہیں اور لکھا کہ یہی قول اظہر ہے اور بیضاوی رح نے بعض کا قول لکھا کہ شرکا سے مسیح علیہ السلام و ملائکہ علیہم السلام مراد ہیں پس کوئی سوال وارد نہیں ہوتا ولیکن حق وہی ہے کہ یہ سب مع بتوں کے مراد ہیں پس بتوں کا انکار کرنا بیان ہو گیا اور مسیح و ملائکہ ظاہر ہے کہ بیزار ہونگے پس جو لوگ مسیح علیہ السلام کی نسبت ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں جو شرک ہیں انکی وہاں تباہی ہوگی۔ اور رہا شیطان تو وہ بھی انکار کریگا جیسا کہ آیات قرآنیہ میں کئی جگہ مصرح وارد ہے بالجملہ سب کے سب مشرکوں سے بیزاری صاف بیان کرینگے کہ تم ہمکو نہیں پوجتے تھے کیونکہ بت و مسیح مثلاً یہ محض بے خبر ہیں اگرچہ مشرکین مدعی ہونگے کہ ہم تو ضرور پوجتے تھے لہذا شرکا کا انکار موکد بیان فرمایا بقولہ فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ پس کافی ہے اللہ تعالیٰ شاہد ہمارے تمہارے درمیان۔ گویا شرکا نے حجت و گواہی کی جستجو سے نجات پائی اور یہ عمدہ حجت مل گئی کہ اللہ تعالیٰ عزوجل علیم و خبیر ہے کہ حقیقت خوب جانتا ہے بالجملہ سب یا بعض شرکا کہینگے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل ہمارے تمہارے درمیان کافی شہید ہے کہ۔ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ البتہ ہم تمہاری عبادات سے غافل تھے۔ اِنْ حرف مشبہ بالفعل مخفف ہے اِنَّہ کنا۔ اور اِنْ نافیہ بھی ہوتا ہے ولیکن اسکی خبر پر لام نہیں آتا لہذا جب اِنَّ مشددہ کو مخفف کرکے اِنْ نافیہ کے لفظ پر کیا تو التباس دور کرنے و فرق کرنے کے لیے۔ لغافلین بلام فرمایا۔ پھر جاننا چاہیے کہ اظہر یہ ہے کہ جملہ شرکا میں سے بت و عیسیٰ و عزیر و مانند انکے جو لوگ کہ مشرکوں کے شرک کرنے سے غافل ہیں یہ جواب دینگے اور عکبری رح نے تبیان میں لکھا کہ شرکا سے بت مراد ہیں اور وے غفلت ظاہر کرینگے یعنی ہم تو پتھر وغیرہ جمادات تھے ہم کو تمہاری حرکتوں کا کچھ شعور و علم نہ تھا اور ہم نے تم کو عبادت کا حکم نہیں دیا اور نہ ہم راضی ہوئے۔ حاصل یہ ہے کہ عظمت و جلال الٰہی کے حضور میں سب شرکا اپنے عبادت کرنیوالوں سے صاف صاف انکار کرینگے اور مشرکین کو انکی توقع ٹوٹ جائیگی اور رہا یہ امر کہ ہر ایک ان شرکا میں سے بطریق تعجب کے انکار کرے یا اپنی لاعلمی پر شاہد کرے تو یہ ضرور نہیں ہے پس سیاق کلام مشرکوں کی مایوسی و خواری بروز قیامت کا بیان ہے پس جب بدون رضاء الٰہی کے سفارشی و مددگار وغیرہ سے مایوس ہوئے تو مدار اپنے اعمال پر ہوا چنانچہ فرمایا۔ هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ ہنالک اسوقت یعنی اسی مقام مذکور ہولناک میں۔ تبلوا از بلا بمعنے امتحان ہے اور یہی اکثر کی قراءۃ ہے یعنی یہ کہ اسی مقام پر جانچیگا ہر نفس اس چیز کو جو اسنے پہلے کر رکھا ہے یعنے اپنے کیے ہوئے اعمال کا نفع و ضرر آنکھوں دیکھیگا حمزہ و کسائی نے تتلوا پڑھا یعنے دونوں تاء فوقانیہ کے ساتھ پس دو احتمال ہیں ایک یہ کہ تلاوۃ سے بمعنی قراءۃ ہو یعنی پڑھیگا ہر نفس نوشتہ ان اعمال کا جنکو دنیا میں کر چکا ہے۔ دوم یہ کہ مشتق از تلو بمعنی تبع ہو یعنی پیچھے چلیگا ہر نفس اپنے اعمال کے پس اسکے اعمال جیسے ہونگے ویسے ہی مقام پر جنت میں یا دوزخ میں لیجاویگے۔ اور مراد یہ ہے کہ جنت و دوزخ کے سوائے کوئی ٹھکانا نہیں اور ہر ایک انہیں سے کسی ٹھکانے پہونچنے میں اپنا اعمال کے تابع ہوگا پس اگر اعمال موافق مرضی الٰہی عزوجل ہیں تو جنت میں جائیگا ورنہ دوزخ میں بھیجا جائیگا۔ بعض نے کہا کہ بلا کے معنی امتحان و عذاب و انعام بھی آئے ہیں تو جائز ہے کہ یہ معنی ہوں کہ وہاں ہر نفس کافر و گنہگار مصیبت و عذاب میں پڑیگا بسبب اپنے دنیاوی اعمال کے۔ وعلیٰ ہذا اسلفت میں ما موصولہ منصوب

بنزع الخافض ہوگا۔ اور ظاہر معنی اول ہیں چنانچہ حدیث میں ہے کہ ہر فرقہ کے لیے جسکو پوجتا تھا ممثل کیا جائیگا پس اسکے پیچھے ہو جائیگا یہانتک کہ جہنم میں پہونچ جاوینگے پھر پڑھا قولہ ہنالک تبلوا کل نفس الآیۃ اور مترجم کہتا ہے کہ اس صورت میں نفس سے کافر نفس مراد ہوگی کیونکہ مومنین کسی کے پیچھے نہ جاوینگے چنانچہ حدیث صحاح میں انکے لیے رب تبارک وتعالےٰ کا تجلی فرمانا بعد سوال وجواب کے مصرح ہے اور اصح معنی تبلو بامعنی حدہ ہیں یعنے ہر نفس خواہ کافر ہو یا مومن ہو اپنے اعمال کے موافق بدلا پاویگا اور نفع ضرر صاف معائنہ کریگا۔ وَرُدُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ اور رد وا کلھم الی جزاء اللہ الذی ہو مولاہم الحق لا الی ما اتخذوہ مولی لھم۔ اور سب کے سب پھیرے جائینگے طرف اللہ کے یعنی اللہ تعالےٰ کے بدلا دینے کے موافق انکے عمل کے اور اللہ تعالےٰ وہی انکا سچا مولی ہے اور جنکو انھوں نے دنیا میں اپنے مولی بنالئے ہیں وہ سچے نہیں ہیں۔ بالجملہ اسوقت اُن کو صاف معلوم ہو جائیگا کہ انھوں نے شرک وکفر کرلینے میں بڑا جرم وبڑی غلطی کی کیونکہ اللہ تعالےٰ وحدہ لاشریک ہے۔ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ اور گم ہو جائیگا اُنسے وہ سب جسکو افترا باندھتے تھے یعنی بت وغیرہ سب ضائع ہو نگے یا لفظ ما مصدریہ ہو یعنے انکا افترا کرنا گم ہوگا پس بتوں کا دعوی کہ یہ آلہہ ہیں یا ہمارے سفارشی ہیں یا نصاری کا دعوی کہ عیسی علیہ السلام بیٹا یا الوہیت رکھتا ہے سب افترا باطل ہوگا۔ ف فی العرائس قولہ تعالےٰ ہنالک تبلوا کل نفس جیسے کافر ومومن کا امتحان ہوا یہ کہ اپنے خالق مالک کا وحدانیت سے کون اعتقاد کرتا تھا ویسے ہی مسلمانوں میں سے ظاہری اقراری منافق اور تحقیقی اقراری مومن کا امتحان ہوگا اور ہر سچے وجھوٹے کا اظہار ہو جائیگا۔ قولہ وردوا الی اللہ مولٰہم الحق۔ اہل صدق اپنی خصوصیت درجات پر رہینگے اور ہر مفتری وکاذب اور دکھلانے وسنانے والا قہر الٰہی میں گرفتار ہوگا جب بت پرستاں مشرکوں کے قبائح ذکر کردیے تو انکے اعمال واعتقادات کے باطل ہونے پر چند حجتیں فرمائیں فی قولہ تعالےٰ۔

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ

تو پوچھ کہ کون روزی دیتا ہے تمکو آسمان اور زمین سے یا کون مالک ہے کانوں اور آنکھوں کا اور کون نکالتا ہے جیتا

مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ۭ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا

مردے سے اور کون نکالتا ہے مردہ جیتے سے اور کون تدبیر کرتا ہے کام کی سو بول اٹھینگے کہ اللہ تعالےٰ سو تو کہہ کہ پھر کیوں

تَتَّقُوْنَ ۝ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۝ كَذٰلِكَ حَقَّتْ

ڈرتے نہیں سو یہ اللہ ہے رب تمہارا سچا پھر کیا رہ گیا سچ پیچھے مگر بھٹکنا سو کہاں سے پھرے جاتے ہو اسیطرح ٹھیک آئی

كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

بات تیرے رب کی ان بے حکموں پر کہ یہ یقین نہ لاوینگے

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ تو کہہ کہ کون رزق دیتا ہے تم کو مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ آسمان وزمین سے یعنی دونوں سے اسطرح کہ پانی برساوے اور زمین سے نباتات اُگاوے پس آسمان وزمین دونوں سے رزق دینا مراد ہوا اور رازی رح نے عقلی دلیل قائم کرکے یہ نتیجہ نکالا کہ اس سے بالیقین ثابت ہوا کہ رزق آسمان وزمین ہی سے حاصل ہوتا ہے اور بیضاوی رح نے اچھا لکھا کہ آسمان وزمین دونوں اس جہت سے ہم نے لیے کہ ظاہر ارزاق کا حاصل ہونا آسمانی کچھ اسباب سے اور زمینی مادہ سے ہوتا ہے اور شاید یہ مراد ہو کہ دونوں میں سے ہر ایک سے تم کو کون رزق دیتا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ من السماء والارض یعنی من اہل السماء والارض۔ اور بیان ہے من موصولہ کا پس معنے یہ ہونگے کہ تو کہہ یہ بات کہ آسمان وزمین والوں میں سے وہ کون ہے جو تم کو رزق دیتا ہے یعنے ان دونوں میں کہیں کوئی نہیں ہے

جو ان کا رازق ہو بلکہ اللہ تعالے پاک رازق ہے چنانچہ خود کفار کا اقرار آتا ہے۔ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ یا وہ کون ہے کہ مالک ہو
سمع و ابصار کا یعنی کون قدرت رکھتا ہے کہ انکو ٹھیک پیدا کرے یا آفات سے بچاوے باوجودیکہ یہ دونوں عضو بہت نازک اور
آفات بکثرت موجود ہیں۔ یا کون انکا مالک ہے بدون اس کی قوت کے ان میں سے کوئی نافع نہو۔ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ
اور وہ کون ہے کہ نکالے زندہ کو مردے سے جیسے جاندار کو نطفہ سے۔ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ اور نکالے مردہ کو زندہ سے جیسے نطفہ کو حیوان
سے۔ اسی میں شامل ہے کافر سے مومن کر دیا اور فطری پیدائش والے کو کافر کرنا اور ایسی ہی بزرگ قدرتیں چونکہ بے شمار ہیں کہاں تک
اقرار کرائی جاویں لہذا خاص دو تین کے بعد ایک عام اقرار لیا کہ۔ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ اور کون سنوارتا ہے امر کو اسطرح کہ اسکے ہر کام کا
انجام کمال حکمت کے ساتھ وہی ہوتا ہے جو اُس نے چاہا۔ حاصل یہ کہ تمام عالم کے امور کا کون متولی ہے۔ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ سو بالضرور
کہینگے کہ وہ اللہ تعالے ہے۔ کیونکہ یہ اسقدر واضح و ظاہر ہے کہ اسکے انکار و مکابرہ کی گنجائش نہیں یاد رہے یہاں سے ظاہر ہے کہ دہریہ
وغیرہ بعض اقوام ایسے بیوقوف و بے انصاف ہیں کہ کفار عرب سے زیادہ جاہل ہو کر دہر کو ان امور کا فاعل کہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ خود
بخود باضطرار یہ سب کام ہو جاتے ہیں اور یہ محض حماقت ہے کیونکہ کمال حکمت و انتظام سے جملہ امور واقع ہوتے ہیں پس انصاف و عقل یہی
کہ باختیار یہ امور اللہ تعالے کی پیدائش سے ہیں جیسے مشرکین عرب قائل تھے لہذا تنبیہ فرمائی بقولہ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ پس اے محمد صلعم تو
کہدے کہ پھر بھلا ڈرتے نہیں ہو۔ یعنے اللہ تعالے کے ساتھ شرک کرنے میں ڈرتے نہیں ہو کہ تمہاری جانیں جب اپنے خالق مالک رازق
زندگی دینے والے کو چھوڑ کر بلکہ اُس سے مُنھ موڑ کر اس کے ساتھ شرک کرینگی تو کیسے سخت عذاب میں پڑینگے پس نصیحت مانو اور اپنے کو
اس کے صفات کاملہ سے ٹھیک پہچانو کہ وہ ہر نقص سے پاک ہے اور کسی کو اس کی درگاہ میں شرک کی مجال ہی نہیں۔ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ
یہی ہے اللہ تعالے۔ رَبُّكُمُ الْحَقُّ۔ رب تمہارا سچا یعنی تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا اور رازق و مالک اور سب عالم و اسکے امور کی
تدبیر کرنے والا وہی مستحق عبادت ہے یعنے عبادت اسی کے لیے سچ و صحیح ہے وہی تمہارا سچا رب ہے۔ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ
سو حق کے پیچھے اور کیا ہے سوائے بھٹکنے کے۔ یعنے جب حق معلوم ہو گیا تو اُس کے سوائے جو کچھ ہو وہ گمراہی ہے پس بتوں کا پوجنا اور
ہر طرح شرک کرنا سب ضلالت ہے لہذا جس نے اللہ تعالے کی توحید اور اس کی عبادت سے تجاوز کیا وہ گمراہ ہوا۔ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ
پھر تم کہاں کو پھیرے جاتے ہو یعنے توحید چھوڑ کر ضلالت میں کہاں جاتے ہو کیونکہ تمہارے اعمال کا انجام دائمی عذاب جہنم ہو۔ كَذٰلِكَ حَقَّتْ
كَلِمَتُ رَبِّكَ اسی طرح حق ہوا کلمہ تیرے پروردگار کا یعنی جیسے ربوبیت خالص اللہ تعالے ہی کے واسطے حق و ثابت ہوئی اسیطرح ثابت ہوا
کلمہ یعنے حکم تیرے پروردگار کا۔ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا ان لوگوں پر جنھوں نے فسق کیا یعنے حد عبودیت سے کفر کی طرف نکل بھاگے۔ پھر وہ کلمہ یہ
ہو کہ۔ اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ البتہ وے فاسق لوگ ایمان نہیں لاوینگے یا قولہ انہم بمعنے لانہم ہو تو حق و ثابت ہو جانے کی یہ علت ہوگی یعنے اس سبب سے
حق ہوا کہ وے لوگ ایمان نہ لاوینگے یعنی انپر عذاب ثابت و محقق ہو گیا ہو۔ ف فی العرائس قولہ تعالے فذلکم اللہ ربکم الحق۔ اسمین بیان ہو کہ حق تعالے
کے نور شہود سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہو وہ بلا شک و شبہہ کے کشف ذات و صفت دیدار و نشان صفت ہو پس معنی قولہ فذلکم اللہ ربکم الخ یعنی وہی حق بلا تشبیہ
و بلا تشبیہ و بدون تعطیل ہو یعنی جیسے کفار یونان کہتے ہیں کہ خدا تعالے عقل اول کو پیدا کرنے کے بعد کچھ پیدا نہیں کر سکتا بلکہ معطل ہو تو یہ کفر صریح و تعطیل محض و
ضلالت واضح ہو پس جسنے اشیاء و شواہد کو جو محسوس ہیں اس شناخت سے نہ پہچانا یعنے رب عز و جل کی وحدانیت ان مخلوقات سے مشاہدہ نہ کی اور ان
چیزوں کو اسکے شواہد نہ سمجھا وہ گمراہ از مشاہدہ و اندھا و گرداب قہر میں غرق ہو چنانچہ فرمایا قولہ فماذا بعد الحق الا الضلال پس جو کوئی معرفت حق سے محروم

ہوا وہ ضلال کے سوائے کچھ نہیں پاویگا اگرچہ ضلال کی راہیں بہت کثرت سے ہیں کیونکہ صراط مستقیم فقط ایک راہ ہے جیسے دو نقطہ کے بیچ میں خط مستقیم ایک ہی ہوتا ہے اور ٹیڑھے خطوط بے شمار نکل سکتے ہیں پس جو کوئی طالب حق ہو وہ ضلال کی راہ سے جو ضرر و دوری ہے کیونکر وصال حاصل کرے گا لہٰذا فرمایا۔ فانیٰ تصرفون یعنی وصال دارالسلام و رضوان السلام چھوڑ کر دوری ضلال کی راہ سے کہاں اور کدھر جاتے ہو اسکو ڈھونڈھتے ہوئے انتہٰی ہو کہ مخلوقات و حادثات کو پھر جانے و گمراہی کے کوئی راہ ایسی نہیں کہ وہاں قہر الٰہی سے نجات پاوے۔ ہاں راہ مستقیم پر البتہ وصول کرامت و جمعیت نجات از قہر و ملامت ہے۔ اشارہ قولہ من یرزقکم من السماء والارض۔ غذاء ارواح تو قرب و وصال ہے اور غذاء قلوب انعام عبودیت۔ اور کانون کو سماع لذیذ خطاب اور آنکھون کو دیدار جمال ہے اور قولہ من یخرج الحی الخ۔ ارواح عارفہ پاکیزہ اسکی معرفت ذات و صفات کے ساتھ نور قدم کی حیات سے عدم سے زندہ نکلنے ہیں اور قولہ یخرج المیت الخ یعنی دلون سے مردہ سانس نکل جاتے ہیں جبکہ اسکی عظمت میں انکو بقاء قدم سے حیات حاصل ہوتی ہے۔ قولہ من یدبر الامر عارفون کو معرفت دنیا اور موحدون کو آداب عبودیت و حقوق ربوبیت تعلیم کرنا اُسی پاک سبحانہ تعالیٰ کی تدبیر پاک ہے۔ اور قولہ فسیقولون اللہ اہل انکار ضلال اس امر کو لاچار ہو کر باوجود انکار باطنی کے کہتے ہیں اور اہل ایمان اسکو بنشاط قلب کہتے ہیں اور اشارہ ہے کہ جس بندہ کو مقامات مذکورہ بالا میں توفیق مشاہدہ نصیب ہوئی وہ تحقیق کے ساتھ کہتا ہے۔ پھر قولہ افلا تتقون۔ سے خوف عظمت دلایا کہ حق تعالیٰ کے سوائے اور کسی طرف التفات نکریں اور اس کلام میں بہت اخص اشارہ جسکو خاص خاص بندے سمجھتے ہیں یہ ہے کہ کشف صفات سے جب تم انوار قدم میں واصل ہوئے تو قدم کے کنہ مت ڈھونڈھو کیونکہ وہاں معادن ملکوت بے نہایت ہے اور وہاں معرفت بندہ محض ہیچ ہے پس کوئی روح و کوئی بصیرت یہ مجال نہیں رکھتی کہ کچھ بھی احاطہ کر سکے حسین رح نے کہا کہ عبادات سے مقصود وہی حق تعالیٰ ہے کوئی غیر اسکا شاہد نہیں اور کسی غیر سے سکا ادراک نہیں ہے۔ واسطی رح نے کہا کہ حق کے بعد جب سب کو ضلال فرمایا تو بندہ موحد کو روا نہیں ہے کہ کسی چیز کو توحید پر شاہد کرے کیونکہ جو چیز ہے وہ بعد الحق اور ضلال ہے تو ضلال کیسے واقف ہو اور ضلال کیونکر اسکا وصف کمال بیان کر سکے حسین رح نے کہا کہ حق وہی ہے کہ کسی قبیح کا استقباح نہیں کرتا اور کسی خوب کا استحسان نہیں تو اسکی طرف عود کیونکر کرے جو انہی سے شروع اور اسی کی مخلوق ہو بعض نے کہا کہ حق تو ان لوگون کا راستہ ہے جو علم دین سے خلوص کے ساتھ عالم ہیں اور جنکو علما ربانی سے بڑھکر عمل و تقویٰ بھی ہونے کی وجہ سے حکمت حاصل ہوئی انکا راستہ حقیقت ہے پھر جو اولیا ہیں انکا راستہ تحقیق ہے اور حقائق التحقیق راہ انبیا علیہم السلام ہے۔ قولہ فانیٰ تصرفون یعنی حق سے مُنہ موڑ کر غیر کی طرف کہاں جاتے ہو۔ واسطی رح نے کہا کہ قولہ تعالیٰ ومن یدبر الامر یعنی وہ کون ہے کہ ایجاد کرتا ہے اپنے امر کو اور اعادہ کرتا ہے اسکو اوقات حادثہ مخلوقہ میں اپنے علم و حکمت کے موافق جاری فرماتا ہے پس جب حق تعالیٰ عز و جل نے کہدیا کہ من یدبر الامر یعنے اللہ تعالیٰ کے سوائے کوئی بھی مدبر الامر نہیں ہو سکتا تو تمام عالم سے ملک زائل کر دی پس اب کسی بندے کو روا نہیں ہے کہ کہے کہ میرا کام یا میرا عمل طاعت وغیرہ بلکہ جو کوئی بھلائی پاوے وہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے۔ واضح ہو کہ گمراہی کا دروازہ لوگون کا یہ غلط گمان کہ سوائے حق تعالیٰ کے بعض مخلوق بھی اپنے اعمال پیدا کرنے یا اپنی تمناؤن کے موافق تدبیر کر لینے کی قدرت رکھتے ہیں حتیٰ کہ سوائے اہل ایمان یعنے اہل السنۃ کے معتزلہ وغیرہ بکثرت فرقہائے اسلام اس گمراہی میں پڑے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے کافرون پر رد کر دیا بقولہ تعم۔

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ

پوچھ کوئی ہے تمہارے شریکون میں جو پہلے بناوے پھر اسکو دوہرا دے تو کہہ اللہ پہلے بناتا ہے پھر اسکو دوہراتا ہے

فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ؕ اَفَمَنْ

سو کہاں سے الٹے جاتے ہو پوچھ کوئی ہے تمہارے شریکون میں جو راہ بتاوے صحیح تو کہہ اللہ راہ بتاتا ہے صحیح اب جو کوئی

يَهْدِيْۤ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْۤ اِلَّاۤ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ○ وَمَا يَتَّبِعُ

راہ بتاوے صحیح اسکو چاہیے اتنا یا جو آپ نہ پاوے راہ مگر جب کوئی بتاوے سو کیا ہوا ہو تمکو کیسا انصاف کرتے ہو اور وہ

اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ○

اکثر چلتے ہین سو اٹکل پر اٹکل کام نہین کرتی صحیح بات مین کچھ اللہ کو معلوم ہو جو کام کرتے ہین

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ تو کہہ اے محمد صلعم کہ بھلا ہو کوئی تمھارے شرکا مین سے مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ جو ابداء کرکے خلق کو یعنے محض عدم سے وجود مین لاوے۔ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ پھر اسی خلق کا اعادہ کرے یعنی مشرکون کو راہ دکھلائی کہ بھلا وہ چیزین جنکو تم الوہیت مین شریک کرتے ہو مانند بتون و ملائکہ و مسیح وغیرہ کے اور انکے لیے ایسے تعظیمی امور ثابت کرتے ہو جو خاص خالق جل جلالہ کے سوائے کسی شخص کے لیے صحیح نہین ہو سکتے ہین بھلا تمھارے ان شرکا مین سے کوئی ایسا ہو جسکو یہ قدرت حاصل ہو کہ خلق کو ایجاد کرے پھر جب چاہے فنا کرے پھر جب چاہے اسکو دوبارہ دے پس مخلوق پر اس خالق کی بندگی فرض ہو جاوے کیونکہ مخلوق اسی کو اپنا معبود بناوے جسنے اسکو خلق کیا پس جب اسطرح انکو تنبیہ فرمائی تو ضرور آنکھ اٹھا کر دیکھتے ہی یہی جواب دیا جائیگا کہ نہین تو۔ انہین سے تو کوئی بھی ایسا نہین لاکہ ہو نہین سکتا تب انکو انکے خالق جل سبحانہ کی معرفت بتلائی بقولہ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ تو کہدے کہ اللہ تعالے عزوجل ہی کی یہ شان عظمت و کبریائی ہو کہ خلق کو ایجاد فرماتا ہو پھر اسکا اعادہ فرماتا ہو پس جب وہی خالق ہو تعالے شانہ اور تمام جو کچھ اسکے سوائے ہو سب مخلوق ہو تو سب پر فرض و لازم ہو کہ اسی کی درگاہ مین سجدہ کرین اور اسی کی ثنا و صفت جہان تک ممکن ہو بیان کرین اور اُسی کی بندگی کرین اور اُسی کے واسطے الوہیت خاص کرین کیونکہ اسکی بارگاہ عظمت و جلال مین کسی کی شرکت نہین کیونکہ سب ہی مخلوق ہین لہذا تعجب سے فرمایا۔ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ اے کیف تصرفون عنہ الے المخلوق پھر بھلا تم کیونکر اس خالق عزوجل سے منھ موڑکر مخلوق کی طرف شرک کرتے جاتے ہو۔ تؤفکون افک سے بمعنے صرف منھ موڑنا ہو یعنی پھر تم کہان منھ موڑے جاتے ہو۔ اور مراد یہ کہ اللہ تعالے ہی خالق پاک ہیں وہی معبود آلہ ہو اور یہ بالکل صاف ظاہر ہو تو بڑا تعجب ہو کہ پھر دوسرے کسی مخلوق کو کسی امر مین جو عبادت و مخصوص بخالق عزوجل ہو کیون مستحق ٹھہرالیتے ہو اور کیون اپنے خالق عزوجل کی درگاہ مین یہ بہتان باندھتے ہو کہ اسکی یہ مخلوق بھی اسکی عبادت مین مستحق ہو۔ ابو السعود رحمہ نے اپنی تفسیر مین لکھا کہ یہ کلام ایک پوری دلیل اس امر کی ہو کہ خالص اللہ تعالے ہی کے لیے توحید و عبادت فرض ہو اور شرک بالکل باطل ہو اور طریقہ استدلال یہ ہو کہ الوہیت اسی کو ثابت ہو جو خالق و مالک ہو اور اللہ تعالے کے سوائے کوئی خالق و مالک نہین پس اللہ تعالے کے سوائے کوئی الٰہ نہین کہ وہی پاک سبحانہ تعالے مُبدی و مُعید ہو اور اسکے سوائے جو کوئی ہو سب مخلوق و بندے ہین پس کسی دوسرے مین الوہیت نہین ہو سکتی ہو اور یہ حجت نہایت کامل اور بہت ہی کھلی ہوئی ہو اسیواسطے آخر مین سمجھدار بندون کو تعجب دلاتا ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ تقریر اس کلام کی تفسیر مین بہت صاف ہو اور یہ حجت ارشادی ہو یعنے ہدایت و رہنمائی ایسے کلام سے فرمائی کہ دلیل کے ساتھ اللہ تعالے کی توحید کو برحق سمجھین اور اپنے شرک طریقہ کو جھوٹ و باطل جانلین اور بیضاوی رح وغیرہ بعضے مفسرین نے اسکو حجت الزامی قرار دیا جسکا حاصل یہ ہوگا کہ الوہیت اسی کو ہوتی ہو جو خلق کو ایجاد کرے اور اعادہ کرے اور وہ فقط اللہ تعالے وحدہ لاشریک ہو تو دوسرے کسی کو الوہیت نہین چنانچہ استفہام انکاری کے طور پر پوچھا کہ ہل من شرکائکم الخ یعنے تمھارے شرکا مین سے کوئی مبدی و معید ہو یعنے کوئی نہین ہو۔ اس صورت مین یہ سوال ہوتا ہو کہ مشرکین مکہ وغیرہ بھی اس خطاب مین شامل ہین بلکہ پہلے انکو خطاب ہو اور باقی تمام جہان کے مشرک قیامت تک شامل ہین اور یہ مشرکین اس بات کے معتقد نہ تھے کہ اعادہ واقع ہوگا یعنی دنیاوی زندگی سے مرجانے کے بعد پھر قیامت کے لیے اٹھائے جانے و اعادہ کیے جانے کو مانتے نہ تھے تو انپر یہ الزام

کیونکر پورا ہوگا کیونکہ الزام اسی طرح ہوتا ہے کہ مخاطب کی مانی ہوئی باتون سے اسپر باطل ہونے کا اثبات پہونچایا جاوے اور جواب اسکا بیضاوی رحمہ نے یہ دیا کہ اعادہ سے بھی ابداء کے مثل اسپر الزام قائم ہونا اسی وجہ سے ہے کہ اعادہ واقع ہونے کی یا ٹھیک ہونے کی حجتین نہایت واضح و بہت قوی قائم ہین اگرچہ وے ہٹ دھرمی سے اقرار نہین کرتے تھے۔ اسیواسطے رسول اللہ صلعم کو حکم دیا کہ انکی طرف سے جواب دے بقولہ قل اللّٰہ یبدیٔ الخلق الخ۔ کیونکہ کافر قوم تو اعتدال سے برگشتہ ہوکر جھگڑالو ہوجاتے مین تو یہ غضب انکو کب چھوڑے گا کہ ایسا اقرار کرین مترجم کہتا ہے کہ اس تفسیر کے موافق جواب مین انحصار کے معنے لینا ضرور ہونگے یعنے اللہ تعالےٰ ہی وہ ہے کہ ابداء و اعادہ فرماتا ہے۔ کما لا یخفیٰ علی المتامل۔ اور پہلی صورت مین جبکہ حجت ارشادی ہووے کوئی تکلف نہین ہوتا کہ جواب مین مشرکین کی طرف سے نیابت ہو یا انحصار نکالا جاوے اور اگر کوئی وہم کرے کہ پہلی صورت مین بھی خطاب مشرکون کو ہے جو اعادہ کے لیے دوبارہ پیدا کیے جانے کے کیسے قائل نہ تھے تو جواب یہ ہے کہ ہان قائل ہون یا نہون کچھ مضائقہ نہین ہے کیونکہ انکو ہوشیار کیا کہ بھلا کوئی اُن چیزون مین سے جنکو تم پوجتے ہو ایسی صفت الا ہے کہ پیدا کرسکے اور پھر اعادہ کرسکے پس جب انکو نہین ملا اور ہرگز نہین مل سکتا تو آگاہ فرمایا کہ اللہ تعالےٰ عزوجل پاک معبود خالق مبدی و معید ہے پھر تم کہان کو منہ موڑے جاتے ہو۔ رہا یہ وسوسہ شیطان کہ جو مشرکون کو دامنگیر تھا کہ یہ چیزین جنسے شرک کرتے تھے انکے لیے سفارشی ہین اور انکی امیدین برلانے والے اور انکے گناہون کا کفارہ وغیرہ ہین تو اسکو بھی دفع فرمایا۔ بقولہ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ تو کہہ یعنے انکو ارشاد کر اور راہ دکھا اور ہوشیار کر کہ ہے کوئی تمھارے شرکا مین سے مَنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ جو ہدایت کردے حق کی ٹھیک راہ بتاوے اس طرح کہ جیون کو پیدا کردے جیسے اللہ تعالےٰ نے دلائل اپنے توحید کے تمام مخلوقات پر ظاہر کردیے اور مثلاً دوبارہ مردون کے اعادہ پر دلیل بتلائی کہ جس نے ابتدائً پیدا کیا وہ اعادہ پر بخوبی قادر ہے اور بے شمار درخت پیدا کیے کہ انکے بیج گر کر زمین مین ہلاک ہوجاتے ہین پھر جب رحمت سے پانی بارش کے موسم کا برسایا تو اُگتے ہین پس تمام مخلوقات اسکی وحدانیت پر دلیل ہے تعالےٰ اللہ علواً کبیراً اور جیسے رسولون کو ہدایت کے لیے حجت کیا اور کمال یہ کہ توفیق عطا فرمائی اور عجیب قدرت دکھلائی کہ مدعی عقل کو جب ہدایت نہ دی تو وہ بڑا دجال اور زمانہ کے گمراہون کا سردار ہوگیا اگرچہ ضعیف عاجز کو اپنی ہدایت سے سرفراز کرکے ایمان پر خاتمہ بخیر فرمایا۔ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِي لِلْحَقِّ تو کہدے یعنے ہدایت کردے کہ اللہ تعالےٰ پاک قادر ہے ہدایت فرماتا ہے حق کی۔ یعنی جب شرک کرنے والون نے دیکھ لیا کہ انکے شرکا مین سے کسی کو یہ قدرت نہین کہ جسکو چاہے ہدایت کرے حتی کہ جن جن سے مشرکون نے اشراک کیا انمین سے مسیح و ملائکہ اشرف ہین حالانکہ مسیح سے شرک کرنے والے خود قائل ہین کہ یہود نے انکو سولی دیدی اگرچہ انکا زعم غلط ہے لیکن عدم قدرت تو ظاہر ہوگئی کہ یہود کو ہدایت نہ دے سکے پس اُلوہیت سواے اللہ تعالےٰ کے کسی مین ممکن نہین ہے پس فرض ہے کہ عبادت خالص اللہ تعالےٰ وحدہ لاشریک کے لیے رکھین اور تمام عالم کو اسکی مخلوق و بندہ جانین لہذا فرمایا۔ أَفَمَنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ سو بھلا جو کوئی ہدایت کرے حق کی۔ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ وہی لائق اسکے ہے کہ اسکی پیروی کیجاوے۔ أَمَّنْ لَا يَهِدِّي إِلَّا أَنْ يُهْدَىٰ یا وہ کہ جو راہ نہین پاتا مگر اسطرح کہ راہ پر لگا دیا جاوے یعنی حق تعالےٰ عزوجل نے تم کو سمجھ عطا فرمائی ہے پس تم سمجھ دیکھو کہ دو شخص مین ایک ایسا ہے کہ اسکو قدرت کاملہ حاصل ہے وہ مخلوق کو ٹھیک راہ کی ہدایت کردیتا ہے اور دوسرا ایسا عاجز و زبون ہے کہ دوسرے کو راہ کیا بتلاوے خود ہی کسی طرح راہ نہین پاتا ہان کوئی دوسرا اسکو راہ پر لگاوے یا وہی کھینچ لیجاوے تو چلا جاوے پس بتلاؤ کہ جسکو ذرا بھی سمجھ ہے وہ ان دونون مین سے کسکی پیروی کریگا پس تم بھی معذور نہین ہو کبھی کہو کہ ضرور اسی کی پیروی کرنی فرض ہے جو قدرت کاملہ ہدایت کی رکھتا ہے اور تم جان چکے کہ اللہ تعالےٰ وہی خلاق علیم ہادی ہے۔ فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ پھر تم کو کیا ہوا تم کیونکر حکم

لگاتے ہو یعنی ایسی صاف صاف بات جسکے سمجھنے مین کوئی معذور نہین ہوسکتا تم بالکل بےعقل بن گئے اور اسکے برخلاف تم نے بتون وغیرہ کی
پیروی اختیار کی۔ اور سچ دیکھو تو ملائکہ و عیسیٰ علیہم السلام کا یہ حال ہو کہ خود کچھ قدرت نہین رکھتے ہین ہان جب اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے انکو
راہ بتلا دی تو اسپر چلے گئے اور بتون کو تو یہ بھی استطاعت نہین کہ راہ پر لگا دینے سے چل سکین بلکہ دوسرے انکو کنارون پتھرون کی طرح کہین
اُٹھائے لیے جاوے۔ اس آیت سے بہت سے فوائد نکلتے ہین از انجملہ یہ ہو کہ جو راہ اللہ تعالیٰ نے بتلادی ہو بواسطہ اپنے رسول اکرم محمد مصطفےٰ صلے اللہ
علیہ وسلم کے وہی تو سیدھی راہ ہو اور اس سے کسی بات مین کمی کرنا یا بڑھانا سب اٹکلنا اور گمراہی کی پیروی ہو اسیواسطے حدیث صحیح مین ثابت
ہو کہ جو کوئی دین مین کوئی کام ایسا نکالے جو قرآن یا حدیث سے ثابت نہین اور سمجھے کہ یہ راہ ثواب ہو تو یہ مردود ہو اور صحیح ثابت ہو کہ ہر بدعت
گمراہی ہو۔ از انجملہ یہ ہو کہ خالق جملہ افعال اللہ تعالیٰ ہو کیونکہ شرکا کو جنھین مسیح و ملائکہ بھی ہین خود اپنی راہ ٹھیک حاصل کرنے والا بھی نہین
قرار دیا اور خود فرمایا۔ واللہ خلقکم وما تعملون الآیۃ پس ظاہر ہوگیا کہ خالق افعال بندہ نہین بلکہ کاسب ہو۔ از انجملہ یہ ہو کہ کسی بات کے حکم لگانے
مین بندہ گنہگار ہو مگر وہ احکام جو اللہ تعالیٰ و اسکے رسول صلعم کے فرمانے یا اجازت یا اباحت سے معلوم ہوئے۔ وقد قال تعالیٰ ان الحکم الا للہ
پس جو کوئی معرفت وغیرہ کسی مین خلاف شریعت حکم لگاوے وہ حکم مردود ہو۔ از انجملہ یہ ہو کہ جس کسی مخلوق کیطرف مشرک لوگ التجا لیجاوین اُنکی
جہالت ہو کیونکہ اُنکے شرکا خود ہدایت نہین ہین اور بےرضاء الٰہی اُنسے کوئی جنبش نہین ہوسکتی پس خالق عزوجل عادل رحیم کریم سمیع و بصیر کی رضا
جوئی فرض ہے۔ واضح ہو کہ مصدر ہدایت جیسے حرف الےٰ سے متعدی ہوتا ہو بسبب تضمن معنی انتہا کے کما یقال ہداہ الی الحق ویسے ہی لام سے متعدی
ہوتا ہو تاکہ اس بات پر دلالت کرے کہ ہدایت کی وہی انتہا ہو اور وہی کمال مقصود ہو لہذا جناب باری تعالیٰ مین دونون طرح اسناد کیا گیا اور
واضح ہو کہ قولہ امن لا یہدی مین کئی قرأتین ہین اول بفتح یا و کسر ہا و دال مشدد اور یہی یعقوب و حفص کی قرأت ہے اور ابن کثیر رح و نافع
رحمہ اللہ اور ابن عامر نے بفتح ہا پڑھا اور اصل مین یہتدی تھا پس تا رفوقانیہ کو ہا مین ادغام کر کے بقرأت اول بسبب التقاء ساکنین کسرہ
دیا اور بقرأت ثانیہ تا کی حرکت سے فتحہ دیا اور ابو عمرو نے خالی ادغام کے ساتھ پڑھا اور التقاء ساکنین کی کچھ پروا نہین کی کیونکہ جو مدغم ہو
مانند متحرک ہو۔ اور قالون نے نافع سے بھی یہی روایت کی ہو اور ابوبکر نے یا و ہا و دال سب کو باتباع کسرہ دیا۔ معنی قولہ امن لا یہدی الا
ان یہدی اے ام الذی لا یہتدی الا ان یہدی یعنی کیا وہ شخص پیروی کرنے کے لائق ہے جو اپنے آپ راہ نہین پاتا مگر جب ہی کہ اسکو
راہ بتلائی جاوے یا وہ دوسرے کو راہ نہین بتلا سکتا مگر جبھی کہ اس کو اللہ تعالیٰ ہدایت فرماوے۔ قال البیضاوی رح مشرکون نے جنکو
شرکا بنایا ہے ان مین سے جو سب سے اشرف ہے جیسے ملائکہ اور مسیح یہ اُن کا حال ہے کہ کسی کو ہدایت کرنے کی قدرت نہین رکھتے ہین اور
زجاج رح نے کہا کہ قولہ فما لکم۔ پورا کلام ہے یعنے بتون کے پوجنے مین تمھین کیا فائدہ ملتا ہے پھر اُنسے کہا گیا کہ کیف تحکمون۔ یعنے جو صریح
باطل ہے اُس مین تم کیسے حکم لگاتے ہو کیونکہ تمھارے شرکا کو نہ کسی کام کی قدرت اور نہ کچھ ہدایت مگر جب ہی کہ اللہ تعالیٰ ہدایت فرماوے
تو وہی پاک سچا تعالیٰ ہادی اور کارساز ہوا پھر شرک بےفائدہ اور توحید فرض ہے اور واضح ہو کہ بہت بڑا فائدہ اس کلام پاک سے یہ
حاصل ہوا کہ آدمی کے واسطے گمراہی کی جڑ یہ ہوئی کہ اُس نے اپنی عقل و حواس سے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے موافق کام نہ لیا بلکہ اپنی عقل کو
یا تو ہدایت مین مستقل سمجھا جیسے دہریہ و فلاسفہ یونان گمراہ ہوئے اور یا اُس نے معرفت الٰہی مین اپنی طرف سے کچھ حکم لگالیے اور وہ احکام جناب
باری تعالیٰ کی شان مین محال ہین تو ایسے محال احکام جس کی ایسی چیز کی طرف ہوا کہین یہ باتین جو انھون نے نکالی ہین پائی جاوین اور اللہ تعالیٰ
سبحانہ و تعالیٰ کی طرف ہرگز نہ ہوا اگرچہ وے لوگ زبان سے اللہ تعالیٰ کا اقرار کرین اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے متنبہ فرمایا بقولہ تعالیٰ۔ وما یتبع

اَکْثَرُھُمْ اِلَّا ظَنًّا اور نہیں پیروی کرتے ان میں کے بہتیرے مگر اپنے گمان کی یعنی تمام مشرکین دو قسم کے ہیں بعضے تو بالکل اللہ تعالے کا اقرار نہیں کرتے جیسے دہریے وغیرہ اور بہتیرے اس قسم کے ہیں کہ زبان سے اللہ تعالے کا اقرار کرتے ہیں لیکن اس اقرار میں انکو اپنے گمان کی پیروی ہے چنانچہ جو کچھ انھوں نے اپنے گمان میں ٹھہرا لیا اُسی کے پیچھے چلے جاتے ہیں جیسے مشرکین عرب نے بتوں کو امر الٰہی میں شریک سمجھ لیا یا نصرانیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو بیٹا یا اپنے گناہوں کا کفارہ گمان کر کے اپنے گمان کی پیروی اختیار کی اور جب یہ دیکھا جائے کہ یہ گمان کہاں سے نکالا گیا تو صاف کھلتا ہے کہ کچھ اوہام اور خیالات پر اس کا مدار ہے چنانچہ وہمی مشارکت کی وجہ سے خالق کو مخلوق پر یا غائب کو حاضر پر قیاس کر کے اللہ تعالے کی درگاہ میں ایسے گمان باندھے جیسے مثلاً مشرکین عرب نے اللہ تعالے کو دنیاوی بادشاہوں پر یوں قیاس کیا کہ رعیت کی حاجتیں وزیر و دیگر اہل کار بادشاہ کے حضور میں پہونچا کر حکم حاصل کر لیتے ہیں لہذا وزیروں کی خوشامد کرنی ضرور ہے پس انھوں نے بتوں کی پرستش اپنے اوپر لازم کر لی حالانکہ اللہ تعالے کو خالق اقرار کرتے تھے اس سے ظاہر ہو گیا کہ ایسے مشرکوں نے اللہ تعالے کو نہیں پہچانا بلکہ ایسے خدا کو اپنے ذہن میں گڑھ لیا کہ جو محتاج و بے خبر ہے اور اللہ تعالے شانہ جب ہر طرح کے نقص اور عیب سے پاک ہے تو کوئی مشرک اُسکا اقرار کرنے والا ہوا بلکہ اپنے گمان کا پیرو ہوا اسیواسطے فرمایا کہ بہتیرے نہیں کے اللہ تعالے کا اقرار کرنے میں حق بات و سچے اوصاف کی پیروی نہیں کرتے بلکہ اپنے گمان کی پیروی کرتے ہیں۔ قال تعالے اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا البتہ گمان کچھ بھی کفایت نہیں کرتا حق سے یعنی جو بات حق ہو اسکے حاصل ہو جانے میں گمان کچھ کارآمد نہیں بلکہ جو کچھ اللہ تعالے اپنی معرفت بھیجے اُسی کی پیروی عین ایمان ہے اور وہ اسطرح ہوتی ہے کہ رسول پر وحی بھیجکر آگاہ فرماتا ہے اسیواسطے رسول خالص وحی کی پابندی فرماتا ہے۔ کما فی قولہ تعالے ان اتبع الا ما یوحی الی الآیۃ۔ اور چونکہ یہ معرفت بغیر وحی کے حاصل نہیں ہوسکتی اسی واسطے بغیر رسول بھیجنے کے کسی پر عذاب نہیں فرمایا۔ کما فی قولہ۔ ما کنا معذبین حتی نبعث رسولاً الآیۃ۔ بعض علماء نے قولہ وما یتبع اکثرھم الخ کی تفسیر میں یوں کہا کہ اکثر سے مراد کل مشرکین ہیں یعنی نہیں پیروی کرتے سب مشرکین اپنے باطل اعتقادوں میں مگر گمان کی اور بعض نے کہا کہ اکثر سے وے مشرکین مراد ہیں جو خالی اپنے باپ دادا کی تقلید پر راضی نہ ہوے بلکہ کچھ فکر و نظر دوڑائی اور وے لوگ مراد نہیں جو معرفت الٰہی میں اپنے باپ دادوں کی تقلید پر جہالت سے راضی ہوے اور بعضے جان بوجھکر دنیا کی خواہش سے سرکشی و عناد کرنے لگے وقال الرازی رحمہ اللہ قول اول بہتر ہے اسلئے کہ لفظ اکثر اپنے معنے پر رہتا ہے اور حق سے مراد یقین اور سچا اعتقاد ہے لہذا بیضاوی رح نے کہا کہ یہ صریح دلیل ہے کہ اعتقادات میں گمان کچھ کافی نہیں ہے بلکہ امر یقینی ہونا چاہیے اور خالی تقلید اور گمان پر کفایت کرنا جائز نہیں ہے اور یہی دلیل پائی گئی کہ اعتقادات میں یقین حاصل کرنا فرض ہے لہذا آدمی جبھی مومن ہوگا کہ جو باتیں اعتقادی ہیں انکو معلوم کر کے اُسپر ٹھیک یقین لاوے خالی سنے سنائے پر یا تقلید پر اکتفا نہ کرے۔ مترجم کہتا ہے کہ بڑا افسوس ہے کہ اس زمانہ میں بہت کثرت سے مسلمان اپنے خیال و گمان کے پابند ہو کر ایسی باتوں کے معتقد ہیں جو جناب باری تعالے میں جائز نہیں اور بہتیرے معرفت صفات الٰہی سے بے خبر ہیں بلکہ نام مسلمان کہلانے پر راضی ہیں حالانکہ اللہ تعالے نے صاف مشرکوں پر رد فرمایا کہ اللہ تعالے کا اقرار کرتے ہیں لیکن اسکی شان میں گمان کے پابند ہیں حق بات کا علم و یقین نہیں رکھتے حالانکہ گمان سے کچھ بھی حق حاصل نہیں ہوتا ہے پھر تہدید فرمائی بقولہ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ بِمَا یَفْعَلُوْنَ بیشک اللہ خوب جانتا ہے جو وے کرتے ہیں یعنی گمان کی پیروی کرنا اور وحی الٰہی سے منھ موڑنا پس اللہ تعالے کو خوب معلوم ہے اور حاصل یہ کہ روز جزا انکو بلکہ مرتے ہی ایسی نافرمانی و بد اعتقادی کا بدلا پاوینگے اگر کوئی کہے کہ مسائل فقہیہ کے دلائل ظنی ہوتے ہیں اور ظن کی اتباع کافی نہیں پھر کیونکر عمل کرنا جائز ہے تو جواب یہ ہے کہ بندہ پر اپنے خالق کی بندگی فرض ہے پس خالق کو یقینی قطعی وحی الٰہی سے پہچان لینا فرض ہوا

اور اس جاننے مین گمان محض بیفائدہ ہو کیونکہ گمان سے اپنے خالق کو نہین پہچان سکتا ہو لہذا معرفت واعتقاد کے مسائل مین یقین ہونا ضرور ہے وہان گمان نہین کافی ہے۔ اب رہے عبادت کے اعمال تو اُن مین بعض قطعی ہین جیسے پانچ وقت کی نمازین اور انکی رکعتون کی تعداد وغیرہ جو آگاہ کرانے سے معلوم ہوئے ہین اور باقی کچھ اعمال جیسے آمین زور سے کہنا یا آہستہ کہنا اور جیسے ہاتھ اُٹھانا یا نہ اُٹھانا ان مین ظنی دلیل پر اکتفا کرنا قطعی دلیل سے معلوم ہو گیا ہے تو ثابت یہ ہوا کہ ہمارے دین کا مدار سب قطعی طور سے ہے اور مفسر رح وغیرہ بعض علماء نے آیت مین تخصیص کی اس طرح کہ جہان یقین چاہیے وہان گمان نہین کافی ہے لہذا سوائے اعتقادات کے احکام فرعیہ اس سے مستثنیٰ ہو گیے ولیکن مترجم نے اسکو پسند نہین کیا اس لیے کہ تکلف کی کوئی ضرورت نہین ہو چنانچہ جو کچھ اُس نے اوپر جواب لکھا ہو اُس مین غور کرنے سے حق صاف کھل جاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ فائدہ فی العرائس قولہ تعالیٰ قل ہل من شرکائکم من یبدؤ الخلق ثم یعیدہ یہان دلیل قطعی سے ثابت کر دیا کہ جو کچھ مخلوقات ہے سب محتاج ہے کوئی یہ قدرت نہین رکھتی کہ حضرت قدیم عزوجل سے مزاحم ہو اور کیونکر کفار بیوقوف محض عاجز چیزون کو پاک معبود جل شانہ سے شریک کرتے ہین بیچاری مخلوق کو موجود یا معدوم کرنے کی قدرت کہان سے آئی وے خود جلال قدم کے سامنے درحقیقت معدوم ہین ان مین سے کوئی بھی خود قائم نہین بلکہ بذات قدیم اُسکی القیوم انکا قیام ہے۔ اس کلام سے ان مشرکون کو رد کیا جو اللہ تعالیٰ کے سوائے دوسری چیزون پر توجہ کرتے ہین پھر مشرک جاہل کو اپنی پاک ذات سے آگاہ فرمایا کہ جو باتین وجو چیزین ظاہر ہوتی ہین ان کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی پاک پروردگار ہے پس حدم کو تمام صفات کشف فرماکر شہود دیکے وجود سے ابدا کیا پھر انوار عظمت وہیبت کو مسلط فرماکر تمام حوادث کو عزت جلال کے تحت مین مضمحل فرمادیگا پھر جمال بقا کشف فرماکر انکا اعادہ کریگا پس اسکی بقا سرمدی سے انکو دوام بقا ہوگی چنانچہ اہل العدل کو دوام راحت ومقام جنت مین بقا ہوگی اور اہل الجدل والعدول کو دوام عذاب ومحنت مین بقا ہوگی بالجملہ تمام تصریفات اسی کی ارادت ومشیت قدیمہ کے موافق جاری ہے۔ اشارہ یہان یہ ہے کہ انوار قیومیت عارفون کے دلون مین پیدا کرکے اس کے لطائف سے حقائق معرفت ظاہر فرماتا ہو پھر سطوت جلال سے ایسا فنا کر دیتا ہے کہ سوائے معروف کے کچھ نہین باقی رہتا پس تجلی جمال سے بقا را اعادہ فرماتا ہو۔ ابن عطا رح نے کہا کہ اظہار قدرت سے ابدار فرماتا ہو تو معدوم موجود ہو جاتا ہو پھر اظہار ہیبت سے اعادہ فرمائیگا تو موجود معدوم ہوکر موجود ہو جائیگا۔ قولہ تعالیٰ قل ہل من شرکائکم من یہدی الی الحق الآیہ پہلی آیت اس آیت کی تصدیق ہے کیونکہ ہادی وہی ہوگا جس نے سب کو پیدا کیا اور وہ ازلی مقدس قدیم ہے پس جیسے قدرت قدیمہ اسکا وصف ہو ویسے ہی ہدایت ابدیہ اسکی شان ہے پس اپنے وجود پاک کے انوار اپنے اولیا پر کشف فرماتا ہے تو حقائق عبودیت سے آگاہ اور آداب شریعت سے متادب ہو جاتے ہین اور اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وہی حق ہو اور ازل مین اہل اصطفا کو محقق فرمایا کہ نظر انکی اغیار سے اُٹھ گئی اور انکو حقیقت دیدی کہ محبت وشوق کے ساتھ کتاب اللہ تعالیٰ وسنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع واقتدا کرتے ہین۔ قولہ تعالیٰ افمن یہدی الی الحق احق ان یتبع الآیہ حسین رح نے کہا کہ حق از حق واز جہت حق ہے اور وہ قائم الحق مع الحق ہے اور نہین سوائے اسکے الا دیدار حق۔ پھر حق تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ اہل الشرک کو ادراک حق سے کچھ حاصل نہین بلکہ وے توہم نفوس وتاریکی ظنون مین گرفتار ہین کما قال تعالیٰ وما یتبع اکثرہم الا ظنا۔ اس آیت کریمہ کا ظاہر تو ایسی قوم کے واسطے ہے جو رحمت حق سے مطرود ہین اور اہل الحق نے آیت کچھ اشارات پائے ہین از انجملہ یہ کہ عقول کو آیات سے حجاب ہے اور قلوب کو ذات سے اور ارواح کو راحتون سے اور نفوس کو شہوات سے حجاب ہے اور اسرار باطنہ کا حجاب خطرات ہین اور سب مین سے کسی نے سوائے رسوم افعال کے درگاہ کبریائی سے کوئی علم نہین پایا اور ان مین سے کسی پر سوائے ساحت ملکوت اور تصرفات جبروت کے کوئی سایہ نہین پڑا بھلا کہان تا بہ

کہ حادث کو کنہ قدم کا ادراک ہو سکے اور ذات واحد تعالےٰ شانہٗ بذات خود بدیں وجہ کمال ہے کہ کسی عقل یا سر باطن یا وسوسہ خاطر کو مجال نہیں کہ اسکی حقیقت وجود پر مطلع ہو ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ ہاں تمام لوگ جو صراط مستقیم سے کج چلتے ہیں وے اقرار خالق تعالےٰ میں اپنے خیالات وظنون کے پابند ہیں اور رہے وہ لوگ جو طریق وحی و رسالت سے معرفت الٰہی سبحانہ کے یقین رکھنے والے ہیں وے کسی اعتقاد میں وہم و خیال کے پابند نہیں بلکہ نور حق سے انکو بینائی حاصل ہے اور وے معرفت و توحید کی راہ میں اپنے خیالات و ظنون و عقول و اسرار سے بیزار ہو کر ایمان الٰہی تعالےٰ کے مومن ہیں کما فی قولہ تعالےٰ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی الآیۃ بلکہ بحر ازل و ابد میں نور حق کے ساتھ مستغرق ہیں پھر بھی ایکسا قطرہ وصول بحقائق سے انکو تری و نمی نہیں ملی بلکہ دریا کے دریا پیئے چلے جاتے ہیں اور ہنوز ویسے ہی پیاسے ہیں۔ ع نگویم کہ بر آب قادر نیند + کہ بر ساحل نیل مستسقی اند + اور تمام زمانۂ غیر متناہی تک انکا یہی حال رہیگا۔ بھلا اہل حدوث کو قدم الرحمٰن تک کب رسائی ہو اور حال تو یہ ہے کہ وہ حق سبحانہ تعالےٰ ہر اتصال و انفصال سے پاک منزہ ہو شیخ جنید رح نے اس آیت میں کہا کہ ارباب توحید حتیٰ کہ شیخ ابو یزید بسطامی قدس سرہ پر یہ حال گذرا کہ حقائق توحید میں دنیا سے خالی توہم پر نکلے ہیں اور ایسا ہی شیخ واسطی رح کا مقولہ ہو مترجم کہتا ہو کہ شیخ جنید رح و شیخ واسطی رح کی مراد یہ ہو کہ حقیقت توحید اس کمال پر پاک منزہ ہو کہ بڑے بڑے اکابر اولیاء اللہ تعالےٰ جو واصل سمجھے جاتے ہیں وے اپنے آپ کو عارف کی جگہ محض جاہل جانتے تھے کیونکہ معارف حق سبحانہ تعالےٰ غیر متناہی ہیں پس جب کسی بندہ کو اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے قبول فرما کر اسپر دروازۂ معارف کھول دیا تو لحظہ بلحظہ ہزارہا معارف پر آگاہ ہوتا ہو کما قیل۔ ع سیر عارف در دمی تا تخت شاہ + لیکن جسقدر عروج ہوتا ہو اسیقدر کمال ذات باری تعالےٰ عزوجل کو بعید و بے پایان دیکھ کر اپنے آپ کو محض نادان و گنہگار و حقیر و بیقدر جانتا جاتا ہو چنانچہ ظاہری علوم کو دیکھو کہ ہر جاہل اپنے خیالات میں مغرور ہو اور ہر عالم اپنے علم سے اپنے خالق تعالےٰ شانہ کے سامنے ہر دم عاجز و ہیچ و مجبور ہو اور لحظہ بلحظہ خوفناک و متواضع و انکساری بڑھانے والا اور عظمت الٰہی پر ایمان بڑھانے والا رہتا ہو حالانکہ یہ عالم مذکور ہنوز طفل مکتب ہو اسکو حقائق و اسرار کی خوشبو بھی نہیں پہونچی ہو پس جب حقائق معارف سے آگاہ ہو تو اپنے آپ کو محض نادان و نابود جانے بلکہ سوائے حق تعالےٰ کے بقا نہ رکھے اور یہ سب بھی اپنا ہی خیال ہوگا لہذا حقیقت عرفان حق منحصر بحق عزوجل ہو اور یہی ہر دو شیخ رحمہما اللہ تعالےٰ نے اشارہ کیا ہو اور مترجم نے اس قدر عبارت لکھکر آخر یہ اقرار کیا کہ یہاں عبارت کو گنجائش نہیں ہے جسکو اللہ تعالےٰ توفیق دے وہ سمجھ لے وہو الہادی والموفق والیہ المرجع والمآب شیخ نے لکھا کہ بڑے اکابر اولیاء الٰہی اسی گریہ وزاری میں دنیا سے گئے کہ وے اپنے گمان کے پابند ہیں لوگ جانتے ہیں کہ وے واصل ہو گئے حالانکہ وے مقام انفصال میں ایسے حال سے ہیں کہ نہ وہاں وصل ہے نہ فصل ہے وہ ذات پاک تعالےٰ شانہ در حقیقت وہ ذات ہو کہ وہاں وصل کو گنجائش نہیں جیسے وہاں فصل محال ہو بالجملہ جو کچھ کسی مخلوق کی عقل و وہم و خیال میں آوے وہاں سب محال ہے۔ ع اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم + وز ہر چہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم + دفتر تمام گشت و بپایان رسید عمر + ما ہمچنان در اول وصف تو ماندہ ایم + شیخ ابو حفص رح سے توکل کی حقیقت پوچھی گئی تو جواب دیا کہ بھلا ہم بندے کہاں کسی چیز کی حقیقت میں گفتگو کر سکتے ہیں دیکھو اللہ تعالےٰ فرماتا ہو وما یتبع اکثرہم الا ظنا۔ اور شیخ ابو عثمان رح سے پوچھا گیا کہ ظن کیا چیز ہے تو فرمایا کہ النفس اپنی مراد حاصل کرنے میں کچھ خیالات باندھتا ہو مترجم کہتا ہو کہ راہ حق سوائے اس کے نہیں کہ جو کچھ اللہ تعالےٰ و اسکے رسول محمد صلعم نے فرمایا اسپر یقین کرے ورنہ جو کچھ خیال میں لاویگا سب وہم و خیال ہوگا کیونکہ معرفت ذات و صفات حق جل جلالہ کو کوئی مخلوق اپنے قدر و انداز سے بالکل بھی نہیں جان سکتا بھلا یہ نہیں دیکھتے کہ کمہار نے جو برتن بنایا وہ برتن کسی طرح کمہار کی معرفت و حقیقت سے واقف نہیں ہو سکتا حالانکہ برتن و کمہار دونوں در حقیقت مٹی کے پتلے ہیں

اور ایک ہی ذات ہیں اور درمیان تو خالق و مخلوق میں کچھ نسبت ہی نہیں ہو لہذا جو کچھ خالق ذوالجلال والاکرام نے وحی خاص سے آگاہ فرمایا ہی برایقین و ایمان لاوین واللہ تعالے ہو الموفق اللہم ربی توفنی علی الایمان والاسلام۔ رہا یہ امر کہ وحی آلہی پہچان لینا کیونکر حاصل ہو تو روح نورانی کلام ربانی پہچانتی ہو کیونکہ قرآن مجید نور ہو اور انکی ارواح ازلی منور تو جب روح منور کو یہ نور نظر پڑا اسکے سینہ کو کمال فرحت حاصل ہوئی اسی واسطے اہل ایمان کو آیات الرحمٰن سے مزید ایمان و ایقان حاصل ہوتا ہو اور عموماً ارحم الراحمین نے معجزات باہرات سے نبوت حضرت محمد صلعم کو آفتاب کی طرح ظاہر و روشن کر دیا و بڑا معجزہ خود قرآن مجید ہو لہذا متنبہ فرمایا بقولہ تعالے

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ

اور وہ نہیں یہ قرآن کہ کوئی بنالے اللہ کے سوا اور لیکن سچا کرتا ہے اگلے کلام کو اور بیان ہے

الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا

کتاب کا جس میں کچھ شبہ نہیں جہان کے صاحب سے کیا لوگ کہتے ہیں یہ بنالایا تو کہہ تم لے آؤ ایک سورت ایسی اور پکارو

مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ

جسکو پکار سکو اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو کوئی نہیں پر جھٹلانے لگے میں جسکے سمجھنے پر قابو نہ پایا اور ابھی آئی نہیں انکی

تَاْوِيْلُهٗ ۭ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ۝

حقیقت یوں ہی جھٹلاتے رہے ان سے اگلے سو دیکھ لے کیسا ہوا آخر گنہگاروں کا

واضح ہو کہ اوپر اسی سورہ میں کفار مکہ کی درخواست در بارہ تبدیل قرآن وغیرہ بروجہ عناد و تمرد مذکور ہوئی اور یہ حرکت انکی کمال اتباع نفس و طمع حیات دنیاوی تھی کہ اندھے ہو کر کمالات علوم قرآن سے غافل تھے اور وہیں انکار کر دیا تھا بقولہ قل ما یکون لی ان ابدلہ من تلقاء نفسی الخ۔ پھر درمیان میں انکا مرض ذکر کیا کہ حیات دنیاوی پر فریفتہ اور دار السلام سے منہ موڑنے والے ہیں۔ اور اپنے خالق کو با وجود ظہور آیات کے نہیں پہچانتے یہاں تک کہ مصرح فرما دیا کہ دے جو کچھ غرہ کرتے ہیں کہ ہم تو خدا ے تعالے کا اقرار کیے ہوے ہیں اور خوب پہچانتے ہیں یہ سب انکا غلط گمان ہے اس لیے کہ معرفت الٰہی میں سے انکو کچھ حاصل نہیں سوائے اس کے کہ اپنے گمان کی پیروی کرتے ہیں پس جو کچھ اوصاف انھوں نے گمان کیے وہی ان کا خدا ہوگا اور اللہ تعالے عز و جل پاک ہے انکے مشرکانہ گمان و اوہام سے اور اس کلام میں نہایت نفیس علوم ہر مرتبہ و درجہ کے بندوں کے لیے بھی آگئے جیسا کہ ایک شمہ اس کا عرائس وغیرہ سے بطور اشارہ مذکور ہوا۔ فسبحان اللہ تعالے شانہ اس کا کلام معجز نظام کس درجہ اعجاز پر ہو کہ یہی کلام جیسا کافروں کو ہدایت ایمان کرتا ہے ویسا ہی اہل توحید و درجہ کمال پر پہونچنے والوں کو درجات توحید و مراتب قرب و کمال کی ہدایت فرماتا ہے باوجودیکہ دونوں کے درمیان بالکل عند وجنا الفتیا ظاہر ہے پس جن بندوں کو اللہ تعالے نے ایمان و ہدایت سے بصیرت عطا فرمائی ہے وہ اپنے خالق پاک کا کلام سمجھ کر نہایت شاد ہو جاتے ہیں اور عجیب اعجاز دیکھتے ہیں کہ اس کا بیان عبارت سے بہت ہی کم ممکن ہے اور صاف قولہ تعالے فاما الذین آمنوا فزادتہم ایمانا وہم یستبشرون کے معنے کھل جاتے ہیں اور کلام مجید کا اعجاز مثل آئینہ کے ظاہر ہوتا ہے۔ اللہم لک الحمد آمنا بک فاہدنا وانت الہادی وانت ارحم الراحمین۔ پس جب اس کو بیان کر دیا تو اب تحقیق جواب فرمائی۔ ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ اعجاز قرآن کا بیان ہے کہ اسکی فصاحت اور بلاغت اور کم الفاظ میں بے انتہا معنے کے بیان اور اس کی کمال حلاوت اس درجہ تک پہونچ گئی ہے کہ آدمی ہو یا فرشتہ کوئی

مخلوق ہو اُس کی ایک سورت سے مثل نہیں لاسکتا بلکہ وہ کسی بشر کے کلام سے مشابہ نہیں ہوسکتی اور بیضاوی رح نے کہا کہ اوپر کی آیت
مین گمان کی پیروی سے ممانعت کرنے کے بعد اب اُس چیز کا بیان ہے جس کی پیروی کرنا فرض ہے مترجم کہتا ہے کہ ان سب اقوال کا
مآل ایک ہے چنانچہ خطیب رح نے کہا کہ قولہ قل ما یکون لی ان اُبدلہ من تلقاء نفسی الخ پر عطف کر کے فرمایا۔ وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ
یُّفْتَرٰی مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ اور نہین ہے یہ قرآن افترا سوائے اللہ تعالےٰ کے دوسرے کی طرف سے یعنے کفار مکہ نے جو گمان کیا تھا کہ محمد صلعم یہ
قرآن مجید اپنی طرف سے بناتے ہین اسی واسطے اُنسے درخواست کی تھی کہ دوسرا بناؤ یا بدل دو تو پہلے اُنکو جواب دیا تھا کہ مین بدل نہین سکتا
پھر درمیان مین ایسا کلام فرمایا جس کے معانی و بلاغات درجہ اعجاز سے متجاوز ہین تاکہ اُس مین غور کر کے جان لین کہ ایسا کلام اس حکمت
کے ساتھ کسی بشر کی مجال نہین ہے پھر یہان صاف فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کے سوائے کسی دوسرے کی طرف سے یہ قرآن افترا نہین ہوسکتا
بلکہ حقیقت مین وہ اللہ تعالےٰ عز و جل کی طرف سے وحی خاص ہے کسی مخلوق نے اس کو بنا کر اللہ تعالےٰ کی طرف نسبت نہین کیا تاکہ افترا
ہووے کیونکہ ایسے اعجاز پر کسی مخلوق کو قدرت نہین پھر تاکید فرمائی بقولہ۔ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ؛ سے ولکن
کان ہو تصدیق الکتب التی حاصلۃ بین یدیہ۔ لیکن ولیکن یہ قرآن تصدیق ہے اُن کتابون آسمانی کی جو اُس کے پہلے اُتری ہین جیسے
توراۃ و انجیل وغیرہ۔ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ اے تفصیل ما کتب اللہ لعباده من الاحکام۔ اور تفصیل ہے اُن احکام کی جو اللہ تعالےٰ نے اپنے
بندون پر لازم کیے ہین۔ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ کچھ شک نہین ہے اس مین رب العلمین کی طرف سے یعنی اسکا تصدیق ہونا یا وحی
ہونا رب العالمین کیطرف سے ہو اس مین کچھ شک نہین ہے کیونکہ محمد صلعم محض اُمّی تھے لکھنے پڑھنے نہ تھے اور باوجود اسکے جو احکام اگلی امتون
پر تھے اور ان مین سے جسقدر آسان کر دیے گئے اور جو کچھ مین حلال و ایمان کے احکام مضبوط اُتارے گئے سب اسمین واضح بیان ہین اور جس کو
اگلی کتابون کے عالمون نے اپنی خواہش نفسانی سے یا باہمی اختلاف سے بدلا یا بگاڑا تھا اُنکا اس مین صاف فیصلہ کر دیا چنانچہ یہودی و نصرانی
عالم لوگ اس کا اقرار کرتے ولیکن عداوت سے ظاہر نہین کرتے تھے چنانچہ اللہ تعالےٰ عالم الغیب نے اُنکا یہ کر بھی اُنکے روبرو صاف صاف
کھول دیا اور ایسے ہی کفار مکہ جو محض جاہل اور اپنی بلاغت و فصاحت پر بہت اترایا کرتے تھے دل مین اسکے اعجاز بیان کے قائل تھے چنانچہ اُنکو
الزام دیا بقولہ تعالےٰ۔ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ کیا وے کہتے ہین محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو بنا لیا۔ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ تو کہدے کہ
اگر بات یون ہی ہے جیسے تم کہتے ہو تو لے آؤ کوئی سورۃ اسکے مثل یعنے تمام علوم آلہی جو اسکے اندر بھرے ہین اگر وہ تم کو بسبب کفر کے نظر نہین آتے
کہ تم کو اُس کا اعجاز کھل جاوے تو اسکی فصاحت و بلاغت بھی اعجاز ہو جو آدمی سے ناممکن ہے پس اگر ممکن ہو جیسا کہ تم دعوی کرتے ہو تو تم بھی
اسکے مثل کوئی سورۃ لاؤ کیونکہ محمد صلعم تو بالکل امی ہین اور تم مین سے بہتیرے پڑھے لکھے اور اپنی بلاغت کے مدعی ہین اور محمد صلعم اکیلے ہین اور
تم بہت لوگ ہو اور اسپر بھی فرمایا۔ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور پکارو اسکو جو تمہارے امکان مین ہو سوائے اللہ تعالےٰ کے
یعنے تمام دنیا کے آدمی اور جن وغیرہ جتنے تم کو مل سکین سب کو اپنی مدد کے واسطے بلا کر قرآن کی ایک سورۃ کے مثل لاؤ۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ
اگر تم سچے ہو یعنی اگر سچے دل سے کہتے ہو کہ محمد صلعم نے اسکو اپنی طرف سے بنا لیا اور جھوٹ دھرمی نہین کرتے ہو تو تم بھی ایسی ایک سورۃ بناؤ کیونکہ تم بھی
عربی اور فصاحت و بلاغت کے بڑے مدعی ہو بلکہ تم سب اور جہان کے جتنے لوگ تم کو ملین سب ملکر لاؤ۔ خطیب رح وغیرہ نے لکھا کہ قرآن
کے مثل لانے پر چہار مرتبہ تحدی کی گئی۔ اول پورے قرآن کی۔ کما فی قولہ تعالےٰ قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ہذا القرآن لا یاتون
بمثلہ ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا۔ دوم دس سورتون سے کما فی قولہ فاتوا بعشر سور مثلہ مفتریات الآیۃ۔ سوم ایک ہی سورت پر جیسا کہ فرمایا۔ فاتوا

اور ایک ہی ذات ہیں اور یہاں تو خالق و مخلوق میں کچھ نسبت ہی نہیں ہے لہذا جو کچھ خالق ذوالجلال والاکرام نے وحی خاص سے آگاہ فرمایا ہی
بریقین و ایمان لاویں واللہ تعالے ہو الموفق اللھم ربی توفنی علی الایمان والاسلام بدانیہ امر کہ وحی الٰہی پہچان لینا کیونکر حاصل ہو تو روح نورانی
کلام ربانی پہچانتی ہے کیونکہ قرآن مجید نور ہے اور انکی ارواح ازلی منور تو جب اروح منور کو یہ نور نظر پڑا اسکے سینہ کو کمال فرحت حاصل ہوئی اسی
واسطے اہل ایمان کو آیات الرحمن سے مزید ایمان و ایقان حاصل ہوتا ہے اور جو ہوا ارحم الراحمین نے معجزات باہرات سے نبوت حضرت محمد صلعم کو آفتاب کی
طرح ظاہر و روشن کر دیا اور بڑا معجزہ خود قرآن مجید ہے لہذا متنبہ فرمایا بقولہ تعالے

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ

اور وہ نہیں یہ قرآن کہ کوئی بنالے اللہ کے سوا اور لیکن سچا کرتا ہے اگلے کلام کو اور بیان ہے

الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا

کتاب کا جس میں کچھ شبہ نہیں جہان کے صاحب سے کیا لوگ کہتے ہیں یہ بنالایا تو کہہ تم لے آؤ ایک سورت ایسی اور پکارو

مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ

جسکو پکار سکو اللہ کے سوائے اگر تم سچے ہو کوئی نہیں پر جھٹلانے لگے میں جسکے سمجھنے پر قابو نہ پایا اور ابھی آئی نہیں اسکی

تَاْوِيْلُهٗ ۭ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ۝

حقیقت یوں ہی جھٹلاتے رہے ان سے اگلے سو دیکھ لے کیسا ہوا آخر گنہگاروں کا

واضح ہو کہ اوپر اسی سورہ میں کفار مکہ کی درخواست درباره تبدیل قرآن وغیرہ بر وجہ عناد وتمرد مذکور ہوئی اور یہ حرکت انکی کمال اتباع نفس
وطمع حیات دنیاوی تھی کہ اندھے ہو کر کمالات علوم قرآن سے غافل تھے اور ردہیت انکار ذکر دیا تھا بقولہ قل مایکون لی ان ابدلہ من تلقاء
نفسی الخ۔ پھر درمیان میں انکا مرض ذکر کیا کہ حیات دنیاوی پر فریفتہ اور دارالسلام سے منہ موڑنے والے ہیں۔ اور اپنے خالق کو باوجود
ظہور آیات کے نہیں پہچانتے یہاں تک کہ مصرح فرما دیا کہ وہ جو کچھ عزہ کرتے ہیں کہ ہم تو خدا ے تعالے کا اقرار کیے ہوئے ہیں اور خوب
پہچانتے ہیں یہ سب انکا غلط گمان ہے اس لیے کہ معرفت الٰہی میں سے انکو کچھ حاصل نہیں سوائے اس کے کہ اپنے گمان کی پیروی کرتے
ہیں پس جو کچھ اوصاف انھوں نے گمان کیے وہی ان کا خدا ہوگا اور اللہ تعالے عزوجل پاک ہے انکے مشرکانہ گمان واوہام سے اور اس
کلام میں نہایت نفیس علوم ہر مرتبہ و درجہ کے بندوں کے لیے بھی آ گئے جیسا کہ ایک شمہ اس کا عرائس وغیرہ سے بطور اشارہ مذکور ہوا۔
فسبحان اللہ تعالے شانہ اس کا کلام معجز نظام کس درجہ اعجاز پر ہے کہ یہی کلام جیسا کافروں کو ہدایت ایمان کرتا ہے ویسا ہی اہل توحید
و درجہ کمال پر پہونچنے والوں کو درجات توحید و مراتب قرب و کمال کی ہدایت فرماتا ہے باوجودیکہ دونوں کے درمیان بالکل ضد یعنی الغیتہ
ظاہر ہے پس جن بندوں کو اللہ تعالے نے ایمان و ہدایت سے بصیرت عطا فرمائی ہے وہ اپنے خالق پاک کا کلام سمجھ کر نہایت شاد ہو جاتے
ہیں اور عجیب اعجاز دیکھتے ہیں کہ اس کا بیان عبارت سے بہت ہی کم ممکن ہے اور صاف قولہ تعالے فاما الذین آمنوا فزادتھم ایمانا وھم
یستبشرون کے معنے کھل جاتے ہیں اور کلام مجید کا اعجاز مثل آئینہ کے ظاہر ہوتا ہے۔ اللھم لک الحمد آمنا بک فاھدنا وانت الھادی وانت
ارحم الراحمین۔ پس جب اس کو بیان کر دیا تو آپ تحقیق جواب فرمائی۔ ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ اعجاز قرآن کا بیان ہے کہ اسکی فصاحت
اور بلاغت اور کم الفاظ میں بے انتہا معنے کے بیان اور اس کی کمال حلاوت اس درجہ تک پہونچ گئی ہے کہ آدمی ہو یا فرشتہ کوئی

مخلوق ہو اُس کی ایک سورت سے مثل نہیں لا سکتا بلکہ وہ کسی بشر کے کلام سے مشابہ نہیں ہو سکتی اور بیضاوی رح نے کہا کہ اوپر کی آیت میں گمان کی پیروی سے ممانعت کرنے کے بعد اب اُس چیز کا بیان ہے جس کی پیروی کرنا فرض ہے مترجم کہتا ہے کہ ان سب اقوال کا مآل ایک ہے چنانچہ خطیب رح نے کہا کہ قولہ قل ما یکون لی ان ابدلہ من تلقاء نفسی الخ پر عطف کر کے فرمایا۔ وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ اور نہیں ہے یہ قرآن افترا سوائے اللہ تعالیٰ کے دوسرے کی طرف سے یعنی کفار مکہ نے جو گمان کیا تھا کہ محمد صلعم یہ قرآن مجید اپنی طرف سے بناتے ہیں اسی واسطے اُنسے درخواست کی تھی کہ دوسرا بناؤ یا بدل دو تو پہلے اُنکو جواب دیا تھا کہ میں بدل نہیں سکتا پھر درمیان میں ایسا کلام فرمایا جس کے معانی و بلاغات درجہ اعجاز سے متجاوز ہیں تاکہ اُس میں غور کر کے جان لیں کہ ایسا کلام اس حکمت کے ساتھ کسی بشر کی مجال نہیں ہے پھر یہاں صاف فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے سوائے کسی دوسرے کی طرف سے یہ قرآن افترا نہیں ہو سکتا بلکہ حقیقت میں وہ اللہ تعالیٰ عز وجل کی طرف سے وحی خاص ہے کسی مخلوق نے اس کو بنا کر اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت نہیں کیا تاکہ افترا ہووے کیونکہ ایسے اعجاز پر کسی مخلوق کو قدرت نہیں پھر تاکید فرمائی بقولہ۔ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ اے ولکن کان ہو تصدیق الکتب التی حاصلۃ بین یدیہ۔ یعنی ولیکن یہ قرآن تصدیق ہے اُن کتابوں آسمانی کی جو اُس کے پہلے اُتری ہیں جیسے توراۃ و انجیل وغیرہ۔ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ اے تفصیل ما کتب اللہ لعبادہ من الاحکام۔ اور تفصیل ہے اُن احکام کی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر لازم کیے ہیں۔ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ کچھ شک نہیں ہے اس میں رب العلمین کی طرف سے یعنی اسکا تصدیق ہونا یا وحی ہونا رب العالمین کیطرف سے ہو اس میں کچھ شک نہیں ہے کیونکہ محمد صلعم محض اُمّی تھے لکھتے پڑھتے نہ تھے اور باوجود اسکے جو احکام اگلی امتوں پر تھے اور ان میں سے جسقدر آسان کر دیے گئے اور جو کچھ میں مدل و ایمان کے احکام مضبوط اُتارے گئے سب اسمیں واضح بیان ہیں اور جن کو اگلی کتابوں کے عالموں نے اپنی خواہش نفسانی سے یا باہمی اختلاف سے بدلا یا بگاڑا تھا اُنکا اس میں صاف فیصلہ کر دیا چنانچہ یہودی و نصرانی عالم لوگ اس کا اقرار کرتے ولیکن عداوت سے ظاہر نہیں کرتے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب نے اُنکا یہ کر بھی اُنکے روبرو صاف صاف کھول دیا اور ایسے ہی کفار مکہ جو محض جاہل اور اپنی بلاغت و فصاحت پر بہت اترایا کرتے تھے دل میں اسکے اعجاز بیان کے قائل تھے چنانچہ انکو الزام دیا بقولہ تعالیٰ۔ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ کیا وے کہتے ہیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو بنا لیا۔ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ تو کہدے کہ اگر بات یوں ہی ہے جیسے تم کہتے ہو تو لے آؤ کوئی سورۃ اسکے مثل یعنی تمام علوم کی جو اسکے اندر بھرے ہیں اگر وہ تم کو بسبب کفر کے نظر نہیں آتے کہ تم کو اُس کا اعجاز کھل جاوے تو اسکی فصاحت و بلاغت بھی اعجاز ہے لہذا آدمی سے ناممکن ہے پس اگر ممکن ہو جیسا کہ تم دعوی کرتے ہو تو تم بھی اسکے مثل کوئی سورہ لاؤ کیونکہ محمد صلعم تو بالکل امی ہیں اور تم میں سے بہتیرے پڑھے لکھے اور اپنی بلاغت کے مدعی ہیں اور محمد صلعم اکیلے ہیں اور تم بہت لوگ ہو اور اسپر بھی فرمایا۔ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور پکارو اسکو جو تمہارے امکان میں ہو سوائے اللہ تعالیٰ کے یعنے تمام دنیا کے آدمی اور جن وغیرہ جتنے تم کو مل سکیں سب کو اپنی مدد کے واسطے بلا کر قرآن کی ایک سورۃ کے مثل لاؤ۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر تم سچے ہو یعنی اگر سچے دل سے کہتے ہو کہ محمد صلعم نے اسکو اپنی طرف سے بنا لیا اور جھوٹ دعوی نہیں کرتے ہو تو تم بھی ایسی ہی سورۃ بناؤ کیونکہ تم بھی عربی اور فصاحت و بلاغت کے بڑے مدعی ہو بلکہ تم سب اور جہان کے جتنے لوگ تم کو ملیں سب ملکر لاؤ۔ خطیب رح وغیرہ نے لکھا کہ قرآن کے مثل لانے پر چھ مرتبہ تحدی کی گئی۔ اول پورے قرآن کی۔ کما فی قولہ تعالیٰ قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ہذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا۔ دوم دس سورتوں سے کما فی قولہ۔ فاتوا بعشر سور مثلہ مفتریات الآیۃ۔ سوم ایک ہی سورت پر جیسا کہ فرمایا فاتوا

بسورۃ مثلہ۔ چہارم ایک بات پر کہا قال تعالے فلیاتوا بحدیث مثلہ الآیۃ۔ اور پنجم ایسے شخص کی طرف سے جسنے آنحضرت صلعم کے مثل کسی سے
سیکھا پڑھا ہو۔ کما فی قولہ تعالے۔ فاتوا بسورۃ من مثلہ الآیۃ اے من مثل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ششم۔ یہ کہ کسی مخلوق کی طرف سے چاہے
امی ہو یا نہو اور چاہے کتنے مددگار کر لیوے اُس کے مثل لاوے جیسے اس مقام کی آیت میں فرمایا اور سورہ بقر میں بعد تحدی کے یہ بھی خبر دیدی
کہ ہرگز اسکے مثل نہ لاوینگے حالانکہ فصاحت اور بلاغت اہل عرب کی جبلت ہے اور بڑے بڑے دعوے کے قصائد خانہ کعبہ کے دروازہ پر
لٹکاتے تھے ولیکن باوجود اس قدر تحدی کے قرآن کی ایک سورۃ کی مثل لانے پر قادر نہوئے اور کہاں سے قدرت پاتے کہ اللہ تعالے
خالق فصاحت و بلاغت بلکہ فصیح و بلیغ کے خالق کی طرف سے ایسا موجز کلام آیا جسکا مقابلہ ممکن نہیں ہے لہذا اسکی بلاغت پر عرب بکثرت
ایمان لائے اسی واسطے وہی لوگ اسکو خوب جاننے والے اور خوب سمجھنے والے اور نہایت ہی مطیع و منقاد تھے اور یہ واقعہ ساحران موسی
کے مانند ہوا چنانچہ جب ساحروں نے عصاے موسی کا معجزہ دیکھا اور وے فنون سحر کو خوب جانتے تھے تو یقین صاف کر گئے کہ یہ جادو نہیں اور
نہ آدمی اسکی طاقت رکھتا ہے لہذا کمال یقین کے ساتھ ایمان لائے اور فرعون کے قتل کرنے اور سولی دینے کی کچھ پرواہ نہ کی اور ایسی ہی اللہ عز و جل نے
ہر زمانہ میں اُس زمانہ کے دعوی کرنے والوں کے موافق اُنکے عاجز کرنے کو ویسے ہی معجزہ دیکر اپنے انبیا کو مبعوث فرمایا چنانچہ حضرت عیسی علیہ السلام کے
زمانہ میں طب کا بہت زور تھا تو جالینوس وغیرہ کے عاجز کرنیکے لیے عیسی علیہ السلام کو باذن الہی مردہ زندہ کرنے اور اندھے اور کوڑھی اچھے کرنے کا
معجزہ دیا تمام طبیب حیران اور عاجز رہے اور پہچاننے والے پہچان گئے کہ یہ بندہ خدا اسکا رسول ہے اور واضح ہو کہ جو معجزات انبیا سابقین کو دیے
گئے وہ خالی محسوسات تھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو شق القمر وغیرہ کے مانند بہت سے محسوس معجزہ بھی عطا ہوئے اور بہت سے معنوی معجزہ بھی
عطا ہوئے اور سب سے بڑا معجزہ قرآن کا تا قیامت باقی و پائدار ہے اور محسوس و معنوی دونوں کا جامع ہے اسی واسطے صحیح میں آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم سے روایت ہے کہ فرمایا۔ ما من نبی من الانبیاء الا وقد اوتی من الآیات ما امن علی مثلہ البشر وانما کان الذی اوتیتہ وحیا اوحاہ اللہ الی فارجوا
ان اکون اکثرہم تابعا۔ رواہ البخاری وغیرہ یعنی انبیا میں سے ہر ایک کو کوئی معجزہ ایسا دیا گیا کہ ویسے معجزہ پر آدمی ایمان لایا اور مجھے جو عطا ہوا ہے
تو وحی خالص ہے کہ اللہ تعالے نے مجھے وحی فرمائی پس مجھے امید ہے کہ ان سب سے میرے پیرو بہت ہوں مترجم کہتا ہے کہ بفضل الہی ایسا ہی واقع
ہونا معلوم ہوتا ہے اور مراد تابعین سے واقعی پیرو مراد ہیں خالی نام کے تابع نہیں لہذا نصرانی جو حضرت عیسی علیہ السلام کے امتی ہونیکا دعوی
کرتے ہیں خالی نام کے ہیں واقعی کوئی بھی نہیں ہے سواے اُن اصحاب عیسی ع کے جو انپر توحید اسلام کے ساتھ ایمان لائے تھے اور وے بہت
تھوڑے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تابعین ماشاء اللہ سب توحید پر ہیں لہذا تبعین موسی جو باقی انبیا سے بہت ہونگے وے بھی
تابعین آنحضرت صلعم سے تھوڑے ہونگے جیسا کہ دوسری حدیث صحیح میں منصوص ہے۔ بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ اے بل سارعوا
الی التکذیب بما لم تبلغ معانیہ اذہانہم۔ بلکہ جلدی کی انھوں نے ایسی چیز کے جھٹلانے میں جسکے معانی ہنوز انکے ذہن میں نہیں آئے تھے۔ یعنے
قرآن کو سنتے ہی بدون اسکے کہ جو کچھ اس میں معانی ہیں انکو جانیں پہلے اسکو جھٹلانے لگے یا قولہ بما لم یحیطوا بعلمہ۔ سے حشر و قیامت و دوزخ و جنت وغیرہ
ایسی چیزیں مراد ہیں جنپر انکا اعتقاد نہ تھا پس معنی یہ کہ قرآن کے اعجاز بلاغت کے معترف ہیں لیکن انھوں نے ایسی چیزوں کو جھٹلایا جنکے علم سے بے خبر ہیں۔
وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ اور ہنوز انکے پاس اس چیز کی تاویل نہیں آئی یعنے بدون غور کیے قرآن کو جھٹلایا اور جو وعدہ و عید اسمیں مذکور ہیں انکی
تاویل یعنے انجام میں جو واقع ہوگا وہ ابھی واقع نہیں ہوا۔ یا اپنے اعتقاد کے خلاف باتوں کو جھٹلایا جنکی تاویل ابھی نہیں آئی بلکہ اپنے وقت مقدر پر
آویگی۔ حاصل آنکہ جو غیب کی خبریں اسمیں ہیں ہنوز واقع نہیں ہوئیں تا کہ تصدیق کر لیتے اس جہت سے جھٹلاتے ہیں حالانکہ انکو اللہ تعالے واس کے رسول

کی خبر غیب بالیقین لاناغرض تھا بیضاوی رح نے لکھا کہ معنی یہ ہیں کہ قرآن مجید اپنے نظم و معانی دونوں راہ سے معجزہ ہے لفظ سے تو ظاہر ہے اور معنی وہ اخبار غیب ہیں جو آئیں مذکور ہیں تو براہ اعجاز نظم انکو اقرار تھا جبکہ اسکی مثل نہیں لاسکتے تھے اور براہ معنی چونکہ ابھی واقع نہیں ہوا اور انکے اعتقاد کے خلاف تھا تو ناگاہ بدون غور و فکر کے اسکو جھٹلانے لگے۔ قال البیضاوی اور حرف لمّا میں ایک توقع ہے یعنی جب مکرر بار بار انکو تحدی کی گئی اور بڑے سب طرح کوشش کر کے معارضہ سے تھک گئے تو اسکا اعجاز ظاہر ہو گیا اسکی بعض خبریں آخر مطابق واقع ہوئی گئیں اور بار بار تجربہ کر کے آخر عاجز ان گئے لیکن بعضے ازلی کافر اپنی سخت جہالت و خواہش نفس سے براہ تمرد و عناد منکر رہے چنانچہ ابوجہل اس شرم و عار سے انکار کرتا تھا کہ ہم لوگ ایمان لاویں تو بنوہاشم کے تابع نہیں حالانکہ ہم انکے برابر ہیں اور یہ اقرار کرتا تھا کہ بیشک محمد سچے ہیں لیکن کہتا کہ ہم نے کوشش کر کے برابری کر لی ہے اب ہم بنوہاشم کے تابع نہیں ہونگے۔ مترجم کہتا ہے کہ باوجود اقرار اعجاز کے بتوں وغیرہ کا اعتقاد اور قیامت و حشر و جزا کا انکار ان میں ایسا جم رہا تھا کہ اپنی جہالت نہیں سمجھتے بلکہ قرآن کو جادو کہتے تھے قال تعالیٰ۔ کَذٰلِکَ کَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ایسے ہی جھٹلایا ان لوگوں نے جو ان کافروں سے پہلے گذرے ہیں یعنے اگلی امتوں نے بھی اپنے رسولوں کو علوم غیب و ایمان کی تاویل واقع ہونے سے جھٹلایا۔ فَانْظُرْ کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِیْنَ سو تو دیکھ کہ کیا انجام ہوا ظالموں کا یعنی کیسے عذاب سے ہلاک ہوئے۔ تنبیہ اس میں کافروں کو بھی وعید ہے۔ فانظر کا خطاب آنحضرت صلعم کو دو وجہ سے ہے اول یہ کہ وحی آئی سے آپکو اگلوں کا انجام معلوم تھا دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی نظر سے پردہ اٹھا دیا تھا تو اگلوں کا عذاب دیکھ لیتے تھے اور بہت سی احادیث اسپر دلالت کرتی ہیں فافہم واللہ اعلم۔ ف فی العرائس قولہ تعالیٰ بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمہ الآیۃ یعنی ابن عطاء نے بیان فرمایا کہ کافر وہ ہیں جنکو کچھ معرفت نہیں ہے وہ علوم غیبیہ کے ادراک سے بالکل عاجز ہیں اور اہل معرفت کی روحانی اور ملکوتی زبانیں ان اسرار باطنی کی ہیں اور یہ اسرار صفات و ذات ہیں اور کفار چونکہ اہل حجابات تھے اسی واسطے حقائق خطاب جو اولیاء الٰہی کی زبان پر جاری ہیں انکو روا جانا کافروں نے جھٹلایا اور اس میں اشارہ ہے کہ جن قوموں کے دلوں میں ایمان راسخ نہیں وہ کبھی نور معرفت تک نہ پہنچے اور کرامات اولیاء و فراسات اہل کشف سے منکر ہوتے ہیں۔ کما قال تعالیٰ واذ لم یہتدوا بہ فسیقولون ہذا افک قدیم الآیۃ بعض نے فرمایا کہ اقسام یقین اور ایمان و انواع کرامات جو اولیاء اللہ کو عطا ہوئے ہیں انسے یہ قوم محروم ہو کر منکر ہوگئی اور ابوتراب نخشبی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے جو دل دور ہوتے ہیں وہ ایسے بندوں سے بغض رکھتے ہیں جو حقوق الٰہی پر قائم ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ لوگ جس بات کو نہیں جانتے اسکے دشمن ہو جاتے ہیں بعض رحمہ اللہ نے خبر غیب وغیرہ سے آگاہ فرمایا۔ انتہی۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ۚ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ۝ وَاِنْ كَذَّبُوْكَ

اور کوئی نہیں یقین کرے گا اسکو | اور کوئی یقین نہ کریگا | اور تیرا رب خوب معلوم ہے شرارت والے | اور اگر تجھ کو جھٹلاویں

فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْٓـــُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝

تو کہہ میرا کام مجھ کو اور تمہارا کام تم کو | تم پر ذمہ نہیں میرے | کام کا | اور مجھ پر ذمہ نہیں | جو تم کرتے ہو

وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ضمیر ہم جھٹلانے والوں کی طرف راجع ہے جیسا کہ بیضاوی رح نے کہا یا اہل مکہ کی طرف راجع ہے جیسا مفسر رح نے اختیار کیا اور ظاہر یہ ہے کہ نزول کلام اہل مکہ کے حق میں ہے تو اس اعتبار سے قول مفسر صحیح ہے اور شمول حکم کا تا اہل مکہ کے قیامت تک سب جھٹلانے والوں کو ہے تو قول بیضاوی بھی صحیح ہے اور یؤمن صیغہ مضارع محتمل حال و استقبال ہے اور ایمان کا ترجمہ یقین بھی ہے یقین قلبی یعنی ایمان شرعی دونوں ہو سکتا ہے اسیواسطے اسکی تفسیر میں دو قول ہیں اول یہ کہ مضارع بمعنی حال اور ایمان

یعنی تصدیق قلبی ہے تو یہ معنی ہوے کہ قرآن کے تمام جھٹلانے والوں یا اہل مکہ میں سے بعض وہ شخص ہے کہ اپنے دل میں اُسکو سچ جانتا ہے ولیکن عناد سے
اقرار نہیں کرتا۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ۔ اور انہیں سے بعض وہ ہے کہ اسکی تصدیق نہیں کرتا یعنی جسنے کچھ بھی غور کیا وہ اُسکے سچ ہونے سے واقف ہوا
ولیکن عناد میں گرفتار رہا اور بعض بسبب اپنی غباوت اور کج فہمی کے بالکل منکر رہا اور حقیقت میں یہ دونوں مفسد ہیں اسیواسطے تہدید فرمائی بقولہ
تعالےٰ۔ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ اور تیرا رب خوب جانتا ہے مفسدوں کو یعنی اُنکو اُنکے فعل بد کی سزا دیگا۔ اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ مضارع
بمعنی استقبال و ایمان بمعنی شرعی ہو اور یہ علم الٰہی کی خبر غیب ہے اور اسی کو مفسر وغیرہ نے اختیار کیا پس معنی قولہ ومنہم من یؤمن بہ یعنی بعض اہل مکہ میں
سے وہ ہے کہ قرآن پر ایمان لاویگا اور اپنے کفر سے توبہ کرکے مومن بمعنی مسلم ہو جاویگا پس وہ علم الٰہی میں مرد صالح ہے و معنی قولہ ومنہم من لا یؤمن بہ۔ اور
بعض اہل مکہ سے وہ ہے کہ اسپر کبھی ایمان نہ لاویگا بلکہ اپنے کفر پر مصر رہکر مرجاویگا اور ایسے ہی لوگ علم الٰہی میں مفسد ہیں جنکو خاتمہ آیت سے تہدید فرمائی
ہے۔ وَاِنْ كَذَّبُوْكَ اور اگر تجھکو جھٹلاویں یعنی اُنپر حجت قائم ہونے کے بعد بھی تیرے جھٹلانے پر اڑے رہیں تو فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ کہدے انسے
کہ میرے لیے میرے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں یعنی اُنسے بالکل برأت کرلے اور معنی یہ کہ میرے لیے میرے کاموں کا بدلا ہے اور تمکو تمہارے
کاموں کا بدلا دیا جاویگا نیک یا بد جو کچھ کروگے اسکی جزا و سزا پاؤگے۔ اَنْتُمْ بَرِيْٓـــُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ تم اُس سے بری ہو جو میں کرتا ہوں یعنی ان میرے اعمال میں
تم گرفتار نہوگے۔ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ اور میں اُس سے بری ہوں جو تم کرتے ہو یعنی میں تمہارے اعمال میں گرفتار نہونگا بعض علما نے کہا کہ مقصود اس کلام
سے زجر ہے اور بعض نے کہا کہ نرمی و ملاطفت سے اُنکو راہ راست کی طرف جھکایا اور بیضاوی رہ نے کہا کہ اس کلام میں چونکہ یہ وہم ہوتا ہے کہ کافروں کو ہدایت
کرنے سے اعراض کیا گیا اور اُنکو اُنکی راہ پر چھوڑ دیا گیا اسیواسطے بعض نے کہا کہ یہ حکم آیت السیف سے یعنے عام حکم جہاد سے منسوخ ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ تاویل
مقاتل رہ و کلبی رہ سے منقول ہے اور مدار اسکا یہ کہ ہر ایک اپنی راہ پر جو چاہے کرے بمانند قولہ لکم دینکم ولی دین۔ اور اسی کو مفسر رحمہ اللہ نے اختیار کیا
اور کلام بیضاوی رہ سے اس قول کا ضعف ظاہر ہے اور رازی رہ نے کہا کہ یہ تاویل بعید ہے اس لیے کہ ناسخ وہ آیت ہوتی ہے جس سے منسوخ کا حکم
اُٹھ جاوے اور یہاں مرتفع نہیں ہوتا کیونکہ آیہ کے یہ معنی ہیں کہ ہر ایک جیسا کام کرے اُسکا ثمرہ ثواب یا عذاب پاویگا اور یہ بات برابر جاری ہے آیت الجہاد
نے اس حکم کو نہیں اُٹھایا پس یہ قول ٹھیک نہیں ہے بلکہ آیت محکم ہے پھر اللہ تعالےٰ نے اہل کفر و فساد کو خواہ مخواہ تصدیق پر آمادہ کرنے سے اعراض کی
حکمت کا اشارہ فرمایا بقولہ تعالےٰ۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ ۭ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ

اور بعضے اُنمیں کان رکھتے ہیں تیری طرف بھلا تو سناویگا بہروں کو اگرچہ بوجھ نہ رکھتے ہوں اور بعضے اُنمیں نگاہ کرتے ہیں

اِلَيْكَ ۭ اَفَاَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَـيْـــًٔا وَّلٰكِنَّ

تیری طرف کیا تو راہ دکھلاویگا اندھوں کو اور اگرچہ سوجھ نہ رکھتے ہوں اللہ ظلم نہیں کرتا لوگوں پر کچھ لیکن

النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝

لوگ اپنے آپ ظلم کرتے ہیں

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ اور بعض اُن میں سے وہ ہیں کہ تیری طرف کان لگاتے ہیں یعنی جب تو قرآن پڑھتا ہے اور شرائع
سکھلاتا ہے اور دین اور دنیا کی نافع احادیث فرماتا ہے تو تیری طرف کان لگاتے ہیں ولیکن قبول نہیں کرتے مانند ایسے بہرے کے جو بالکل
کچھ نہیں سنتا پس تو انکو کیونکر سنا سکتا ہے۔ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ بھلا کیا تو سنا سکتا ہے بہرے کو۔ کافروں کو بہرے سے اس بات میں

تشبیہ دی کہ ان کو حق بات سننے سے کچھ نفع نہ ہوا گویا بہرے کی طرح اُنھوں نے کچھ نہیں سنا اور انکو انتفاع نہ ہونا بمشیت الٰہی ہے لہذا
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ ممکن نہیں پس استفہام انکاری ہے یعنے تو بہروں کو کچھ نہیں سنا سکتا۔ وَلَوْ كَانُوا لَا يَعْقِلُونَ اور اسپر
زیادتی یہ کہ وے بے عقل ہوں یعنی ایک تو بہرے اور اسکے ساتھ ناسمجھ بھی تو یہ بہروں سے بھی بڑھکر ہوئے کیونکہ سمجھدار بہرا بھی فراست سے
علم حاصل کر لیتا ہے بخلاف ان کافروں کے کہ باوجود ایسے فصیح و بلیغ و واضح و منور دلائل توحید و معجزات نبوت کے رسالت سے منکر اور قرآن سے
کافر اور اپنے خالق سے جسنے انکو پیدا کیا مُنھ موڑ گئے۔ بیضاوی رح نے کہا کہ اس کلام میں تنبیہ ہے کہ سننے اور کان لگانے کا حقیقی فائدہ یہ ہے
کہ اصل مقصود سمجھ میں آجاوے اسی واسطے کسی جانور کو متمتع نہیں کہتے ہیں پس استماع یوں ہی ہوتا ہے کہ جتنے خطرات اور ہوس و شہوات ہیں ان
سب سے عقل کو سلیم کر کے کلام میں غور کرے اسی واسطے چونکہ کافروں کی عقلیں وہم و خواہش دنیاوی و باپ دادوں کی تقلید وغیرہ کے
امراض سے بیمار ہو رہی تھیں انکو حکمتہائے الٰہی اور معانی دقیقہ سمجھنا متعذر ہو گیا پس خالی الفاظ کی روانی سے انکو کچھ اور فائدہ نہ ہوا سوائے
اتنی بات کے کہ جیسے چرواہے کی بانگ سے بھیڑ و بکری وغیرہ جانوروں کو کچھ تنبیہ ہوتی ہے لیکن کچھ سمجھتے نہیں ہیں۔ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْظُرُ إِلَيْكَ
اور بعض ان میں سے وہ ہے جو تیری طرف دیکھتا ہے یعنے تیرے اخلاق و شمائل اور اپنے خالق عز و جل کی طاعت وغیرہ تیرے نبی ہونے کی
دلیلوں کو آنکھوں دیکھتے ہیں لیکن تصدیق نہیں کرتے کیونکہ انکو بصیرت نہیں ہے خالی نظر ہے جیسے کسی جانور کو کوئی کتاب دکھلائی جاوے
تو اسکا دیکھنا بے فائدہ ہے گویا وہ اندھا ہے لہذا فرمایا۔ أَفَأَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ بھلا کیا تو راہ دکھلا سکتا ہے اندھوں کو یعنی ایسے لوگوں کو
جنکا دیکھنا ایسا بے فائدہ ہے گویا وہ دیکھنے سے اندھے ہیں۔ وَلَوْ كَانُوا لَا يُبْصِرُونَ اور اسپر بڑھکر یہ کہ وہ بصیرت نہ رکھتے ہوں یعنی آنکھوں کی
بینائی نہ ہونے پر یہ اور زیادتی ہو کہ دل کی بینائی بھی نہیں رکھتے کیونکہ دیکھنے کا اصلی مقصود یہ ہے کہ عبرت حاصل ہو اور کافروں کو کچھ حاصل
نہ ہوا اسی واسطے انکو اندھوں سے اس بات میں تشبیہ دی کہ وے سیدھی راہ نہیں پاتے بلکہ اندھوں سے بھی بدتر ہیں کیونکہ عقلمند اندھا
دلی بینائی سے ایسی بات سمجھتا ہے جو احمق آنکھوں والے کو حاصل نہیں ہوتی بلکہ دلی بینائی وہی اصل ہے ولذا قال تعالے فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى
الْأَبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ الآیۃ۔ بیضاوی رح نے کہا کہ کافروں سے برات اور اعراض کرنے کا حکم جو مذکور ہوا اس کے لیے یہ
آیت گویا سبب ہے یعنی انسے برات اور اعراض کر کیونکہ وہ بہرے بیوقوف اور اندھے بے عقل ہیں تو کیسے ہی بلیغ اور فصیح نصیحت اور روشن اور
واضح حجت سے انکو سمجھاوے نہیں سمجھیں گے۔ واضح ہو کہ رازی و خطیب رح وغیرہ علماء نے یہاں طول کلام کیا کہ سمع بہتر ہے یا بصر پس بعض
علماء نے کہا کہ سمع بہتر ہے کیونکہ آیت میں مقدم ہے اور بعض نے کہا بصر کیونکہ آنکھیں جاتے رہنے پر صبر کرنے والے کے لیے ثواب جنت کا وعدہ حدیث صحیح
میں آیا ہے واللہ اعلم۔ پھر اللہ تعالے نے اپنی حکمت بالغہ سے آگاہ فرمایا بقولہ تعالے إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا اللہ تعالے ظلم نہیں فرماتا ہے
لوگوں پر کچھ۔ ابن کثیر رح کی تفسیر میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایمان والے وقار کی آنکھ سے دیکھتے تھے اور کافر لوگ آپ کو نظر حقارت
سے دیکھتے تھے۔ کما قال تعالے وَإِذَا رَأَوْكَ إِنْ يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا الآیۃ پس آگاہ فرمایا کہ اللہ تعالے کسی پر کچھ ظلم نہیں فرماتا اگرچہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم سے جنکو ہدایت فرمائی اور انکی آنکھوں کو بینائی بخشی اور دلوں کو کھول دیا اور اکثروں کو آپ پر ایمان لانے سے محروم چھوڑا کہ
گمراہ ہو گئے پس اللہ تعالے کی تمام مخلوقات ہے اس میں جس طرح چاہتا ہے تصرف فرماتا ہے وہ علیم حکیم سب کا خالق ہے جو کچھ کرتا ہے اس سے
کوئی سوال نہیں کر سکتا اور مخلوقات جو کچھ کریں سب سے پوچھ ہوگی۔ بیضاوی رح نے کہا کہ اے لا یظلم شیئا بسبب حواس و عقول
یعنے اللہ تعالے کسی پر کچھ ظلم نہیں کرتا کہ کسی آدمی کے حواس آنکھ کان وغیرہ کو یا کسی کی عقل و فہم کو سلب کر دے بلکہ وہ کسی کی عقل و حواس کو

کچھ سلب نہین کرتا ہو۔ وَلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ۔ ولیکن لوگ اپنی جانون پر خود ظلم کرتے ہین اسطرح کہ اپنے حواس وعقول کو بگاڑتے
وابنی منفعتین خود زائل کرکے محروم رہجاتے ہین۔ حدیث ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ مین آنحضرت صلعم سے ہو کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہو کہ یاعبادی
انی حرمت الظلم علی نفسی وجعلتہ بینکم محرما الخ۔ یعنے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندو مین نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کرلیا ہے اور تمھارے
درمیان بھی ظلم کو حرام ٹھہرادیا پس تم آپس مین ظلم مت کرو یعنی نہ اپنے نفس کے ساتھ اور نہ کسی غیر کے ساتھ کچھ ظلم کا برتاؤ کرو۔ اور اس حدیث
کے آخر مین ہے کہ اے میرے بندو یہ سب تمھارے اعمال ہی ہین کہ تمھارے واسطے انکو احصار فرماتا ہون پھر وہی تم کو بھرپور دیدونگا
پس جو کوئی بھلائی پاوے وہ اللہ تعالےٰ کی حمد وثنا کرے اور جو کوئی اس کے سوائے پاوے وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔ رواہ مسلم۔
بیضاوی رح نے کہا کہ اس آیت مین دلیل ہے کہ بندہ کے لیے اعمال کی کمائی ہے اور وہ بالکل پتھر کی طرح بے اختیار نہین ہے جیسا
کہ فرقہ جبریہ نے خیال کیا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ فرقہ معتزلہ وغیرہ تو اس امر کے قائل ہین کہ بندہ خود مختار ہے جو چاہے وہ کرلے
پس خود اپنے اعمال آپ پیدا کرتا ہے اور یہ اعتقاد کثرت سے گمراہ فرقون کا ہو اور مخالف قولہ تعالےٰ واللہ خلقکم وما تعملون کے۔ اور خود یہ بات سخت گناہ ہے
کہ آدمی اپنے آپ کو بھی کچھ خالق خیال کرے اور اس فرقہ کے مقابلہ مین جبریہ فرقہ ہے جو کہتا ہے کہ ہمپر کچھ عذاب وغیرہ نہین کیونکہ ہم بالکل بے اختیار
اور مجبور ہین اور یہ دونون قول باطل وگمراہی ہین کیونکہ صاف معلوم ہے کہ آدمی اور پتھر مین فرق ہے پھر صحیح قول اہل السنۃ کا یہ ہو کہ نہ ہم کو
بالکل اختیار ہو اور نہ ہم بالکل مجبور ہین بلکہ آدمی کرتا ہے اور خالق عزوجل وہ کام پیدا فرماتا ہو اور جب اللہ تعالےٰ ہدایت فرماتا ہو تو یہ بات اسکو
صاف صحیح معلوم ہوتی ہے واللہ تعالےٰ یہدی ونسالہ الہدایۃ وان یوفقنا الاستقامۃ علی ما یرضی بہ ربنا الرحمٰن الرحیم۔ ف فی العرائس قولہ
تعالےٰ ومنہم من یستمعون الیک الآیۃ۔ بیان ہے کہ خاص قوت سننے و دیکھنے سے وے لوگ محروم ہین نہ انکو سماع خطاب کے کان ہین اور
نہ دیدار جمال قدیم کی آنکھین ہین بلکہ عوارض بشریہ مین لتھڑے پڑے ہین۔ یہ آیت التصدیق اول ہو چنانچہ جب انھون نے عقل کے کانون سے
خطاب غیب کو نہ سنا تو حقائق وحی والہام سے منکر ہوئے اور جب دل کی آنکھون سے مشاہدہ حق نہ پایا تو حجج انبیاء اللہ تعالےٰ نے فرمایا
اس سے کافر ہوئے جب ازل مین انکو حکمت بالغہ الٰہی کے موافق عقل قدسی و نظر جبروتی وسماع ملکوتی نہین ملی تو قبول حقائق کی استعداد
اور فہم دقائق کی صلاحیت ان مین موجود نہین اسیواسطے منکر ہوگئے۔ یہان سے ظاہر ہوا کہ حقائق علوم غیب اور دیدار ملکوت کچھ انسان کے
اختیار مین نہین ہو بلکہ موہبت الٰہی ہو جس سے روز ازل ہی مین خالص بندون کو سرفراز فرماتا ہو انمین بندے کے اکتساب کو دخل نہین ہو اور اگر
حاصل کرنے سے حاصل ہوسکتی تو آنحضرت صلعم انکو سنانے اور ہدایت کرنے پر قادر ہوتے۔ فالحمد للہ الذی ہدانا للاسلام حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ۔
شیخ حسین رح نے کہا کہ جنے تیری طرف اپنی قوت سے کان لگائے تو اسکو نہین سنا سکتا ہو بلکہ اسی کو سنا سکتا ہو جسکو ہم نے ازل مین سنا دیا ہو اور جسکو
نہین سنایا وہی بہرا ہو اور وہ اگرچہ سنتا ہے لیکن سمجھتا نہین تو اصلی مقصود کی راہ سے وہ بہرا ہو وقد قال اللہ تعالےٰ الامن یؤمن بآیاتنا الآیۃ
یعنی سنتا نہین مگر وہی جو ہمارے آیات پر ایمان لایا یعنے ازل مین ہم نے اسپر سعادت کا حکم جاری کردیا۔ بعض مشائخ نے کہا کہ جو کوئی اللہ تعالےٰ
کے بلانے کو نہین سنتا وہ اللہ تعالےٰ کی طرف ہدایت کرنے والے کی پکار کیا سنیگا۔ واسطی رح نے کہا کہ یہ نہین ہو کہ جو تیری طرف دیکھے وہ تجھے
دیکھ لے بلکہ وہی دیکھ سکتا ہو جو ہماری توفیق سے دیکھے اور تجھے وہی دیکھ سکتا ہو جو تیرے دیدار مین اوقات کو مستغرق کیے ہوئے ہو قال تعالےٰ وتراہم
ینظرون الیک وہم لا یبصرون یعنی تو دیکھے کہ وہ تیری طرف نظر کرتے ہین مگر وے تجھے دیکھتے نہین ہین آنحضرت صلعم نے فرمایا طوبیٰ لمن رآنی الحدیث یعنی مبارکباد
ہو اور بشارت ہو اسکو جسنے مجھے دیکھ لیا اور نہایت بشارت اسکو جسنے میرے دیکھنے والے کو دیکھ لیا مترجم کہتا ہو کہ فضیلت اکمل تو صحابہ رضہ کو حاصل ہوئی کیونکہ

تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کو حاصل ہوئی کہ انھون نے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو دیکھا اور واضح ہو کہ امام ابو حنیفہ رہ کو بھی یہ فضیلت حاصل ہوئی کیونکہ انھون نے بعض صحابہ کو دیکھ لیا پس فضیلت ابو حنیفہ رہ کیواسطے کافی وافی ہو اور اسکے بعد ضرورت نہین کہ اصطلاحی تابعی یعنے راوی ہونا بھی ثابت کیا جاوے جیسا کہ اس زمانہ مین اسکا اختلاف یہانتک پھیلا کہ مسلمانون نے آپس مین نفاق پیدا کر لیا اور امر حرام کے مرتکب ہو گئے اللہم وفقنا للصواب۔
قال الشیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ جہان مین جو کچھ جاری ہو خواہ طاعت ہو یا معصیت خواہ کفر ہو یا اسلام ہو وہ قضا بقدر ازلی ہو جو موافق مشیت الٰہی کے جاری ہو چکی اور قلم قدرت نے ہر ایک کیواسطے مقدر کر دیا اور یہ ارادہ و مشیت اسکی ذات پاک کے ساتھ قائم ہو اور وہ ازل مین سب کچھ جانتا تھا لہذا جیسا وہ جانتا تھا ویسا ہی واقع ہوا اور جو اُسنے چاہا اُسکے خلاف نہین ہو سکتا پس اسکے موافق ہی واقع ہوا وہ علم والا و حکمت والا ہو اور وہی خالق ہو جو چاہے کرے پس اُسنے کسی پر ظلم نہین کیا جبکہ اُسنے ایک قوم کو اپنی مخلوق مین سے نبوت و ولایت کے لیے برگزیدہ فرمایا اور دوسری قوم کو گمراہی و ضلالت کے واسطے الگ کر دیا تو وہی مالک و خالق ہو جو چاہے وہ کرے اسمین ظلم کو کیا دخل ہو لہذا فرمایا ان اللہ لا یظلم الناس شیئا پس کافر پر کچھ ظلم نہین جبکہ اسپر اسکے فضل کے موافق عذاب کیا کیونکہ ازل ہی مین انکو اپنے قہر کے لیے مخلوق فرمایا اور ایسے ہی اہل ایمان پر کچھ ظلم نہین جبکہ لطائف مشاہدہ سے انکی تربیت فرمائی کیونکہ ازل ہی مین انکو لطف کیواسطے پیدا کرنا مقدر کیا پھر انکو اگاہی بخشی کہ ہر دو گروہ اپنے اوپر آپ ظلم کرتے ہین بقولہ تعالیٰ ولکن الناس انفسہم یظلمون[1] پس ظلم فرقہ گمراہ کا تو ظاہر ہو کیونکہ شرک و کفر سے بڑھکر کوئی ظلم نہین اور نکہ جسنے انکو پیدا کیا اُسکی شان مین پاکی بیان کرنے کی جگہ بہتان باندھے اور اقرار و عاجزی کی جگہ انکار کیا اور رہے نیک بندے تو انکا اپنی جانون پر ظلم کرنا لطیف اشارہ ہو کہ کمال تضرع و نہایت اپنے معبود برحق جل شانہ کی طرف توجہ مین ایسے غرق ہوے کہ حق تعالیٰ کے ادراک کے امیدوار ہین اور اپنی جانین فدا کرتے ہین حالانکہ حق تعالیٰ جل جلالہ کے فضل سے واقف ہین کہ حادث کو کہان طاقت کہ قدیم کا تحمل ہو سکے اسواسطے انسان کو ظلوم جہول خطاب دیا پس اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انکو انکے لائق دکھلاتا ہو اور اگر فرض کرو کہ نہایت ذرہ برابر نور قدم سے مطلع ہون تو سطوت عظمت کے اول ہی وہلہ مین فنا ہو جائین حالانکہ وہ ذات پاک قیاس و گمان و وہم و مثال سب سے برتر ہو کوئی چیز بھی اسکے مشابہ نہین ہو اور نور و ظلمت سب اسکی مخلوق ہو اور کوئی مثال و کوئی وہم و خیال اس لائق نہین ہو سکتا کہ کوئی ذرہ برابر فہم و ادراک حاصل ہو سوائے اسکے کہ جسطرح بذریعہ وحی و نبوت کے ہدایت فرمائی ہو اُسی راہ پر چلے چلو تو البتہ قبولیت کی امید ہو اللہم لک الحمد علی ما ہدیتنا فتوفنا علی الایمان والحمد للہ رب العالمین۔ پھر جو لوگ اس زندگانی دنیا پر مغرور ہو کر آخرت بھول گئے انکو اس زندگی کے ہیچ ہونے اور آخرت کے برحق ہونے کو صریح سمجھا دیا بقولہ تعالیٰ

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَأَنْ لَّمْ يَلْبَثُوٓا إِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ

اور جس دن انکو جمع کریگا گویا نہ رہے تھے مگر کوئی گھڑی دن آپس مین پہچانینگے بیشک خراب ہوے جنھون نے

كَذَّبُوا بِلِقَآءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ۝

جھٹلایا اللہ کا ملنا اور نہ آئے راہ پر

فی السراج۔ جب کافرون کا دنیا پر غرہ ہونا اور حق سے اعراض کرنا بیان کر دیا تو پیچھے اس فعل کے وعید بیان فرمائی۔ بقولہ تعالیٰ۔ ویوم یحشرہم حفص رہ کی قراءۃ مین بیاء تحتیہ یعنے واذکر یوم یحشرہم اللہ تعالیٰ۔ اور باقیون کی قراءۃ مین نون یعنے اور یاد کرا انکو یاد دلاوے کہ جس دن ہم انکو محشور کرینگے۔ کان کانہم۔ لم یلبثوا الا ساعۃ من النہار گویا وے نہین ٹھہرے تھے مگر دن کی ایک ساعت۔ یعنے دنیا مین یا قبرون مین اپنے ٹھہرنے کی مدت بہت قلیل جانینگے اور یہ ہولناک امور کے دیکھنے کے سبب طاری

[1] ولیکن لوگون نے اپنی جانون پر ظلم کیا ۱۲۔

ہوگا۔ یا اسوجہ سے کہ انھون نے دنیا مین اپنی عمرین برباد کین تو اُسکو کالعدم ٹھہرایا یا حشر مین مدت دراز تک پڑے رہنے کی وجہ سے قلیل جانا یا
اس لیے کہ دنیا مین اُن کا ٹھہرنا بمقابلہ آخرت کے نہایت قلیل گویا معدوم ہی یہ جملہ تشبیہیہ موقع حال مین واقع ہے اے نحشرہم مشبہین بمن لم
یلبث الا ساعۃ یا یوم کی صفت ہے اے کان لم یلبثوا قبلہ۔ اور حشر کے معنے ایک جماعت کو نکالنا اور اپنی جگہ سے جنبش دینا اور یہان مراد قبرون
سے زندہ کرکے نکالنا اور ساعت سے مراد بطریق مثل کے نہایت قلیل زمانہ اسی واسطے دوسری آیہ مین ہے لبثنا یوما او بعض یوم۔ اور ساعت کو
نہار مین سے اسواسطے خاص کیا کہ رات کی ساعتون سے دن کی ساعتون کو آدمی زیادہ پہچانتا ہے۔ ابوالسعود نے کہا کہ اس تشبیہ سے مقصود بیان
ہے کہ قبرون سے زندہ کرکے اُٹھانا اگرچہ زمانہ دراز کے بعد ہو اللہ تعالے کے نزدیک نہایت آسان ہے اور آخرت کے مقابلہ مین اسکا ایک ساعت ہونا بھی
بڑی چیز سے تمثیل ہے اور اسمین اظہار ہے کہ کفار جو خاک ہوکر پھر زندہ ہونے کو مستبعد جانتے اور انکار کرتے تھے وہ باطل ہے والحاصل۔ وہ دن یاد کرین
کہ قبرون سے اُٹھائے جاوینگے اس حال سے کہ اُنکی مشابہت ایسے شخص کے ساتھ ٹھیک ہوگی جو گویا ایک ساعت نہین ٹھہرا تھا۔ یَتَعَارَفُونَ
بَیْنَھُمْ درحالیکہ آپس مین ایک دوسرے کو پہچانینگے گویا بہت تھوڑی دیر جدائی رہی تھی اور یہ ابتدائے حشر کا حال ہے پھر سختی اور دہشت
بڑھنے سے یہ تعارف جاتا رہیگا جیسا کہ دوسری آیات سے ثابت ہے۔ قالہ البیضاوی وتبعہ المفسر رح۔ اور بعض نے کہا کہ یہ تعارف کچھ مہربانی کا نہین
ہے بلکہ ملامت کا ہے کہ آپس مین بعضے بعضون کو کہینگے کہ تجھی نے مجھے گمراہ اور برباد کیا۔ ابن کثیر رح نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ باپ بیٹے اور قرابتی ایک دوسرے
کو پہچانینگے ولیکن وہان ہر ایک اپنی جان کی فکر مین ہوگا انتہی۔ اور محتمل ہے کہ ساعت کی صفت ہو یعنی دنیا مین جو مقدار ساعت کی آپس مین
پہچاننے مین اُسیقدر وہان معائنہ کرینگے جیسا کہ اہل ایمان یہان جانتے ہین کما قیل الدنیا ساعۃ۔ اور اول دونون قول پر خواہ تعارف
بطریق ملامت ہو جسکو قرطبی نے صحیح کہا ہے یا بطریق شفقت ہو دونون پر یہ سوال ہوتا ہے کہ بعض نصوص سے تعارف کی نفی ثابت ہے اور
جواب دیا گیا کہ حشر کے اوقات مختلف ہونگے چنانچہ ابتدا مین تعارف ہوگا پھر منقطع ہو جائیگا یا تعارف شفقت فقط ابتدا مین ہوگا اور تعارف
ملامت پھر بھی انکی تفضیح کے لیے رہیگا ولیکن واضح ہو کہ حدیث صحیح مین ننگے بدن بے ختنہ مانند ابتدائی پیدائش دنیا کے محشور ہونا مروی ہے اور
جب حضرت عائشہ رضہ نے ننگے بدن ہونے پر شرم کو دریافت کیا تو جواب پایا کہ وہ امر ایسا سخت ہوگا کہ کسی کو اس کی طرف التفات بھی نہین
ہو سکیگا اور خود اللہ تعالے نے فرمایا شاخصۃ ابصارہم یعنے واقعہ ہولناک کی طرف آنکھین پتھرائی ہونگی پس یہ صریح ہے کہ ابتدا مین بھی
تعارف شفقت نہین ہوگا کما لا یخفی اور حق یہ کہ کیفیات حشر جسقدر منصوص ہین سب اسی طور پر یقینی ہین اور کیفیت انکی عقل سلیم کے نزدیک
اسوقت معقول نہین ہو سکتی لہذا ایمان لانے مین اشکال نہین ہے۔ بالجملہ کفار اسوقت قیامت وحشر کو بعید جانتے اور زندگی دنیا کی طول
دیکھتے ہین پھر جب دن محشور ہونگے اُسدن آنکھون دیکھکر یقین جان لینگے کہ قدرت الٰہی مین حشر محض آسان تھا اور حیات دنیا ایک ساعت
یعنی نہایت ہی کم تھی۔ قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰہِ یہ جملہ ضمیر یتعارفون سے حال ہو سکتا ہے بتقدیر قول اے قائلین
قد خسر الخ یعنے باہم پہچانینگے درحالیکہ آخرت کے معائنہ سے یقین کرکے یہ کہتے ہونگے کہ بے شک اُنھین بندون نے خسارہ اٹھایا جنھون نے
دنیا مین لقاء الٰہی کو جھٹلایا۔ اور اولی یہ کہ یہ جملہ مستانفہ ہے پس اللہ تعالے کی طرف سے شہادت ہے کہ بے شک آخرت کے جھٹلانے والے خسارہ
مین رہے کیونکہ تجارت مین انھون نے دنیائے فانیہ کو بدل لیا آخرت باقیہ سے اور نیز مومنون کو تعجب دلایا کہ دنیا کی ظاہری بھڑک پر فریفتہ ہوکر
عذاب دائمی لینے والے کیا برباد ہوئے۔ وَمَا کَانُوْا مُھْتَدِیْنَ۔ اور نہ تھے وے ہتدین یعنی راہ پر نہ تھے کیونکہ جو چیزین عقل وشعور وحواس وغیرہ
کی انکو اپنے خالق کی معرفت اور وہان کے سامان کیلیے دیگئی تھین انھون نے انکو ایسی بری طرح صرف کیا کہ بجائے معرفت و نیکیون کے انھون نے الٹی ایسی جہالتین

[illegible]

کتا ہین کہ بے راہ جا کر جہنم و دائمی عذاب مین پڑے پھر حق تعالیٰ نے اپنے رسول صلعم کو ان کے عذاب کی خواہ دنیا مین یا دین مین خبر دی۔ بقولہ تعالےٰ
وَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ ۝
اور اگر ہم دکھا دینگے تجھ کو کوئی اُن وعدون مین سے جو دیتے ہین انکو یا پوری کر دینگے تیری عمر سو ہماری طرف ہے انکو پھرنا پھر اللہ شاہد ہے اُن کامون پر جو کرتے ہین
وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَسُولٌ فَإِذَا جَاءَ رَسُولُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝
اور ہر فرقے کا ایک رسول ہے پھر جب پہنچا انپر رسول انکا فیصلہ ہوا انمین انصاف سے اور انپر ظلم نہین ہوتا
وَإِمَّا نُرِيَنَّكَ اور یا تو ہم تجھے آنکھون دکھلا دینگے۔ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ تھوڑا اُسکا جو ہم انکو وعید دیتے ہین یعنی عذاب کی وعید مین سے کچھ عذاب ہم تجھکو دنیا ہی مین دکھلا دینگے چنانچہ بدر کے روز انکو کچھ عذاب گیا اگرچہ جو کفار اُسدن قتل ہوے وہ تو لگاتار عذاب آخرت مین مل گیے۔ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ یا ہم تجھے وفات دیدینگے یعنی قبل انکا عذاب تجھے دنیا مین دکھلانے کے۔ فَإِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ تو ہماری ہی طرف انکا لوٹنے کا ٹھکانا ہے پس آخرت مین تجھے دکھلا دینگے۔ یہ دوسرے اما کا جواب ہے اور پہلے کا جواب ایسے مقام پر حذف ہوا کرتا ہے اما نرینک افادک۔ اور حرف اما سے بیان بطریق احتمال نہین ہے بلکہ مقصود تحقیق وقوع عذاب ہے یعنی کافرون کو جو وعدہ عذاب ہے وہ ضرور واقع ہوگا از انجملہ جو کچھ تھوڑا عذاب انکا تو دنیا ہی مین دیکھ لے وہ تو نے دیکھ لیا اور پھر تیری وفات بھی مثل اور انبیاء کے مقدر ہے تو ضرور تو آخرت مین انکا عذاب دیکھیگا کیونکہ جنپر دنیا ہی سے عذاب شروع ہو جاوے یا جنپر یہان شروع نہو سبکا مرجع آخرت کی طرف ہے اور وہی تحقیقی جزا کا مقام ہے اسیواسطے دوسرے اما کا جواب ذکر کیا ایسے کلام سے جو معنی دیگر بھی ہے۔ ثُمَّ اللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ پھر اللہ تعالےٰ شہید ہے ان اعمال پر جو وے کرتے ہین۔ حرف ثم بیانی ترتیب ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ دونون جہان مین ہر ایک کے اعمال پر شاہد و عالم ہے اور مراد یہ کہ جب منکرین کا مرجع دار الآخرۃ کی طرف ہوا تو پھر ان اعمال انکار و کفر و استہزاء وغیرہ پر سزا پاوینگے کیونکہ اللہ تعالےٰ انکے افعال کو خوب جانتا ہے۔ زمخشری نے کہا کہ شہادت ذکر ہے اور اس سے مراد نتیجہ ہے یعنے عقاب گویا کہا گیا کہ پھر اللہ تعالےٰ انکے اعمال پر انکو عذاب فرماویگا اور شہادت بلفظ فعل سے وے کافر جو اسوقت کفر پر تھے پھر ادبیر آگئے اس سے مستثنیٰ ہو جاوینگے کیونکہ ان کے اعمال جنپر اللہ تعالےٰ مطلع ہے صالح ہوگئے اور اگر تنصیص عقاب ہوتی تو وعید و تہدید تو ہوتی لیکن یہ وہم ہوتا کہ اسوقت جسقدر منکر ہین عذاب ہی کیے جاوینگے۔ فافہم۔ یا یہ مراد کہ اگر تو نے وفات پائی قبل دیکھنے کے تو اللہ تعالےٰ انکے اعمال پر شاہد ہے کما فی قولہ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم یہی ابن کثیر رح نے اختیار کیا اور لکھا کہ طبرانی رح نے حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اس پتھر پاس میری امت اگلی و پچھلی مجھ پر پیش کی گئی تو ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جو مخلوق ہو چکے وہ پیش ہوے سو جو ابھی پیدا نہین ہوے ہین فرمایا کہ وہ سیرے واسطے سب مصور کیے گئے مٹی مین حتیٰ کہ مین ان مین سے ہر آدمی کو ایسا زیادہ پہچانتا ہون کہ تم مین سے کوئی اپنے دوست ساتھی کو نہین پہچانتا۔ رواہ من وجہین۔ اس مین اشارات لطیفہ ہین فافہم۔ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَسُولٌ اور ہر امت کے لیے رسول ہے یعنی اگلی امتون مین سے ہر امت کے واسطے ایک رسول بھیجا گیا کہ انکو حق کی دعوت کرے۔ فَإِذَا جَاءَ رَسُولُهُمْ پھر جب انکا رسول آگیا یعنی معجزات و آیات لایا مگر انہون نے رسول اللہ کو جھٹلایا۔ قُضِيَ بَيْنَهُمْ تو انکے درمیان فیصلہ کر دیا گیا یعنے رسول کے اور جھٹلانے والون کے درمیان حکم کیا گیا۔ بِالْقِسْطِ عدل کے ساتھ پس رسول کو نجات ہوئی اور جھٹلانے والے ہلاک ہوے وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ اور وے ظلم نہین کیے جاتے یعنے بغیر جرم کے ان پر عذاب نہین اور نہ بغیر حجت کے مواخذہ ہے اور مراد اس سے کمال عدل کا اظہار ہے اسی واسطے فرمایا و ما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا یعنی جب تک ہم رسول نہ بھیجین اور وحی سے معرفت نہ دین تب تک

کسی پر عذاب نہیں کرتے۔ یہ جو مذکور ہوا اس قول پر ہے کہ یہ فیصلہ اسی دار دنیا میں ہے اور اس تقدیر پر احتمال ہے کہ کافرین کی ہلاکت سے اُن کا کفر پر رہنا اور بے ایمان مرنا مراد ہو کیونکہ در واقع اس سے بڑھ کر کوئی ہلاکت نہیں ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس فیصلہ کا مقام دار آخرت ہے پس آیت بمانند قولہ وجیٔ بالنبیین والشہداء وقضی بینہم الآیۃ۔ اور قولہ فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید الآیۃ۔ اور معنی یہ کہ ہر اُمت کسی ایک رسول کی طرف نسبت کی گئی ہے پھر جب موقف حساب میں وہ رسول آیا تاکہ انپر کفر یا ایمان کی گواہی دے تو فیصلہ ہوگا اور جب امت کافروا اپنے رسول کے پیغام الٰہی پہونچانے سے انکار کرینگی تو امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام جنکے درمیان سب سے پہلے حکم و فیصلہ ہوچکا ہوگا ان انبیاء کی تبلیغ پر شہادت قرآنی گواہی ادا کرینگی اور رب تبارک و تعالیٰ خوب جانتا ہے مگر یہ عدل کامل ہے کہ کافروں پر حجت قائم ہوگئی پس رسول کے مراتب عالیہ ہیں اور کافروں کو عذاب دائمی ہے اور اس صورت میں شاید ضمیر بینہم سے مراد انہیں امتیوں کے درمیان فیصلہ ہو یعنے جب رسول کی شہادت یا امت محمدی کی شہادت قائم ہوجائیگی تو امتیوں کے درمیان جو اختلاف دنیا میں تھا حکم اللہ عزوجل سے فیصلہ ہوجائیگا پس مومنوں کو نجات و مرتبہ عالیہ ملیگا اور کافروں کو خواری و دائمی عذاب ملیگا۔ یہی قول دوم تفسیر کا حضرت مجاہد رح سے مروی ہے اور ابن کثیر رح نے اس کے معنے میں لکھا کہ ہر امت اپنے رسول و اعمالنامہ کے ساتھ بحضور حق عزوجل پیش ہوگی اور ملائکہ حفظہ وغیرہ بھی شاہد ہونگے حتی کہ بھلے و بُرے اعمال کے واسطے زمین و مقام حتی کہ جوارح ہاتھ پاؤں وغیرہ بھی شاہد ہونگے اور یہ امت مرحومہ یعنی امت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اگرچہ سب اُمتوں سے آخر دنیا میں پیدا ہوئی لیکن یہی امت وسط ہے بقولہ تعالیٰ کذلک جعلناکم امۃ وسطا الآیۃ پس یہ امت عدل ہے سب سے آخر کی گئی کہ سب پر شاہد ہے اور آخرت میں سب سے اول اسکا فیصلہ ہوگا کما قال علیہ السلام نحن الآخرون السابقون یوم القیامۃ الحدیث پس اس امت کو سبقت کاملہ بسبب اپنے رسول اکرم احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے حاصل ہوئی۔ پھر کافروں کی جہالت در وقوع قیامت و استعجال عذاب میں دلالت معرفت بیان فرمائی۔ بقولہ تعالے۔

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ قُلْ لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِي ضَرًّا وَلَا نَفْعًا إِلَّا

اور کہتے ہیں کب ہے یہ وعدہ اگر تم سچے ہو تو کہہ میں مالک نہیں اپنے واسطے بُرے کا اور نہ بھلے کا مگر جو

مَا شَاءَ اللَّهُ ۗ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ۚ إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً ۖ وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ۝

چاہے اللہ ہر فرقہ کا ایک وعدہ ہے جب پہونچا انکا وعدہ پھر نہ ڈھیل کریں ایک گھڑی و نہ جلدی

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُهُ بَيَاتًا أَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُونَ ۝ أَثُمَّ إِذَا مَا

تو کہہ بھلا دیکھو تو اگر آ پہونچے تمپر عذاب اُسکا راتی رات یا دن کو کیا کرینگے اس سے پہلے گنہگار کیا پھر جب

وَقَعَ آمَنتُم بِهِ ۚ آلْآنَ وَقَدْ كُنتُم بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ ۝ ثُمَّ قِيلَ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ

پڑچکے گا تب یقین کروگے اُسکو اب قائل ہوئے اور تم تھے اسی کی جلدی کرتے پھر کہینگے گنہگاروں کو چکھو عذاب

الْخُلْدِ هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا بِمَا كُنتُمْ تَكْسِبُونَ ۝

ہمیشہ کا وہی بدلا پاتے ہو جو کچھ کماتے تھے۔

وَيَقُولُونَ۔ اور کہتے ہیں یعنی کفار مکہ یا مع دیگر کفار عرب کے کیونکہ بت پرست مشرکین سب منکر قیامت تھے اور حکم میں تو آخر زمانہ تک کے منکروں کو شامل ہے کیونکہ قول سے ان کا عقیدہ و اعتقاد مذموم بیان کرنا مقصود ہے اس لیے کہ وہی معتبر ہے جیسے قول اقراری میں ایمان

معتبر ہے لہذا قیامت تک کے منکر اسکو اپنے حق مین ارشاد وہدایت سمجھین اور یہ امر منجملہ معجزات قرآنیہ کے ہے کہ جو امور قیامت تک خواہ صریح
کفر کے یا ضمنی شرک وکفر کے یا دیگر ہوسات نفس جو فسق وفجور کے سبب رضائے الٰہی و وصول معارف سے مانع ہین سب اسیوقت عالم الغیب
والشہادۃ العزیز الحکیم جل شانہ نے بیان فرما دیے ہین ولہذا علماء اسلام اپنے نفوس اور اپنے تابعین کے نفوس کی آراستگی مین اسی کلام مجید
سے بانضمام احادیث سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین راہ مستقیم ظاہر وباطن حاصل کرین اور اللہ تعالےٰ سے
توفیق چاہین پس یہان کفار کا بد اعتقاد مع بد قول کے ذکر فرمایا کہ ویقولون یعنے کہتے ہین کہ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ یہ وعدہ کب ہوگا علماء نے
لکھا کہ انکی غرض یہ نہین تھی کہ حال کی تحقیق کرین تاکہ مہلت مین عبادت وطاعت سے وہان کا سامان کرین اور خوف کرین بلکہ اس وعدہ
کو یعنی قیامت آنے وعذاب کفر طاری ہونے کو مستبعد جانتے تھے لقولہ ءاذا کنا عظاما ورفاتا ءانا لمبعوثون الآیۃ پس بعث وحشر کو خلاف جانتے
ولقولہ یستعجل بہا الذین الآیۃ یعنی اسکے وقوع مین جلدی چاہتے کیونکہ معتقد نہ تھے ورنہ خوف کرتے اور چونکہ اس کا ایک وقت معین بعلم الٰہی
ہے تو ابھی ٹھٹھا کرتے کہ بھلا وہ بڑا وعدہ کب ہوگا بتاؤ۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر تم سچے ہو۔ اس خطاب مین آنحضرت صلعم کے ساتھ آپکے
متبعین مومنین بھی شامل ہین کیونکہ صدق دل سے قیامت کے قائل وکافرون کو ہدایت کرنے والے تھے۔ حاصل قول ان کافرون کا
بطور استہزا اور استبعاد کے یہ تھا کہ اگر وہ وعدۂ عذاب جو تم دیتے ہو سچ ہے تو لاؤ دکھین اور کوئی وقت جو علم الٰہی مین کہتے ہو تو بھلا آخر
کب ہوگا تم اللہ تعالےٰ سے دریافت کرکے لاؤ اور واقع کرو کیونکہ ہم تکو سچے نہین مانتے ہین پس تم عذاب لاؤ اگر اپنے دل ٹھنڈے کرو۔ قُلْ
لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا۔ اے محمد صلعم تو کہدے کہ مین مالک نہین اپنی جان کے لیے کسی ضرر کا کہ اپنی ذات سے اسکو چاہون
دور کرون اور نہ کسی نفع کا کہ جب چاہون حاصل کرون پھر بھلا تمھارے اوپر کیونکر اسکا مالک ہونگا کہ عذاب موعود جلدی تم پر جاری
کردون اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ۔ ان الملک اولکن ما شاء اللہ من ذلک کائن بسواے اس کے جو اللہ تعالےٰ چاہے۔ یعنے اللہ تعالےٰ جس امر کو چاہتا
ہے اس پر مجھے قادر فرماتا ہے یا حرف الا بمعنے لکن ہے یعنی ولیکن اللہ تعالےٰ جو چاہے وہ واقع ہوتا ہے۔ حاصل یہ کہ تم لوگ اپنے خالق تعالےٰ
کو نہین پہچانتے ہو ورنہ ایسا نہ کہتے کیونکہ منجملہ صفات کے یہ ہے کہ ہو النافع ہو الضار۔ وہی نفع پہونچانے والا اور وہی ضرر پہونچانے والا ہے
ہو المالک الذی لایقع شیٔ الا بمشیئتہ ولا یتحرک ذرۃ الا باذنہ۔ وہی مالک ہے کہ کوئی چیز نہین ہوسکتی مگر جبھی کہ وہ چاہے اور کوئی ذرہ نہین
ہلتا مگر اس کے حکم سے اور جو کچھ واقع ہو اسکا وہی خالق ہے الغرض قادر وخالق وہی ہے اور سب مخلوق ہے پس جب یہ بات ہے تو پھر کافرون نے کفر کا
خیال جو کیا کہ تم عذاب جلد لاؤ بسبب جہالت وبے ایمانی کے نہ جانا کہ یہ اللہ تعالےٰ کے اختیار وقبضۂ قدرت مین ہے لہذا پہلے ان کو
معرفت کی طرف ارشاد کیا کہ تو کہدے کہ مین اگرچہ تمام مخلوقات الٰہی مین افضل واکرم ہون لیکن بے شک اس کا بندہ ورسول ہون میرا
لقب عبداللہ ورسولہ ہے مین قدرت وخلق نہین رکھتا یہ توفقط اللہ تعالےٰ جل جلالہ کے اختیار مین بلکہ اسی کی صفات مین سے ہے اور یہ جو
زعم کفار تھا کہ اگر ہم برے اعمال پر ہوتے تو عذاب آتا تو یہ بھی جہالت تھی اس کو ہدایت سے معرفت دی کہ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ہر گروہ کے
واسطے ایک وقت مقرری ہے۔ اجل بمعنے مدت وآخر مدت ووقت وغیرہ معانی مین مستعمل ہے اور یہان آخری وقت مہلت کا ہے یعنے ہر
گروہ جسکو اللہ تعالےٰ نے پیدا کیا اس کے لیے ہلاکت کا ایک وقت مقرر کیا ہے۔ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ جب آگئی ان کی اجل یعنے آخری
وقت۔ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ اسے لا یتاخرون ولا یتقدمون۔ اور یستاخرون از استفعال یہان مبالغہ
بلیغ ہے یعنے پھر نہین پیچھے ہٹتے ایکدم اور نہ ایک ساعت آگے ہونگے۔ الحاصل تمھارا بھی ایک مقرری وقت ہے تو جلدی مت کرو کہ

وہ آنے ہی والا ہے ہر گھڑی کٹتی چلی جاتی ہے پس عنقریب تمہارا وعدہ پورا ہوگا عجب کہ در صورت خالق عز وجل سے کفر کرنے کے دنیا میں تو
کیسے ہی محتاج و تکلیف میں ہوں دائمی عذاب عاقبت کی بہ نسبت گویا جنت ہے پس چونکہ انھوں نے نعمت و عیش آخرت کے عوض اسی کو
لیا تو وہ انکا ایک مدت معین تک اللہ تعالے نے دیدی کہ حرام حلال جسطرح جی انکا چاہتا ہے کھاتے پیتے و زنا وغیرہ شہوت پرستی کرتے ہیں پس
باوجود کفر کے کیا وعدہ میں جلدی کرکے یہ بھی چھوڑنا چاہتے تھے اور رہا یہ کہ خالی عذاب آنے میں اگر شک کرتے تھے تو یہ بھی سخت جہالت تھی
کہ جس خالق عز وجل نے انکو پیدا کیا وہ کیا عذاب کرنے پر قادر نہیں ہے۔ لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شیء
قدیر۔ لہذا فرمایا۔ قُلْ أَرَءَيْتُمْ إِنْ أَتَىٰكُمْ عَذَابُهُۥ تو کہدے کہ اے کافرو مجھے بتلاؤ کہ اگر آجاوے تمپر عذاب اسکا یعنے جس عذاب کو جلدی
مانگتے ہو تاکہ ہم کو سچا جانو سو اگر وہ تمپر یکلخت آہی آپڑے۔ بَيَٰتًا۔ وقت بیات و نوم تمہارے سوتے وقت میں۔ أَوْ نَهَارًا یا وقت نہار میں
جبکہ تم اپنے لہو و لعب کے کاروبار میں مشغول ہو۔ مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ ٱلْمُجْرِمُونَ۔ اے شیء من العذاب یستعجلونہ وکل العذاب مکروہ لا یلائم
للاستعجال۔ کونسی چیز عذاب میں سے مجرم لوگ جلدی مانگتے ہیں۔ یعنے مجھے خبر دو کہ اس میں سے سونے کا یا جاگنے کا کون عذاب مانگتے ہو وہ
تو سب نہایت خوف کی سخت چیز ہے جلدی مانگنے کی چیز نہیں ہے اور تستعجلون ضمیر بصیغہ خطاب کی جگہ المجرمون ظاہر کردیا کہ مجرم کو ایسی
سزا جو عقوبت جرم ہو عجیب ہے انکو واجب تھا کہ عذاب جرم سے ڈرتے نہ انکا اسکو جلدی مانگتے۔ جواب شرط محذوف ہے اے ندموا علی الاستعجال
او عرفوا الخطاء یعنی اگر عذاب تمپر آیا تو جلدی مانگنے پر نادم ہوگئے یا اپنی خطا پہچان گئے اور ہوسکتا ہے کہ ماذا الخ جواب ہو جیسے بولے کہ ان اتیتک
ماذا تعطینی۔ اگر تیرے پاس آؤں تو وہ کیا چیز ہے جو مجھے دیگا۔ اور یہ جملہ متعلق ارایتم ہو۔ اور یہ بھی عمدہ بنتا ہے کہ آگے کا کلام جواب الشرط ہو یعنے قولہ
أَثُمَّ إِذَا مَا وَقَعَ ءَامَنتُم بِهِۦٓ کیا اسوقت جبکہ واقع ہوجاوے عذاب تو تم اسپر ایمان لے آؤگے یعنی بعد وقوع کے کیا ایمان لاؤگے جبکہ
ایمان کچھ نافع نہیں اور قولہ اذا۔ درمیان شرط و جزاء کے جملہ معترضہ ہے ثم حرف بالفتح پر ہمزہ استفہام انکاری ہے یعنے اتنے وقت تک ایمان لانے
میں تاخیر نہیں جائز ہے کیونکہ اسوقت ایمان کچھ مفید نہ ہوگا کذا فی البیضاوی وغیرہ اور معنے یہ ہیں کہ مجھے خبر دو کہ اگر عذاب تمپر رات یا دن میں آوے
تو کیا جب آپڑے اسوقت ایمان لاؤگے۔ اور جملہ ماذا معترضہ ہے کہ سوتے یا جاگتے کے عذاب میں سے بتلاؤ کون تم مجرم چاہتے ہو یعنی ان دونوں
حالتوں کا ہو کا بہرحال کوئی چاہو تو یہ مطلب کیا ہے کیا آپڑنے پر ایمان لاؤگے تو یہ کچھ مفید نہیں ہے اور کہا جاویگا کہ ءَآلْـَٔـٰنَ وَقَدْ كُنتُم بِهِۦ
تَسْتَعْجِلُونَ۔ کیا اب ایمان لائے اور گڑگڑا کر تمنا کرتے ہو کہ عذاب جاوے عافیت آوے اور ہم مومن ہیں حالانکہ تم پہلے اسی کو جلدی مانگتے
تھے جبکہ غیب پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا تھا اور تم نے جھٹلایا و تحقیقہ ء آلان یا تھا آلان بہمزہ بادغام ہمزہ استفہام و ہمزہ آل اور ایسا
قرآن میں چھ جگہ ہے انعام میں آلذکرین دو مرتبہ اور اس سورہ میں آلآن دو مرتبہ اور آللہ اذن لکم۔ اور سورہ نمل آللہ خیر ایک جگہ پس ان
چھ جگہ ہمزہ دوسرے کو الف لگا کر پڑھنا چاہیے۔ ثُمَّ قِيلَ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا۔ یہ عطف ہے قیل مقدر پر یعنے قیل لہم الآن وقد کنتم الخ ثم قیل للذین الخ
یعنے پہلے انکو ملامت کرنے کے واسطے وہ کہا جائیگا اب ایمان لاتے ہو پھر کہا جائیگا ان لوگوں سے جنھوں نے ظلم کیا یعنے اپنی جانوں پر اسطرح
کہ شرک و کفر کیا۔ ذُوقُوا۟ عَذَابَ ٱلْخُلْدِ چکھو عذاب دائمی یعنے اپنے جرم کے عوض جس سے بڑھکر کوئی جرم نہیں ہے ایسا عذاب چکھو جو دائمی ہے
کیونکہ چند روزہ دنیا کی زندگی کے بعد سوائے راحت جنت یا عذاب النار کے تیسرا امر نہیں اور اس سے اچھی طرح خبردار کر دیئے گئے تھے کرنا
سوائے اپنے خالق سے انکار و شہوات دنیاوی کے۔ هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا بِمَا كُنتُمْ تَكْسِبُونَ نہیں بدلا دیئے جاؤگے الا العوض اسکے جو تم
کفر و معاصی کماتے تھے۔ واضح ہو کہ دنیا میں خالق عز وجل کی معرفت و ایمان کو رضائے حق تعالے لازم ہے مگر یاد رکھو کہ معرفت الٰہی بقدر پاک

سبحانہ تعالے آدمی سے ممکن نہیں سوائے اسکے کہ اللہ تعالے کے رسول صلعم سے معلوم کرکے ایمان لاوے اور یہیں سے رسول صلعم کا بھی بہت بڑا
بڑا احسان ہے اور مرجع اس کا عین احسان الٰہی تعالے ہے لہذا آخر دعا الحمد للہ رب العالمین ہے لقولہ وما کنا لنھتدی لولا ان ہدانا اللہ الآیۃ۔ اور
مفصل بارہا بیان گزرا کہ جو کوئی بدون تصدیق رسول صلعم کے معرفت الٰہی کا دعوی کرے اگرچہ دنیاوی عقل کیسی ہی رکھتا ہو محض جھوٹا ہے
کیونکہ دنیا ما فیہا سب حادث فانیہ ہیں اور باری تعالے کی ذات وصفات قدیم ہیں پس دونوں میں ضد ہے تو ایک کی سمجھ سے کچھ بھی دوسرے
کی سمجھ نہیں آتی بلکہ الٹا ہونا چاہیے کیونکہ اضداد جمع نہیں ہوتے اور خود جانتا ہے کہ کثرت سے دنیاوی امور جو کام میں حیات دنیا ہے جسکو
انہیں زیادہ تر مشغول وعقل ہو وہ دین سے اتنا ہی زیادہ انجان ہو جاتا ہے۔ پھر دنیا میں انس کو مکلف باحکام الٰہی رکھا اور شیطان کے شہوات موافق شرع
کے سچا اور جنت دونوں گویا لازم ملزوم ہیں اور دنیا میں نفس کو چھوڑ دینا اور شیطان کی خواہشوں پر دل جمانا اور خالق تعالے کا حق بھول جانا اور
جہنم یہ دونوں گویا لازم ملزوم ہیں مگر دنیا دار امتحان ہے اور نہایت عجیب نظام مخلوق ہے انہیں چہرہ ہے کہ ظہور نہیں ہوتا لہذا جسکو بصیرت
عطا ہوئی وہ اس دنیا کو دیکھکر قولہ تعالے ربنا ما خلقت ہذا باطلا سبحانک اور عجب حیران رہتا ہے جو کچھ مترجم نے اشارہ کیا اسکو غور سے دیکھنا
اور یقین کرنا چاہیے کہ دنیا کے بعد کوئی ٹھکانا سوائے جنت یا دوزخ کے نہیں پھر خالق عز وجل پر یقین کامل وایمان واثق بدون شرک کے
یہی رضوان الٰہی اور وہ جنت میں ہے اور خالق تعالے کو بھولنا یا کفر وشرک کرنا یہی غضب الٰہی وجہنم ہے اور ہر ایک کو دوام ہے لہذا دنیا کی
زندگی چند روزہ سے دل ہٹا کر شرک وکفر سے بچنا جسکو نصیب ہوا یہی رحمت واحسان الٰہی ہے۔ واضح ہو کہ آدمی کو وسوسۂ شیطانی اور اسکے مکر سے
پناہ مانگنا واجب ہے چنانچہ آیات واحادیث میں اسکی بہت تاکید معروف ہے لہذا جادۂ شرع سے اپنی عقل ورائے کی طرف قدم نہ بڑھائے
اور محکم یقینی کو چھوڑ کر مشتبہ میں نہ پڑے خصوص ایسے مشتبہ میں جس میں خوف کفر وغیرہ اعتقاد میں یا خوف حرام وغیرہ کبائر اعمال میں موجب ہو معلوم ہو تو
جاننا چاہیے کہ آج کل ایک مسئلہ پھیل رہا ہے وہ یہ کہ لوگ سختی ومصیبت وغیرہ کے وقت اولیا وبزرگان دین کو جو وفات پا گئے ہیں پکارتے ہیں
ہمیں دو امر ہیں ایک یہ کہ وہ سنتے ہیں یا نہیں سنتے تو ائمہ علماء حنفیہ کے نزدیک موتی نہیں سنتے ہیں پس یہ صریح مخالفت ہے دوم یہ کہ اگر سنتے
ہیں تو کسی کے نزدیک یہ نہیں صحیح ہے کہ سوائے دفن کے دور سے بھی سنتے ہیں تو تمام امت سے صریح مخالفت ہوئی اور تمیع بغیر اسطرح صفت الٰہی ہے
دوسرے کو ثابت کرنا شرک جلی ہے۔ اور اگر سنتے ہیں تو مقصود کیا ہے آیا وہ نفع وضرر پہنچانے پر خود قادر ہیں تو یہ کفر صریح ہے اور اگر اللہ تعالے سے سفارش کرکے ہوگا
تو دو حال سے خالی نہیں یا تو رضائے الٰہی انکو معلوم ہوگی یا نہیں تو دوم صورت باطل ہے اور اول صورت میں رضائے الٰہی کسی بندہ سے ہو جو امر تقدیر پر
شاکر اور اسکی درگاہ میں دعا کرے تو یہ خلاف رضائے الٰہی کام کیا اور دعا بے شک نافع ہے لیکن خلاف تقدیر نہیں واقع ہوتا پس ایسا کرنے والے نے
اپنا آپ کو مخالفت ائمہ وغیرہ ومخالفت جماع امت اور شرک وانکار تقدیر یعنی کفر اور خلاف رضائے الٰہی میں ڈالا اگر اسکے نزدیک اسپر یقین نہیں تو دیگر علماء کے قول کا
مشتبہ ہی لہذا اس سے احتراز فرض ہے اور علماء پر واجب ہے کہ بندگان حق تعالے کو یہ تعلیم بتا دیں اور لوگوں کو واجب ہے کہ سیدھی راہ پر چلیں اور چند روزہ زندگی
دنیاوی سے ایمان سلامت لیجاویں اور ہوشیار ہوں کہ شیطان انکو پیرایۂ [illegible] واعتقاد میں اس فریب کی راہ چلاتا ہے واللہ تعالے والہادی الی الصراط المستقیم۔ قولہ
فی العرایس قولہ قل لا املک لنفسی ضرا ولا نفعا الآیۃ یعنی تو میں ہی آگاہ فرمایا اور بتلایا کہ قدم میں حدوث بالکل زائل ہے اور ثابت فقط ایک حق سبحانہ
ہے اور یہی حقیقت التوحید ہیں کسی حادث کی ثبت کو کچھ دخل نہیں اور خبردار کیا کہ مخلوق کی نیکی بدی کا نفع کوئی عدم میں کچھ تاثیر نہیں ہے بلکہ [illegible]
ہوتے ہیں بعض نے کہا کہ حضرت سید المرسلین نے اپنی ذات سے ہر طرح کی قدرت کی نفی کی کہ کسی چیز پر ملکیت نہیں اور کسی حال پر اعتماد نہیں ہے بلکہ ظاہر کر دیا کہ سب اللہ
تعالے عز وجل کی طرف سے ہے پس جو کوئی اپنے نفس کا مالک نہ ہو وہ غیر کے ضرر ونفع کا کہاں سے مالک ہو سکتا ہے اور جس شخص کو [illegible]

ہو جاوے وہ مخلوق کی مدح ومذمت اور مخلوق سے طمع وامید رکھنے اور انسے توسل ڈھونڈھنے سب سے الگ ہوگا۔ قال المترجم شیخ رہ نے بھی جملہ امور کی تصریح کر دی فافہم پھر اللہ تعالیٰ نے کفار کے دریافت کرنے کو بیان فرمایا بقولہ۔

سـ۱۳ ع۵

وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ۭ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ڤ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ

اور تجھ سے خبر لیتے ہیں کیا سچ ہے یہ بات تو کہہ البتہ قسم میرے رب کی یہ سچ ہے اور تم عاجز نہیں کر سکتے اور اگر ہو ہر شخص گنہگار پاس

ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ۭ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ

جتنا کچھ ہے زمین میں البتہ دے ڈالے اپنی چھڑوائی میں اور چھپے چھپے پچتا دینگے جب دیکھیں گے عذاب اور انمیں فیصلہ ہوگا انصاف سے

وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝

اور انپر ظلم نہ ہوگا

وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ استنبا رطلب نبار یعنے طلب خبر اے پیغمبر وہ تجھ سے چاہتے ہیں کہ تو انکو خبر دے و آگاہ کر دے کہ۔ اَحَقٌّ هُوَ کیا سچ ہے یہ۔ یعنے جو تو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اور کفر وانکار کرنے والوں کو عذاب کے وعید سناتا اور مومنوں کو انعام واکرام جنت کے وعدے فرماتا ہے کیا یہ سچ ہے یعنے تم سچ مچ کہتے ہو یا ٹھٹھول کے طور پر باطل بیان کرتے ہو بعض نے زعم کیا کہ یہ خبر پوچھنا بطریق ٹھٹھول کافروں کا فعل تھا اور قولہ احق میں ہمزہ انکاری ہے بیضاوی رح نے کہا کہ شاذ قراءة میں آلحق ہو آیا ہے ہمزہ جسمیں تعریض ہے کہ تمہارا قول حق نہیں ہے پس یہ قراءة اس زعم کی مؤید ہو سکتی ہے مگر بیضاوی رح نے اس زعم کو ضعیف ٹھہرایا اور کہا کہ اظہر یہ ہے کہ استفہام یہاں اپنی اصل پر ہے اور لکھا کہ یہ قول ایک یہودی عالم حیی بن اخطب نے کہا تھا جب کہ مین مسافر آیا تھا۔ اور شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ احق ہو یعنی تجھ سے خبر پوچھتے ہیں کہ بعث وقیامت ومعاد بعد مٹی ہو جانے کے کیا سچ مچ ہوگا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ مشعر ہے کہ کفار مکہ پوچھنے والے تھے کیونکہ یہودی معاد وحشر کا اقرار کرتے تھے ظاہر اً حیی بن اخطب کا پوچھنا صحیح روایت سے ثابت نہیں ہوا اور نیز مشعر ہے کہ استفہام بمعنے حقیقی ہے اور یہی مفسر رح نے اختیار کیا اور یہی اظہر ہے دلیل قولہ ویستنبؤنک یعنی آحق ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ نے استنبار قرار دیا پس مقصود انکا یہی تھا کہ ہمیں بتاؤ کہ تم حشر ومعاد کے وعدے ووعید کو سچ کہتے ہو یا بطریق ہزل ہے کیونکہ انکو یہ بہت بعید معلوم ہوتا تھا کہ خاک مٹی ہو کر اٹھائے جاوینگے وکفر پر عذاب پاوینگے لہذا تحقیقی جواب کا حکم دیا بقولہ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ تو کہہ دے کہ ہاں قسم مجھے اپنے رب کی کہ بے شک یہ البتہ حق ہے یعنے بعث بعد موت کے اور عذاب جہنم کفار کو برحق ہے۔ آے بکسر اول بمعنے نعم یعنے ہاں۔ اور وہ لوازم قسم میں سے ہے لہذا التصدیق میں واؤ قسم سے ملا دیا جاتا ہے جیسے یہاں ہے۔ واضح ہو کہ نعم جواب ایجاب ہے جیسے کوئی پوچھے کہ الحشر کائن۔ کیا حشر ہونے والا ہے کہو کہ نعم یعنے ہاں ضرور ہوگا۔ اور جواب نفی میں نہیں آتا اور وہاں بلیٰ آتا ہے جیسے قولہ الست بربکم۔ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ قالوا بلیٰ۔ بولے کہ کیوں نہیں یعنے بے شک تو ہمارا رب ہے۔ اور اگر ایسے مقام پر نعم سے یہ معنے پیدا ہوں کہ ہاں تو رب نہیں ہے پس نعم یہاں غلط ہے۔ اس سے تقویت ہوگئی کہ احق ہو میں ہمزہ انکاری نہیں بلکہ حقیقی استنبار ہے کہ یہ حقیقت میں سچ ہے تو جواب دیا کہ نعم ہاں سچ ہے وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ اور تم اس کو عجز نہیں یعنے یہ عذاب گم کرنے والے نہیں ہو کہ کسی حیلہ ومکر سے اپنی ذات سے دفع کر سکو۔ قال ابن کثیر رح یعنے تمہارا خاک ہو جانا کچھ اللہ تعالیٰ کو عاجز کرنے والا نہیں کہ تم کو اعادہ نفرماوے جیسے پہلے عدم سے پیدا کیا تھا اور تب تو تم کچھ بھی نہ تھے۔ قال اور اس آیت کی نظیر قرآن میں فقط دو آیات اور ہیں جہاں اللہ تعالیٰ نے رسول صلعم کو قسم سے موکد کر کے ایسے جواب کا حکم دیا سورہ سبا قولہ وقال الذین کفروا لا تاتینا الساعة قل بلی وربی لتاتینکم۔ الآیۃ۔ سورہ تغابن قولہ زعم الذین کفروا ان لن یبعثوا قل بلی وربی

لتبعثن الآیۃ پھر فرمایا۔ وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ اور اگر ہو ہر ایک نفس کے لیے جس نے ظلم یعنے شرک و کفر کیا یا غیر پر تعدی کی ہے۔ مَا
فِي الْاَرْضِ سب جو کچھ زمین میں ہے خزانے و جواہرات و نقود و اسباب وغیرہ سے۔ لَافْتَدَتْ بِهٖ تو ضرور فدا کر لیتا اس کے عوض
یعنے اسوقت دنیا میں کافر کو ریزہ حقیر مال و اسباب کو چھوڑنا و آخرت ہی کو طلب کرنا گران ہے آخر کفر و شرک و خیال فنا راہ آگہی چلتا ہے اور
وہاں بعد موت کے اُٹھکر عذاب معائنہ کرکے ایسا ہو جائیگا کہ اگر بالفرض اسکے پاس ریزہ حقیر کیا بلکہ تمام خزائن و اموال زمین ہوتے تو
انکو اپنا فدیہ کرنا یعنے اپنے آپ کو عذاب سے چھوڑانے کی عوض یہ سب کمال خوشی سے دیدینا۔ فی الحدیث بعض کافروں سے حق تعالےٰ فرما دے گا
کہ تمام جو کچھ زمین میں ہے تو سب اپنے فدیہ میں دیدے عرض کریگا کہ ہاں اے رب میرے۔ فرماویگا کہ تو جھوٹا ہے ہم نے تجھ سے دنیا میں بہت آسان
بات چاہی کہ ہمارے ساتھ شرک نہ کرے تو نے نہ مانی مگر یہی کہ شرک کیے جاوے۔ مراد ظلم سے شرک ہے بقولہ تعالےٰ ان الشرک لظلم عظیم۔
اور غیر پر تعدی کرنا اسکی فروعات میں سے ہے۔ افتدٰی بمعنے فداہ یعنے افتدا کیا باب افتعال سے بمعنے فدیہ دیکر چھوڑا یا بایں کہ کچھ فدیہ نہیں اور نہ قبول کی
ہوگا اور فرمایا۔ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ اسرار لغات اضداد میں سے ہے سکے معنے چھپانا بھی اور ظاہر کرنا بھی دونوں آئے
ہیں اور یہاں دونوں محتمل ہیں پس بنا بر معنی اخفا کئی وجہیں بیان کی گئیں اول آنکہ چھپایا انھوں نے یعنی کافروں نے جنکا بیان ہے جو کہ کفر و
شرک پر مر گئے ہیں ندامت کو ہر گاہ کہ دیکھا انھوں نے عذاب کو صیغہ ماضی بمعنے مستقبل اور اشارہ ہے کہ قطعی الوقوع مانند ماضی کے ہے اور علم الٰہی میں سب
ماضی و مستقبل یکساں ہیں کہا گیا کہ ندامت چھپانا اسوجہ سے واقع ہوا کہ برخلاف اپنے گمان کے جب اچانک عذاب ہولناک دیکھا تو کمال خوف سے
زبان بند ہوگئی اور ندامت دل ہی میں چھپی رہ گئی۔ مترجم کہتا ہے کہ اگر اسروا بصیغہ مجہول ہوتا تو البتہ توجیہ مذکور مناسب زیادہ تھی مگر آنکہ مجاز کہا جاوے
اور بعض نے کہا کہ اسرار ندامت کے معنی یہ ہیں کہ خالص ندامت ہی دلوں میں بھر جائیگی کیونکہ خفا ندامت وہ اخلاص ندامت ہے اور یہ کہ ہر چیز کے
خالص کو سِرّ الشئ کہتے ہیں کیونکہ وہ لوگوں کی نظر سے مخفی رکھی جاتی اور بخل کیا جاتا ہے۔ اور شیخ مفسر رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ حال کافروں کے سرگروہ
لوگوں کا ہے جنہوں نے عوام کو گمراہ کیا ہے وہ اس خوف سے چھپاوینگے کہ عوام انکو عار نہ دلاویں کہ تم نے ہم کو گمراہ کیا اور ظاہر یہ وقت ایسے
امور کے برتاؤ کا نہ ہوگا۔ اور بنا بر معنے اظہار کے ابوعبیدہ نے کہا کہ معنے یہ کہ اظہار کرینگے ندامت ہر گاہ کہ عذاب دیکھینگے۔ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ
بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ اور فیصلہ کیا جائیگا انکے درمیان عدل کے ساتھ اور وے ظلم نہیں کیے جاوینگے اسی کے مثل پہلی آیت
گذری لیکن یہ اسی کی تکرار نہیں ہے کیونکہ وہاں تو انبیاء و انکے جھٹلانے والوں کے درمیان فیصلہ تھا اور یہاں کافروں کے خود اعمال اور
ظالم و مظلوم کے درمیان فیصلہ ہے۔ پھر واضح ہو کہ اسرار کے معنے اخفا کے لغت میں مشہور ہیں اسی سبب سے شاید مفسر رحمہ نے اخفا کے معنے اختیار
کیے پھر جبکہ اخفا کے معنے لیے جاویں تو یہ ابتدا قیامت کا حال ہے ورنہ بعد داخل ہونے دوزخ کے چلاوینگے کہ ربنا غلبت علینا شقوتنا
الآیۃ یعنی اے رب ہمارے ہم پر شقاوت ہماری غالب آئی۔ اور اسرار بمعنے اخلاص بھی مناسب سیاق ہیں یعنے ابتدا میں تو دنیا و مافیہا
کی افتدا پر راضی ہونگے پھر جب عذاب دوزخ اپنے واسطے متعین دیکھینگے تو خالص ندامت سے بھر جاوینگے کہ وہاں ندامت کے سوا
کچھ نہ ہوگا اور عذاب انپر جزا ہے نفس کفر و ظلم پر جو نفس عدل کے ساتھ ہے۔ فان فی العرش [illegible] قولہ تعالےٰ [illegible] مترجم کہتا ہے
کہ بنی آدم مختلف اقوام کثیرہ ہیں بعضے بالکل کافر دروغ گو ہیں جو باعتبار اوضاع و اطوار ظاہر و فساد اور اعتقاد کے ہیں اور دوم
اقرار کرنے والے پس انکے بہتیرے زبانی اقراری ہیں اور باطن میں کافر ہیں اور بعضے دل سے معتقد بھی ہیں لیکن اعتقاد انکا محض استدلالی ہے
اور چونکہ حکم قولہ تعالےٰ [illegible] یہاں کسی استدلال کی ضرورت نہیں بلکہ استدلال ایسے پاک عہد پر [illegible] قائم کیا جاوے جس سے

استدلال وغیرہ سب کو پیدا کیا اسلئے ایسے استدلال معتقد کبھی معرض زوال میں ہیں لیکن اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل وکرم سے ہم سب کو ایمان دیدے جیسے اپنے انبیاء علیہم السلام پر فضل فرمایا انکے طفیل میں خصوص ہمارے سرورعالم محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں اور آپ کے آل واصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے طفیل میں ہم سب کو ایقان کامل عطا فرماوے اور ایسے بندے کامل الیقین جس حال پر ہوتے ہیں انکو کبھی خطرات سے چارہ نہیں تو بھلا دوسروں کا کیا شمار ہے اب سنو کہ شیخ رہ نے اس آیت کے اشارات میں لکھا کہ حق سبحانہ تعالےٰ نے ان جاہلوں کے حال سے ہم کو آگاہ فرمایا جو ہر ذرہ کے آئینہ میں انوار عظمت وجلال الٰہی نہیں دیکھتے اور اپنی طبیعتوں کے شہوات میں پھنسکر اندھے ہو رہے ہیں حالانکہ ظہور تجلیات کے ساتھ حق تعالےٰ ہر چیز پر شاہد ہے۔ کما قال تعالےٰ اولم یکف بربک انہ علیٰ کل شیء شہید الآیۃ۔ پھر انکے شکوک اور ظنون سے آگاہ فرمایا۔ بقولہ الا انھم فی مریۃ من لقاء ربھم الآیۃ پس جو ایسا ہو وہ حقائق خطاب اور اسکے فہم سے محجوب ہوگا اور اگر محجوب نہو تے تو ظہور میں خبر عین کو دیکھتے اور خبر پوچھنے کے محتاج نہوتے لیکن ہر خبر کے ساتھ ایک اثر ہے بعض مشائخ نے کہا کہ انوار حق کے سامنے آفتاب اندھا ہے پھر اس سے جو شک کرے وہ اندھا یا گمراہ ہے جو بندے حقائق آگاہ ہیں وے اپنے مقاصد وموارد وصادر میں راہ حق چلتے ہیں اور جو بندے اس سے مرے ہوئے ہیں وہ غیر کی طرف جاتے ہیں وہی گمراہ ہیں کہ شک سے پوچھتے ہیں کیا یہی حق ہے لہذا آنحضرت صلعم کو حکم خطاب دیا کہ قل ای وربی انہ لحق۔ تو اے آئینہ جمال احدیت انسے کہدے کہ مجھے اپنے رب کی قسم کہ بیشک یہی حق ہے پھر حق تعالےٰ نے اپنی خلاقی وعظمت ظاہر فرمائی تاکہ چشم بصیرت کو رجوع کرکے اسکے حق ہونے کو جان لیں بقولہ تعالےٰ۔

أَلَا إِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ أَلَا إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ هُوَ

سُن رکھو اللہ کا ہے جو کچھ ہے آسمان وزمین میں سُن رکھو وعدہ اللہ کا ہے سچ ہے پر بہت لوگ نہیں جانتے وہی

يُحْيِي وَيُمِيتُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝

جلاتا ہے اور مارتا ہے اور اسی کی طرف پھر جاؤگے۔

ما اسم موصول عام ہے ذی عقل وذی روح وبے روح سب کو شامل ہے اور ائمہ حنفیہ کے مسائل وتصریحات اسی کے شاہد ہیں اور بعض نے کہا کہ نہیں بلکہ من ذی عقل کے لیے اور ما بے عقل کے لیے خاص ہے پس آیت کریمہ میں ما موصولہ سے بالاتفاق کل مخلوق مراد ہے خواہ بطور حقیقت بنا بر قول اول اور یا بسبیل مجاز بنا بر قول دوم پس غیر ذوی العقول کو بسبب کثرت کے غالب رکھکر انھیں میں ذوی العقول داخل کر دیے اور فرمایا۔ الا ان للہ ما فی السموٰت والارض خبردار ہو کہ اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے۔ اس سے خوب مقرر کر دیا کہ اللہ تعالےٰ کو ثواب دینا اور عذاب کرنے کی کامل قدرت ہے۔ قال البیضاوی رہ کوئی زعم نہیں کر سکتا کہ کچھ میرا ہے حتیٰ کہ وہ خود اپنا نہیں ہے لہذا اللہ تعالےٰ اکیلا خالق ہے جسطرح چاہے تصرف کرے پس سوائے اُسکے جو کچھ ہے سب اسکی قدرت میں مقہور ہے تو کسی بت یا مسیح یا فرشتہ وغیرہ پر بھروسہ کرنا الٹا ہے جب اسکی ملکیت ایسی ہے تو ثواب وعذاب کا وعدہ برحق ہے۔ کما قال تعالےٰ۔ الا ان وعد اللہ حق خبردار ہو کہ اللہ تعالےٰ کا وعدہ سچ ہے خواہ مخواہ ضرور واقع ہوگا لہذا عذاب میں کفار کا جلدی کرنا اُنپر قطعی خوفناک ہے جسکا منشاء محض اُنکی جہالت ہے لہذا فرمایا۔ ولکن اکثرھم لا یعلمون۔ ولیکن اکثر آدمیوں کے یعنی کافر لوگ جو ہر زمانہ میں کثرت سے ہوتے ہیں اسکو نہیں جانتے کہ اللہ تعالےٰ کل ملک وخلق تمام ہے اور اُسی کے قبضہ قدرت میں مقہور ومجبور ہے۔ ھو یحیی ویمیت وہی حیات دیتا اور وہی موت دیتا ہے پس ظاہری زندگی اگر بانگیں تو اُسی سے نہ کسی بت وغیرہ سے جو خود مجبور ہے اور اگر موت آوے تو اُسی کی قدرت ہے جو ہرگز ٹل نہیں سکتی اور جبتک

وقت مقدر نہ ہو تب تک کسی ہلاکت و بیماری و زہر سے موت نہیں آتی ہو یہ سب اُسی کے اختیار میں ہو جیسے اسکو اُسی سے چاہو ویسے ہی حیات اصلی یعنے ایمان کی اُسی سے تمنا کرو اور موت اصلی یعنے کفر کی اُسی سے پناہ مانگو کیونکہ بے شک و بے شبہہ یہ زندگی عارضی چند روزہ ہے۔ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ اور اسی کی طرف لوٹائے جاؤگے یعنی خواہ دنیا میں جاؤگے لہذا اسپر ایمان واثق و جازم پر اعمال نیک کے ساتھ قائم رہو اسی کی توحید و طاعت کرو کہ سفر سے لوٹنا مبارک ہو اور کفر و شرک و بے ایمانی و بداعمالی سے بچو کہ اسکی سزا بہت سخت ہو او ہوشیار ہو کہ مرکر زندہ کیے جاتے ہیں تاکہ ثواب یا عذاب پاؤ تمھیں کیونکر شک ہوا جبکہ وہی سبحانہ تعالیٰ خالق مالک زندہ کرنے و موت دینے والا ہو جب چاہے بے انتہا مرتبہ تمکو جلا دے و مارے لہذا آخرت کا یقین کرو کہ وہاں ہر ایک کو اسکا بدلا دینے کا حق تعالیٰ نے حکم فرمایا ہو۔ ف۔ وفی العرائس قولہ تعالیٰ الا ان للّٰہ ما فی السموات والارض الآیۃ۔ حادثات و ممکنات بفیض الٰہی سے صادر اور اسکی قدرت میں مسخر اور مزید رحمت کے محتاج ہیں سب اپنے موجد کی طرف ہیں پھر سب کے ذرہ ہو وہ اسکی مشیت کے متحرک نہیں تو اپنے کو اسی پر قربان کر کہ سب تیرے واسطے ہوا اور انہیں دیدہ اُسی پر حق کسی چیز کی امید نہیں ٹوٹتی اور نہ طلب ضائع ہوتی ہو بعض مشائخ نے فرمایا کہ محروم و نامراد وہ ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کی طرف اپنی کسی مہم و مطلب و خواہش و امید میں رجوع کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی کا ہو جو کچھ اسکے سوا ہو سو جب اسباب ہی کا ہو تو جنہوں نے بعض کو بعض سے انکا تو راہ بھولا۔ قولہ تعالیٰ الا ان وعد اللّٰہ حق۔ اسکی درگاہ میں التجا کرنے والا محروم نہیں بلکہ اپنی مراد کی انتہا کو پہونچ جاتا ہو۔ قولہ تعالیٰ ہُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ الآیۃ۔ زندہ وہ ہو جو اسی حی القیوم سے زندہ ہے ورنہ ہر ایک مردہ ہے اگرچہ عکسی تصویروں کی طرح خیالات میں زندہ معلوم ہوں۔ اور اسمیں بیان ہے کہ حواس کی طرف رجوع لایا وہ حیات سے فائز ہوا اور نابود ہستی سے چھوٹا۔ اور حواس سے پھر اُس نے نابود ہستی کو زندہ خیال کیا اور حقیقی حیات سے مردہ رہا کیونکہ اس کے سوائے کسی غیر میں حیات نہیں ہے مگر جس کو اللہ تعالیٰ حیات دے کیونکہ ہُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ آخر پس عارفون کے دلوں کو اپنی معرفت و مشاہدہ سے زندہ فرمایا اور زاہدوں کے نفوس امارہ کو اپنی ہیبت کے انوار سے مردہ کر کے حیات طیبہ دیتا ہے پس ہر ایک کا مرجع وہی ہے لہذا قال والیہ ترجعون بعض مشائخ نے کہا کہ نفوس کو موت دیکر قلوب کو زندہ فرماتا ہے اور جن مخلوقات کے نفوس زندہ کرتا ہے ان کے قلوب مردہ فرماتا ہے پس گروہ اول تو ہر حال میں اسی کی طرف رجوع لاتے ہیں۔ اور گروہ دوم اس سے بھٹک کر غیر کی طرف جو مردہ فانی ہے دوڑے جاتے ہیں بعض نے کہا کہ انوار تجلیات و مشاہدات سے قلوب زندہ فرماتا ہے اور شہوات و فانیات دور کر کے نفوس کو مردہ کرتا ہے۔ نصرآبادی رح نے کہا کہ ارواح کو مشاہدہ و تجلی میں جلاتا اور نفوس کو پردہ و حجاب کر کے مارتا ہو۔ قال المترجم بیضاوی رح نے لکھا کہ قولہ ولکن اکثرہم لا یعلمون۔ قدرت تامہ الٰہی کو اکثر آدمی اپنے کفار نہیں جانتے کیونکہ قصور عقل سے یہ لوگ خالی حیات دنیاوی ہی کو سمجھتے ہیں قولہ ہُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ او تعہ دنیا میں زندہ کرنا اور مارتا ہو تو وہ عقبیٰ میں ضرور اسپر قادر ہو کیونکہ وہ پاک خالق عز و جل ہو کبھی اسکی قدرت کو زوال نہیں اور مرکر یا حشر میں اسی کی طرف سب کا مرجع ہو جب یہ امر محقق ہو تو ایمان سے بھٹکانا وہ یہ ہوا اور یا خطرات شیطانی ہو آدمی پر طاری ہوتے ہیں انکے واسطے حق تعالیٰ عز و جل نے کتاب مجید و رسول حمید صلے اللہ علیہ وسلم بھیجا جس سے قلب صاف ہو کر وساوس بچے کما قال تعالیٰ

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ

اے لوگو تمکو آچکی ہے نصیحت تمہارے رب کی اور چنگا کرنے جیون کے روگ کو اور راہ سوجھانے اور مہربانی

لِلْمُؤْمِنِينَ ۝

یقین لانے والوں کو

دلائل توحید کے بعد اب دلائل رسالت وطرق ہدایت کو شروع فرمایا۔ بقولہ تعالےٰ۔ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ مراد عام لوگ ہین کما اختارہ ابن جریر رح
یا خاص اہل مکہ ہین کما اختارہ المفسر رح اور یہی اوجہ ہے کیونکہ سورہ مکیہ ہے اور ابتدائی خطاب انھین کو ہے لیکن اس مین اتفاق ہے کہ شمول خطاب مین
عموماً قیامت تک سب داخل ہین المعنی اے اہل مکہ۔ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ البتہ آگئی تمھارے پاس موعظت تمھارے رب کی
طرف سے۔ موعظت وعظ دراصل انجام کار کی نصیحت ہے خواہ رغبت دلانے کے طور پر ہو یا ڈرانے کے طور پر اور خلاصہ اسکا نصیحت ایسی کہ رقت
سے لیکر انجام کار تک بھلائی چاہی جاوے۔ اور بعض نے کہا کہ وعظ ایسے زجر کو کہتے ہین جسمین خوف دلانا ہو اور خلیل رح نے کہا کہ بھلائی کی نصیحت
جس سے دل پسیجے۔ اور مِن رَّبِّکُم مین مِن ابتدائیہ ہے یعنے رب واحد لاشریک قادر ذو الجلال کی طرف تمھارے نیک انجام وبھلائی حال کے
واسطے پوری موعظت آگئی اور وہ قرآن مجید ہے کہ جسنے اس کو نظر عبرت ونصیحت سے پڑھا اسکو سچی ہدایت ملی کہ اپنے نفع وضرر حال ومآل
سے آگاہ ہوا پس یہ کتاب موعظت ہے۔ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ اور شفاء ہے ان سب بیماریون سے جو سینہ مین ہوتی ہین یا مراد
قلب ہے کہ اسی کا بناؤ وبگاڑ معتبر ہے اور اسی کو اکثر علماء نے اختیار کیا یعنے قلب کی بیماریون کے لیے شفاء ہے کہ اس سے دل مردہ و
بیمار اچھا ہو جاتا ہے اور ظاہری جسم کی بیماری سے قلب کی بیماری نہایت مہلک ہے اور موید اول حدیث ابو سعید خدری رض ہے کہ ایک نے
رسول اللہ صلعم سے اپنے سینہ کی بیماری ظاہر کی تو حکم دیا کہ قرآن پڑھے کہ وہ شفاء لما فی الصدور ہے اخرجہ ابن المنذر وابن مردویہ۔ اور
دوسرے کو درد حلق کی ہی دوا مع شہد بتائی کما اخرجہ البیہقی فی الشعب عن واثلۃ بن الاسقع رض اور شفاء دراصل مصدر ہے پس
قرآن کو ہدی وشفاء ورحمۃ بطریق مبالغہ فرمایا۔ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ اور ہدایت اور رحمت ہے مومنون کے لیے یعنی درحقیقت شفاء
وہدی ورحمت قرآن کے ذاتی اوصاف ہین لیکن نفع پانے مین مومنین ہی مخصوص ہوئے کیونکہ یہی بفضل الٰہی یہ خزانہ ہائے نعمت الٰہیہ کو خوب جمع
کرتے ہین۔ قال البیضاوی رح حاصل یہ کہ تمھارے پاس ایسی کتاب آگئی جو حکمت نظری وعملی دونون کی جامع ہے اسی واسطے اسکو تعظیمی تنکیر
سے بیان فرمایا پس اسمین نیک اعمال وانکی طرف رغبت دلانے کی تحثین اور بد اعمال وانسے باز رہنے کی راہین مذکور ہین یہی حکمت عملیہ ہے اور ضرر
سے امراض مانند شکوک واعتقادات باطل کے شفاء ہے یہی حکمت نظریہ ہے پس مومنین ان کمالات سے آراستہ ہو کر ضلالت سے ہدایت کی طرف نجات
پا گئے اور انکے سواے جو منکر ہوے وہ اپنی گمراہی مین اٹکلین لگاتے رہگئے جن کا جہنم ٹھکانا ہے۔ کرخی رح نے کہا کہ موعظت سے اشارہ ہے
کہ ظاہری جسم کو جو نجاست پہنچے اس سے پاک کرنا سکھاتا ہے اور یہی شریعت ہے اور شفاء باطنی بیماریون مانند بد اعتقادی وغیرہ سے پاکی کی طرف اشارہ
ہے اور یہی طریقت ہے اور ہدی ظہور نور حق باطن صدیقین مومنین کی طرف اشارہ ہے اور یہی حقیقت ہے اور رحمت اس حد کمال تک پہونچنے کا اشارہ
ہے کہ ناقص کو کامل کر دے اور یہی نبوت ہے پس یہ مراتب اس آیت سے ثابت ہین انمین یہی ترتیب واجب ہے۔ اقول فعلی ہذا شفاء لما فی الصدور اور
ہدی ورحمت ہونا مومنین کے لیے جن مین انبیاء بھی داخل ہونگے مخصوص ہوگا اور موعظت یعنی شریعت کی اضافت کفار مکہ کی طرف موید قول شافعی رح ہے کہ
شرع کفار پر بھی فرض ہے بدین معنی کہ اس کی موافقت نکرنے سے انپر عذاب زیادہ ہوگا۔ فافہم ف اور عرائس مین خطاب کی دو جہت کا اشارہ کیا ایک
جہت عقوبت پس کفار پر حجت انکار کے ثابت ہے اور دوم جہت رحمت پس واقع مین مومنین مخصوص ہین چنانچہ آیت مین کہا کہ اس مین اپنے محبوب
بندون کو الناس سے خطاب کیا کیونکہ سواے انکے اہل کفر وشرک وغیرہ درحقیقت الناس نہین بلکہ کالانعام بل ہم اضل ہین کیونکہ حقوق
خالق وآداب مخلوق تو در کنار وے تو اپنے نیک وبد کو نہین پہچانتے ہین تو پھر ناس وہ کہ اپنے نفس سے ناسی ہو یعنے جسکو اپنا نفس فراموش ہو اور
اسکو پہچانے اور حاصل یہ کہ پروردگار کی طرف سے کتاب پاک آئی جسمین موعظت ہے یعنے احکام عبودیت ہین اور شفاء یعنے انوار ربوبیت مین اور

ہدی ہو یعنی اپنی ذات پاک کی تعریف فرمائی اس طریق سے کہ انوار صفات ظاہر فرمائے اور رحمت ہو یعنے مشاہدہ کے ابواب کشادہ فرمائے۔ مترجم
کہتا ہے کہ کلام شیخ کرخی رحمۃ سے اسکو لاکر فوائد عجیبہ حاصل ہوتے ہین اور مزید بران شیخ رحمہ نے لکھا کہ پھر ان چارون خصال سے موعظت
تو مریدون کے لیے ہے اور شفا محبون کے لیے اور ہدی عارفون کے لیے اور رحمت اہل اشتیاق و انس کے لیے ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ
تفصیل لطیف ہو اور معنے یہ کہ اہل ارادت اس موعظت پر استقامت کرنے سے محبت و عرفان و انس یعنے توحید کے مراتب پر ترقی کرتے جاتے
ہین اور ہر ایک اپنے مقام کا فیض اسی کلام پاک سے حاصل فرماتا ہے اور تحقیق یہ ہے کہ یہ مراتب و اُن کے علوم ایک ہی آیت کریمہ سے
ہر درجہ والے کو حاصل ہوتے ہین حتی کہ اہل کفر و جہالت کو نہایت آسان مثالون سے نصیحت فرمائی گئی حالانکہ وہی کلام علوم دقیقہ
اور مدارک عالیہ کو شامل ہو اور ہر ایک کے نفس مین خطرات مخفیہ اور وسوسات گمراہ کرنے والے جنسے وہ خود کبھی خبردار نہین ہوتا اگر بعد بد انجامی
کے جسقدر مضر ہوتے ہین سب خالق عز وجل نے اپنی رحمت عامہ و فضل خاصہ سے مخلوق کو بتلا دیے لہذا بعد اسکے گمراہی و اندھاپن لوگون کا
شقاوت ازلیہ ہو اور کسی کو کوئی عذر بعد ارسال الرسل کے نہین رہا اور جو کچھ بطریق اشارہ و تنبیہ یہان مذکور ہوا اس جہت سے کہ بیان و عبادت
اس کلام پاک کی صفات ادا کرنے سے درحقیقت محض عاجز ہو ولیکن جہانتک ممکن ہو یہی غایۃ ہو کہ کچھ اشارات و تنبیہ ہو پس غور کرکے اس سے متنبہ ہونا
چاہیے کہ سبحان اللہ تعالے شانہ اسکا کلام پاک بےشک اعجاز ہو کیونکہ یہ امور کسی بشر کی طاقت مین نہین ہین اور یہان سے تجھے واضح ہوجائیگا کہ اعجاز
قرآن مجید کا مسئلہ نہایت ہی واضح و بہت ہی ٹھیک ہو ولیکن علماء متکلمین اس بحث مین اندیشہ معاندین کو پورے طور پر سمجھانے سے عاجز رہے کیونکہ
عبارت یہان بالکل قاصر ہو فتدبر واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم پھر شیخ نے دوسرے نکتہ کی طرف اشارہ کیا کہ نیز موعظت ہو نفوس کے لیے جو
اپنی جبلت سے شہوات و خودرائی و باطل و بدانجامی امور کی طرف راغب ہوتے ہین اور شفاء ہو قلوب کے لیے یعنے پہلے نفس کو احکام حقہ کی قید سے
راہ پر لایا گیا اب قلوب کو شفا حاصل ہوئی پھر ہدی ہو ارواح کے لیے اور رحمت ہو اشباح کے واسطے یہی تکمیل ہو۔ اور نیز یہ موعظت تو مقام ہیبت ہو
اور شفاء مقام وصلت ہو اور ہدی مقام معرفت ہو اور رحمت مقام مخاطبت ہو۔ موعظت تو عظمت سے صادر ہوئی اور شفاء کا صدور حسن
جمال سے اور ہدی کا صدور عین قدم و بقاء سے ہوا اور بعد وصف رحمت تو اس مین یہ تفصیل ہو کہ عموم کی رحمت تو افعال سے صادر ہوئی اور
رحمت خصوص کا صدور صفات سے ہے اور خاص الخاص بندون کی رحمت کا صدور ذات سے ہے۔ اور نیز موعظت تو انکے لیے ہو جو بھگوڑے
غلام کی طرح حضور سے غافل و بیزار ہین اور شفا ان بندون کے لیے ہو جو محبت کے بیمار ہین اور ہدی انکے واسطے جو دل و جان سے اُسی کی جستجو
مین ہین اور رحمت ہو واصلین کے واسطے پس موعظت سے شروع کیا کہ مریض محبت کو پاکیزہ کیا جاوے کیونکہ یہی موعظت ہو جسکی دوا مین حکمت
بالغہ الٰہیہ قدیمہ سے ترکیب دی ہوئی اس حسن کمالیہ پر ہین کہ تمام شہوات کا مادہ اس سے زائل ہوجاتا ہو پس اہل محبت کے بشری عوارض سے
اسکے اسرار باطنی واسطے انوار محبت کے پاکیزہ ہوجاتے ہین قال المترجم اس سے صریح ثابت ہوا کہ بدون مقامات شریعت کے کوئی کمال جو اس سے
اوپر ہو مانند طریقت یا حقیقت کے ہرگز حاصل نہین ہوسکتا اور یہی تکملہ اولیاء الٰہی رحمہم اللہ تعالے کے کلام مین مصرح ہو فاحفظہ ثم قال الشیخ رحمہ پھر
جب وہ اس موعظت سے پاکیزہ ہوکر محبت کا بیمار ہوا اور یہ نصیب اسکے جسکو بیماری ہو کر صحت معروف سے افضل ہو بلکہ صحت معروف تو
موت ہو اور یہ بیماری محبت الٰہی حیات ہو پس جب وہ اس محبت کی بیماری سے سرفراز ہوا تو الطاف حضرت خالق علیم سے اسکو شفاء کا شربت پلایا گیا اور
حق تعالے اپنے خطاب پاک سے بیماران جذب محبت و شوق کے سینہ کمال لطف سے شاد فرما دو شفا دیتا ہے۔ صدق کتاب المبارک نزال دائی
وفی لقیاک عجل لے شفائی۔ پھر جب صحت پائی تو اپنی طرف ہدایت فرمائی۔ اللہ اکبر اللہ اکبر یہ نصیب جسکو یہ حاصل ہو پھر جب صحت

مین عیب احد و شا سے بے چین ہوا تو اسکو رحمت عطا فرمائی یعنے باران رحمت سے اس مریض کو بعد صحت کے نہلا دیا کہ مرض و امتحان کے میل کچیل سے صاف ستھرا ہو گیا۔ قال المترجم سدد الشیخ رحمہ اللہ لطیف اشارات مین یہان دلالت فرمائی اگرچہ کلام باری تعالے معجز تمام ہو اور کمال واضح کیونکہ مقصود آخری اسکی تعمیل مین حاصل ہو ولیکن انشراح صدور اہل ایمان اور انکے خوش و نہال ہو جانے کے لیلن اشارات عالیہ مین سے بعض کی طرف دلالت کرنی عملی غرض ہو کہ پہلے ہی سے پتہ نشان کھلجاوے ولیکن عبارت کو اسکے ادا و بیان کی مجال نہین تو ناچار یہ بھی اشارات ہی اشارات رہے بلکہ درواقع اظہر سے اخفی کی طرف میلان ہوا تاکہ جو قلوب دور پڑے ہین انکو چونکہ اخفی سے بسبب ابعد ہونے کے مناسبت ہو کچھ سمجھ جاوین ورنہ دراصل کلام الٰہی خود اوضح ہو کما قال عز من قائل ولقد یسرنا القرآن للذکر فہل من مدکر۔ اور معلوم ہو کہ تفاسیر ضرور لکھے جاتے مین پس وجہ اسکی یہی ہو اور بھید اسمین یہی ہو جو مترجم نے اشارہ کیا فاحفظہ فانہ سانح عزیز واللہ تعالٰی اعلم بالصواب ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم۔ ابن عطاء رحمہ نے کہا کہ موعظت برائے نفوس اور شفاء برائے قلوب اور ہدی برائے اسرار ہو اور رحمت اس کے لیے جسمین یہ اوصاف ہون جعفر رح نے کہا کہ شفاء یعنی اسرار کے لیے راحت ہو جعفر رح نے کہا کہ بعض کے لیے شفاء معرفت و صفا ہو اور بعض کے لیے شفاء تسنیم و رضا اور بعض کے لیے شفاء سے توبہ و وفا اور بعض کے لیے شفاء مشاہدہ و لقاء ہو۔ استاد رح نے کہا کہ موعظت تو سب کے لیے ہو ولیکن مانند کفار وغیرہ کے بعض اقوام وہ ہین جن مین موعظت اثر نہین کرتی ہے اور دوسرون مین نفع بخشتی ہے پس جسنے اپنے دل کے کان اس نصیحت کی طرف جھکائے اسکے دل مین نور یقین کھل جاتا ہو اور جو اس طرف ظاہر مین متوجہ اور باطن مین غائب ہو وہ ہمیشہ اسکے نور سے محجوب ہو۔ بعض کا قول ہو کہ موعظت ان لوگون کے لیے ہو جو غائب ہین تاکہ حضوری مین حاضر ہون اور شفاء خاص بندون کے لیے اور ہدی خاص الخاص کے لیے اور رحمت جملہ عالمین کے واسطے کہ اسی رحمت سے انکو وصول ہوا بعض مشائخ کا قول ہو کہ قرآن مانند موعظت کے شفاء بھی ہر ایک کے لیے ہو ولیکن ہر ایک کو اپنی لیاقت کے موافق نصیبہ ملتا ہو پس گنہگارون کو موعظت سے انتفاع ہوا تو رحمت حاصل ہونے سے شفاء حاصل ہوئی کیونکہ گناہ کی سخت بیماری جاتی رہی اور راہ پر آگئے و علی ہذا اہل طاعت کے لیے وجود نعمت سے شفاء ہو اور عارفون کے لیے وجود قرب سے اور اہل وجد کے لیے وجود حقیقت سے شفاء ہو بعض نے کہا کہ گنہگارون کی شفاء تو نجات ہو اور مطیعین کی حصول درجات اور اسیطرح ہر ایک کو اپنے مرتبہ کے موافق شفاء عطا ہوتی ہو۔ قال المترجم یہ قول گویا اشارت ہو کہ کوئی بندہ معرفت الٰہی مین سب طرح سے بدرجہ کمال نہین پہونچ سکتا حتی کہ جو دیدار عیانی مثلاً قیامت مین موعود کبھی اسوقت حاصل نہین اور ایسے ہی احاطہ وہان بھی منتفی لہذا اعتراف عدم معرفت تا بقدر دانست و کبریائی الٰہی جل سلطانہ اسکے بندۂ خاص الخاص بلکہ اخص و افضل مخلوقات سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم سے صحاح مین مروی و معروف ہو پس کوئی شخص ایسا نہین ہو سکتا جو شفاء و رحمت کا محتاج نہو۔ فافہم۔ قال الشیخ پھر نعمت کو تمام کیا جبکہ بندون کو نصیحت و موعظت و شفاء و رحمت سے ہدایت فرمائی کہ کسی علت و سبب پر یا اپنی عبادت و طاعت پر نظر نہ کرو اور ازلی فضل و عنایت پر نظر کر کے انعامات متواترہ پر کامل شکریہ ادا کرو بقولہ تعالے۔

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝

کہہ اللہ کے فضل سے اور اسکی مہر سے اسی پر چاہیے خوشی کرین یہ بہتر ان چیزون سے جو سمیٹتے ہین

واضح ہو کہ بفضل اللہ مین بار جارہ متعلق ایسے فعل سے ہے جس کی فلیفرحوا تفسیر کرتا ہے۔ اور ذلک اسم اشارہ ہو بمنزلہ ضمیر کے ہے پس تقدیر کلام یہ ہے قل فلیفرحوا بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلک فلیفرحوا اور ہو سکتا ہو کہ فلیفرحوا۔ اس فعل محذوف پر دلالت کرنے والا

قرار دیا جاوے اور مانند آنکہ قل بفضل اللہ وبرحمتہ فلیفرحوا فبذلک فلیفرحوا بفضل اللہ وبرحمتہ فلیعتنوا فبذلک کیونکہ فرحت جس چیز سے ہو آدمی اُسکی
جانب زیادہ اہتمام کرتا ہے۔ فلیعتنوا یعنے چاہیے کہ اسپر اعتنا کرو اور اہتمام کرو۔ رہا یہ کہ تکرار کا فائدہ کیا ہے تو کہا گیا کہ ایجاب کے
بعد تاکید و بیان ہوا اور فضل و رحمت کے ساتھ اختصاص فرح کا ایجاب ہو۔ یعنے فرح اسی پر ہونا چاہیے اگرچہ واجب ہے یا جار مجرور
متعلق ہو۔ قولہ تعالیٰ حکمت ہے اور ذٰلک اشارہ ہوا اسکے مصدر کی طرف اسے بحیثیا فلیفرحوا۔ اور فاء یعنے شرط ہے یعنی اگر وے لوگ کسی سے
فرحت پاوین تو چاہیے کہ انہین سے فرحت پاوین یا ربط باقبل کے لیے تاکہ دلالت کرے کہ ایسی کتاب جامع اوصاف کا آنا وجب
فرحت ہے اور تکرار مفید تاکید ہے اور یعقوب رحمہ اللہ کی قرات مین فلتفرحوا بتا فوقانیہ ہے اور مرفوع قراۃ بھی اسطرح مروی
ہے اور شاذ قراۃ مین فافرحوا اس کا موید ہے۔ ابن جنی رح نے کہا کہ قراۃ بالتا رانج اصل ہے کیونکہ اصل امر کا اپنے حروف کے
ساتھ ہونا ہے۔ افرحوا در اصل فلتفرحوا تھا جیسے صیغہ غائب مین ہوتا ہے ولیکن بسبب کثرت کے حذف کر کے افرحوا کے مانند کیا گیا۔ اگر
کہا جاوے کہ تقدیم ظرف سے کیا فائدہ ہے جواب یہ کہ اختصاص فرحت کا ان دونون سے ثابت ہو کیونکہ فرحت بطریق اترانے وغیرہ
کے مذموم ہے۔ کما فی قولہ لا تفرح ان اللہ لا یحب الفرحین۔ اگر کہا جاوے کہ قولہ فرحین بما آتاھم اللہ آیۃ مین جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اُن کو
دیا اُسپر فرح مذکور ہے تو اختصاص کیونکر ہوا جواب اول یہ کہ ان کا فرح عالم آخرت کا ہے اسپر دنیاوی زندگی کو قیاس نہین کر سکتے۔ دوم یہ
کہ وہ بھی فرح بفضل و رحمت الٰہی ہے سوم یہ کہ ان چیزون کا فرح کے ساتھ اختصاص مراد ہے نہ فرح اور وجہ سے ممنوع نہین ہے اور
حاصل یہ کہ اختصاص از جانب بفضل بفرح ہے نہ برعکس اور یہ جواب ضعیف ہے چنانچہ تقریر سے معلوم ہوگا کہ فرمایا۔ قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ
تو کہدے کہ خوش و فرحت مین ہوجاؤ اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے یعنی ہر چیز و ہر اور جہان کہین جب کبھی ایسا ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کا فضل
و اسکی رحمت ہے تو اسپر فرحت ہونا چاہیے چنانچہ قرآن مجید و رسول حمید جو آیا وہ نہایت بڑا فضل الٰہی ہے اسپر کمال فرحت چاہیے برخلاف
اسکے کفار و مشرکین ان سے مُنہ موڑتے اور بغض و عداوت کرتے تھے اور دنیاوی مال و متاع پر جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض ہے خوش ہوتے
تھے تو ان کو فہمائش و تنبیہ کی کہ دیکھو یہ فضل الٰہی ہے جسپر فرحت ہوتی ہے فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا پس اسی کے ساتھ تم کو فرحت والا ہونا چاہیے
ابن عباس سے مروی ہے کہ فضل اللہ تعالیٰ قرآن ہے اور رحمت الٰہی دین اسلام ہے حسن و ضحاک و مجاہد و قتادہ نے کہا کہ فضل تو ایمان
اور رحمت قرآن ہے۔ انس رضہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ فضل الٰہی قرآن ہے اور رحمت اس کی یہ کہ تم کو اس کے لوگون
مین سے کردیا رواہ ابو الشیخ و ابن مردویہ اور مانند اسکے جماعت تابعین سے روایات آئی ہین اور مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ فرحت عموم فضل الٰہی
و اس کی رحمت پر چاہیے جن مین سے اعلیٰ و اولیٰ قرآن مجید و دین اسلام ہے یعنے دنیاوی متاع حقیر و حیات فانیہ پر فرحت نہین چاہیے۔
هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ وہ خیر ہے یعنی فضل و رحمت الٰہی بہتر ہے اس چیز سے جسکو مشرکین جمع کرتے ہین یعنی اموال دنیاویہ جو بلاشک
معرض زوال ہین [illegible] عام لوگ تعجب [illegible] اسپر فرحت کرتے ہین اور یہ اس سے بہتر ہے بلکہ اسکا فرق
[illegible] تفضیل ہے لیکن یہان سے تفضیل مراد نہین کیونکہ اموال دنیاویہ کا خیر ہونا لازم آوے اور فضل و رحمت اسکی نسبت
[illegible] بعض نے کہا کہ نعم المال الصالح [illegible] حدیث سے مال حلال کا خوب ہونا ثابت ہے تو اسم تفضیل اپنے معنے تفضیل پر ہوگا
[illegible] قول اول ہے کیونکہ [illegible] مال صالح کا مرد صالح کی نسبت جو حدیث مین خود مذکور ہے تو [illegible] کی طرف ہے تو مال فی نفسہ
[illegible] اسکو [illegible] فضل الٰہی حاصل ہوتا ہے اور فرحت بھی [illegible]

آلہی ہو اور ایمان پر فرحت ہونا اور روزہ دار کو موافق حدیث کے روزہ کھولنے کے وقت فرحت ہونا اور قبول توبہ سے اور مانند اس کے جو فرحتین ثابت ہین وہ بمرجع فضل و رحمت ہین حتی کہ بدون اس نظر و نیت کے فرحت باطل ہو فافہم۔ آیت مین دلیل ہے کہ جو فرحت بنظر مرجع فضل یا رحمت آلہی نہو وہ باطل ہو کیونکہ جب انھین سے اختصاص ہوا تو اور جگہ باطل ہوگی حطام دنیاوی و اموال وغیرہ پر فرحت بنظر دنیاوی شیوہ اہل کفر ہو اور استمتاع مباح بنظر آنکہ اختلال حواس وغیرہ سے حفظ صحت ہو تاکہ عبادت و طاعات مین تقویت رہے مباح فرحت اسی نظر سے ہو ورنہ باطل ہو اور یہ نہین کہ ہر ایسی چیز جسکا کچھ انجام محمود نہو وہ حرام ہو کیونکہ کہا کرفنا کرنا اور ہنکر پھاڑ ڈالنا وغیرہ حدیث سے بمعنی باطل ثابت ہین اگرچہ فی الجملہ اباحت ہو فافہم۔ خراج عراق کو دیکھکر عمر رض نے قولہ قل بفضل اللہ وبرحمتہ الآیۃ پڑھی تو آپ کے آزاد کیے ہوے غلام نے بھی کہا کہ واللہ یہ فضل و رحمت آلہی ہو فرمایا کہ تو جھوٹ بولا بلکہ یہ تو مما یجمعون مین سے ہے۔ ہذا الاثر رواہ ابن ابی حاتم والطبرانی۔ عمر رض کی مراد یہ تھی کہ ان سب اموال سے جسکو لوگ جمع کرتے ہین فضل و رحمت آلہی خوب ہو یا یہ کہ فضل آلہی اہل اسلام پر ظاہر ہوا کہ کفار و کلمہ کفر مقہور ہوا کیونکہ کفار جسکو دل و جان سے جمع کرتے ہین وہ اہل خیرات کے پاس آیا جس سے وے فضل حاصل کرنے مین قوت پاوین فافہم۔ بالجملہ امور ایسے بہت ہین کہ انہین خالی دلی نیت سے زمین و آسمان کا فرق ہوجاتا ہو چنانچہ کفار کی نیت اموال جمع کرنا محض باطل ہو اور مومن کی نیت اصلاح عاقبت دہ بہتر ہے اور یہی نیت حصۂ مومن ہو لہذا مومن کی نیت کا اسکے کام سے بہتر ہونا حدیث مین آیا ہو۔ قال فی العرائس قولہ قل بفضل اللہ الخ ازل مین اہل ایمان کو ولایت و مشاہدہ کے لیے چھانٹ لیا پس مشاہدہ فضل ہو اور خطاب رحمت اور انکی کچھ انتہا نہین ہو لیکن اول فضل و رحمت ازلی ہے پھر لا انتہایہ ابدی ہو اور درحقیقت ایک ہی چلی جاتی ہو کبھی اسکو تغیر نہین ہو کیونکہ مثل دنیا کے یا زندگی کے انقطاع ہوتا تو کمال نہ تھا اور جب انقطاع نہین تو اسپر فرحت و سرور لازم ہو اور اسپر دیدار حق تعالی کی زیادتی لا انتہایہ و بے کیف و کمال سرور ہو۔ اسمین اشارت ہو کہ مجاہدہ سے جمع کرنے کی نسبت مراقبہ افضل ہو کیونکہ کثرت مشقت مجاہدہ مین نظر مراقبہ غیب سے فی الجملہ غفلت ہوتی ہو اور مراقبہ کا حاصل خزائن معرفت ہین لہذا ثابت ہوا کہ ایک ساعت صفات آلہیہ مین فکر کرنا تمام رات کی عبادت سے افضل ہو۔ وفی حدیث تدارس العلم ساعۃ من اللیل خیر من احیائہا۔ رات مین ایک دم علم کی مدارست تمام رات عبادت سے بہتر ہو اور شبلی رح نے اپنی ایسی حالت مین اسی مضمون کا شعر کہا ہو۔ پھر شیخ رح نے فضل و رحمت کے انواع ظہور کو بیان کیا کہ فضل اختیار ولایت ہو یعنے بندے کو ازل مین ولی کرنے کے لیے پسند کردیا۔ ورحمت حفظ از قہریات مطرودہ ہو فضل وصال ہو اور رحمت حفظ از لعنت فضل عنایت ہو اور رحمت کفایت فضل معرفت ذات ہو اور رحمت کشف صفات و فضل عطاے محبت ہو اور رحمت جذب ارواح اور مریدون کو کشف انوار آیات و رعایت ادب ہو۔ واسطی رح نے کہا کہ اللہ تعالی ہی کے فضل و رحمت کی تخصیص سے تمام مخلوق کو مایوس کردیا کہ کسی کو اپنی ذات سے کچھ نہین ہو۔ بعض نے کہا کہ فضل آلہی احسان ازلی ہو اور رحمت ایجاد از عدم ہو پس ہدایت و ایمان نتیجہ فضل و رحمت ہو۔ قال المترجم بذریعہ قرآن مجید و رسول حمید صلے اللہ علیہ وسلم کے فافہم۔ جعفر رح نے کہا کہ معرفت فضل اور توفیق رحمت ہو۔ بعض نے کہا کہ ثواب و کرم ہو۔ جنید رح نے کہا کہ ابتدا مین فضل و انتہا مین رحمت ہو۔ کنانی رح نے کہا کہ نعمتہاے ظاہرہ و باطنہ مین کما فی قولہ اسبغ علیکم نعمہ ظاہرۃ و باطنۃ۔ شیخ فضل رح نے کہا کہ فضل اللہ تعالے اسلام ہو اور رحمت اسکی اتباع سنت نبوی صلے اللہ علیہ وسلم یعنے اجتناب از بدعات ہو۔ ذوالنون رح نے کہا کہ حصول جنت و پناہ از دوزخ ہو عمرو بن عثمان رح نے کہا کہ فضل آلہی حجاب اٹھادینا اور رحمت اسکی دیدار ہو۔ بعض نے کہا کہ فضل دوام توفیق اور رحمت تمام تحقیق ہو۔ پھر اللہ تعالے نے کفار کی نظر اموال جمع کرنے مین اور ان کے درمیان خلاف رضاے حق تصرف کرنے مین مع دیگر قبیح اعمال کفر و مذموم نیات کے بیان فرمائین۔ بقولہ تعالے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ

تو کہہ بھلا دیکھو تو اللہ نے اتاری تمہارے واسطے روزی پھر تم نے ٹھہرائی اس میں سے کوئی حلال اور کوئی حرام کہہ کیا اللہ نے حکم دیا تم کو یا اللہ پر

تَفْتَرُوْنَ ○ وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى

جھوٹھ باندھتے ہو اور کیا گمان ہے جھوٹھ باندھنے والے اللہ پر قیامت کے دن کو اللہ تو فضل رکھتا ہے

النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ○

لوگوں پر لیکن بہت لوگ حق نہیں مانتے

قُلْ اَرَءَيْتُمْ تو کہدے کہ تمھیں معلوم ہو تو مجھے خبر دو کہ۔ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ جو اللہ تعالے نے اُتارا تمھارے لیے رزق۔ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا سو بنایا تم نے بعض میں سے حرام وحلال۔ قال البیضاوی رح آیت میں رزق کو اُتارا ہوا قرار دیا کیونکہ وہ آسمان میں مقدر ہوا اور آسمانی اسباب مانند مینہ وغیرہ سے حاصل ہوجاتا ہے اور ما موضع نصب میں معمول انزل یا ارایتم کا ہے کیونکہ ارایتم بمعنی اخبرونی ہے اور حرف لکم دلالت کرتا ہے کہ مراد رزق سے حلال رزق ہے کیونکہ وہی نفع کے لیے ہوتا ہے اور اسیواسطے فجعلتم میں توبیخ کو تنہ سے قرار دیا یعنے من تبعیضیہ سے پس مراد یہ کہ تم نے رزق میں سے حلال کو اپنی شرع میں پھیر دو ٹکڑے کرکے انمیں سے بعض کو حرام کردیا کما فی قولہ وقالوا ہذہ انعام وحرث حجر الآیۃ اور قولہ ما فی بطون ہذہ الانعام خالصۃ لذکورنا ومحرم علی ازواجنا الآیۃ۔ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ اے محمد تو کہدے کہ کیا اللہ تعالے نے تمکو اسکی اجازت دی ہے یا تم اللہ تعالے پر افترا باندھتے ہو یعنی اللہ تعالے پر تم قطعاً افترا باندھتے ہو اور یہ نہایت سخت گناہ ہے۔ کما قال۔ وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اور کیا گمان ہے ان لوگوں کا جو اللہ تعالے پر جھوٹ افترا باندھتے ہیں قیامت کے روز یعنی ایسے مفتریوں کا گمان اپنے حق میں قیامت کے روز کیا ہے بھلا کیا یہ خیال باندھتے ہیں کہ سزا نہ پاوینگے نہیں بلکہ ایک سزا پاوینگے ایسی بڑی سزا کہ خوب تحقیق بیان کی حاجت نہیں ہے پس موعود وعید کو مبہم رکھنا بڑے سخت ہونے کی دلیل ہے جیسے اُردو محاورہ میں کہیں دیکھو تجھے کیسی سزا ملتی ہے۔ اور ما بمعنی اے شئی ہے منصوب بظن بدلیل قراءۃ شاذ وظن الذین بلفظ ماضی بوجہ قطعی الوقوع ہونے کے۔ قال البیضاوی رح اور جائز ہے کہ قولہ آللہ اذن لکم متصل ارایتم ہو اور قل کی تکرار تاکید ہی ہو اور جائز ہے کہ ارایتم استفہام انکاری ہو اور ام منقطعہ بمعنی بل ہو۔ قال المترجم کشاف نے یہی اختیار کیا ولیکن اول اولےٰ واظہر ہے۔ قال الحافظ اور ابن عباس ومجاہد وضحاک وقتادہ وعبد الرحمن بن زید وغیرہم نے کہا کہ بحیرہ وسائبہ وغیرہ جنکو مشرکین طرح طرح کی جاہلانہ شرع سے اپنے اوپر حرام کرتے تھے بغرض انکار کے یہ آیات ہیں تاکہ جب شریعت الٰہی کے حق ہونے کا اقرار کریں اور اسی کی تکمیل و تحریم کو صحیح دیکھیں اور اپنی خود کی چھوڑ دیں تو راست پر آویں۔ اور مالک بن نضلہ سے روایت ہے کہ میں شکستہ حالت بنا ہوا آیا تو آنحضرت صلعم نے مجھ سے فرمایا کہ تیرے پاس کچھ مال ہے میں نے کہا کہ اونٹ گھوڑے بکریاں غلام باندیاں سب قسم کا مال ہے فرمایا کہ جب اللہ تعالے نے تجھے دیا تو مجھ کو تجھ پر اسکا اثر دیکھنے میں پسند ہے پھر فرمایا کہ بھلا تیرے اونٹ بدن سے درست بچے جنتے ہیں اور تو استرہ سے انکے کان کاٹ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ بحیرہ ہے اور کھال پھاڑکر کہتا ہے کہ یہ حرم ہے پس اپنے اوپر اور اپنے اہل وعیال پر حرام کرلیتا ہے میں نے کہا کہ جی ہاں ایسا کرتا ہوں الی آخر الحدیث یعنے اچھی نصیحت سے بطریقہ احسن اسکے دل سے دور کیا جیسا کہ سورہ انعام میں گذر چکا واحتج بہ فقہاؤنا واصحابنا جیاد قویۃ پس اللہ تعالے نے ہر ایسے شخص پر انکار کیا جو بدون دلیل و مستند کے محض رائے و خواہش سے کسی چیز کو حلال یا حرام کرتا ہے وسیحاصل علی ما قال الرازی وغیرہ تم لوگ جن چیزوں

پر حلت یا حرمت کا حکم لگاتے ہو تو خالی رائے و خواہش سے ہے یا نہیں پس اگر بعض رائے ہو تو جسکو ذراسی عقل ہو اسکو ہرگز نہیں سمجھتا اسلیے کہ رائے وخواہش سے پسند یا نہیں پسند کرسکتا ہو اور یا حلال ہونا کہ اسپر آخرت میں ثواب ہوگا یا مواخذہ نہوگا اور یہ حرام کہ اسپر آخرت میں عذاب ہوگا تو ایسا حلال وحرام کبھی نہیں معلوم ہوسکتا سوائے اس طریقہ کے کہ اللہ تعالے کی طرف سے معلوم ہو اور یہ طریقہ یہی ہے کہ اللہ تعالے کے رسول پر وحی سے حکم الٰہی دریافت ہو جیسا کہ حق تعالے نے ابتدائے آدم علیہ السلام سے برابر انبیاء علیہم السلام بھیجے ہین لیس ہمتن اسی کی پیروی ضرورہے لہذا فرمایا۔ اِنَّ اللّٰہَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ بے شک اللہ تعالے فضل کرتا ہے بندون پر چنانچہ پیدا کرکے عقل دی اور رسل بھیجکر ہدایت کی اور کتابین نازل فرماکر حلال وحرام وفرض ومنکر وممنوع سب کی راہ بتائی کہ معرفت توحید خالق عز وجل سے ثواب جنت حاصل کرین پس انپر بے انتہا شکر واجب ہے۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ولیکن بہتیرے لوگ شکر نہین کرتے۔ قال ابن جریر رح اللہ تعالے لوگون پر فضل والا ہے کہ دنیامین انپر عذاب کرنے مین تعجیل نہین فرمائی۔ وقال الحافظ رح مین کہتا ہون کہ بڑا فضل کیا کہ دنیامین ان کے لیے مخلوقات کے منافع مباح کر دیے اور حرام وہی کیے جو ان کے دین یا دنیامین انکو مضر ہین اگرچہ اپنے زعم مین اچھا سمجھین ولیکن بہتیرے اس کے عوض ناشکری کرکے شرک وکفر کرتے اور اپنی رائے و خواہش سے حرام حلال بناتے ہین۔ قال الکرخی رح یہ نہایت کافی زجر ہے ہر ایسے شخص کو جو دین مین اللہ تعالے واسکے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کو بغیر مضبوط دلیل پہچاننے کے حرام یا حلال وغیرہ کا حکم لگاوے جیسے اس زمانہ کے بعضے فقیہ مین انتہی ترجمة کلامہ مترجم کہتا ہے کہ شیخ کرخی رح نے اپنے زمانہ والون پر افسوس کیا تو مترجم اپنے زمانہ والون پر اگر صد افسوس کرے تو کم ہے کیونکہ ان لوگون نے کلام الٰہی وحدیث سے بالکل ہاتھ اٹھا کر محض تقلید پر مدار کر لیا بلکہ سخت واجب قرار دیا حالانکہ انکو مجتہد ہونے کی لیاقت نہین تو مجتہد کے قول کے دلائل دیکھ لینے کی لیاقت ہو ورنہ اپنے نفس کے خطرات واصلاح کی خاک سمجھ ہوگی بلکہ اسی وجہ سے خالی اعمال جوارح پر مغرور ہوکر اصلاح قلب سے محض بے بہرہ ہوتے ہین حتی کہ شیطان کے خطرات سے دین برباد کرنے مین ساعی ہوجاتے ہین۔ نعوذ باللہ تعالے انپر فرض ہے کہ جدال چھوڑ کر ائمہ مجتہدین وسلف صالحین کی طرح اعمال جوارح سے ہر وقت ذخیرہ ثواب جمع کرین اور اصل اصول اصلاح قلب و افعال قلبی کی نگہداشت کرین تاکہ علماء ربانی ہون عوام کو جنت و دوزخ کی طمع وخوف ہی سے اور اپنے کو توحید ومحبت الٰہی کے جوش سے قبر تک جو دروازہ آخرت ہے با ایمان صحیح سلامت پہنچاوین اللھم وفقنا للآخرة ولا تجعلنا للدنیا وانیھا خاسرین حافظ رح نے کہا کہ ایسی خودرائی مین بہت لوگ پڑ گئے پس مشرکین تو معلوم کہ اپنے واسطے انھون نے کیا کیا شرعین بنائین اور کتاب والون مین سے جیسے یہود ونصاریٰ کہ دین مین بکثرت بدعتین نکالین۔ قال المترجم نصاریٰ کی ایک بدعت یہی کہ عیسیٰ بیٹا اور خدا تثلیث ہے کمال گمراہی کے لیے کافی ہے اور واضح ہو کہ یہ بدعت اس امت مین بھی پھیلی چنانچہ کرخی رح نے اشارہ کیا ہے ثم ذکر الحافظ رحمہ اللہ اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر مین ابی الصباح تابعی رحمہ اللہ سے روایت کی کہ قولہ تعالے ان اللہ لذو فضل علی الناس کہا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو کافر ومشرک ومنافق وفاجر وفاسق اپنے اپنے اعمال مین گرفتار ہونگے اور رہے نیک نیت نیکوکار مومن بندے اولیاء اللہ تو وے حضور مین لائے جاوینگے پھر اولیاء الٰہی تین گروہ ہوکر حاضر ہونگے پس ایک گروہ مین سے ایک شخص لایا جائیگا اس سے اللہ تعالے فرمائیگا کہ اے بندے تو نے یہ کام نیک کس غرض سے کیے تھے عرض کرے گا کہ پروردگار آپ نے جنت واشجار ونہرین وانمار وحور وقصور پیدا فرمائے وتیار کیے اہل طاعت کے لیے نعمتین کھین سو مین اسکے شوق مین راتون جاگا و دنون روزے رکھے کہ سکو پاؤن تو فرمائیگا کہ اے بندے تو نے جنت کے لیے یہ کام کیے۔ اچھا سو جنت ہے آ جنت مین داخل ہو اور تجپر میرے فضل سے یہ ہے کہ مین نے تجھے دوزخ سے آزاد کیا اور میرے فضل سے ہے کہ تجھے اپنی جنت مین داخل کرون پس وہ اور اسکے ساتھی جنت مین چلے جاوینگے پھر دوسرے

گروہ سے ایک شخص لایا جائے گا کہ اے بندے تونے کس لیے دنیا میں کیے عرض کریگا کہ پروردگار آپ نے دوزخ و اسکے حرور سموم وطوق و جحیم پیدا کیے اور جو کچھ اس میں اپنے اعدا کے لیے عذاب رکھے تو میں نے راتوں کو بیداری میں و دنوں کو روزے میں اسی کے خوف سے کاٹا۔ فرمائیگا کہ اے بندے تونے دوزخ کے خوف سے ایسا کیا تو میں نے تجھے دوزخ سے آزاد کیا اور تجھپر میرا فضل ہے کہ تجھے جنت میں داخل کروں پس وہ اور اسکے ساتھی جنت میں داخل ہو جائینگے پھر تیسرے قسم کا ایک آدمی لایا جائیگا اس سے فرماویگا کہ اے بندے تونے کس لیے یہ کام کیے وہ عرض کرے گا کہ میرے مولیٰ آپکی محبت و عشق و شوق دیدار میں قسم ہے آپ کی عزت و جلال کی کہ راتیں تیرے عشق میں بیدار ہو کر کاٹیں اور دنوں تیری محبت میں روزے رکھے پس حق عزوجل فرمائیگا کہ اے میرے بندے تونے میرے ہی عشق و محبت سے یہ کام کیے تو اسکی عطا میں میرا دیدار دیکھ حق عزوجل اسکا حجاب دور فرماویگا پھر فرمائیگا کہ تجھپر میرا فضل ہے کہ میں نے تجھے دوزخ سے آزاد کیا اور تجھپر اپنی جنت کو مباح کر دیا اور ملائکہ تیرے حضوری میں ہیں اور میں آپ تجھپر سلام فرماونگا پھر وہ و اسکے ساتھی جنت میں داخل ہو جاوینگے۔ قال المترجم دلائل احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سب سے پہلے اسی امت مرحومہ والوں کو پھر اگلی امتوں کے مومنین کو فضل ملیگا اور یہ سب مومنین سچے توحید والے بدون شرک و خود رائی کے دنیا میں خالص ایمان والے ہیں جو دنیا کی چیزوں سے بدون دنیا کی خواہش و محبت کے نفع لینے والے اور دل و جان سے آخرت کی طرف مائل تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم اور اللہ تعالیٰ ہر ایک کے حال و نیت و صدق کو خوب جانتا ہے اور ہر ایک کے نافع و مضر امر کا وہی عالم ہے لہذا فرمایا۔

وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا

اور نہیں ہوتا ہے تو کسی حال میں اور نہیں پڑھتا ہے تو اس میں سے کچھ قرآن اور نہ کرتے ہو تم لوگ کچھ کام کہ ہم نہیں ہوتے حاضر تمپر

اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ۭ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاۗءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ

جب تم لگتے ہو اسمیں اور غائب نہیں رہتا تیرے رب سے ایک ذرہ بھر زمین میں نہ آسمان میں نہ اس سے چھوٹا

ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝

نہ اس سے بڑا جو نہیں کھلی کتاب میں

پہلے کلام کی ترکیب فصیح و بلیغ سمجھو کہ ما تکون بحرف نفی ہے اور خطاب آنحضرت صلعم کو جو سردار خاص الخاص ہیں پھر آگے سب کی تعمیم کر دی بقولہ ولا تعملون الخ۔ اور شان بالف دراصل ہمزہ بمعنے قصد ہے پس اطلاق مصدر بمعنے اسم مفعول آیا۔ اور تفسیر میں کی الفاظ امر سے کی گئی ہے لا تکون فی امر۔ اور تتلو منہ میں ضمیر مجرور یا شان کی طرف ہے کیونکہ تلاوت بھی منجملہ شان کے ہے اور رسول کا تلاوت کرنا منجملہ شان رسول کے بڑی شان عظیم ہے لہذا تخصیص کی گئی یا تلاوت سی شان کی وجہ سے ہوا کرتی ہے تو منہ اے من اجل الشان یا یہ ضمیر راجع بحق عزوجل ہے یعنے حق تعالیٰ کی طرف سے یا یہ کہ ضمیر بجانب قرآن ہے جو آگے مذکور ہے پس اضمار قبل الذکر بغرض تفخیم شان کتاب ہے اور بنا بر اول کے من قرآن دراصل مفعول تتلو ہے اور من اسپر یا تبعیضیہ ہے یا تاکید نفی کے لیے زائدہ ہے اور بر وجہ اخیر وہ بیانیہ ہے۔ ذرہ چھوٹی چیونٹی یا رگیک کے ذرہ جو ہوا میں شعاع سے نظر آتے ہیں اور من مثقال میں من زائدہ بغرض استغراق نفی ہے یعزب بضم زاء اور بکسر زاء ترجمہ دونوں قراۃ مشہورہ فصیحہ ہیں اور معنے اسکے دور ہونا یا غائب ہونا۔ اور قولہ الا فی کتاب کی استثنا میں کلام آویگا انشاء اللہ تعالیٰ پھر واضح ہو کہ جب کفار نے قرآن سے انکار کیا اور فضل و رحمت الٰہی سے منہ موڑا اور جاحد ہوئے بیان ہو چکی تو اب احاطہ علم الٰہی سے

کفار کو تہدید کامل کر دی اور اہل ایمان کو پوری خوشخبری و طمانینت ہوئی کہ مولائے حق عزوجل کا علم ہم بندون کے ادنی و اعلی حالات کو ہم سے
کہین زیادہ محیط ہے بلکہ ہمارا علم کچھ چیز نہین اور وہی تم ہے اور علم درحقیقت اُسی کا علم ہر بندے کی ابتدا و انجام کو محیط ہے چنانچہ فرمایا۔
وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ اور نہین ہوتا تو کسی شان مین یعنے کسی حال و کام مین۔ وَمَا تَتْلُوا مِنْهُ مِنْ قُرْآنٍ اور نہین تلاوت کرتا ہے تو اُس سے
قرآن سے۔ وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ اور نہین کرتے ہو تم لوگ کوئی کام۔ إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودًا مگر آنکہ ہوتے ہین ہم تم پر شہود۔ یعنے
اے محمد صلعم تو جس شان و حال پر ہوتا ہے اور جو کچھ قرآن پڑھتا و تبلیغ و نصیح فرماتا ہے اور جو کچھ کام تم لوگ کرتے ہو وہ ہم سے کچھ بھی چھپا نہین
بلکہ ہم اُسپر شاہد و رقیب و مطلع ہین۔ إِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ جبکہ تم اُسمین گھستے و مندفع ہوتے ہو۔ بعض نے کہا کہ لاتعملون کا خطاب اہل کہ
کو ہے اور حاصل یہ ہے کہ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم تیری سب شان کو نماز و روزہ و نظر بحضرت کبریا و حرص بجانب ایمان بندگان خدا وغیرہ کو
اور تیری تلاوت قرآن کو تاکہ سب لوگ ہدایت پاوین اور خرابی و بربادی و جہنم سے بچین اس سب کو ہم دیکھتے و اسپر مطلع ہین اور تم اے کفار
کہ جو کوئی کام کرتے ہو جیسے قرآن مجید سے انکار و اُس مین بیوقوفی و عداوت کا خوض کرنا و رانجام مین اس سے منکر ہونا اور توحید الٰہی سے انکار
کرنا وغیرہ جو کام کرتے ہو اُسکو ہم ابتدا سے انتہا تک بخوبی جانتے ہین۔ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَبِّكَ اور نہین دور ہے یا نہین پوشیدہ و غائب ہے
تیرے رب سے۔ مِنْ مِثْقَالِ ذَرَّةٍ وزن ذرہ بھر یعنی چھوٹی چیونٹی برابر یا ریت کے ذرہ برابر جو شعاع مین نظر پڑتے ہین۔ فِي الْأَرْضِ
وَلَا فِي السَّمَاءِ۔ نہ زمین مین اور نہ آسمان مین۔ وَلَا أَصْغَرَ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْبَرَ اور نہ اس سے بہت چھوٹی چیز اور نہ بڑی۔ یعنے
بڑی سے بڑی چیز جو تم کو نظر آتی ہے آسمان ہے اور سب سے نزدیک زمین ہے تو زمین سے شروع کرو اور آسمان تک نظر کرو کہ انمین کوئی ذرہ برابر
یا اُس سے چھوٹی بڑی چیز نہین جو پروردگار تعالےٰ شانہ کے علم سے غائب ہو مین مثقال مین من زائدہ استغراقی ہے اور علم الٰہی تو ہر جگہ وہر
مخلوق کو خواہ محسوس ہو یا نہو جیسے نیات و خطرات سب کو محیط ہے لیکن چونکہ کفار پابند محسوسات ہین اور سوائے زمین و آسمان کے نہین دیکھتے لہذا
نہایت حقیر محسوس چیز کا پوشیدہ ہونا خواہ زمین مین ہو جو قریب محسوس ہے یا آسمان مین جو دور ہے مخصوص بیان فرمائی تاکہ اس سے سمجھ حاصل
کرلین کہ حضرت الٰہی تعالےٰ کے صفات کیسے کمال پر ہین پس وہی معبود ہے۔ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ مگر کتاب مبین مین ہے مفسرین نے اس استثنار
مین کلام کیا کیونکہ اگر قولہ مایعزب سے مستثنیٰ ہے تو یون ہوا کہ مایعزب عن ربک الافی کتاب۔ حالانکہ یہ درست نہین ہے کیونکہ یہ معنے ہوتے
جاتے ہین کہ علم الٰہی سے کچھ پوشیدہ نہین مگر جو کتاب مین یعنی لوح محفوظ مین ہے یعنے وہ خارج از علم ہے حالانکہ یہ محال ہے اور جواب دیا گیا کہ اشیار
دو قسم کی ہین ایک وہ جنکو اللہ تعالےٰ نے بلا واسطہ پیدا کیا جیسے آسمان و زمین وغیرہ اور دوم وہ جنکو بالواسطہ پیدا کیا جیسے بواسطہ مطر یا آدمی
کے تو مایعزب بمعنے ما یبعد لیکر یون ہوا کہ علم الٰہی سے دور نہین کوئی چیز مگر وہی ایک درجہ دور ہے جو لوح محفوظ مین ہے مترجم کہتا ہے کہ ایسا جواب
دینے والا محض غفلت مین رہا کہ اسکو اصول و فروع و ایجاد و فعل سب سے ذہول ہوا کیونکہ اسباب خود کچھ موثر نہین تو ایجاد بالواسطہ
درحقیقت ایجاد الٰہی ہے علاوہ برین کلام علم الٰہی مین ہے نہ ایجاد مین پس یہ جواب محض واہی و باطل ہے اور معتزلہ وغیرہ اہل بدعت جہالت
کے اصول سے موافق ایسے قول کو بدون رد کے ذکر کرنا روا نہین ہے بعض نے جواب دیا کہ استثنار بمعنے لکن ہے یعنے منقطع ہے اے لکن فی
کتاب مبین یعنی اللہ تعالےٰ سے کچھ پوشیدہ نہین ہے اور یہ معلومات الٰہیہ سب کتاب لوح محفوظ مین ثابت ہین خلاصہ یہ کہ ایسا استثنار درحقیقت
استثنار نہین ہوتا ہے اور ابو علی جرجانی رح نے کلام عرب سے الا بجلسے واو کے بولنا ثابت کر کے یہان بھی یہی تجویز کیا اور کرخی رح نے اس کو
تعسف قرار دیا اور مترجم کہتا ہے کہ تعسف نہین بلکہ درحقیقت قریب بجواب دوم ہے اور تحقیق یہ ہے کہ لکن کے معنے مین الا جو منقطع ہے وہ لکن عاطفہ کی قوت

ہین قرار دیکر بعضے واو لیتے ہین اور اُردو زبان مین بھی لفظ اگر اسطرح بولا جاتا ہے۔ اور اس صورت مین معنے یہ ہونگے کہ علم الٰہی تمام کائنات زمین و آسمان کو محیط ہے خواہ کیسی ہی چھوٹی ہو اور یہ سب لوح محفوظ مین اللہ تعالیٰ نے ثبت فرمائی ہین اور مقصود یہ کہ علم الٰہی محیط ہے اور عجیب قدرت ہے کہ لوح محفوظ مین ہر چیز مثبت ہے اور عجیب احاطہ ہے کہ وہ شئے مثبت بھی ہے۔ وقال البیضاوی رحمہ قولہ ما یعزب عن ربک الی السماء تک ایک کلام ہوا جو احاطہ علم پر برہان ہے اور قولہ ولا اصغر من ذلک آخر کلام مستقل ہے جو اپنے ماسبق کا مقرر ہے مترجم کہتا ہے کہ حاصل اسکا وہی ہے جو اوپر لکھا بجز حرف عطف لینے کی صورت مین مذکور ہوا لینے پوشیدہ نہین تیرے پروردگار کے علم سے کوئی ذرہ بھی جو کہین ہو خواہ آسمان مین یا زمین مین۔ پہ تو اسکا علم محیط ہے پس جو کوئی یہ گمان کرے کہ وہ جزئیات کو نہین جانتا وہ کافر ہے۔ اور قولہ ولا اصغر الخ میں علم محیط کے ساتھ دوسری قدرت کا ظہور یہ کہ ذرہ سے چھوٹی ہو یا بڑی ہو سب لوح محفوظ مین مثبت ہے قال الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فی تفسیر الآیۃ اس آیت مین اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو آگاہ فرماتا ہے کہ تیرا خالق مالک ذوالجلال والاکرام تیرے سب احوال و تیری اُمت کے اور تمام مخلوقات کے ہر ساعت و ہر دم و ہر لحظہ کے خوب جانتا ہے اسکے علم و نظر سے کوئی ذرہ حقیر سے حقیر شئے سے بڑے تک پوشیدہ نہین ہے خواہ کہین ہو اور یہ مانند قولہ تعالیٰ وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ہو ویعلم ما فی البر والبحر وما تسقط من ورقۃ الا یعلمہا ولا حبۃ فی ظلمات الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔ کے ہے مترجم کہتا ہے کہ ظاہر کلام موافق اختیار بیضاوی ہے واللہ اعلم۔ و فی العرائس قولہ تعالیٰ وما تکون فی شان آخرہ اس مین آگاہی فرمائی کہ وہ تعالیٰ بندوں کے دلی خطرات پر آگاہ ہے اور کیون نہین کہ اسی نے انکو پیدا کیا کما قال تعالیٰ الا یعلم من خلق وہو اللطیف الخبیر چنانچہ اپنے رسول اکرم اشرف الخلق کو اپنی اطلاع ہونے سے متنبہ کیا بقولہ وما تکون فی شان یعنی جس حال میں تم ہو نبی کے رسالت کے لیے ہوتا ہے ومان تتلو منہ من قرآن اور جو خطاب تو امت پر انکی سیری و فرمانبرداری کرنے کے لیے بطریق تبلیغ رسالت پڑھتا ہے [illegible] ہم اس پر مطلع ہین پس سوائے حق کے کوئی خطرہ آنے سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا چاہیے اور حبیب علیہ السلام کو اس خطاب سے عظمت کی تجلی فرمائی پھر سب کو شامل کر دیا بقولہ ولا تعملون من عمل۔ اور تم کوئی کام نہین کرتے لیعنے عبودیت کے کامون مین سے جسپر ہم شاہد حاضر ہوں الا کنا علیکم شہودا مگر ہم حاضر رہتے اس پر مطلع ہین اسطرح کہ جلال و عظمت تم پر کشف فرمائی اور ملکوت کبریائی تھا سے دونون پردہ اٹھا دیتے ہین تاکہ تم پر انوار عظمت جبروت و کبریائی ہمیشہ تاباں رہین۔ اذ تفیضون فیہ۔ جبکہ تم اپنے آپ کو عظمت کے واسطے قربان کرتے ہو اور جو حرکت تم سے انس جاری ہوتی ہے پہچانتا ہوں۔ فرمایا کہ عرش سے تا انتہائے مخلوق ہر ذرہ علم کبریائی کے احاطہ مین ہے بقولہ وما یعزب عن ربک [illegible] بیان فرمایا [illegible] اور [illegible] اللہ تعالیٰ کا علم [illegible] اور قدرت قائم بالذات کے ساتھ ہوا اور نظر اسکی [illegible] مخلوق تک شامل ہے خواہ کتنی ہی چھوٹی یا بڑی ہو [illegible] سب مخلوقات اسکے علم میں اسکی بصر کے سامنے معروف ہین اور سب اسکی ذات و صفات کے [illegible] قائم ہین [illegible] ہر حال [illegible] اسکی [illegible] اور اسکی عزت کاملہ و قدرت شاملہ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ان کے ساتھ ہیں بعلم وقدرت واحاطہ کہ اللہ تعالیٰ نے انپر منت احسان فرمایا پس حق سبحانہ تعالیٰ بندۂ عارف کے ساتھ ہیں بصفت قرب ومشاہدہ ہے اور تمام مخلوق اسکے علم میں مستغرق ہے کما قال وما یعزب عن ربک الآیہ۔ اور عارف اگر اپنے مشہود کو مشاہدہ کرتا تو کبھی اعمال کیطرف نہ جاتا بلکہ ہر وبال احوال سے اُسی سے کشف جمال کیطرف پروا نہ کرتا کیونکہ شدت محبت میں اعمال کا واسطہ نہیں رہتا پس ایسی صورت میں اُس سے خوف حزن وغم جو بسبب عبادت بخوف جہنم ہوتا ہے اور امید جنت سب ساقط ہو جاتی کیونکہ وہ مشاہدہ جمال میں غرق ہے پھر حق تعالیٰ نے ایسے بندوں کو بیان فرمایا جو خطرات وعقوبات سے انجام میں یا ابتداء سے رہا ہو کر اہل مشاہدہ وانس اور داخل وصال ہوئے ہیں۔ بقولہ تعالیٰ

أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَكَانُوا۟

سن رکھو جو لوگ اللہ کی طرف ہیں نہ ڈر ہے انپر نہ وہ غم کھاویں جو لوگ یقین لائے اور رہے

يَتَّقُونَ ۝ لَهُمُ ٱلْبُشْرَىٰ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَفِى ٱلْـَٔاخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَٰتِ ٱللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ

پرہیز کرتے انکو ہے خوشخبری دنیا کے جیتے جی اور آخرت میں بدلتی نہیں اللہ کی باتیں یہی ہے

ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ ۝

بڑی مراد ملنی

علم آلٰہی تعالیٰ میں تمام مخلوقات اپنی اپنی ابتداء وانجام کی راہ سے متمیز ومعلوم ہے اور ہر ایک اپنے انجام کے موافق اعمال کا مرتکب ہے ازانجملہ جو اللہ تعالیٰ عزوجل کی توحید وکمال صفات پر مؤمن ہیں وے ہر حال میں جو عمل کرتے ہیں خواہ اُس میں جوارح ظاہرہ کو دخل ہو یا فقط باطن کا فعل ہو ہر دم اللہ تعالیٰ کو شاہد وعلیم وخبیر جانتے اور تقویٰ رکھتے ہیں اور اُنکے اعمال خلوص محبت آلٰہی سے ہوتے ہیں اور حدیث موسیٰ بن الصباح متذکرہ بالا سے ظاہر ہوتا ہے کہ وعدۂ آلٰہی پر یقین کر کے یا وعید آلٰہی سے ڈر کر اعمال کرنے والے بھی اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے مخلص ہیں اگرچہ خالص محبت سے عاملین کے برابر نہ ہوں پس اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کا مرتبہ بیان فرمایا تاکہ کفار حسرت میں پڑیں اور اہل ایمان خوشی سے سر جھکاویں بقولہ تعالیٰ۔ أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ خبردار ہو کہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء بندے بے شک ایسے ہیں کہ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ انپر کچھ خوف نہیں اور نہ وے غمگین ہونگے۔ ولی ضد عدو ہے جیسے مومن ضد کافر ہے اور ترکیب لفظ قرب پر دلالت کرتی ہے پس ولی کو قرب ہوتا ہے جسکی کیفیت انجول ہے جیسے حدیث میں حالت سجدہ میں بندہ کا رب سے بہت قرب آیا پھر ولی کا لفظ جب اللہ تعالیٰ پر اطلاق ہو جیسے قولہ ان ولیی اللہ الذی نزل الکتاب الآیہ۔ تو مولیٰ اسم فاعل کے معنے میں اور جب بندہ پر اطلاق ہو جیسے یہاں تو فعیل بمعنے اسم مفعول ہے اور بلحاظ محبت کے ہر ایک میں معانی کا اعتبار ہے اور یہ عجیب لطف ہے فافہم۔ یہاں دو معنے ہو سکتے ہیں اول یہ کہ انجام میں انکے لیے کوئی ایسی بات نہیں جس سے انپر خوف ہو یا غم کھانا پڑے اور دوم یہ کہ وے ایسے حال میں ہونگے کہ اُنپر کوئی غم یا خوف نہیں طاری ہوگا بخلاف کافروں ومشرکوں کے کہ انکو سخت غم متواتر رہیگا اور بخلاف گنہگار مسلمانوں کے کہ اُنپر ایک نوع کا غم وخوف چھایا ہوگا اگرچہ آخر میں عفو ہو جاوے یا کچھ سزائے جہنم کے بعد نجات ہو جاوے واللہ اعلم۔ اور کفار تو عذابی کفر وشرک کے غم ورنج میں متواتر ہمیشہ پڑے رہینگے کہ یہ غم انھیں اشقیاء کے ساتھ مخصوص ہوگا۔ پھر واضح ہو کہ دونوں احتمال کے واسطے احادیث وآثار میں شواہد ہیں چنانچہ آیندہ معلوم ہوگا اگرچہ ابتداء سے غم نہونا مستلزم ہے کہ آیندہ نہو پس ارجح یہ ہے کہ انپر کچھ خوف وغم طاری ہی نہوگا اور یہاں سے نکلتا ہے کہ شدت محبت بجناب باری تعالیٰ سے خوف جہنم یا امید جنت کی نیت اُنکی عبادت میں جاتی رہتی ہے اور نا خوشی اپنے مولیٰ سے ہر دم ہراسان وخائف رہتے ہیں۔ پھر واضح ہو کہ اولیاء کی تفسیر میں علماء کے اقوال ہیں۔ بیضاوی نے کہا

کہ اولیاء وہ لوگ جو طاعت کے ساتھ اللہ تعالےٰ سے تولی رکھتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کرامت عطا کرنے کے ساتھ انکی تولی فرماتا ہو اور ایسا ہی متکلمین کا قول ہو اور مدار انکا محبت کی یہ تاویل کہ بندہ کی طرف سے محبت یوں کہ طاعت میں مستقیم ہو اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے اسطرح کہ انکو ثواب و کرامت عطا فرماوے۔ و اہل تصوف رحمہم اللہ تعالےٰ نے بھی مختلف عبارات سے تعریف کی لیکن مآل واحد ہو اور بنا انکے تعریف کی اثبات محبت ہو اور یہی مختار و صحیح ہو لیکن معنی محبت کے بیان میں نہیں آسکتے ہیں اور یہی کرامت تو یہ ولی کے لیئے کچھ ضروری نہیں اگر مراد اس سے خرق عادت ہو ورنہ ایمان و استقامت عین کرامت ہو اور جو تفصیل تعریفات میں ہو امر مجمل کی توضیح باعتبار ظاہر فہم ناقص ہو ورنہ در حقیقت واضح معنے یہ ہیں کہ جو اللہ تعالےٰ نے فرمائے بقولہ۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ یعنے اولیاء وہ بندے ہیں جو ایمان لائے و تقی رہے پس خلاصہ معنے ولی کے مومن متقی۔ اور ابو السعود رح نے لکھا کہ تقوی کے مراتب متعدد ہیں ادنی یہ کہ شرک سے پرہیز کیا اگرچہ اس سے گناہ سرزد ہوا اور اعلی یہ کہ طاعت پر قائم اور معاصی سے مجتنب اور شبہات سے دور اور طریق سنت پر مستقیم ہو پس یہاں یہی مرتبہ اعلی مراد ہو۔ و مدار ولایت کا یہی تقوی ہوا کہ ہر ایسی چیز سے جو حق تعالےٰ سے غافل کرے دور بھاگے اور تمام عالم سے بالکل منقطع ہو کر اپنے رب تبارک تعالےٰ سے واصل ہوتے ہیں اسی سے انکو قرب و حضور و شہود حاصل ہوتا ہو۔ اور جب یہ غور کیا جاوے کہ ایمان صدق دل سے لا اِلٰہ اِلّا اللہ کہنا پھر صدق کی تفصیل دیکھی جاوے تو مآل واحد ہو کیونکہ جب ایمان کے جزئیت کا ارادہ کیا اسمیں صدق کا کامل اثر نہیں ہو اور اسی کی نظیر ولی کی تعریفات میں مختلف عبارات ہیں جنکا حاصل ایک ہی ہو مگر لوگوں کے سمجھانے کو مختلف عبارات میں بتلایا کہ اپنی سمجھ کے موافق ہر ایک سمجھ جاوے۔ ابن عباس و سعید بن جبیر نے کہا کہ اولیاء الٰہی وہ بندے ہیں جنکے دیکھنے سے اللہ تعالےٰ یاد آوے۔ یہ پہچان انکے سیما و آثار سے ہو۔ ابو حنیفہ و شافعی رح نے کہا کہ اگر عالم لوگ اولیاء نہوں تو پھر کوئی ولی نہیں ہو۔ کذا حکاہ عنہ النووی فی مقدمۃ شرح المہذب۔ پھر نووی رح نے کہا کہ یہ اُن عالموں کا ذکر ہو جو علم کے موافق عمل کرتے ہیں۔ قشیری رح نے کہا کہ ولی کی شرط ہو کہ محفوظ ہو جیسے نبی معصوم ہوتا ہو پس جسپر شرع کا اعتراض ہو وہ مغرور مخادع ہو ولی نہیں اور ولی وہی ہو جسکے اقوال و افعال موافق الشرع ہوں مترجم کہتا ہو کہ بعض آثار میں اسکا مؤید آیا کہ اللہ تعالےٰ نے کوئی ولی جاہل نہیں بنایا۔ اور معروف ہو کہ بے علم نتوان خدا را شناخت۔ و قال الحافظ فی التفسیر۔ جو شخص متقی ہو وہ اللہ تعالےٰ کا ولی ہو اسکو آیندہ کے لیے آخرت کا و ر پچھلی دن کا کچھ خوف اور غم نہیں ہو۔ اور عبد اللہ بن مسعود و ابن عباس و بہتیرے سلف رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ اولیاء الٰہی وہ ہیں جنکے دیکھنے سے اللہ تعالےٰ یاد آوے۔ اسمیں ایک مرفوع حدیث بھی آئی جو سعید بن جبیر عن ابن عباس ہو کہ ایک نے پوچھا کہ یا رسول اللہ اولیاء الٰہی کون ہیں فرمایا کہ جب انکو دیکھے تو اللہ تعالےٰ یاد آوے۔ رواہ البزار۔ و قال قد روی عن سعید مرسلا۔ ابو ہریرہ رض نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کے بندوں میں سے بعض ایسے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام و شہداء رضی اللہ عنہم انپر غبطہ کرینگے۔ پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ وے کون ہیں بتا دیجیے شاید کہ ہم انسے محبت کریں فرمایا کہ وے ایک قوم ہیں کہ بدون شرکت مال یا نسب کے انھوں نے آپس میں اللہ تعالےٰ کے واسطے الفت کی انکے چہرے نور اور نوری کرسیوں پر ہونگے جب لوگوں کے خوف کے وقت انکو خوف نہوگا اور لوگوں کے غم کے وقت انکو غم نہوگا پھر پڑھی آیت الا ان اولیاء اللہ لا خوف الآیۃ رواہ ابن جریر عنہ و صححہ الحاکم۔ و ابو داؤد و ابن ابی حاتم و البیہقی عن عمر بن الخطاب ایضا۔ و قال الحافظ اسنادہ جید لکن اسناد حدیث عمر مع جودتہ منقطع۔ و روی احمد بنحوہ مرفوعا عن ابی مالک الاشعری رض۔ مترجم کہتا ہو کہ عمرو بن الجموع رض سے مرفوع روایت ہو کہ بندہ کا ایمان خالص نہیں ہوتا یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ ہی کیواسطے محبت کرے اور اُسی کے واسطے بغض رکھے پھر جب ایسا کیا تو اللہ تعالےٰ کیطرف سے ولایت کا مستحق ہوا اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہو کہ میرے بندوں میں سے میرے اولیاء اور میری خلق میں سے میرے احباء وہ ہیں کہ میری یاد میں رہتے ہیں اور اُنکی یاد میں انکو یاد کرتا ہوں۔

رواہ احمد وغیرہ۔ عبدالرحمن بن غنم الاشعری رضہ سے مرفوع روایت ہے کہ بندگان الٰہی مین سے وے بہتر ہین جنکے دیکھنے سے اللہ تعالیٰ یاد آوے اور وے بدتر ہین جو لوگون کے درمیان لگائی بجھائی کرتے پھرتے اور دوستون کے درمیان پھوٹ ڈالتے اور باغی سرکش اکھڑ ناہنجار ہین۔ رواہ احمد و عن عمرو بن العاص رضہ مرفوعاً تم مین سے بہتر وہ ہین جنکے دیکھنے سے اللہ تعالیٰ یاد آوے اور اسکی باتون سے تمہارا علم بڑھے اور اسکے کامون سے تمکو آخرت کی رغبت ہو۔ رواہ الحکیم الترمذی وھو غیر الحافظ الترمذی صاحب السنن الجامع۔ پھر واضح ہو کہ یہ فضل جن لوگون کا بیان ہے بیشک اولیاء الٰہی ہین ولیکن یہ قطعی مخصوص نہین کہ اُس سے کمال والے آیت مین مراد ہین بلکہ جائز ہے کہ انسے کم مرتبہ والون کو بھی شامل ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کو انکی ذات کے لیے معرفت اور دوسرون کو انکی منزلت کی رغبت دلائی بقولہ۔ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ انکے لیے بشریٰ ہے حیات دنیا مین اور آخرت مین بشریٰ بالضم والف مقصورہ مصدر ہے مراد اس سے وہ چیز جس سے بشارت ہو پس دنیا مین انکا بشریٰ وہ ہے جو اپنی کتاب مین اور اپنے رسول علیہ السلام کی زبان سے انکو خوشخبری کے وعدے فرمائے اور سچے خواب ہین اور مکاشفات ہین اور موت کے وقت ملائکہ کا حضور نہایت خوبصورتی کے ساتھ کہتے ہوے کہ کچھ نہ ڈرو اپنے مہربان مالک حق عزوجل کے رضوان مین چلو اور مانند اسکے۔ اور آخرت مین ملائکہ انکو فوز عظیم و سلامت کی بشارت دیتے ہوے انسے ملینگے۔ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے کلمات کے حق مین تبدیل نہین ہے۔ اسکے وعدون مین کچھ خلاف کو راہ نہین سب برحق و صحیح ہین۔ ذٰلِكَ یہ جو مذکور ہوا کہ دونون جہان مین انکے لیے بشارات ہین۔ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ وہی فوز عظیم ہے۔ اسکی حقیقت و ماہیت کو تمام و کمال حق تعالیٰ جانتا ہے پس یہ بہت ہی بڑی نعمت ہے۔ یہ دونون جملہ معترضہ اس بیان کے لیے ہین کہ جس امر کی بشارت دی گئی وہ بہت بڑی نعمت ہے اور معترضہ جملہ ہونے کے لیے یہ شرط نہین ہے کہ اسکے بعد ضرور کوئی کلام ایسا ہو کہ پچھلے کلام سے متصل ہو۔ کذا قال البیضاوی رح۔ واضح ہو کہ قولہ لھم البشریٰ الخ گویا توضیح ہے کہ انکو بشارات دنیا کی وجہ سے خوف و غم بفضل الٰہی زائل ہو جاتا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ ایمان درمیان خوف و امید کے ہے ولیکن انکو خوف و غم اس قسم کا جو عوام کو محیط ہے نہین رہتا لیکن عظمت و کبریاء الٰہی اور موارد قہریات سے ڈرتے رہتے ہین یہان تک کہ وقت موت کے بشارت ملائکہ سے بحکم قولہ تتنزل علیھم الملائکۃ ان لا تخافوا ولا تحزنوا الآیۃ زائل ہو کر تمام امن ہو جاتا ہے اور یہ جو بعض نے لکھا کہ انکو اس وجہ سے خوف نہین رہتا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے انپر واجب کیا تھا اُسپر ٹھیک ٹھیک قائم رہے اور معاصی سے مجتنب رہے پس وے اپنے اوپر بھروسا کرتے اور اپنے پروردگار سے نیک گمان رکھتے ہین انتہی ما فی الکلام تو یہ بالکل خبط و خلل ہے انکو کبھی اپنی ذات یا اعمال و افعال پر اتقویٰ و طہارت پر کچھ اعتماد نہین ہوتا اور کیونکر آدمی قبل مرگ کے یہ اطمینان کر سکتا ہے کہ مین گناہون سے پاک مرونگا حتیٰ کہ ایمان پر خاتمہ کی تمنا فرض ہے پس منجملہ صفات اولیاء کے یہ ہے کہ تمام اعمال و افعال انکے متوکل الٰہی سبحانہ تعالیٰ بموافق سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہوتے ہین پھر بھی وے انکو بالکل کچھ نہین سمجھتے بقولہ ولا یدخل احدکم الجنۃ عملہ الحدیث اور خوب جانتے ہین کہ عظمت و کبریاء الٰہی تعالیٰ کے لائق کسی سے عبادت ادا نہین ہو سکتی بقولہ ما عبدناک حق عبادتک الحدیث وما روی۔ اور لوگون کی دنیاوی تعریف یا مذمت کچھ قابل اعتبار نہین مگر آنکہ مومنین کاملین اسکی تعریف کرین۔ اور حدیث صحیح مسلم سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ بشارت دنیا ہی سے شروع ہو گئی ہے اور طرق کثیرہ سے حدیث مرفوع مین حیات دنیا مین بشارت کی تفسیر صالح خواب سے مروی ہے یعنے دنیا مین اللہ تعالیٰ اسکو سچا و اچھا خواب دکھلاتا ہے ولیکن اسمین انحصار نہین ہے کیونکہ دیگر آیات و احادیث مین دیگر بشارات بھی حیات دنیا مین مومن کے لیے آئی ہین ہان نیک خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء مین سے ایک جزو ہے چنانچہ ایسے خواب کو بیان کرنے کا حکم آیا اور جو شیطانی خیالات ہوتے ہین انکے بیان سے منع کا حکم آیا ہے مختصر فضائل اولیاء الٰہی سبحانہ تعالیٰ یہ ہین اللھم اجعلنی من احبۃ اولیائک

فی زمرتہم بفضلک یا ارحم الراحمین آمین ۔ ف فی العرائس قولہ تعالے الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون الآیۃ ۔ عارف صادق پر
جب انوار ذات کا انکشاف ہوتا ہے تو نہایت مانوس ہو کر فرحت میں دوام وصال چاہتا ہے پھر نور بسط میں داخل ہوتا اور سیر طمانینت میں امید
غالب ہو جاتی ہے پھر راحت وصال سے ساتھ انبساط میں داخل ہوتا اور نشاط و استبشار اسپر غالب ہو جاتا ہے اور یہ ایسا مقام ہے کہ سطوت
عظمت سے وہاں قلب میں دہشت نہیں آتی اور نہ ہیبت سے روح مضطرب ہو اور نشان قہاری سے سر ان فنا ہو اور نہ سلطان عزت
سے وجود مضمحل ہو بخلاف اس کے جب تک ولی کو دید صفات کا مرتبہ ہوتا ہے تو وہاں اسرار کو ازل و ابد کی منازل میں سیر ہوتی ہے اور بان
غیرت قہریات سے خوف فنا رہتا ہے چنانچہ وارد ہے کہ المخلصون علی خطر عظیم یعنی اہل اخلاص ایک بڑے خطر میں ہوتے ہیں پھر جب اسرار کو
ان منازل سفر سے سکون ہوا اور وصال حق فی الحق ہوا و تمکین باللہ فی اللہ حاصل ہوئی و انوار جمال میں توطن ہوا تو پھر اسپر امتحان کی
بجلیاں نہیں گرتی ہیں چنانچہ دیکھو کہ جنت میں مومن پر آفات عذاب و خوف و حزن نہیں کیونکہ وہ مقام روح و ریحان ہے ایسے ہی عارف
کبھی جب جنت مشاہدہ میں پہنچا تو سایہ الطاف سے تمازت قہریات سے امن ہو جاتا ہے پس یہی اشارت ہے قولہ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم
ولا ہم یحزنون یعنی کہ سابق ازلی سے خوف نہیں کیونکہ سابقہ ازل میں غایات قدم کا ظہور ہوا اور حزن آیندہ عوارض قہر سے نہیں کیونکہ
غایات لغایات میں ابتک مدفون ہوئے اور کیونکر وہ بندہ غم و خوف میں ہوگا جو جمال کا ناظر و نور جلال میں واصل ہے پھر ولایت بدون
چار مقام کے پوری نہیں ہوتی ۔ آول مقام محبت ۔ دوم شوق ۔ سوم عشق چہارم معرفت پس محبت نہیں حاصل ہوتی بدون کشف
جمال کے اور شوق نہیں ملتا مگر نسیم وصال کی خوشبو سے اور عشق نہیں ہوتا بدون قرب القرب کے اور معرفت نہیں ہوتی بدون حضور
مباحثت کے اور اصل صاحب کشف الوہیت قدم مع ظہور انوار صفات مجموعی حالت ہے چنانچہ جب انوار صفات دیکھے اور نعوت و سمات کو
اور صفات کے مشارب کو پہچانا جیسا کہ سابق میں قولہ یتفکرون فی خلق السموات الآیۃ اور قولہ من یؤت الحکمۃ الآیۃ وغیرہا میں مشارب کا
تفصیلی بیان کر دیا ہے اور اس سے آگے ذات کی معرفت حاصل کی اور مقام فنا سے بصفت بقا نکلا تو ولی ہوا پس محبت سے اس کو
طاعت میں سرگرمی آتی ہے اور شوق سے حالت طاری ہوتی ہے اور عشق سے جان فدا کرنا چاہتا ہے اور معرفت سے یہ کہ تمام ماسواے
حق سبحانہ تعالیٰ سے منقطع ہو جاتا ہے پھر طاعات سے اسکو فرحت حاصل ہوتی ہے اور حالت سے لطافت اور بذل الوجود سے کرامات اور
ماسوے اللہ تعالیٰ کے سب سے نالی منقطع ہونے سے ہیبت و وقار حاصل ہوتا ہے پس جب ان حالات پر پہونچا تو وہ اللہ تعالیٰ کی ملک
میں ایک آیۃ الٰہی ہوتا ہے خصائل اس کے بشارت و سخاوت ہیں اور اخلاق اسکے صحبت و فتوت ہیں کہ بھلائیوں کا حکم کرتا ہے اور
ممنوعات سے روکتا ہے اور نگاہ حق تعالیٰ پر حدود الٰہی یعنی فرض و واجبات و محرمات و منہیات کی نگہداشت رکھتا ہے پس جسنے ایسے ولی کو دیکھ لیا
اسکو مبارک باد ہو جسنے اسکی خدمت کی [illegible] بشارت ہے [illegible] التصدیق [illegible] ہے قولہ تعالے الذین
آمنوا و کانوا یتقون یعنی ایمان سے تصدیق [illegible] یعنی تصدیق یقین [illegible] حاصل ہو گیا [illegible] اللہ تعالیٰ کو مشاہدہ کر لیا اور معرفۃ
[illegible] باللہ تعالیٰ ہے [illegible] معرفت کی سبب [illegible] جمال قدم ہے ۔ و تقویٰ [illegible] ماسوے حق تعالیٰ کے سب سے
[illegible] انقطاع ہے پس [illegible] ان سے [illegible] تقویٰ سے مشاہدات حاصل ہوتے ہیں پھر حق تعالیٰ نے
دنیا و آخرت میں [illegible] رضا و وصال و مشاہدہ کے حصول سے انکے [illegible] کو فرحت مند کر دیا قولہ تعالے لہم البشری فی الحیوۃ الدنیا
وفی الآخرۃ یعنی دنیا میں انکو مشاہدہ بیانی [illegible] آخرت میں مشاہدہ عیانی حاصل ہوگا ۔ دنیا میں مکاشفات اور آخرت میں مشاہدات

ہیں۔ دنیا میں تجلی و آخرت میں قرب بمنزلت ہے دنیا میں دیدار آلہی بیداری خواب میں نصیب ہے اور آخرت میں وہاں دیدار مشافہہ ہے۔ قلت فالحجۃ فی رؤیۃ المنام قولہ علیہ السلام اتانی ربی فی احسن صورۃ الحدیث اخرجہ الترمذی وصححہ واحمد فی مسندہ باسناد حسنہ ابن الجوزی فی العلل وقول الدارقطنی رح ان الحدیث بطرقہا ضعیف خطأ لا یلتفت الیہ اولیقال انہ اراد رحمہ اللہ تعالی ان تلک الطرق التی اوردہا بمجموعہا ضعیفۃ مع ان کثرۃ الطرق اذا لم یکن فیہا وضاع تجعل الحدیث حسنا کما تقرر فی الاصول فلیتفکر۔ پھر حق تعالی نے مکرر بشارت فرمائی کہ ازل میں جو مختار ہو گیا وہ اختیار متبدل و متغیر نہیں ہوتا لقولہ تعالی لا تبدیل لکلمات اللہ حسن عنایت ازلی انکی اصطفائیت کی اختیار آلہی ہے کبھی اس کی صفات میں تغیر و تبدل نہیں ہے قلت وبہذا ظہر ان ما یجری علی من اصطفی فی الازل من موارد الامتحان لہ غیر معروف کما وقع لماعز رضی اللہ عنہ لا یخرجہ عن الاصطفائیۃ ولذا لما اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم احسن الثناء علیہ بعد ما رجم الماعز رضی اللہ عنہ وانکر علی من وقع فیہ فلیتدبر۔ پھر حق تعالی نے فرمایا۔ ذلک ہو الفوز العظیم یہی فوز عظیم ہے عظمت یہ کہ اس قہر سے نجات پائی جس میں جہم غفیر بے تعداد شیاطین واقوام کفار ومشرکین راندے گئے جنکے مقابلہ میں اہل حق بمنزلہ سپید تل کے سیاہ اونٹ میں ہیں اور حق تعالی کی سلطنت وعظمت میں اس کثرت سے مخلوق مطرود فرمانے سے ذرہ بھی کمی ممکن نہیں ہے پس دیکھو کتنا بڑا فوز عظیم مل گیا کہ اس قہر سے چھوٹا اور کیا بڑا افضل پایا کہ حضرت خلاق العلیم غیر متناہی عظمت وکبریا وصفات والے رب العزۃ کا مشاہدہ وصال پایا اس سے بڑھکر کون فوز ہوگا۔ واسطی رح نے کہا کہ چار نام پاک سے اولیاء کے حظوظ ہیں اور ہر ایک کو ان پاک ناموں میں سے ایک کے ساتھ قیام ہے اور وہ پاک نام یہ ہیں۔ ہو الاول والآخر والظاہر والباطن۔ پس جو انکی ملابست کے بعد انسے فنا ہوا وہ کامل تام ہے قلت یعنی پہلے ان اسماء کے مشاہدات میں منور ہو کر پھر ان سے بھی فانی ہوا تو اکمل ہوا اور جو اسم الظاہر کے حظ میں آیا تو اس کو عجائب قدرت کا ملاحظہ ہے اور جو اسم الباطن سے مشرف ہوا وہ انوار سرائر سے منور ہے اور جو اسم الاول سے مشرف ہوا وہ ماسبق سے مشغول ہے اور مشرف باسم الآخر مربوط بمستقبل ہے اور ہر ایک کو اپنی طاقت وطبیعت کے اندازہ پر ان پاک ناموں میں کشف ہوتا ہے مگر آنکہ کسی بندہ کی حق تعالی نے اپنے فضل سے تولی فرمائی۔ بعض نے کہا کہ اہل ولایت کے دل ہر بات سے محفوظ ہونے میں کیونکہ وے موارد حق ہیں بعض سے کہا گیا کہ اولیاء کی علامت کیا ہے فرمایا کہ انکے ہموم مع اللہ تعالی وانکا شغل باللہ تعالی وفرار الی اللہ تعالی ہے ابو سعید الخراز رح نے کہا کہ دنیا میں اولیاء آلہی اپنے قلوب سے پرواز کرکے اقسام فوائد وحکمت کے میوے کھاتے اور چشمہ معرفت سے پانی پیتے ہیں پس وہ فضول سے بھاگتے یعنی دنیا سے گریز کرتے اور مولی سبحانہ تعالی سے انس پاتے اور وے اپنی جان سے بھی وحشت کھاتے ہیں یہاں تک کہ فرشتہ اجل وموت آجاوے اور نیز شیخ نے کہا کہ اولیاء کے نفوس انکے قلوب کو اٹھاتے ہیں اور اعداء کے قلوب انکے نفوس کو اطفال کی طرح اٹھائے ہوئے نفوس کی راحت رسانی کرتے رہتے ہیں بطریقہ شرک وکفر ومعصیات کے۔ شیخ ابو یزید رح نے کہا کہ اولیاء آلہی مانند عروس کے پردہ نشین ہیں انکو سوائے محرم کے کوئی نہیں دیکھتا اور محرم وہ ہے جو حجلہ انس میں پہونچے۔ ابو علی الجوزجانی رح نے کہا کہ ولی وہ ہے جو اپنی حالت میں فانی ہے اور مشاہدہ حق سبحانہ تعالی میں باقی ہے اسکا متولی حق سبحانہ تعالی ہے کیونکہ ولی کو خود اپنی خبر نہیں اور سوائے حق تعالی کے کسی کے ساتھ اس کو قرار نہیں ہے۔ ابو حفص رح سے پوچھا گیا کہ ولی کون ہے فرمایا کہ جو کرامات سے مؤید کیا گیا مگر خود کرامات سے غائب ہے۔ قال المترجم یہ ایک حالت ولی کا بیان ترغیب آمیز ہے اور اسکی نظیر بغرض سمجھانے کے یوں ہے کہ آدمی ایک پتلی سے کام لیوے کہ کام اسکے ہاتھوں ہوا مگر خود اسکو شعور نہیں ہے اسیواسطے عوام الناس کو منع کیا جاتا ہے کہ ولی کی خوشامد وغیرہ سے نیت امت رکھو کہ وہ کچھ کریگا کیونکہ وہ خود فانی ہے جو امر الٰہی موافق قضا

وقدر کے جاری ہوگا اسی کے موافق وہ پتلی حرکت کریگی مگر اللہ تعالےٰ عزوجل کی اسپر کرامت ہو کہ وہ محل جریان قضا و قدر ہو اشار الیہ الشیخ الجیلانی قدس اللہ اسرارہ ورضی اللہ عنہ فی فتوح الغیب وصرح بہ غیر واحد فافہم۔ محمد بن علی الترمذی رح نے کہا کہ ولی کی روح پر خواب مین اور قلب پر ہر حال مین تلطف الٰہی سے موارد مین تو روح اسکی جاکر عرش کے نیچے سجدہ کرتی ہو اور اسکا قلب اوپر سیر کرتا و مناجات مجالس و بشارت مین حاضر ہوتا ہو۔ ابوسعید الخراز رح نے کہا کہ انکے لیے حیات دنیا و آخرت مین بشارت ہو وے ہر دم اس کے حضور مین حاضر ہین لیکن حق تعالےٰ عزوجل کی بارگاہ رفیع و معالم وسیع و نعماء غیر متناہی سے انکو حظ لمحظہ ہر دم کچھ حاصل ہوتا رہتا ہو اور قبل علم و عطا کے انکو اسکی خبر ہی نہ تھی لہذا حسب ارادۂ الٰہی انکی اطلاع بحسب مقدر ہو تو انکے مراتب متفاوت و مناصب متعدد اور ہر ایک کے لیے طریقۂ خاص و انکشاف مقامات ہو واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب۔ مترجم کہتا ہو کہ اولیاء کی محبت اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے ایک نعمت عظمیٰ ہو اور ایسے بندون سے دل مین محبت رکھنا بدین معنی کہ ضرور روے دنیا یا برزخ مین موجود ہین اور اکابر انکے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہین یہی کافی ہو کچھ انکی شناسائی یا ملاقات ضرور نہین ہو ہان حاصل ہو جاوے تو نہایت خوب ہو لیکن کثرت سے عوام الناس خالی کوئی خرق عادت دیکھکر معتقد ہو جاتے اور اسی کو پہچان تصور کرتے ہین حالانکہ محض غفلت ہو اور بہت خوفناک کیونکہ یہ امر شیطان سے بھی ممکن ہو جبکہ وہ ہر دم گمراہ کرنے کے درپے ہو تو خرق عادت دو شخصون سے ہوتا ہو ایک ولی اللہ تو یہ اور یہ کرامت ہو دوم ولی الشیطان سے اور یہ ضلالت ہو پس عوام کو چاہیے کہ زہد و تقوی کی شناخت مقرر کرین ورنہ برباد ہونگے لیکن صد افسوس کہ انکو ولی سے اللہ تعالےٰ کی محبت سے الفت نہین بلکہ دنیا حاصل ہونے کی طمع سے چاپلوسی ہوتی ہو اور یہ بات خواہ مخواہ انکو ولی الشیطان سے ملتی ہو کیونکہ ولی اللہ نہین انکو دنیا مین پھنساویگا بلکہ یا دنیا سے بچاویگا۔ فلیتامل واللہ تعالےٰ ہو الہادی وہو المضل ونعوذ باللہ من الضلال۔ یہ حال تو اہل الحق کا تھا جو کمال موحد و اہل الآخرہ ہین۔ پھر حق تعالےٰ نے اپنی قدرت کاملہ و عظمت کا اور اہل وسواس و اعداء کا بیان فرمایا۔ بقولہ تعالےٰ

وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ إِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ۚ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ أَلَا إِنَّ لِلَّهِ مَنْ فِي

اور نہ غم کھا　انکی بات سے　اصل　سب زور اللہ کو ہو　وہی ہو سنتا　جانتا　سنتا ہے تحقیق　جو کوئی ہیٹے

السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ ۗ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ شُرَكَاءَ ۚ إِنْ

آسمانون مین　اور جو کوئی ہو　زمین مین　اور یہ جو پیچھے پڑے ہین　شریک پکارنے والے　اللہ کے　سو　کچھ

يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ۝ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ

نہین　مگر پیچھے پڑے ہین خیال کے اور کچھ نہین مگر اٹکلین دوڑاتے　وہی ہو　جس نے بنا دی تم کو　رات　کہ چین پکڑو　اسمین

وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ۝

اور دن دیا دکھانے والا　تحقیق　نشانیاں ہین　ان لوگون کو جو سنتے ہین

وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ۔ اور نہ غمگین کرے تجھے کافرون کا قول یعنے کفار و مشرکین جو کہ توحید چھوڑ کر کلمہ شرک کہتے ہین اور اللہ تعالےٰ کی جناب مین گستاخی و بے ادبی کرتے ہین اور ضرور ہے کہ اللہ تعالےٰ کا ولی خصوصًا رسول اکرم اپنے مولیٰ عزوجل کی شان مین ایسی بات دشمنون کی زبان سے سنکر ملول ہوگا یا کفار مشرکین جہالت سے انکار رسالت کرتے اور آپ کو ساحر وغیرہ کہتے یا سخت گستاخی سے آپ کو دھمکاتے اور سخت الفاظ کہتے تو یہ سب امور آپ کی غمگینی کا باعث ہوتے اس سے منع کر دیا بطور تسلی دینے کے کہ اے رسول اکرم تو

اولیاء الٰہی میں سب سے افضل ہو تو غمگین نہو۔ واضح ہو کہ آپ کا غم خالی اسوجہ سے نہ تھا کہ آپ کی شان میں مدح نہیں بلکہ مذمت کرتے تھے اور مدح پسند تھی۔ یہ ہرگز نہیں کیونکہ آپ نے مدح کرنے والوں کو سخت منع کیا اور روکا اور مداح کو بسبب مغرور کر دینے کے مار ڈالنے والا ٹھہرایا ہے چنانچہ احادیث صحیحہ کثیرہ اسپر صریح دلیل ہیں بلکہ غمگین ہونے کی ایسی وجہیں تھیں کہ جو بمقتضاے شان رحمۃ للعالمین کے تھیں کفار کی طرف راجع تھیں مثلاً رسول اللہ سے بے ادبی موجب کفر و ضلال ہے اور وہ موجب دائمی عذاب چنانچہ قولہ حریص علیکم الآیہ اور حدیث وانا آخذ بحجزکم الخ اسپر دلیل ہے اگر کہا جاوے کہ اوپر کی آیت میں اولیاء کو غم و خوف نہونا بیان ہے اور یہان اثبات ہے تو جواب یہ کہ نفی خاص خوف و غم کی یعنی متعلق بدار آخرت ہے اور یہ غم یہین تک کے لیے ہے یا نفی اسکی مضاف بما بعد الموت ہے اور حیات میں تو ایمان درمیان خوف و امید کے دائر ہوتا ہے اگرچہ ایمان اولیاء کا کشف سے بخبر بعین الیقین و بالاثر ہو جاتا ہے جیسا کہ حدیث حارثہ بن مالک رضی اللہ عنہ کیف اصبحت یا حارثہ الخ اسپر دلیل ہے لیکن نظر بعظمت و جلال الٰہی اور اپنے خاتمہ و انجام کے ابلیس ملعون کے حال سے عبرت لیکر پھر بھی خوف کرتا ہے۔ (یہ حدیث سابق میں گذر چکی ۱۲) آگے حق تعالیٰ نے کفار کے کلمہ شرک بکنے و توہین وغیرہ کرنے سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی کہ غم مت کھا۔ نافع رح کی قراۃ میں یحزنک بضم اول و کسر الزاء المعجمہ از باب افعال ہے لیکن حزنہ و احزنہ دونوں ایک ہی معنی میں ہیں اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا جملہ استینافیہ بمعنے تعلیل ہے اور ایک قراۃ میں اَنَّ بالفتح آیا تو بحذف لام یعنے لِاَنَّ پس یہ دلیل ہے کہ اِنَّ بالکسر بھی بمعنے تعلیل ہے۔ حاصل یہ کہ تو انکے قول سے غمگین مت ہو اس لیے کہ غلبہ تو جمیع سب کا سب فقط اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے کسی دوسرے کے لیے ہمیں سے کچھ نہیں پس اللہ تعالیٰ انکو مقہور کر کے تجھکو انپر منصور فرماویگا۔ یہی سنت الٰہیہ ہے لقولہ کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی الآیہ۔ اگر کہا جاوے کہ ہمیں تو سواے اللہ تعالیٰ کے رسول کے لیے بھی غلبہ قرار دیا اور قولہ وللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین الآیہ میں مومنوں کے لیے بھی قرار دیا حالانکہ اس مقام پر جمیعا سے تاکید کی جو دلیل اس امر کی ہے کہ کلام میں حقیقی معنے لیے جاویں اور مجاز و مبالغہ کا احتمال دور ہو تو جواب یہ ہے کہ بے شک غلبہ فقط اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے جیسے یہان فرمایا اور رسولوں و مومنوں کے لیے جو عزت ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کے فضل سے انکو حاصل ہے پس عزت میں سے کچھ بھی کسی دوسرے کے اختیار و قدرت میں نہیں ہے۔ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وہی سمیع علیم ہے پس کافروں کے بد اقوال سنتا اور انکے انجام کو جانتا ہے پس اللہ تعالیٰ چاہے تو دم میں کفار عذاب و فنا میں گرفتار ہوں لیکن کمال رحمت سے ہر ایک کا وقت مقرر کیا تاکہ دنیاے فانی کا حصہ لے لیوین کہ آخرت انکے لیے عذاب ہی عذاب ہے اور یہ وہم کافروں کا کہ انکے معبود ذات و شرکا کچھ اختیار رکھتے ہیں جو انکو نفع و ضرر پہونچا سکتے ہیں محض باطل ہے۔ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ خبردار ہو کہ اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے۔ مَن کا اطلاق عقل والوں پر آتا ہے جو ملائکہ و جن و انسان ہیں۔ جب یہ عقل والے جو مخلوقات میں سے اشرف ہیں اللہ تعالیٰ کے عبید مملوک مخلوق خدمتی اسکے قبضہ قدرت میں مسخر ہوے کوئی ان میں شریک و معبود ہونے کے لائق نہیں تو باقی چیزیں جنکو عقل ہی نہیں اور ارذل ہیں وے تو بدرجہ اولےٰ لائق عبادت کے شریک وغیرہ کسی ایسی چیز کے مستحق نہیں ہو سکتے جو اللہ تعالیٰ کی شان پاک کے واسطے مخصوص ہے لہذا مشرکوں کی تجہیل فرمائی بقولہ تعالیٰ۔ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ۔ اس کلام میں ما نافیہ ہے یا استفہامیہ یا موصولہ ہے پس اگر موصولہ ہے تو مَن پر عطف ہے اور معنے یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے عبد مخلوق مسخر ہے ہر ذی عقل والا جو آسمان و زمین میں ہے اور ہر وہ بے عقل چیز جسکو ایسے لوگ پوجتے ہیں جو واسطے اللہ تعالیٰ کے شرکا کو پوجتے ہیں یعنی بت وغیرہ جنکو مشرکین اپنے زعم میں شرکا و عبادت جانتے تھے اگر کہا جاوے کہ سواے اللہ تعالیٰ کے کہاں ملائکہ انبیا اللہ کو بھی پوجتے تھے تو جواب یہ کہ اللہ تعالیٰ ایک معبود ہے جسکا کوئی شریک ہو نہیں سکتا تو جب وے شرکا کو مستحق عبادت

زعم کرتے تو اللہ تعالے کی عبادت اس زعم کے ہوتے ہوئے ممکن نہین رہی۔ اور اس مین کافرون پر تعریض ہے کہ مخلوقات آسمی مین خود عقل
والے وافضل ہوکر بے عقل ولے حقیر کو اپنا معبود بناتے مین ایسے جاہل احمق مین۔ اگر استفہام ہے تو پوچھنے کہ کون چیز ہے جس کی پیروی
کرتے ہین وہ لوگ جو اللہ تعالے کے سواے شرکا پوجتے ہین یعنے خواہ مخواہ وہ بھی آسمان وزمین کی مخلوقات مین سے صرف چند قدرت الٰہی
ہے کچھ اور نہین ہوسکتی ہے پھر اسکو کیا سمجھکر پوجتے مین پھر آگے قولہ ان یتبعون الا الظن بیان ہے۔ اور ایک قراءۃ مین تدعون بتاء
خطاب ہے تو معنے یہ ہونگے کہ کس کی اتباع کرتے ہین وہ لوگ جنکو تم سواے اللہ تعالے کے پوجتے ہو شرکا ٹھہراکر جیسے مسیح علیہ السلام یا ملائکہ
وغیرہم اور حاصل یہ کہ جنکو تم شرکا بناکر پوجتے ہو وہ کس کو پوجتے تھے یعنے ضرور اللہ تعالے کو پوجتے تھے پھر تمنے کیا ہوا کہ اس مین انکی
پیروی چھوڑکر مخالفت کرتے ہو۔ علی ہذا اول برہان سے سمجھا یا کہ ہر ذی عقل وغیرہ سب مخلوق وبندۂ آسمی ہے کوئی معبود نہین ہوسکتا پھر
انکو ملزم ٹھہرایا کہ جنکو مانتے ہو سیا نتک کہ ان کی پوجا کرنے لگے ہو وہ سب تو اللہ تعالے کو پوجتے اور اسی کو معبود مانتے تھے تمنے کیا ہوا کہ
انکی پیروی سے مخالفت کرتے ہو۔ اگر ما نافیہ ہو اور یہی مفسرین نے مرجح قرار دیا تو معنے ہین کہ سب ذی عقل وغیر تو مخلوق آسمی ہے اور نہین پیروی
کرتے وہ لوگ جو پوجتے ہین سواے اللہ تعالے کے شرکا کو حقیقت مین شرکا کی۔ یعنے شرکا بناکر پوجتے والے جنکو پوجتے ہین وے درحقیقت
شرکا نہین ہین بلکہ انھون نے اپنے نزدیک ان مین الوہیت ان کی ہے لہذا فرمایا۔ ان یتبعون الا الظن نہین پیروی کرتے ہین مگر
گمان کی یعنی بدون حق برہان وحجت کے خالی گمان کے پیرو ہین اور محکم قولہ ان الظن لا یغنی من الحق شیئا۔ حق کے واسطے گمان کچھ بھی
کافی نہین ہے انکے گمان سے کچھ انکو راہ حق نہ ملی اسی واسطے گمراہ ہوے اور تفسیر قولہ ولا الضالین مین آیا کہ نصاری ضال۔ نصاری گمراہ
ہین تو اسی وجہ سے کہ خالی گمان کے پیرو ہین۔ درعنقریب بیان آتا ہے۔ واضح ہو کہ اس تقدیر مین جبکہ ما نافیہ ہو وے شرکا کو نصب دو وجہ سے
ہوسکتا ہے اور ایک شرکا محذوف ہے اول یہ کہ شرکا جو مذکور ہے یتبع سے منصوب ہے اور یدعون کا مفعول محذوف ہے کیونکہ مذکور اس محذوف پر
دلالت کرتا ہے اور دوم یہ کہ جو مذکور ہے مفعول یدعون ہے اور یتبع کا مفعول محذوف ہے بہرحال تقدیر کلام یہ ہوا تبع الذین یدعون من دون اللہ
شرکاء شرکاء اے الذین یدعون من دون اللہ شرکاء ما یتبعون شرکاء علی الحقیقۃ بل ما یتبعون الا الظن۔ یعنے جو لوگ سواے اللہ تعالے کے شرکا کو
پوجتے ہین وے نہین پیروی کرتے ایسون کی جو حقیقت مین شرکا ہون بلکہ انھون نے انکو شرکا زعم کرلیا ہے پس نہین پیرو ہین مگر اپنے زعم کے
اور ایسے زعم سے انکو کچھ فائدہ نہین ہے کیونکہ یہان عبادت کے لیے معبود حق چاہیے جو خالق ومالک ہو سکی ثبوت پر دلیل قطعی یقینی ہو وہ نہین بلکہ
وے گمان کی پیروی کرتے ہین۔ فرمایا ان ہم الا یخرصون اور نہین ہین وے لوگ مگر اٹکل لگاتے ہین یعنی حق حجت پر نہین بلکہ اپنے
اٹکل پر چلتے ہین لہذا بیشک وشبہ ناراستہ پر دوڑتے ہین۔ پھر انکو متنبہ کیا کہ اللہ تعالے نے تمکو پیدا کیا ہے [illegible] قدرت و
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

اکی اسکی قدرت نہایت کاملہ اور نعمت نہایت بزرگ ہو وہی مستحق عبادت ہو جسکی الوہیت پر یہ قطعی دلائل قائم ہیں پھر تم اپنے اٹکل پر بتون وغیرہ کو کیسی الوہیت میں شریک کرتے ہو اور عقل سے بالکل خالی بنتے ہو۔ یہان لطیفہ اشارہ ہو کہ قدرت کاملہ آلہی سے ہر مخلوق ایسے محکم صنع پر ہو کہ بحکم قولہ علیہ السلام کل میسر لما خلق لہ ارواح جو سب کے سب بحکم دوسری حدیث کے ظلمت میں پیدا ہوئین ان میں سے بعض کو نور آلہی سے حصہ ملا سو وے روز روشن کی طرح مبصر الوہیت آلہی اور نور بصیرت سے ہدایت پر ہیں اور باقی مثل شب مظلم کے دنیا پر ڈھی دیے ہوئے مطمئن ہیں۔ فافہم۔ یہ کمال قدرت الٰہیہ ہو اِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ اس میں بے شک نشانیان ہیں ایسی قوم کے لیے جو سنتی ہیں یعنے پند و نصیحت و عبرت کی سنوائی سنتے ہیں کیونکہ سننے کا یہی فائدہ ہو ورنہ آواز کان میں پڑنا تو گائے گور و جانورون کو بھی حاصل ہو کہ ینعق بما لا یسمع الا دعاء و نداء الآیۃ چرواہے کی آواز سنتے اور کچھ نہین سمجھتے ہیں یہی حال کفار و مشرکین کا ہو۔ ف فی العرائس قولہ تعالے ہو الذی جعل لکم اللیل الآیۃ رات ہیں عاشقون و اہل محبت کا سکون انکی مناجات کے لیے ہے جس کی قدر وہی لوگ خوب جانتے ہیں سہ اقتضی نہاری بالحدیث و بالمنی ۞ ویجمعنی باللیل والہم جامع ۞ اسکے یعنی جامع باللیل مع الہم اور دن کو انوار قدرت انھیں ساری موجودات کے لیے روشن بنایا کہ آفتاب صفات سے ہر لحظہ طلوع کرتے ہیں پس وہ آئینہ ہو کہ عارفین اس میں تجلی حق تعالے کو دیکھتے ہیں الا تری الی قولہ تعالے اللہ نور السموات والارض الآیۃ بعض نے کہا کہ رات کو سکون خلوت و مناجات ہو اور دن کو مبصر کیا کہ نظر عبرت سے مخلوقات آلہی کو دیکھیں برخلاف انکے کفار و منکرین رات میں مست کی نیند سوتے اور دن میں موت کا کاروبار کرتے ہیں پس وہ بالکل مردہ ہیں اور وحدانیت آلہی سے محض غافل چنانچہ باوجود ان دلائل واضحہ کے شرک پر آمادہ بالکل نہایت گستاخی کیساتھ شرک کرتے ہیں بقولہ تعالیٰ

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ الْغَنِيُّ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ اِنْ عِنْدَكُمْ

کہتے ہیں — اللہ نے کوئی بیٹا کیا — وہ پاک ہے — وہ بے نیاز ہے — اسی کا ہے جو کچھ ہے — آسمانوں — اور — زمین میں — کچھ سند نہیں

مِّنْ سُلْطٰنٍۭ بِهٰذَا ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ

تم پاس اسکی — کیوں جھوٹ کہتے ہو — اللہ پر — جو بات نہیں جانتے — کہہ — جو لوگ — باندھتے ہیں

عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ۝ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ

اللہ پر — جھوٹ — بھلا نہیں پاتے — تھوڑا سا برتنا دنیا میں — پھر ہماری طرف ہے انکو پھر آنا — پھر چکھاوینگے ہم انکو

الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝

سخت عذاب — بسبب — منکر ہوتے تھے

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا اور مشرک کہتے ہیں کہ بنا لیا اللہ تعالے نے فرزند یعنی بیٹا بنا لیا۔ یہ منجملہ اٹکل کی باتون کے ہے جو عقل سے بالکل منافی ہیں مگر وہم کی قوت البتہ ایسے خیالات و اٹکل لگاتی ہو کیونکہ وہ صورتیں گڑھا کرتی ہے اور یہ قوت فن ریاضی کے لیے ضروری ہو جیسا کہ یونانیون نے تصریح کی ہو اسیواسطے بچون کو جنکی عقل ضعیف اور قوت واہمہ قوی ہوتی ہے پہلے ریاضیات سے شروع کرتے ہیں پس حساب و پیمائش و مثلث و جبر و مقابلہ و طبعیات و طب وغیرہ فنون اسی ریاضی کی شاخین ہیں جو بچپن میں خوب آتی ہیں یا جوانی میں جن کے بدن میں عقل قوی نہوئی بلکہ واہمہ قوی رہی انکو بھی یہ فنون خوب آتے ہیں اسیواسطے نصاری قوم والے جو حضرت عیسیٰ کو بیٹا کہتے ہیں اس قوت میں نہایت قوی ہیں اسی واسطے فنون ریاضیہ میں انکو خوب دستگاہ ہوتی ہے اور ملکی انتظام کی

تصویرین خوب ذہن مین لاتے ہین اور کلین وغیرہ خوبصورت چیزین خوب بناتے ہین بالجملہ یہ قول محض عقل کے خلاف ہے اور وہم کی قوت
سے بہت مناسب ہے اسی واسطے اکثر عقلاء علماء کا قول ہے کہ عقیدہ نصاریٰ کا حمقہ ضعیف وسخیف ہے اسقدر دنیا مین کسی قوم کا
مذہب واعتقاد ضعیف نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی رد فرمایا بقولہ سُبْحٰنَهٗ پاک ہے اللہ تعالیٰ ایسے کلمات کفر سے بیضاوی
نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات عالی کی اس سے تنزیہ فرمائی کیونکہ بیٹا بنانا تو اسی سے تصور مین ٹھیک ہو سکتا ہے جسکی اولاد ہو سکے
اور اللہ تعالیٰ کی جناب مین اس کا تصور ہی نہیں ہو سکتا پھر یہ کیا بات ہے کہ بیٹا بنایا اور اس کلام آلہی مین بندون کو ان کے
احمق قول سے تعجب دلایا کہ سبحان اللہ ذرا اس احمق بات کو دیکھو۔ هُوَ الْغَنِيُّ وہی تو غنی ہے پس جب اللہ تعالیٰ ہر چیز سے غنی ہے اور یہ
اسکی صفت پاک ہے تو فرزند کی حاجت کہان سے آئی۔ اور کیا ضرورت پیش آئی۔ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ اسی کا ہے
جو کچھ آسمانون مین اور جو کچھ زمین مین ہے پس جب سب اسی کی مخلوق ومملوک وبندہ سب ہین تو فرزند کون ہو سکتا ہے کیونکہ فرزند مثل
باپ کے ہوتا ہے وہ مملوک کیونکر ہوگا۔ اور تم ہے اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے کسی کو جیسے اللہ تعالیٰ کا بیٹا یا شریک ہونا محال ہے ویسے ہی جسکا یہ
عقیدہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کو ہرگز نہیں پہچانتا اور نہ اسپر ایمان لایا ہے اور ایسا کلمہ زبان سے نکالا کہ جسپر کوئی دلیل نہیں اور جسکے سننے سے اہل حق
کی روحین تھراتے ہین۔ کما قال تعالیٰ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا أَنْ دَعَوْا
لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا الآیہ پھر مشرکین کی جہالت واسکا قول باطل ہونے کو خوب واضح کر دیا بقولہ تعالیٰ إِنْ عِنْدَكُمْ مِنْ سُلْطٰنٍ بِهٰذَا با متعلق
بسلطان یا اسکی صفت یا متعلق عندکم ہے گویا یون کہا گیا ان عندکم من سلطان کائن بہذا۔ یا ان عندکم بہذا من سلطان۔ یعنے
نہیں ہے تمہارے پاس اسپر کوئی حجت یعنی ٹھیک دلیل۔ أَتَقُولُونَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ کیا تم ایسی باتین بناتے ہو اللہ تعالیٰ پر
وہ جسکا تم کو علم نہیں ہے یعنی جب بلا دلیل تم نے اللہ تعالیٰ پر ایسی بات کہی تو ضرور دروغ باندھا اور اس سے بڑھکر کون گنہگار ہے کہ اپنے
خدا کرنے والا ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھے پھر ایسا بہتان جو اس کی الوہیت کے منافی ہے۔ قال البیضاوی رح یعنی اسکی
جہالت وگستاخی پر سخت ملامت ہے۔ واضح ہو کہ اس آیت مین اہل حق کے واسطے یہ دلیل ہے کہ جو بات یا جو فعل ایسا ہو کہ اسپر کوئی دلیل شرعی
نہو وہ قول وفعل جہالت ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اہل ایمان جن امور پر اعتقاد رکھتے ہین وہ سب ادلہ سے ہونے چاہیئے ہین جو قطعی دلیل
سے ثابت ہون اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اعتقادی باتون مین تقلید کر لینا جائز نہیں ہے کذا ذکرہ البیضاوی وغیرہ مترجم کہتا ہے کہ ایسے ہی
ائمہ علماء رحمہم اللہ تعالیٰ نے بدلیل ایسی ہی آیات واحادیث کے تصریح کر دی ہے کہ اعتقادات مین تقلید نہیں جائز ہے اور گویا
اسپر اجماع ہے اور بعض نے جو اس مین کچھ کلام کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے یا اختلاف فقط لفظی ہے اور دونون کا مطلب ایک ہی ہے کیونکہ مثلاً
یہ بات کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے اگر کسی دوسرے کی تقلید سے مان لیا اسطرح کہ وہ مانتا ہے تو مین بھی مانتا ہون اسکے کچھ معنے نہیں
مین جب تک کہ یقین نہ کرے کہ بے شک اللہ تعالیٰ واحد لاشریک ہے اور لا الٰہ الا اللہ کے یہی معنے ہین۔ اکثرین سے علماء نے لکھا ہے کہ اگر
ایک لڑکا مسمی زید کے باپ نے اسکے ساتھ ایک لڑکی مسماۃ ہند کے باپ کی بیاہ دینے سے ہند سے نکاح کر دیا پھر دونون بالغ ہوئے پس اگر
لڑکا یا لڑکی کوئی حالت بلوغ مین اپنے ایمان واعتقاد کو موافق دین اسلام کے نہیں جانتا تو وہ مومن نہیں اور نکاح باطل ہوا اور واضح ہو کہ
یہ ضرور نہیں کہ وہ مکتب کے لڑکون کی طرح آمنت باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ کو صحیح عبارت مین بیان کرے بلکہ خالی عبارت کچھ مفید نہیں جبتک کہ اسکے
معنے نہ جانے اور معنے جانے اور سمجھے جانا کافی ہے اگرچہ عبارت صحیح نہ ادا کر سکے اور مسئلہ فتاوے عالمگیریہ وغیرہ مین مصرح ہے اب اہل اسلام جو خوب ا

اس سے بالکل غافل ہین اپنی اولاد کو اعتقاد حق کی تعلیم فرض عین سمجھین اور ہوشیار ہون کہ یہ بلاے عام پھیلی ہوئی ہے- پھر مترجم کہتا ہے
کہ باب اعتقاد مین اللہ تعالے کی ذات و صفات کو جسطرح قرآن مجید و احادیث صحیحہ مین آیا اور دیگر امور آخرت کو جنپر ایمان کا مدار ہے
جاننا مراد ہے لہذا فروع اعمال جن سے توشۂ آخرت کا مقصود ہے انہین بالاجماع دلائل ظنیہ کافی ہین اور ان اعمال کے اعتقاد چونکہ تابع
ہین یعنے اصل مقصود عمل ہے اور اعتقاد تابع ہے بلکہ وہ خالی آگاہ ہو کر کام کرنے کے لیے ہے تو انمین اصل کے موافق دلیل ظنی کافی ہے مثلاً وتر واجب
ہے تو مقصود یہ کہ اسپر مواظبت کرے لہذا اسکے وجوب کا اعتقاد بھی تابع اسکے ہوا لہذا امام شافعی وغیرہ کے نزدیک سنت ہے تو سنت ہونیکا اعتقاد
رکھیگا اور یہ عقائد ایمانیہ یعنی اصول مین سے نہین ہے یہین سے اہل اسلام پر واجب ہے کہ آپس مین ان اعمال کے کرنے یا نہ کرنے پر باہم نخرش نکرین
کیونکہ یہ تو اپنا اپنا توشۂ آخرت ہر شخص بہ اتباع حضرت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کماتا ہے ہان یہ شرک ہو جائیگا کہ کوئی یہ کہے کہ ہمین اللہ
تعالے و رسول صلعم کے کلام و حدیث سے بحث نہین بلکہ ہم تو فلان امام کی بات مانینگے جو وہ کہے وہی کرینگے ہمپر اسی کی تقلید فرض ہے ہمکو اور کچھ
کام نہین تو یہ بڑی بات اور شرک ہوگا- ہان ادب کے ساتھ یون کہے کہ بیشک جو اللہ تعالے و اسکے رسول پاک صلعم نے فرمایا وہی ہمپر واجب و
فرض ہے اور کسی دوسرے کا قول اسطرح ہمپر فرض نہین لیکن چونکہ آیات و احادیث مین ناسخ و منسوخ و محکم و ماول و مجمل وغیرہ ہین اور مجھے اسقدر
علم نہین لہذا مین کسی عالم سے دریافت کر کے اللہ تعالے یا اسکے رسول صلعم کے حکم پر عمل کرونگا کیونکہ اللہ تعالے نے یہی حکم دیا ہے کہ نجانو تو عالم سے پوچھ لو
پھر مجھے بھلا معلوم ہوتا ہے کہ مین امام الفقہاء ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اجتہاد دریافت کرون کیونکہ وہ بھی اللہ تعالے کے حکم کی فرمانبرداری ہو جائے گی
تو مجھے اسی پر عمل کر لینا کافی ہوگا اور زیادہ شخص جو کہ اتنا علم رکھتا ہے کہ امام ابو حنیفہ رح کے اجتہادی دلائل دیکھ لے اور دوسرے فقہاء کے بھی دیکھ لے
اور حقیقت سمجھ لے وہ اپنی ذات کے واسطے احسن پر عمل کرے و لیکن عوام کو فتنہ مین نہ ڈالے اور اپنی تقلید کی طرف نہ بلاوے والکلام الواضح فی ہذا
فی مقدمتی للفتاوی الہندیہ یہ ترجمہ العاجز الکبیر ہے واللہ تعالے ولی التوفیق- پھر واضح ہو کہ اللہ تعالے کی صفات بدین معنی کہ مثلاً علیم و خبیر و ارادہ
کرنے والا اور جسقدر صفات الٰہی ہین سب کا علم بوحی خاص ہے اور آئین رائے و قیاس وغیرہ کو کچھ مجال نہین اور انسے یہ بطریق کلی علم ہو گیا کہ
جو امر کہ نقص ہو مثلاً بدلیل شرعی اس سے اللہ تعالے پاک منزہ ہے اور اکثر اقوام دنیا مین ایسے ہین کہ اپنی عقل کو اصل قرار دیکر علم صفات الٰہی کو اسکے
تابع کرتے ہین اور یہ درحقیقت کافر ہین بھلا کیونکر ہو سکتا ہے کہ ہماری عقل جو ادنی مخلوق ایک حکمت الٰہی کا ظہور ہے یعنے او تعالے خالق ہے اسنے
ہماری عقل کو بھی مانند دیگر اشیاء کے پیدا کر دیا تو عقل کا کام معرفت ہے نہ اثبات صفت لہذا جب تک قطعی دلیل سے ثابت نہو تب تک مانند
مشرکین کے بیٹا وغیرہ کا اعتقاد کفر ہے اور ایسے ہی جو امر ثابت ہے مثلاً دیدار الٰہی قیامت مین تو عقل سے انکار کفر ہے علی ہذا اکثر اقوام دنیا مین
آخرت کے درحقیقت منکر ہین بوجہ اسکے کہ وہ محسوس نہین حالانکہ بیان یہی ہے کہ دنیا کو اپنے واسطے مسافر خانہ سمجھکر یہان سے وہان کے واسطے
زاد راہ باتباع رسول اللہ صلعم جمع کر لیجاوے اور آخرت کو پیش نظر رکھے پھر مشرکین نے یہ دھوکا اٹھایا کہ مثلاً حضرت عیسی علیہ السلام بیٹے تھے
وہ سب کے لیے اٹھا دیے گئے اب ہم دنیا خوب لہو و خاک کہ یہ بڑی بات ہے کہ نفس و علائق جیسے چھٹے کا علم لیا و لیکن شیطان کے فریب مین آکر اس کے
تابع ہو گئے اگرچہ یہ صریح خلاف عقل اور جناب باری تعالے کی شان مین فرزند ہونا محض نقص و بالکل محال ہے اور کوئی دلیل نہین جس سے
اس عقیدہ کا ثبوت ہو بالآخر عقائد کے لیے قطعی ثبوت ضروری ہے لاجالہ ایسا اعتقاد اللہ تعالے پر بہتان و افترا ہوا- قال اللہ تعالے قل ان الذین
یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون بیشک جو لوگ کہ افترا باندھتے ہین اللہ تعالے پر جھوٹ کو فلاح نہین پاتے- افترا یعنے جھوٹ ہوتا
ہے لیکن بہتان یہ بیان سے زیادہ شناعت کا اظہار ہے کہ خود گھڑ کے جھوٹی بات کو کسی کے ساتھ منسوب کرے پھر اللہ تعالے سے شرم کرے برخلاف اسکے

شرم چھوڑ دی اور جھوٹ بولا اور بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالی پر وہ جھوٹ جو بدتر ہو گیا افترا باندھا یس انتہا درجہ بدتر ہو گیا تو کیونکر فلاح پا وینگے فلاح یہ ہے کہ دوزخ سے نجات ہو اور جنت ملے کیونکہ دنیا چند روزہ محض فانی ہے افسوس ہے کہ لوگ اپنی جہالت سے دنیا کی مالداری کو نیک بختی سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بالکل الٹا ہے کیونکہ دنیا مبغوض و ملعون ہے اور جو اس میں ہے سوائے یاد الٰہی و علم شریعت آئی کے سب ملعون ہے تو ایسی ملعون چیز جسکو دی گئی وہ نیک بخت کیسے ہوا بلکہ جسکے پاس بہت ہوا سکو اپنے حق میں خوف چاہیئے مگر آنکہ وہ اس سے دل نہ لگا کر اللہ کی راہ میں خیرات کر دے بہر حال دنیاوی دولت و ثروت کچھ بھی فلاح نہیں ہے بلکہ دنیا میں ایمان و تقوی و ہدایت و استقامت فلاح ہے اور عاقبت میں اس کا نتیجہ و حصول فلاح ہے واللہ تعالی ولی المومنین والحمد للہ رب العالمین۔ اور مال و اسباب دنیاوی فانی کچھ فلاح نہیں جس پر مغرور ہو کر شرک و کفر و افترا پر آمادہ ہوئے بلکہ یہ غرور انجام میں ہلاک سے بدتر ہے کما قال تعالی۔ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا چنانچہ الافترا متاع الخ خبر مبتدا محذوف ہے یعنی یہ افترا انکا قلیل متاع دنیاوی ہے جس سے کافر ہوئے ہیں مثلاً جیسا انہیں کرتے ہیں اسی ذلک نصرانی عالموں بلکہ بادشاہ قسطنطین نے اس عقیدہ پر سب علماء نصاری سے دستخط کرائے اور بعضے حقانی علماء نصاری جنہوں نے اس سے انکار کیا انکو عذاب سخت سے مارا اور باقی اپنی زندگی کے لالچ دستخط کرنے پر راضی ہو گئے۔ یا مبتدا محذوف جیسے تمتع وغیرہ مناسب خبر ہے یعنے انکی زندگی چند روزہ متاع قلیل دنیاوی ہے آخر مر کر دار الآخرۃ کی طرف رجوع کرینگے یا خبر محذوف ہے اسکا متاع فی الدنیا ہے یعنی وہی ہے یعنے انکے لیے فلاح کچھ نہیں بلکہ قلیل متاع دنیاوی ہے کہ چند روزہ زندگی بھر اس دنیا سے جو محنت و مشقت کا گھر ہے تکلیف ملی ہوئی زندگی تھا وہیں۔ ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ پھر ہماری ہی طرف انکا لوٹنا یا مرجع ہے یعنی بعد موت کے دار الآخرۃ کی طرف پھر ینگے اور وہاں ان اعمال کا بدلا جو کچھ ملیگا وہ بیان فرمایا کہ۔ ثُمَّ نُذِيقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيدَ پھر چکھاوینگے ہم انکو سخت عذاب سو یہ کچھ وجہ نہیں بلکہ۔ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ اس سبب کفر ہم۔ ما مصدریہ ہے یعنے یہ عذاب شدید بدلا انکے کفر کرنے کا ہے بیان کر اللہ تعالی نے چاہے تو انکو عذاب شدید چکھاوے لیکن ہم نے حکم دیا کہ دنیاوی زندگی بھر اس دنیا کو جو آخرت کے بدلے مول لے لی ہے بقدر تقدیر ہمیشہ نہیں بلکہ دنیاوی عذاب سے بچنا مقدر کیا پھر موت کے وقت سب چھوڑ کر آخرت میں جہنم کا عذاب لینگے نعوذ باللہ تعالی من عذاب الشدید پھر اگلی امتوں سے اپنے انبیاء علیہم السلام سے کفر و سرکشی کرنے والوں کے انجام کو بیان فرمایا بقولہ تعالی

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ نُوحٍ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ إِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَقَامِي وَتَذْكِيرِي

اور سنا　انکو　حال نوح کا　جب کہا　اپنی قوم کو　اے قوم　اگر　بھاری ہوا ہے تم پر　میرا کھڑا ہونا　اور سمجھانا

بِآيَاتِ اللَّهِ فَعَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْتُ فَأَجْمِعُوا أَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ

اللہ کی باتوں سے　تو میں نے اللہ پر بھروسا کیا　اب تم سب مل کر مقرر کرو اپنا کام　اور جمع کرو اپنے شریکوں　پھر　نہ رہے　تمکو　اپنے کام میں

غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوا إِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُونِ ۝ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا

شبہ　پھر کر چلو میری طرف　اور مجھ کو فرصت نہ دو　پھر اگر منہ پھیرو گے　تو میں نے نہیں مانگی تم سے　مزدوری　میری مزدوری ہے

عَلَى اللَّهِ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝ فَكَذَّبُوهُ فَنَجَّيْنَاهُ وَمَنْ مَعَهُ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنَاهُمْ

اللہ پر　اور مجھ کو حکم ہے　کہ رہوں　حکم بردار　پھر اسکو جھٹلایا پھر بچا دیا ہم نے اسکو اور جو اسکے ساتھ تھے کشتی میں　اور انکو قائم کیا

خَلَائِفَ وَأَغْرَقْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِينَ ۝

جگہ پر　اور ڈبا دیئے　جو　جھٹلاتے تھے ہماری باتیں　سو دیکھ کیسا ہوا　انجام　ان کا جنکو ڈرایا تھا

بعد توضیح آیات بینات کے قصص انبیاء سابقین بیان فرمائے کہ آنحضرت صلعم کو تسلی اور کفار کو عبرت ہو پس فرمایا۔ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ اور پڑھ دے انپر۔ نَبَاَ نُوْحٍ خبر نوح علیہ السلام کی یعنی امر عجیب الشان جو نوح کو اپنی قوم کی دعوت میں ابتداء و انجام میں پیش آیا اور وہ یہ ہے اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ جب اپنی قوم سے کہا کہ۔ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اے قوم اگر بھاری و شاق ہوا تمپر میرا مقام و میرا نصیحت کرنا آیات الٰہی سے۔ مقام بفتح اول قراء کی اتفاقی قرأت ہے اور بعض نے کہا کہ ابورجاء و ابومجلز و ابن الجزری نے بالضم پڑھا۔ و معنی اول موضع قیام اور معنی دوم موضع اقامت و نفس اقامت۔ پھر اگر مقامی کنایہ اپنی ذات سے ہے تو معنے یہ کہ میرا ہونا و نصیحت کرنا تمپر شاق ہوا۔ یا مراد اس سے مکث طویل ہے کیونکہ ساڑھے نوسو برس دعوت فرمائی ہے۔ یا مراد اس سے کھڑے ہو کر وعظ و نصیحت کرنا جیسا کہ واعظین کا قاعدہ ہے اور یہی اولیٰ ہے اس لیے کہ اسی دعوت سے کفار کو عداوت ان کی باتوں و انکے جان و مال سے پیدا ہوگئی پس یہ اول دونوں کو شامل و اصل ہے۔ حاصل یہ کہ اگر تم میری نصیحت سے ملول ہو کر میرے دشمن ہوئے ہو۔ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ تو میں نے اللہ تعالیٰ پر توکل کیا۔ جملہ جواب شرط ہے یعنے میں اس کے مقابلہ میں تمہارے ساتھ یہی کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کروں جیسے میری عادت چلی آتی ہے یا خاص توکل مراد لیا۔ اور اکثر مفسرین نے کہا کہ یہ جملہ معترضہ ہے اور جواب شرط یہ ہے کہ۔ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ اے اعزموا۔ اجمع الامر اے نوی و عزم علیہ یعنی کسی کام پر عزم کر لیا تو اجمع الامر بولتے ہیں یعنی جب ایسا ہے تو تم لوگ اپنے امر پر عزم کر لو اور اصل اس محاورہ کی یہ ہے کہ آدمی پہلے متفرق رہتا ہے کبھی کہتا ہے کہ یہ کروں اور کبھی وہ کروں پھر کسی بات پر مجتمع ہو جاتا ہے تو نوح علیہ السلام نے گویا انکو اللہ تعالیٰ کے صدق وعدہ پر بھروسا کرنے سے مطلع کیا کہ تم سب میری ایذاء دینے پر مجتمع ہو جاؤ اور ابن الانباری رح نے کہا کہ امر یہاں وجوہ کید و مکر ہیں یعنے کوئی طریقہ میری مضرت کا نہ چھوڑو سب جمع کرو۔ وَشُرَكَآءَكُمْ مع شرکا کا حکم۔ اپنے شرکاء کے ساتھ ہو کر۔ قالہ الزجاج والفارسی و کشاف نے اسی کا موید قرار دیا جو بعض قرأت میں شرکاؤکم بالرفع عطف بر ضمیر متصل پڑھا گیا اور بوجہ فصل کے بدون تاکید جائز ہے۔ و بعض نے کہا کہ وآمر شرکاءکم بحذف مضاف ہے اور بعض نے کہا کہ وادعوا شرکاءکم بحذف فعل ہے اور حضرت ابی بن کعب رض کی قرأت بھی یہی مروی ہے اور بنافع رح سے ایک روایت میں فاجمعوا از جمع آیا۔ مقصود یہ کہ ان کو آگاہ کیا کہ مجھے تمہاری کچھ پرواہ نہیں اور مجھے اللہ تعالیٰ پر بھروسا ہے تم سب مجتمع ہو اور عزم کرو میری ایذا پر۔ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً پھر نہ ہو جاوے تمہارا کام تمپر گھٹا۔ قالہ الزجاج رح یعنے در پردہ مت رکھو کہ تم لوگوں کو آپس میں کھلے نہیں بلکہ آپس میں خوب صاف کھلی کھلی یا ارادہ مصمم کر دو کہ نوح کو ہلاک کرو۔ ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ پھر میری طرف یا امر جس کا عزم کیا ہے پورا کر دو۔ بعض قرأۃ میں افضوا بالفاء آیا یعنے پہونچانا۔ یا کھلا کر نکل آنا۔ مراد یہ کہ پھر سب کے سب جمع ہو کر مجھ پر چڑھائی کرو اور جو بدی چاہتے ہو مجھ کو پہونچا دو وَلَا تُنْظِرُوْنِ اے ولا تمہلونی۔ اور مجھے کچھ مہلت مت دو۔ حاصل آنکہ انکو ایسے گناہ کفر کا حکم خواہ مخواہ نہیں دیا بلکہ انکو با دلیل صدق کے ساتھ آگاہ کیا کہ اللہ تعالیٰ وعدہ راست کرنے ہے بغیر اسکے حکم کے کچھ نہیں ہو سکتا چنانچہ میں تمہاری کچھ پرواہ نہیں کرتا تم اسطرح مجتمع ہو جاؤ۔ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ پھر اگر تم نے میری نصیحت سے منہ موڑا تو تمہاری نادانی ہے۔ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ میں نے تو تم سے کچھ اجرت و مال نہیں مانگا بلکہ بے غرض خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے تمہاری بھلائی کو نصیحت کی پھر تمپر کیوں بھاری ہوئی۔ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ اور میرا ثواب تو اللہ تعالیٰ ہی پر ہے یعنے مجھے تو میرے پروردگار ہی نے اپنے فضل سے ثواب کا وعدہ دیا ہے پس مجھے اسی پر یقین کامل ہے یہاں سے معلوم ہوا کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے ثواب ملنے پر یقین کامل رکھے پس حضرت نوح نے اپنے ثواب کا یقین کیا اور انکے ایمان لانے یا منہ موڑنے کی کچھ پروا

نہ کی اور کہا کہ میرا ثواب اللہ تعالیٰ کے ذمہ پر ہے۔ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ اور مجھے حکم دیا گیا کہ میں ان میں سے ہو جاؤں جو اپنے اللہ تعالیٰ کے حکم کا مطیع و منقاد ہوں اور خلاف نہ کروں اور کسی دوسرے سے امید رکھوں۔ فَكَذَّبُوهُ پھر کافروں نے اسکو جھٹلایا یعنے جھٹلاتے رہے اور سب نصیحت برباد کی اور سرکشی انتہا کو پہونچائی اور ظاہر کر دیا کہ حجت میں کوئی دقیقہ مخفی نہ تھا بلکہ محض عناد اور تمرد سے جھٹلانے میں انتہا کر دی۔ فَنَجَّيْنَاهُ وَمَنْ مَعَهُ فِي الْفُلْكِ پس نجات دی ہم نے اسکو غرق سے اور ان سب کو جو اس کے ساتھ تھے کشتی میں یعنے ایمان لائے تھے اور ان کی تعداد اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے لیکن مشہور یہ ہے کہ اسی تھے چالیس مرد اسیقدر عورتیں وَجَعَلْنَاهُمْ خَلَائِفَ اور کر دیا ہم نے ان سب کو نائب یعنے غرق ہو جانے والوں کے پیچھے زندہ رہ جانے والے۔ وَأَغْرَقْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا اور غرق کر دیا ہم نے ان کافروں کو جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیات کو یعنے طوفان میں ڈبا کر ہلاک کر دیا۔ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِينَ سو تو دیکھ کہ کیسا ہوا انجام انکا جنکو انذار کیا گیا تھا یعنی یہ ... اور کفار کو تہدید و تخدیر ہے اور آنحضرت صلعم کو تسلی دی۔ ف فی العرائس و قولہ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ یعنے تسلیم سالم نوح علیہ السلام اور بہ جلال و عظمت کبریائی کے حضور میں انقیاد نفس ہر کیونکہ جو توحید و تجرید و تفرید میں حدت نکرے انانیت نفس کا خطرہ آجاتا ہے اس سے نفی کی اور کمال ادب سے انقیاد رکھا کیونکہ نوح علیہ السلام انبیاء اولوا العزم سے ہیں جو ہمیشہ رب کے آگے سر افگندہ ذلیل ہوتے تھے۔ بعض نے کہا کہ اسلام یہ ہے کہ سالم رہے سر باطن اس کا قلب سے اور قلب اس کا نفس سے اور نفس اس کا زبان سے اور زبان سے کذب و غیبت و بہتان سے۔ قلت و فی الحدیث مسلم وہ جسکی زبان و ہاتھ سے لوگ سلامت رہیں۔ قولہ تعالیٰ

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِ رُسُلًا إِلَى قَوْمِهِمْ فَجَاءُوهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا بِمَا كَذَّبُوا بِهِ

پھر بھیجے ہم نے اسکے پیچھے کتنے رسول انکی اپنی قوم میں پھر لائے ان پاس کھلی نشانیاں سو ہرگز نہ ہوئے کہ یقین لاویں اس بات پر جسکو جھٹلا چکے

مِنْ قَبْلُ كَذَلِكَ نَطْبَعُ عَلَى قُلُوبِ الْمُعْتَدِينَ ۝

پہلے سے اسی طرح مہر کرتے ہیں دلوں پر زیادتی والوں کے

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِ پھر ہم نے بھیجا بعد نوح علیہ السلام کے رُسُلًا إِلَى قَوْمِهِمْ رسولوں کو انکی قوم کی طرف یعنے ہود و صالح و ابراہیم و لوط و شعیب علیہم السلام کو انکی اقوام کی طرف ارسال فرمایا۔ فَجَاءُوهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ پس لائے یہ رسول اپنی قوم پاس بینات یعنی کھلے معجزات لائے کہ صاف انکے دعوے نبوت ثابت ہوتے تھے۔ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا پس ٹھیک نہ ہوئے کہ ایمان لاویں کیونکہ کفر پر جمے رہے تھے اور ازل میں مردود ہو چکے تھے تو ایمان لانے والے نہ تھے۔ بِمَا كَذَّبُوا بِهِ مِنْ قَبْلُ اس بات پر جسکو رسولوں کے آنے سے پہلے جھٹلا چکے تھے۔ یا جنکو قوم نوح والے اس سے پہلے جھٹلا چکے تھے یا جس بات کو ازل میں جھٹلا چکے تھے ... ان کو اقرار انکے آزار دیتا۔ كَذَلِكَ نَطْبَعُ عَلَى قُلُوبِ الْمُعْتَدِينَ ایسے ہی ہم مہر کر دیتے ہیں حد سے تجاوز کرنے والوں کے دلوں پر۔ قال البیضاوی رح ایسی آیات آیتیں صاف معرفت دیتی ہیں کہ جو افعال واقع ہوتے ہیں سب اللہ تعالیٰ کی قدرت و مشیت سے ہیں اور بندہ کے افعال ... یہی اہل السنۃ کا اجماعی مذہب ہے اور اسی پر تمام انبیاء گذرے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام و فرعون کے قصہ سے شبہات کفر دور کئے

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُوسَى وَهَارُونَ إِلَى فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ بِآيَاتِنَا فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا

پھر بھیجا ہم نے انکے پیچھے موسیٰ اور ہارون کو فرعون اور اسکے سرداروں پاس اپنی نشانیاں دیکر پھر تکبر کرنے لگے اور وہ تھے

قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ۝ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ قَالَ

لوگ گنہگار پھر جب پہونچی انکو سچی بات ہمارے پاس سے کہنے لگے یہ تو جادو ہے صریح کہا

مُوْسٰٓى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ۭ اَسِحْرٌ هٰذَا ۭ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ۝ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا

موسیٰ نے تم یہ کہتے ہو تحقیق بات کو جب وہ تمہارے پاس پہونچی کوئی جادو ہے یہ اور بھلا نہیں پاتے جادو کرنے والے بولے کیا تو آیا ہے

لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَاۗءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَاۗءُ فِي الْاَرْضِ ۭ وَمَا نَحْنُ

کہ ہمکو پھیر دے اس راہ سے جسپر پائے ہمنے اپنے باپ دادے اور تم دونوں کو سرداری ہو اس ملک میں اور ہم نہیں

لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ۝

تم کو ماننے والے

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ پھر بھیجا ہم نے بعد ان رسولوں کے جن کا ذکر اوپر ہوا۔ مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ موسیٰ کو نبی اول اور ہارون کو مستقل نبی و موسیٰ کا وزیر کرکے۔ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ىِٕهٖ فرعون اور اسکے ملأ کی طرف یعنی اسکے اشراف قوم کی طرف یا مطلق قوم کیطرف۔ بِاٰيٰتِنَا اپنی آیات کے ساتھ یعنی نو معجزات سے جو سریح عاجز کرنے والے تھے اور فرعون باوجود دعوی الوہیت کے انکے مقابلہ سے عاجز آگیا تھا اور اسکی قوم احمق پھر بھی اسکو مانے جاتی تھی۔ فَاسْتَكْبَرُوْا پس فرعون و اسکی قوم نے استکبار کیا یعنے دونوں نبیوں کی اتباع سے سرکشی کی وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ اور فرعون والے تھے ایک مجرم قوم یعنی ازل میں مجرم قرار پائے تھے یا یہ لوگ جرم کرنے کے عادی ہو رہے تھے اسی واسطے اپنے پروردگار کے رسول کو نہ مانا اور اسکو دور کرنے کی جرأت کی۔ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا پھر جب آگیا انکے پاس حق ہماری طرف سے یعنے پے در پے معجزات واضحات سے حق کھل گیا کیونکہ شک بالکل جاتا رہا اور مقابلہ محال ہوا۔ قَالُوْٓا تو کمال تمرد اور عناد سے کہنے لگے کہ اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ یہ تو جادو دکھلا ہوا ہے یعنے جادو ہونا ظاہر ہے یا فن سحر میں بہت واضح ہے۔ قَالَ مُوْسٰٓى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ موسیٰ علیہ السلام بولا کہ کیا تم کہتے ہو حق کو جب تمہارے پاس آگیا کہ یہ سحر ہے یعنے حق کو سحر کہتے ہو۔ مقولہ حذف ہوا کیونکہ ماقبل اسپر دلالت کرتا ہے اور قولہ اَسِحْرٌ هٰذَا کیا یہ سحر ہے۔ بیضاوی رح نے کہا کہ یہ مقولہ نہیں ہو سکتا کیونکہ فرعونیوں نے تو سحر ہونا قطعی کہا تھا اور یہ بطریق استفہام ہے بلکہ یہ جملہ مستانفہ ان کے قول پر انکار کے لیے ہے یعنے تم حق کو سحر کہتے ہو کیا یہ سحر ہے۔ اور اگر استفہام تقریری کیا جاوے تو ہو سکتا ہے یعنے تم اس حق کو سحر قرار دیتے ہو۔ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ اور حال یہ ہے کہ جادوگروں کو کبھی فلاح نہیں ہوتی۔ پس میں جان بوجھکر کیوں سحر کرون گا۔ یا سحر ہوتا تو مٹ جاتا اسطرح قاہر ہونا جسکا مقابلہ نہیں ہو سکتا سحر نہیں ہے۔ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَاۗءَنَا بولے کہ بھلا تو ہمارے پاس آیا ہے کہ ہم کو موڑ دے اس طریقہ سے جسپر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا یعنی تو ہم کو ہمارے باپ دادوں کی راہ سے موڑ کر اپنی طرف مائل کرنے کو آیا ہے۔ وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَاۗءُ فِي الْاَرْضِ اور تاکہ زمین میں تم دونوں کے لیے بڑائی ہو یعنے تم بادشاہ بن بیٹھو اور ہم تمہارے تابع ہوں۔ وے لوگ بادشاہ کو صفات میں متکبر قرار دیتے تھے۔ حاصل یہ کہ فرعونی بولے کہ تو اس واسطے آیا کہ ہم کو اپنی طرف موڑے اور بادشاہ بن بیٹھے۔ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ اور ہم تو تم دونوں پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ اس مقام سے معلوم ہوتا ہے کہ مقابلہ جادوگروں سے پہلے بھی بعض فرعونیوں نے قطعی دائمی کفر پر اصرار ظاہر کیا تھا اور شاید یہ آخری مقولہ ان کا یہاں بیان فرمایا۔ بالجملہ ماننے سے انکار کرکے مقابلہ پر آمادہ ہوئے چنانچہ

بیان فرمایا بقولہ تعالےٰ۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُونِي بِكُلِّ سَاحِرٍ عَلِيمٍ ۝ فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُوسَىٰ أَلْقُوا مَا أَنْتُمْ
اور بولا فرعون کہ لاؤ میرے پاس جو جادوگر ہو پڑھا پھر جب آئے جادوگر کہا انکو موسیٰ نے ڈالو جو تم
مُلْقُونَ ۝ فَلَمَّا أَلْقَوْا قَالَ مُوسَىٰ مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ إِنَّ اللَّهَ سَيُبْطِلُهُ إِنَّ اللَّهَ لَا يُصْلِحُ
ڈالتے ہو پھر جب انہوں نے ڈالا موسیٰ بولا کہ جو تم لائے ہو سو جادو ہے البتہ اللہ اسکو بگاڑ دیگا اللہ نہیں سنوارتا
عَمَلَ الْمُفْسِدِينَ ۝ وَيُحِقُّ اللَّهُ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ۝
شریروں کے کام اور اللہ سچا کرتا ہے سچ کو اپنے حکم سے اور پڑے برا مانیں گنہگار

واضح ہو کہ فرعون نے ربوبیت کا دعویٰ کیا اور تمام قبطیوں وغیرہ سے اپنی بندگی کراتا تھا جب موسیٰ علیہ السلام معجزہ عصا و ید بیضا کے ساتھ بھیجے گئے اور وہ عاجز ہو کر انکو ساحر کہنے لگا و معجزہ کو جادو ٹھہرایا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کی نیت کی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُس کا قصہ متفرق مقامات کلام مجید میں ہر مقام کے سیاق نصیحت و عبرت کے موافق بیان فرمایا چنانچہ یہاں اوپر کے سیاق میں کفار کو موعود آخرت میں شک وغیرہ کرنے کا فعل وہی فرعونی خصلت تھی کہ کہنے لگے احق ہو قل ای و ربی انہ الحق پھر موت سے مقابلہ با فکار و افعال پر آمادہ ہوئے جیسے فرعون نے کیا کما قال تعالےٰ۔ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُونِي بِكُلِّ سَاحِرٍ عَلِيمٍ۔ اور فرعون نے کہا یعنی اپنے لوگوں سے لے آؤ میرے پاس ہر جادوگر خوب جاننے والے کو یعنی جو فن سحر کو خوب جانتا ہو حمزہ و کسائی نے سحار علیم پڑھا اور یہ مبالغہ ہے۔ پھر فرعون کے حکم سے بکثرت جادوگر دور دور سے جمع ہوئے اور مقابلہ کا ایک روز مقرر کے کنارے میدان اسکندریہ مقرر ہوا اور اُس دن ہزاروں لاکھوں آدمی اس وسیع میدان میں جمع ہوئے۔ فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ پھر جب جادوگر لوگ آئے یعنی میدان میں کھڑے ہوئے۔ اور موسیٰ مع ہارون کے دوسری جانب کھڑے ہوئے۔ قَالَ لَهُمْ مُوسَىٰ تو موسیٰ نے جادوگروں سے کہا أَلْقُوا مَا أَنْتُمْ مُلْقُونَ میدان میں ڈالو جو تمہیں ڈالنا ہے پہلے ساحروں نے پوچھا تھا تو موسیٰ نے یہ جواب دیا اور مقصود یہ تھا کہ مخلوق پر ظاہر ہو جاوے کہ یہ سب جادو تھا جو فرعون میں ایسا ہو تاکہ معلوم ہوتا ہو پھر معجزہ الٰہی اسکو باطل کر دے تاکہ سب لوگ معجزہ کی تصدیق کریں اور یہ مراد نہیں کہ انکے جادو کرنے کو کہا تاکہ یہ شک ہو کہ جادو کرنا اور اس کا حکم دینا دونوں کفر و حرام ہیں چنانچہ فرمایا فَلَمَّا أَلْقَوْا پھر جب ساحروں نے پھینکا یعنی رسیاں و سونٹے کہ وہ حرکت کرتے نظر آئے اور رینگنے لگے اور لوگوں کی نظروں میں سحر عظیم لائے حتیٰ کہ موسیٰ کے جی میں کچھ خوف آیا قلمن ہو کر قَالَ مُوسَىٰ مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ موسیٰ نے کہا کہ یہ جو تم لائے ہو یہی جادو ہے اور جس معجزہ کو فرعون و اس کی قوم نے جادو قرار دیا تھا وہ جادو نہیں ہے۔ ابو عمرو کی قراءة میں آلسحر بدالف ہے تو استفہام ہے اور معنے یہ کہ وہی ہے کہ کیا یہ جادو ہے یا یہ جادو ہے۔ إِنَّ اللَّهَ سَيُبْطِلُهُ البتہ اللہ تعالیٰ اسکو باطل کر دیگا یعنی میں دیکھتا ہوں اس کو باطل ہونا ظاہر ہو گا اس دلیل سے کہ إِنَّ اللَّهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِينَ۔ اللہ تعالیٰ مفسدوں کے کام کو ٹھیک نہیں کرتا یعنی ثابت و قوی نہیں کرتا بدکاروں و مفسدوں کا کام [illegible] گویا علت کلام سابق ہے۔ بیضاوی نے کہا کہ اس میں دلیل ہے کہ جادو بھی افساد ہے۔ مترجم کہتا ہے بے شک اسکا کرنا مفسد ہے اور [illegible] بیضاوی نے کہا کہ یعنی یہ [illegible] جادو [illegible] مترجم کہتا ہے کہ [illegible]

اگرچہ اس کا کرنا کفر ہے لہذا سراج مین خطیب رح نے قول بیضاوی رح کی تاویل کی کہ مراد یہ ہے کہ وہ بھی آلات وادویات سے بنانے کے مانند عمل مین لایا جاتا ہے اور یہ مراد نہین کہ وہ کوئی چیز ہی نہین ہے اور مترجم کہتا ہے کہ بیضاوی کی مراد فرق درمیان معجزہ و سحر کے ہے یعنے معجزہ ان چیزون مین سے ہے جو افعال الٓہیہ حقہ مین اور سحر ان افعال مین سے جو باطلہ ہین جیسے توحید و کفر ہے کہ توحید حق ہے اور کفر اگرچہ ہزارون مخلوق کا اعتقاد ہے مگر باطل ہے اور خالق ہر ایک چیز کا اللہ تعالے ہے اور یہ مراد نہین کہ سحر کوئی چیز نہین بلکہ از قبیل مکر و فریب کے حیلہ گری ہے کیونکہ سورہ بقر مین صاف اس کی تحقیق گزری علاوہ برین یہان فرمایا کہ ان اللہ سیبطلہ یعنے اللہ تعالے اب اس کو باطل کریگا پس اگر وجود ہی نہوتا تو باطل کرنا کچھ معنے نہین اور بطلان ظاہر کرنا ایسا ہی ہے جیسے بدر کے واقعہ مین کفر کا بطلان ظاہر فرمایا اور حق کو ثابت کیا ویسا ہی یہان فرمایا۔ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ اور حق کرتا ہے اللہ تعالے حق کو اپنے کلمات سے یعنے حکم و قضا ر سے۔ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ۔ اگرچہ مجرم برا جانا کرین۔ کیونکہ مجرمون کی پسند تو فساد و بدکاریان ہین۔ واضح ہو کہ پھر موسیٰؑ نے اپنا عصا ڈالا جو ساحرون کی رسیان و لکڑیان وغیرہ سب نگل گیا لہذا آخر جمع عظیم کی طرف بڑھا جس سے بھگدڑ کے تلے اوپر گرنے سے ہزارون آدمی مرے اور ساحرین چونکہ فن سحر سے خوب واقف تھے یقین کر گئے کہ یہ سحر نہین جیسے اہل عرب بلیغ و فصیح تھے یقین کر گئے کہ قرآن مجید کلام بشر نہین ہے اور یہ انکا عناد تھا کہ اسکو سحر کہنے لگے جب فرعون نے ساحرون کے ایمان لانے کو حیلہ بنا کر انکو پھانسی کی دھمکی کے بعد یہ کہنا شروع کیا کہ موسیٰ انکا سردار استاد ہے یہ سب سے بڑا ہے یہ محض اسکا عناد تھا۔ قال تعالے

فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ؕ

پھر کسی نے نہ مانا موسیٰ کو مگر تھوڑے لڑکون نے اسکی قوم سے ڈرتے ہوے فرعون سے اور انکے سردارون سے کہ انکو بچلا نہ دے

وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ وَقَالَ مُوْسٰى يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ

اور فرعون چڑھ رہا ہے ملک مین اور اس نے ہاتھ چھوڑ رکھا ہے اور کہا موسیٰ نے اے قوم اگر تم

اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ۝ فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا

یقین لائے ہو اللہ پر تو اسی پر بھروسا کرو اگر ہو حکم بردار تب بولے ہم نے اللہ پر بھروسا کیا اے رب ہمارے نہ آزما

فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

زور اس ظالم قوم کا اور چھڑا ہمکو اپنی مہر کر اس منکر قوم سے

فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى پس تصدیق نہین کی موسیٰؑ کی۔ اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ مگر قوم فرعون کی ذریت نے یعنی قلیل نے یہ تفریع ہے بیان سابق پر یعنے اس تحقیق الحق اور ابطال الباطل سے سب کفار کا مسلمان ہونا چاہیے تھا خصوص جبکہ ساحر لوگ مسلمان ہو گئے تھے مگر یہ نہوا بلکہ کوئی ایمان نہ لایا سوائے قلیل کے اور وہ مومن از آل فرعون و اسکی بی بی آسیہ اور اسکا خزانچی مع جورو کے اور مانند ان کے چند آدمی قوم فرعون کے مسلمان ہوے وہ بھی عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ ڈرتے ہوے فرعون اور اپنے ملاء یعنے ارکین سلطنت سے۔ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ یہ کہ فتنہ مین ڈالے فرعون انکو یعنی ذریت بھی اسلام لائی تو ایسے ڈرتے تھے کہ فرعون اُن کو عذاب مین نہ ڈالے جس سے ایمان سے پھر جانے کا خوف تھا۔ ہذا رواہ العوفی عن ابن عباس واختارہ ابن کثیر رحمہ اللہ ان الذریۃ من غیر قوم موسیٰ بعض نے قومہ کی ضمیر موسیٰ کی طرف راجع کی یعنی بنی اسرائیل مین سے بوڑھے بسبب خوف فرعون کے

ایمان نہ لائے اور نوجوان ذریت ایمان لائی اور ملائہم کی ضمیر فرعون کی طرف بدین معنی کہ وہ انکا بادشاہ تھا تو ضمیر تعظیمی بین عادت جمع لانے
کی مفرد کے لیے ہے فقولہ الاہم ای لاتہ اور ابن کثیر رح نے باوجود اختیار ابن جریر کے اسکو رد کر دیا کیونکہ بنی اسرائیل سب قوم موسیٰ کہے
جاتے اور مشہور ہے کہ سب ایمان لائے اور آیات اسپر شاہد ہین۔ اور بعض نے کہا کہ فرعون سے مراد آل فرعون ہے جیسے ربیعہ و مضر و قریش
وغیرہ تو ملائہم یعنی اشراف آل فرعون ہوا۔ ابن کثیر رح نے ان وجوہ کو مستبعد قرار دیا۔ اور جو پہلے مذکور ہوا وہ اولیٰ ہے کیونکہ اسمین کچھ
تاویل کی ضرورت نہین ہوتی کہ یہان فرعون کی طرف ضمیر مفرد اس لیے کہ ظاہر ہو کہ ملاء کا خوف بسبب فرعون کے تھا۔ فافہم۔ وَاِنَّ
فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْاَرْضِ اور بے شک فرعون علو چاہنے والا تھا زمین مین۔ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ اور بیشک وہ مسرفین سے
تھا یعنے تکبر و سرکشی مین حد سے بڑھ گیا تھا حتی کہ ربوبیت کا دعوی کیا حالانکہ تکبر کسی حد تک ہو حرام ہے۔ یہ آیت دلیل ہے کہ یہ لوگ
فرعون و قوم فرعون ایسے بندون مین سے نہین جنکے لیے اللہ تعالے نے دار الآخرۃ کا وعدہ فرمایا بقولہ تلک الدار الآخرۃ نجعلها للذین لا یریدون
علوا فی الارض ولا فسادا یعنی یہ دار الآخرۃ ہے ہم اسکو ان بندون کے لیے کرینگے جو زمین مین نہین چاہتے ہین علو اور نہ فساد الخ۔ وَقَالَ
مُوْسٰى اور کہا موسی نے یعنی جب مومنون کو فرعون سے خوفناک دیکھا تو کہا۔ يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اے قوم اگر تم
ایمان لائے ہو اللہ تعالے پر از انجملہ یہ اعتقاد کہ وہی جو چاہے کرے تو اسی پر توکل کرو اسی پر بھروسا کرو۔ اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ اگر تم انقیاد کرنے والے
قضاء الٰہی کے اور اسی پر اخلاص رکھنے والے ہو بیضاوی رح نے کہا کہ یہان حکم کو دو شرط پر معلق نہین کیا کیونکہ وجوب توکل تو ایمان پر
معلق ہے کیونکہ یہی اسکا مقتضا ہے اور اسلام سے شرط اسکا حصول ہے کیونکہ تخلیط کے ساتھ وہ نہین پایا جاتا ہے اور نظیر اسکی یہ ہے کہ اگر تجھے زید
بلاوے تو چلا جا اگر تجھ سے ممکن ہو۔ قال المترجم واضح ہو کہ ایک حکم دو شرط سے معلق ہو سکتا ہے مثلاً کسی نے غلام سے کہا کہ اگر تو اس گھر مین
داخل ہوا اور تو آزاد ہے اگر تو نے زید سے کلام کیا۔ اور آیت کے معنی بنا بر قول بیضاوی رح کے یہ ہوئے کہ اے قوم اگر تم ایمان لائے ہو تو ایمان کا مقتضا
ہے کہ توکل ہو پھر جب تم مخلص ہوئے اور انقیاد کر لیا تو تم کو توکل حاصل ہو جائیگا اور محصل یہ کہ تم مومن خالص ہو کر توکل کی صفت سے آراستہ
ہو جاؤ۔ فرعون نے بعد واقعہ ساحرون کے بنی اسرائیل مین سے نرینہ اولاد کو قتل و اسپر سختی شروع کی تھی۔ فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا۔ قوم نے
کہا کہ اللہ تعالے ہی پر ہم نے بھروسا کیا۔ قال البیضاوی رح یہ لوگ مومن مخلص تھے انھون نے دعا کی۔ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ
الظّٰلِمِيْنَ اے رب ہمارے ہم کو مت کیجیو فتنہ قوم ظالم کے لیے یعنی ہمپر انکو مسلط نہ کیجیو کہ فتنہ مین ڈالین۔ کذا روی عن مجاہد۔ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ
مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ اور ہم کو نجات دیجیو اپنی رحمت سے کافر قوم سے یعنے فرعونیون کے مکر و انکی بیگار سے۔ پس انکے اخلاص سے انکی
دعا قبول ہوئی۔ طیبی رح نے کہا کہ دعا کا قبول ہونا قولہ تعالے ولقد نجینا بنی اسرائیل من العذاب المہین من فرعون الآیۃ سے معلوم ہوا۔ قال
البیضاوی رح توکل کو دعا پر مقدم کرنے مین تنبیہ ہے کہ دعا کرنے والے کو چاہیے کہ پہلے توکل کر لے تاکہ دعا قبول ہو۔ واضح ہو کہ فتنہ کسی قوم کے لیے
یون بھی ہو سکتا ہے کہ وہ قوم ہمپر اسطرح غالب ہو کہ اپنے آپ کو حق پر سمجھنے لگے جیسے نصاری اپنے غلبہ سے اپنے کو حق پر سمجھتے ہین حالانکہ حدیث
صحیح مین وارد ہے کہ آخر زمانہ مین جب کہ امت اسلامیہ مین فساد آجائیگا تو نصاری تمام روے زمین مین سب سے زیادہ اور غالب ہونگے پس یہ حدیث
صریح اسلام کی حقیت پر شاہد ہے وقد رایت فی تفسیر بحافظ ہذا المعنی روی عن ابی مجلز و ابی الضحی۔ اور نظیر اسکی دوسری حدیث ہے
جسمین مومن متقی کی نسبت پہاڑون مین گلہ بکریون کا لیکر عبادت پروردگار کا حکم دیا ہے فرمایا ویدع الناس من شرہ۔ اور لوگون کو اپنے شر سے الگ
کر دے یعنی لوگ اس پرہیزگار کو ایذا نہ دینگے اور عذاب مین نہ پڑینگے تو یہی اسطرح ہے کہ وے فتنہ مین نہ پڑین وحق ہذا یہ فائدہ نکلا کہ مومن اپنی ذات سے

کسی شخص کی گمراہی نہین چاہتا اللھم ربنا لاتجعلنا فتنۃ للقوم الظالمین ونجنا برحمتک من القوم الکافرین ف فی العرائس قولہ تعالے ان کنتم آمنتم باللہ فعلیہ توکلوا ان کنتم مسلمین یعنی اگر تم نے اللہ تعالے کو پہچان لیا اور اسکی ربوبیت کی بندگی کے ساتھ مطیع و منقاد ہو تو اسی پر توکل کرو کیونکہ معرفت و انقیاد و عبودیت ہونا موجب ہے کہ آدمی اپنے آپ کو اپنے خالق کے سپرد کرے کہ وہ جسطرح چاہے اس مین تصرف کرے اور یہ بندہ اسکے شربت امتحان کو اگرچہ کیسا ہی تلخ ہو لذت کے ساتھ نوش کرے۔ ابراہیم الخواص رح سے پوچھا گیا کہ معنی قولہ فعلیہ توکلوا کیا ہین فرمایا کہ سبب کو اللہ تعالے کی طرف سے بلا واسطہ جان لے۔ پھر واضح ہو کہ بنو اسرائیل کے کنائس و بیعہ مصر مین چلے آتے تھے فرعون نے انکو خراب

کردیا تو اللہ تعالے نے حضرت موسیٰ و ہارون کو حکم دیا۔ لقولہ تعالے

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا

اور حکم بھیجا ہمنے　موسیٰ کو اور اسکے بھائی کو کہ ٹھہراؤ　اپنی قوم کے واسطے　مصر مین سے گھر　اور بناؤ　اپنے گھر　قبلے کیطرف اور قائم کرو

الصَّلٰوةَ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

نماز　اور خوشخبری دے ایمان والون کو

خطیب رح نے ذکر کیا کہ مفسرین نے اس واقعہ کی کیفیت مین تین وجہین بیان کی ہین اول یہ کہ ابتدائی حکم حضرت موسیٰ و انکے ساتھیون کے لیے آیا تھا کہ کافرون کی ایذا دہی وغیرہ سے بچنے کے لیے گھرون مین خفیہ نماز پڑھین جیسے ابتداء اسلام مین مکہ مین مومنین کو حکم ہوا۔ دوم یہ کہ جب موسیٰ ع بھیجے گئے تو فرعون نے عداوت سے بنی اسرائیل کے بیعہ و کنائس خراب کر دیے تو حکم ہوا کہ گھرون مین مساجد بنا کر نماز پڑھین۔ سوم یہ کہ فرعون کی عداوت سے اللہ تعالے نے موسیٰ و ہارون کو علانیہ مساجد بنانے کا حکم کیا اور انکی حفاظت کی کفالت فرمائی قلت الوجہ الثانی اقرب منہ الاول فافہم قال تعالے۔ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اور ہم نے وحی بھیجی موسیٰ و اسکے بھائی ہارون کو۔ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا یہ کہ تم دونون منزل ٹھہراؤ یا بناؤ اپنی قوم کے لیے بِمِصْرَ بُيُوْتًا شہر مین بیوت جہین رہا کرو یا عبادت کے لیے وہان جایا کرو۔ وَّاجْعَلُوْا اور بناؤ تم دونون مع اپنی قوم کے۔ بُيُوْتَكُمْ اپنے بیوت کو یعنی انہین گھرون کو۔ قِبْلَةً قبلہ یعنی مُصَلّیٰ جگہ نماز پڑھنے کی کذا قالہ ابراہیم و مجاہد و ابو مالک و الربیع و الضحاک و زید بن اسلم۔ یا مراد مساجد ہین یعنی مساجد بناؤ جو بجہت قبلہ ہون کذا رواہ عکرمہ عن ابن عباس اور بجہت قبلہ یعنی کعبہ ہون کذا قال مجاہد و قتادہ و الضحاک موسیٰ خانہ کعبہ کی طرف نماز پڑھتے تھے مترجم کہتا ہے کہ ابن القیم رح نے تحقیق کیا کہ قبلہ انکے لیے معین نہوا تھا صرف اجتہاد پر تھا چنانچہ صخرہ بیت المقدس اختیار کیا اور یہ کلام آلہی اسکا مؤید ہے اور شاید ابتدا مین بجانب کعبہ ہو پھر شام مین حکم اجتہادی ہوا و فیہ نظر فان جہۃ المشرق اتخذ واقبلۃ و ذلک بمصر اوضح کما لایخفی۔ وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اور قائم کرو نماز کو ان بیوت مین جو بجہت قبلہ ہین بیضاوی رح نے کہا کہ ابتدائے حال مین انکو گھرون مین نماز کا حکم تھا کہ کافر ظاہر ہو کر انکو فتنہ مین نہ ڈالین قلت ہکذا قالہ مجاہد و ابراہیم وغیرہم اور ابن کثیر رح نے لکھا کہ یہ امر شاید واللہ اعلم اس جہت سے تھا کہ جب فرعون کی طرف سے ان کو بلائین سخت پہنچین تو انکو کثرت نماز کا حکم ہوا کما قال تعالے یا ایہا الذین آمنوا استعینوا بالصبر والصلوۃ الآیتہ۔ اور حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلعم پر جب کوئی امر بھاری ہو جاتا تو نماز کی طرف مبادرت فرماتے تھے اخرجہ ابو داؤد وغیرہ۔ اسیطرح بنو اسرائیل کو حکم ہوا کہ اپنے بیوت قبلہ رخ بنا کر ان مین نماز قائم کرو۔ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اور بشارت دے اے موسیٰ ع مومنون کو یعنے دنیا مین نصرت و فتح کی اپنے دشمنون پر اور آخرت مین جنت و نعمت باقیہ کی۔ واضح ہو کہ اول آیت مین موسیٰ و ہارون کو خطاب کیا کیونکہ معابد بنانا سرپرست کے مشورہ سے ہوتا ہے اور یہی دونون

حضرت رسول تھے پھر درمیان مین ضمیر جمع فرمائی کیونکہ واجعلوا بیوتکم قبلۃ مین قبلہ بنانے کا حکم ہی جسکو ہر ایک پر بنانا فرض ہی پھر آخری بشارت
مین خطاب مخصوص موسیٰ علیہ السلام پر کر دیا کیونکہ بشارت دینا صاحب الشریعہ کا کام ہی اور وہ فقط موسیٰ علیہ السلام تھے کیونکہ ہارون ؑ
انکے وزیر تھے جیسے ابراہیم ؑ کے ساتھ لوط ؑ تھے۔ پھر آخر مین بشارت اس لیے فرمائی کہ غرض اصلی عبادات مین یہی بشارت ہی اور وہ چیز جسکی بشارت
ہی اس لیے مبہم رکھی کہ وہ عقل بشری سے باہر ہی۔ پھر لطیفہ اسرار کیساتھ دعاے موسیٰ کو ذکر فرمایا بقولہ تعالیٰ

وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا

اور کہا موسیٰ نے — اے رب ہمارے تو نے دی ہے — فرعون کو — اور اسکے سرداروں کو رونق — اور مال — دنیا کی زندگی مین — اے رب

لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى

اسواسطے کہ بہکاوین — تیری راہ سے — اے رب مٹا دے — انکے اموال — اور سخت کر — انکے دل — کہ نہ ایمان لاوین جبتک

يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝

دیکھین — دکھ کی — مار

وَقَالَ مُوْسٰى اور کہا موسیٰ ؑ نے یعنی اپنے پروردگار سے دعا کی درحالیکہ ہارون ؑ حاضر تھے کہ۔ رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ اے
رب ہمارے تو نے عطا کیا فرعون کو۔ وَمَلَاَهٗ اور اسکے گروہ یا اشراف کو۔ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا زینت و اموال
یعنی لباس و گھوڑے و خادم وغیرہ جنسے تزین ہوتا ہی اور روپیہ اشرفی املاک وغیرہ جو انواع اموال ہین تو نے سب فرعون و اسکے ملاء کو دیے
دنیا کی زندگی مین۔ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ اے رب ہمارے تاکہ وے بھٹکین یا بہکاوین تیری راہ سے۔ قال ابن کثیر رح بعض نے
لیضلوا بالفتح پڑھا یعنے خود بھٹکین اور بعض نے بالضم پڑھا یعنے دوسرون کو بہکاوین۔ قال البیضاوی رح صیغہ امر ہے اور بد دعا
بلفظ امر اسطرح اسوجہ سے فرمائی کہ فرعونیون کے ساتھ ممارست سے حال معلوم ہو گیا کہ اسکے سوا اب یہ لوگ کسی اچھے حال پر نہ آوینگے
جیسے آدمی لعنت کرتا ہی ابلیس پر۔ اور بعض نے کہا کہ لام عاقبت ہے اور متعلق اتیت سے ہی یعنے تو نے دیا تاکہ انجام یہ ہو کہ تیری راہ سے
بھٹکین۔ اور محتمل ہی کہ لام علت ہو یعنے اسواسطے دیا کہ بھٹکین کیونکہ کفر نعمتون کا ملنا ات راج ہی تاکہ کفر پر ثابت قدم رہین اور نیز یہ
کہ جب انھون نے ان اموال واملاک کی وجہ سے ایمان چھوڑا بخوف آنکہ موسیٰ علیہ السلام کو بادشاہت ہو تو گویا اسواسطے انکو یہ زینت و
اموال ملے کہ راہ سے بھٹکین پس بطریق تاکید کے مکرر ہوگا اور تنبیہ ہوگی کہ بد دعا سے مقصود یہ کہ انکی ضلالت و کفر کا حال عرض کیا اور یہ تمہید
آگے کی بد دعا کے لیے ہی۔ قلت و سیاتی التحقیق فی ذلک۔ بہرحال پہلے موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ تو نے فرعونیون کو دنیا مین یہ
اموال دیے کہ راہ سے بھٹکین۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے دوسرون کی خیر خواہی سے چاہا کہ یہ مانع ان کافرون کے پاس سے دور ہو تاکہ
اور لوگ جو بھٹکے ہین انکا فانی ہونا جانکر ایمان لاوین تو دعا کی کہ۔ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ اے رب ہمارے ان کے مالون پر
طمس کر دے یعنی اموال کو ہلاک کر دے۔ قال ابن عباس و مجاہد یا محو کر دے ضحاک و ابو العالیہ و ربیع نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ان
اموال کو اس دعا پر پتھر کر دیا مگر انہیں نفس ویسے ہی غالب تھے جیسے پہلے تھے۔ و قتادہ رح نے کہا کہ ہم کو خبر پہونچی کہ انکی کھیتیان پتھر ہو گئین
اور ابن ابی حاتم نے روایت کی کہ محمد بن کعب رض نے عمر بن عبد العزیز کو سورہ یونس سنائی تو اس آیت پر عمر نے پوچھا کہ طمس کیا ہے تب
فرمایا کہ جملہ اموال پتھر ہو گئے تو عمر نے غلام سے ایک تھیلی جو بقیہ قوم فرعون کی انکے ہاتھ آئی تھی منگوائی جس مین چنے دانے وغیرہ سب پتھر کے

ہوگئے تھے۔ قال المترجم ظاہر یہ ہو کہ پھر بدعائے موسیٰ علیہ السلام انپر سے یہ عذاب دور ہوگیا تھا وعلیٰ ہذا احتمال ہو کہ بعض اموال ویسے ہی رہگئے ہوں تا کہ عبرت رہے۔ بالجملہ بددعاء کی کہ اموال طمس کردے۔ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اور شدّ کردے ان کے دلوں پر۔ یعنی دلوں کو قاسی کردے اور انپر مہر کردے کہ ایمان کے لیے نہ کھلیں۔ قالہ ابن عباس رضہ۔ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ پس نہ ایمان لاسکیں یہاں تک کہ دکھ والا عذاب دیکھیں۔ جواباً دعا ہے یا خود بلفظ نہی دعا ہے۔ قلت حرف حتی عدم ایمان کی انتہا ہے یعنے ایمان نہ لاویں یہاں تک کہ یہ عذاب دیکھیں۔ پھر اسوقت ایمان کا وقت ہی نہیں ہے۔ اور یہ ایک دلیل قوی حنفیہ کے لیے ہے کہ حتی کے بعد حکم کا انتظار ہوتا ہے اور وہی پہلا حکم متعین نہیں ہوجاتا چنانچہ یہاں یہ نہیں ہوا کہ عذاب الیم دیکھکر ایمان لاویں قال ابن عباس رضہ عذاب مذکور غرق البحر ہے بعض نے اشکال کیا کہ رسول اپنی قوم کی ہدایت چاہتا ہے نہ گمراہی پھر بددعا کیونکر ہے اور جواب یہ کہ نبی اپنی قوم پر بحکم الٰہی بددعا کرتا ہے یا آگاہ فرمادیا ہے کہ ان میں کوئی مومن نہ ہوگا جیسے نوح علیہ السلام کو بقولہ واوحی الی نوح انہ لن یومن من قومک الا من قد آمن الآیۃ تبھی انھوں نے بددعا کی کہ۔ رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا الآیۃ۔ ایسے ہی موسیٰ ع نے بعد العلم یہ دعا فرمائی ہے۔ ولہذا قولہ لیضلوا بالفتح بصیغہ امر ہونے میں اشکال نہیں ہے پھر دعا قبول فرمائی۔ بقولہ تعالے

قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

فرمایا قبول ہوچکی دعا تمھاری سو تم دونوں ثابت رہو اور مت چلو راہ انکی جو انجان ہیں

قَالَ اللہ تعالےٰ نے بوحی فرمایا۔ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا۔ قبول کرلی گئی تم دونوں کی دعا۔ یعنی موسیٰ ع کی دعا جس پر ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے۔ کما قال ابو العالیہ رح وابو صالح وعکرمہ ومحمد بن کعب والربیع یعنے تم دونوں نے جو بربادی آل فرعون کی دعا کی وہ ہم نے قبول کرلی۔ قال ابن کثیر رح اس آیت سے حجت لی گئی کہ نماز میں امام نے سورۂ فاتحہ پڑھی اور مقتدی خاموش رہا پھر اس نے آمین کہی تو وہ بمنزلہ مقتدی کی قراءۃ کے ہے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تھی اور ہارون ع نے آمین کہی تھی اسپر اللہ تعا نے ہارون کی بھی دعا قرار دی اور فرمایا کہ قد اجیبت دعوتکما۔ فَاسْتَقِيْمَا پس تم دونوں استقامت پر رہو۔ ابن جریج عن ابن عباس یعنے میری فرمانبرداری پر چلے چلو یہی استقامت ہے اور ابن جریج نے کہا کہ کہتے ہیں کہ اس دعا کے بعد فرعون چالیس برس رہا اور محمد بن کعب و امام زین العابدین نے کہا کہ چالیس روز رہا۔ اور بیضاوی رح نے لکھا کہ فاستقیما یعنی دعا کرنے اور حجت پوری کرنے پر جمے رہو اور جلدی مت کرو کیونکہ جو تم نے مانگا وہ ضرور ہونے والا ہے ولیکن اپنے وقت پر ہوگا قلت منجملہ دعا کے شد القلوب ہے یعنے دلوں کا سخت و مطبوع ہونا وہ فی الحال حاصل ہے اور واحدی رح نے کہا کہ اس میں دلیل ہے کہ اللہ تعالےٰ جسکا دل مشدود کرنا چاہتے کردیتا ہے ورنہ موسیٰ ع دعا نہ کرتے۔ سنجاس رح نے کہا کہ علی بن سلیمان سے میں نے سنا کہ موسیٰ و ہارون دونوں کی دعا ہونے پر قولہ ربنا دلیل ہے کیونکہ رب نہیں کہا قلت ہذا لیس لشی بل یدل علی العکس فانہ ادخل معہ فی الدعا اخاہ مع قومہا۔ قولہ تعالے۔ وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اور نہ پیروی کرنا راہ ان لوگوں کی جو جانتے نہیں ہیں یعنی جاہلوں کی راہ نہ لینا جو جلدی اثر چاہتے ہیں یا انکو وعدہ الٰہی پر وثوق و اطمینان نہیں ہوتا ہے۔ اور یہ قول دنیا ہے جیسا کہ نوح علیہ السلام کو فرمایا کہ انی اعظک ان تکون من الجاہلین پس اس سے یہ نہیں ہوا کہ موسیٰ و ہارون نے اتباع سبیل جہال کی ہو جیسے نوح ع جاہلوں میں سے نہیں ہوئے اور

جیسے قولہ لئن اشرکت لیحبطن عملک - سے آنحضرت صلعم سے شرک کا قرب بھی نہیں ہوا بلکہ بنواسرئیل کو تنبیہ ہے کہ قبول دعا سے لازم نہیں کہ اُسیوقت مراد ملجاوے بلکہ وقت مقدر پر ملتی ہے - ف فی العرائس قولہ تعالے قد اجیبت دعوتکما الآیۃ - حق سبحانہ تعالےنے ان کو مقام دعا بتلایا تاکہ مقام قبولیت کو پہچان لیں جس نے مقام قبولیت کو نہ جانا اس سے دعا وسوال ٹھیک نہیں ہوتا پس مقام قبولیت وہ مقام رضوان و لبسط وانبساط ہے اور نیز اس میں ایک گونہ تنبیہ ہے کہ واردات امتحانی برداشت کرنے میں تمہارے ضعف سے ہم نے تمہاری دعا قبول فرمائی پس بعد اسکے صبر و امتحان میں مستقیم رہو کیونکہ معرفت سے رضا بقضا اور سکون فی البلا حاصل ہوتی ہے ذوالنون رحمہ اللہ نے کہا کہ دعا میں استقامت یہ ہے کہ مراد ملنے کی تاخیر میں غمگین نہو اور جلدی ملنے سے تسکین نہو اور خصوص درخواست نہ ہو - بعض نے کہا کہ راہ صدق پر رہو - قال المترجم اس میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ابوجہل فرعون الامتہ وغیرہ کفار قریش کی ایذا وغیرہ پر صبر و تحمل کی تعلیم اور شامل تا قیامت ہو اور اس میں صریح تفہیم و تعلیم ہے کہ کسی قوم کے لیے دنیاوی عروج ہونا اور غلبہ ہونا کچھ بھی نہیں بلکہ وہ قوم کافر ہو تو علامت کمال ضلالت ہے جیسے آج کل معائنہ ہے پھر حق تعالے نے نتیجہ دعا ظاہر ہونے کا حال یاد دلایا - بقولہ تعالے

وَجَاوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا ۭ حَتّٰٓي اِذَآ اَدْرَكَهُ

اور پار کیا ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پھر پیچھے پڑا انکے فرعون اور اُسکا لشکر شرارت سے اور زیادتی سے جبتک کہ پہونچا

الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝

اُسپر ڈوبنا کہا یقین جانا میں نے کہ کوئی معبود نہیں مگر جسپر یقین لائے بنی اسرائیل اور میں ہوں حکم برداروں میں

اٰۗلْئٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ

اب یہ کہنے لگا اور تو بے حکم رہا پہلے اور رہا بگاڑ والوں میں سو آج بچا دینگے ہم تجھکو تیرے بدن سے تو ہووے تو اپنے

خَلْفَكَ اٰيَةً ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ۝

پچھلوں کو نشانی اور البتہ بہت لوگ ہماری قدرتوں پر دھیان نہیں کرتے

وَجَاوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ جاوز از مجاوزت یعنی تجاوز کرنا و یقال جاوز المکان اے اس مقام سے تجاوز کر گیا جبکہ اس مقام سے چلکر نکل گیا اور اسکو پیچھے چھوڑ دیا ہو اور با برائے تعدیہ ہے اور معنے یہ کہ اور تجاوز کرا دیا ہم نے بنی اسرائیل کو - البحر سمندر ہے اور مراد بحر السویس یعنے بحر قلزم ہے اور چھ لاکھ مرد جنگی علاوہ بال بچوں و بوڑھوں کے تھے اور یہ سب بارہ فرقہ بارہ فرزندان یعقوب علیہ السلام کی اولاد تھے جو یوسف علیہ السلام پاس آگئے تھے اور حسن رحہ کی قرأۃ میں جوزنا - بمعنے جاوزنا - ہے اور اس میں دلیل ہے کہ اللہ تعالےٰ خالق افعال ہے چنانچہ عبور کرنا جو انکا فعل تھا اللہ تعالے نے اپنی طرف نسبت فرمایا اسی لیے کہ خالق اس فعل کا اللہ تعالے ہے و المعنی اور پار اُتار دیا ہم نے بنو اسرائیل کو بحر قلزم سے حتی کہ اس کنارہ سرحد شام پر آگئے اور فرعون اُسیوقت اول کنارے پر مع لشکر پہونچ گیا تھا - فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا - تبع اور تبع ایک معنی میں اور اصمعی نے کہا کہ تبعہ بدون الف جب کہتے ہیں کہ پیچھا کرکے جا لیوے اور اتبعہ جب کہ پیچھا کرے خواہ پاوے یا نہ پاوے - وکذا قال ابوزید - والمعنی پھر پیچھے چلا انکے فرعون مع اپنے لشکر کے درحالیکہ باغی تھا اور عدوان کرنے والا تھا - یا از راہ بغاوت و عدوان کے - اور بعض نے کہا کہ بغیا وعدوا - درحالیکہ باغی تھا

حد سے بڑھنے والا باتوں میں اور عادی تھا حد سے بڑھنے والا کاموں میں عکرمہ نے کہا کہ عَدْوا اور عتوا اور علو جہاں قرآن میں آیا ہو سرکشی وغرور کے معنی میں ہی تو معنی یہ ہونگے کہ براہ تکبر وغرور اسنے پیچھا کیا۔ قال ابن کثیر رح فی تفسیرہ۔اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے فرعون اور اسکے لشکر کے ڈوبنے کی کیفیت بیان فرمائی اور بنواسرائیل جب مصر سے فرعونیوں کی غفلت میں نکلے اور وہ بقول چھ لاکھ مردان جنگی سوا ے ذریات کے تھے اور قبل ازیں اُنھوں نے قبطیوں سے اپنے یہاں شادی میں بہت زیور مانگے لیے تھے وہ بھی ساتھ لیے نکلے تو فرعون کا حمق جوش میں آیا اور تمام مملکت سے بکثرت لشکر ہولناک جمع کر کے بنواسرائیل کا پیچھا کیا اور مملکت میں کوئی سردار کچھ نہیں رہا پھر چلتے چلتے آفتاب نکلتے وقت اُن تک پہونچ گیا پس جب دونوں جماعتیں مقابل ہوئیں تو اصحاب موسیٰ ع بولے کہا کہ انا المدرکون ہم پکڑے گئے۔اور یہ اسوجہ سے کہ وے جہاں پہونچے تھے سمندر کا کنارہ تھا اور فرعون مع لشکر پیچھے تو سوا ے لڑائی ہو جانے کے اور کیا خیال ہو سکتا ہے پس موسیٰ علیہ السلام سے بار بار پوچھنے لگے کہ کیونکر رہائی ہوگی اور موسیٰ ع نے فرمایا کہ مجھے میرے رب نے اسی راہ پر چلنے کا حکم کیا ہے بولے کہ پھر ہم تو پکڑے گئے فرمایا کہ کلا ان معی ربی سیھدین ہرگز نہیں میرے ساتھ میرا رب ہے مجھے راہ دیگا پس یہی ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے حکم بھیجا۔ ان اضرب بعصاک البحر فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم۔اعجاز موسوی ظاہر کرنے کو عصا سے سمندر میں مارنے کا حکم کیا تو پارہ پارہ مثل تودہ کوہ کے پانی جم گیا اور بارہ راستہ ہر سبط کے لیے ایک راستہ ہو گیا اور ہر دو راستہ کے بیچ کا پانی مشبک جالدار تھا کہ ہر ایک دوسرے کو دیکھتا رہے اور حکم الٰہی سے ہوا نے زمین خشک کر دی۔ کما قال تعالےٰ فاضرب لھم طریقا فی البحر یبسا لا تخاف درکا ولا تخشیٰ۔ پس بخوف حضرت موسیٰ ع انکو لیے ہوے پار اُترے اتنے ہی میں فرعون کنارے پہونچا اور اُسکے ساتھ ایک لاکھ ادہم حصان گھوڑوں پر تھے علاوہ دیگر رنگوں کے پس جب اسنے یہ دیکھا تو خوفناک ہو کر چاہا کہ پھر جاوے مگر رہائی کہاں حکم قضا جاری ہو چکا اور دعاء الرسول علیہ السلام قبول ہو چکی۔ یہ ہوا کہ جبرئیل ایک گھوڑی مادہ پر سوار برابر فرعون کے گذرے اور فرعون کا گھوڑا ہنہنایا اور جبرئیل نے گھوڑی دریا میں ڈالدی پس ساتھ ہی فرعون کا گھوڑا کودا اور فرعون بے قابو ہو گیا اور اسنے اپنے سرداروں کو بہادری دلائی کہ بنواسرائیل سے ہم زیادہ لائق ہیں پس سب کے سب سمندر میں گھسے اور میکائیل پس لشکر تھے جو پیچھے پڑتا اسکو ہانک کر ملا دیتے حتیٰ کہ جب سب کے سب سمندر میں مجتمع ہوے اور راہ اسی حال پر تھی جسطرح بنواسرائیل گذرے تھے اور فرعون مع لشکر بیچ سمندر میں پہونچا تو سمندر کو حکم الٰہی ہوا کہ انپر ڈھانپ لے پس موجوں نے تھپیڑے مارنے شروع کیے اور فرعون مع لشکر غوطے کھانے لگا۔ قال تعالےٰ۔ حَتّٰٓی اِذَآ اَدْرَکَهُ الْغَرَقُ یہاں تک کہ جب فرعون کو ڈوبنے نے لیا یعنی اسپر سکرات موت ظاہر ہوے تو۔ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ ۔ بولا فرعون کہ میں ایمان لایا باین طور کہ نہیں ہے کوئی معبود۔ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ مگر وہی جس پر بنواسرائیل ایمان لائے ہیں۔ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اور میں مسلمین سے ہوں۔ حمزہ وکسائی کی قراۃ میں انہ لا الٰہ بکسر حرف ان بطریق استیناف کے بدل اور تفسیر آمنت ہے۔ اسطرح مبالغہ سے ایمان لایا ایسے وقت کہ جب ایمان قبول نہیں لقولہ فلما راوا باسنا قالوا آمنا باللہ وحدہ وکفرنا بما کنا بہ مشرکین فلم یک ینفعھم ایمانھم لما راوا باسنا سنۃ اللہ التی قد خلت فی عبادہ وخسر ھنالک الکافرون۔ اور جب قبولیت کا وقت تھا تو سخت منھ موڑے بلکہ گمراہ کرنے والا رہا۔ لہذا جواب فرمایا بقولہ۔ آٰلْـٰٔنَ کیا اب ایمان لاتا ہے کہ جب اپنی جان سے مایوس ہوا اور تجھے کچھ اختیار نہیں رہا۔ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ اور قبل اسکے مدۃ العمر نافرمان رہا جب تیرے ایمان اختیاری کا وقت دراز تھا۔ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ اور تو مفسدین سے تھا جو اسدم کہتا ہے کہ مسلمین سے ہوں۔ حالانکہ پہلے خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا تھا۔ قال تعالےٰ۔ وجعلناھم ائمۃ

یدعون الی النار ویوم القیامة لا ینصرون ثم قال ثم یقدم قومه یوم القیامة فاوردهم النار وبئس الورد المورود - ابن کثیر رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ
جو یہ قول فرعون کا اس حال میں اس سے حکایت فرماتا ہے یہ اسرار غیب میں سے ہے جس سے اپنے رسول ﷺ کو آگاہ فرمایا ہے خطیب رح نے سراج
میں ذکر کیا کہ اگر کہا جاوے کہ فرعون تین مرتبہ ایمان لایا ایک تو قولہ آمنت - دوم قولہ انہ لا الہ الا الذی آمنت بہ بنو اسرائیل سوم قولہ وانا من
المسلمین پھر قبول نہ ہونے کی کیا وجہ ہے علماء نے اسکے بہت سے جوابات دیئے ہیں از انجملہ یہ کہ اسنے نزول عذاب و معائنہ کے وقت اقرار کیا اور یہ
مقبول نہیں بقولہ تعالیٰ فلم یک ینفعهم ایمانهم لما رأوا بأسنا الآیہ - از انجملہ یہ کہ فرعون نے اس ملعبہ سے چھٹکارے کے لئے یہ کلمہ کہا تھا مقصود اقرار توحید
نہ تھا لہذا بیفائدہ ہوا فقلت یہ جواب ضعیف ہے کیونکہ قولہ آلآن یعنی الآن تو مومن ہوا ب تو ایمان لاتا ہے صریح ہے کہ وہ شرعی ایمان لاتا تھا فافہم از انجملہ
یہ کہ فرعون دہریہ تھا خالق عالم سبحانہ تعالیٰ کا مقر نہ تھا لہذا اسنے کہا کہ لا الہ الا الذی آمنت بہ بنو اسرائیل - تو ایمان میں شک ہونے سے قبول نہ ہوا -
فقلت یہ بھی ضعیف ہے کیونکہ دہریہ ہونا منصوص نہیں بلکہ رازی رح کا گمان ہے اور آیہ بنو اسرائیل پر ایمان لانا کچھ شکوک نہیں جیسے ساحروں
نے کہا تھا کہ آمنا برب موسیٰ و ہارون - اور قبول ہوا ایسے ہی یہاں ہے فافہم - از انجملہ یہ کہ وہ آگے بنی اسرائیل پر ایمان لایا
اور بعض بنی اسرائیل سمندر سے پار اتر کر اسوقت گوسالہ پوجنے لگے اور اسکو آلہ بنایا تو فرعون سے گوسالہ کا اقرار ہوا اور یہ اسکے حق میں
زیادہ ضلالت کا باعث ہوا فقلت یہ بہت ضعیف ہے حتیٰ کہ کسی کلام کی ضرورت نہیں ہے - از انجملہ یہ جواب ہے کہ فرعون نے فقط اللہ تعالیٰ کا اقرار
کیا اور نبوت موسیٰ و ہارون کا مقر نہ ہوا پس اگر کوئی ہزار بار لا الہ الا اللہ کہے جب تک محمد رسول اللہ نہ کہیگا مومن نہ ہوگا اسیطرح یہاں بھی ایمان
فرعون قبول نہ ہوا فقلت یہ بھی کچھ نہیں کیونکہ ایمان بنی اسرائیل و اسلام کی اسنے تصریح کر دی اور یہ خود متضمن اقرار نبوت ہے اور قولہ آلآن سے اسکا
ایمان شرعی ظاہر ہے نامر فافہم پھر مترجم کہتا ہے کہ وجہ وجیہ وہی اول ہے کہ ایمان وقت یاس نہیں قبول ہے لہذا ابن کثیر رح وغیرہ محققین نے اسی پر
اقتصار کیا - و شیخ محی الدین ابن العربی رح نے زعم کیا کہ فرعون مومن مرا ہے لیکن محققین علماء نے اس قول کو رد کر دیا بدلیل قولہ وجعلناهم ائمة
یدعون الی النار الآیہ وقولہ یقدم قومہ یوم القیامة الآیہ - اور یہی صحیح ہے واللہ تعالیٰ ہو الموفق - ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلعم نے فرعون کا یہ قول پڑھا اور فرمایا کہ مجھ سے جبرئیل نے کہا کہ جب فرعون نے یہ کہا تو اسوقت آپ مجھے دیکھتے کہ میں سمندر کی کیچڑ لیکے اسکے منھ
میں ٹھونستا تھا بخوف آنکہ اسکو رحمت الٰہی پہونچ نجاوے - رواہ احمد والترمذی وحسنہ وصححہ وابو داؤد الطیالسی والحاکم علی شرط الصحیح وغیرہ
ابن عباس رض نے کہا جب فرعون ڈوبنے لگا تو اپنی انگلی سے وحدانیت کا اشارہ کیا اور قول لا الہ الا الذی آمنت الخ بلند آواز سے کہا پس
جبرئیل نے خوف کیا کہ رحمت الٰہی اسکے غضب پر سابق ہے پہونچ نجاوے تو بازو سے سمندر کی کیچڑ لیکر اسکے منھ پر مارکر توپ دیا - رواہ ابن
ابی حاتم وابن جریر وغیرہما عنہ موقوفاً ومرفوعاً اور علماء تابعین کی ایک جماعت نے مرسل اس حدیث کو روایت کیا اور ضحاک بن قیس نے
وعظ میں لوگوں سے اسکو بیان کیا خطیب رح نے سراج میں لکھا کہ جبرئیل نے فرعون سے فتویٰ طلب کیا تھا بتعریض موسیٰ کہ جو بندہ
اپنے مولیٰ کی نعمت میں پلا اور پرورش پا کر حق فراموش کرکے اسنے خود مولائی کا دعویٰ کیا اسکی کیا سزا ہے تو اسنے کہا تھا کہ سمندر میں غرق کیا
جاوے سو جبرئیل نے اسے بوقت غرق اسکو وہی دکھایا فقلت یہ خبر غریب ہے تا وقتیکہ اسناد صحیح ثابت نہو ہم نہیں کہہ سکتے ہیں واللہ اعلم بالصواب -
امام رازی رح نے اس حدیث میں اشکال پیش کیا جسکا خازن رح نے جواب دیا ہے اور ملخص یہ ہے کہ جبرئیل نے اسکا منھ توپ دینے کا کیا فائدہ
ہے اگر ایسی حالت میں وقت تکلیف یعنے ایمان وغیرہ کا مدار ہے باقی تھا یا نہیں پس باقی تھا تو کیوں وہ سے روکا اور نہ تھا تو کچھ فائدہ نہیں
ہے جواب یہ ہے کہ باقی تھا مگر جبرئیل شرف ملائکہ موصوف بقولہ یفعلون ما یؤمرون ہیں جو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا انہوں نے کیا اور اللہ تعالیٰ قادر

مختار ہے جو چاہے کرے جسکو چاہے ہدایت دے اور جسکو چاہے گمراہ کرے پس یہ بمنزلہ مہر کرنے وغیرہ کے ہے۔ کما قال تعالے وتقلب افئدتھم وابصارھم کما لم یومنوا بہ اول مرۃ الآیۃ مترجم کہتا ہے کہ مشہور یہ ہے کہ وقت یاس کے زبان تکلیف نہیں رہتا ہے تو اولی یہ ہے کہ اظہار کمال رحمت الٰہی ہے کیونکہ رحمت الٰہی سابق بر غضب ہے کما اشار الیہ ابن عباس رض فیما مر عنہ۔ اور طبرانی نے اوسط میں ابوہریرہ رض سے مرفوع روایت کی کہ جبرئیل نے مجھ سے کہا کہ روئے زمین پر فرعون سے زیادہ میرے نزدیک کوئی مبغوض نہ تھا تو جب ایمان لایا تو میں نے اسکے منھ میں کیچڑ بھرنی شروع کر دی کہ بادا اسکو رحمت پہونچ جاوے ورواہ ابن مردویہ عن ابن عمر نحوہ والوالشیخ عن ابی امامۃ نحوہ واسنادہ فیہ کثیر بن زاذان رجل جہلہ ابن معین وابوحاتم والبواقی ثقات۔ ولا یذہب علیک ان الکلام فی الحدیث اجزاء والایمان ان لیقف عندہ ان لم یحصل نہ فلللہ امور لا یحیط بہا فہم العامۃ بل الخاصۃ ایضًا لا الٰہ الا ہو عالم الغیب والشہادۃ الکبیر المتعال۔ بالجملہ فرعون کو کہا گیا کہ اب ایمان لاتا ہے اور پہلے عاصی ومفسد تھا۔ قال تعالے۔ فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ سو آج ہم تجھے نجات دینگے یعنی جب غرق میں تیری قوم والے قعر بحر میں پڑے اس سے ہم تجھے نجات دینگے۔ یا تجھے نجوہ پر ڈالینگے یعنی اونچے ٹکرے پر کنارہ سمندر کے۔ مؤید اول ہے قراۃ ننحیک بحاء حطہ یعنے دور کر دینگے تجھ کو ناحیۃ البحر یعنے ساحل سمندر پر۔ بِبَدَنِكَ تیرے بدن کے ساتھ۔ یہ موضع حال میں ہے عاریًا عن الروح یعنی در حالیکہ نجات میں تو خالی بدن ہوگا بدون روح کے قالہ الحسن وغیرہ یا پورا بدن بدون نقصان وتغیر کے ہوگا۔ قالہ عبداللہ بن شداد یا بغیر لباس کے ننگا ہوگا یا بدن سے زرہ مراد ہے یعنے تیری زرہ سمیت۔ قالہ ابوصخر رح اور اسپر سونے کی ایک زرہ تھی جس سے وہ صاف پہچانا جاتا تھا۔ وقال ابن عباس رض وغیرہ رح کہ بعض بنواسرائیل نے غرق فرعون میں شک کیا تو اللہ تعالے نے بحر کو حکم کیا کہ فرعون کا جسم بلا روح کے باہر اونچی زمین پر پھینک دے مع اسکی زرہ زری کے۔ سو یہ نجات دنیا اسواسطے تھا۔ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰیَةً تاکہ تو ہو جائے اپنے پچھلوں کے لیے نشانی۔ پچھلوں سے مراد بنواسرائیل ہیں کیونکہ انکے دل میں اسکی ہیبت ایسی سمائی تھی کہ اسکے مرنے پر یقین نہ کیا یہانتک کہ ساحل پر اس کو مرا ہوا دیکھ لیں۔ یا مراد پچھلی امتیں ہیں جو اسکا حال سنکر تکبر وتجبر سے عبرت کریں کہ جسکا یہ انجام ہے اور جان لیں کہ بندہ کیسے ہی بڑے مرتبہ پر ہو بہر حال وہ مقہور ومجبور ہے اس میں ربوبیت کا کچھ لگاؤ بھی نہیں ہے۔ بعض قراۃ میں لمن خلقک بقاف آیا بصیغہ ماضی یعنے نشانی ہو جاوے اپنے خالق کے لیے کیونکہ فقط تجھ کو اسطرح ذلیل مطرود کنارے ڈالنا تاکہ لوگ تجھے خوب پہچان لیں بڑی دلیل اس بات کی ہے کہ خالق عزوجل بڑا قادر مختار علیم وخبیر ہے۔ وَاِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ اور بے شک لوگوں میں سے بہتیرے ہماری آیات سے غافل ہیں یعنی فکر وغور نہیں کرتے تاکہ عبرت پکڑیں مترجم کہتا ہے کہ افسوس ہے کہ اس زمانہ میں بہتیرے ایسے ہیں جو دنیاوی حیات ودنام کے لیے آیات الٰہی ومعجزات باہرات سے انکار کرتے ہیں اور اس خوض وفکر میں سرگردان ہیں کہ کمال قدرت الٰہی کو محسوسات میں محصور کریں اعوذ باللہ منہم ومن صنیعہم القبیح۔ واضح ہو کہ واقعہ غرق فرعون ونجات بنواسرائیل بروز عاشورا (دسویں محرم) واقع ہوا۔ چنانچہ یہود مدینہ اسدن کو روزہ رکھتے اور کہتے کہ اسدن موسیٰ علیہ السلام فرعون پر غالب ہوئے تو آنحضرت صلعم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ یہودیوں کی بہ نسبت ہم موسیٰ علیہ السلام سے احق ہیں تو تم اسدن روزہ رکھو۔ رواہ البخاری قلت صوم یوم عاشورا واجب تھا جو رمضان سے منسوخ ہوا اب جو چاہے رکھے اور چاہے نہ رکھے قلت ان ہذا الیوم الذی اظہر موسیٰ علیہ السلام علی عدوہ کان یوما معینا ولکن اعتبر فی دور السنین فیما بعد ایضًا فدل علی ان الصفۃ تعتبر فی زمن ابعد زمانہ وکذلک حدیث عمر رض فی قولہ تعالے الیوم اکملت لکم دینکم الآیۃ فی کون الجمعۃ عیدًا بدلیل انہ لم ینکر ان یجعل ذلک الیوم عیدًا بل بین کونہ یوم عید لنا فتامل فیہ۔ واعلم ان الشیخ ابن العربی قال بعد تفسیر قولہ ان کنتم اٰمنتم باللہ فعلیہ توکلوا الآیۃ ان ما فی السورۃ۔ لبعضہ مما لا

قبل التاویل وبعضه معلوم ما مر انتہی وکانہ رجع عن قول المشہور من ان فرعون ات مومنا کما یشیر الیہ قولہ فیقاتل واللہ اعلم

وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِيٓ إِسْرَٰٓءِيلَ مُبَوَّأَ صِدْقٍ وَرَزَقْنَٰهُم مِّنَ ٱلطَّيِّبَٰتِ فَمَا ٱخْتَلَفُوا۟ حَتَّىٰ جَآءَهُمُ

اور جگہ دی تھی بنی اسرائیل کو پوری جگہ دینی اور کھانے کو دیں ستھری چیزیں سو وہ پھوٹے نہیں جب تک آئی انکو

ٱلْعِلْمُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِى بَيْنَهُمْ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ فِيمَا كَانُوا۟ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝

خبر اب تیرا رب ان میں فیصلہ کریگا قیامت کے دن جس بات میں وہ پھوٹ رہے تھے

واضح ہو کہ ہو سے منزل میں اُتارنا یعنی بوأت زید منزلا یعنی زید کو میں نے ایک حویلی میں اُتارا بوأ فرف اور اضافت اسکی صدق کی طرف بلاغت عرب ہے کہ جب کسی چیز کی مدح کرتے ہیں تو صدق کی طرف مضاف کرتے ہیں ومنہ قولہ لہم قدم صدق عند ربہم۔ وطیبات ایسی چیزیں رزق کی جن سے لذت حاصل ہو اور کہا گیا کہ حلال چیزیں آیت میں حق تعالے نے بنی اسرائیل پر انعام سے شروع اور انکے کفران نعمت پر ختم کیا چنانچہ فرمایا وَلَقَدْ بَوَّأْنَا اور بے شک ہم نے اُتارا اور بسایا بَنِيٓ إِسْرَٰٓءِيلَ - اولاد یعقوب کو یعنی ان کے بارہ بیٹوں کی اولاد بارہ فرقوں کو جو موسی علیہ السلام کے ساتھ ایمان لائے تھے مُبَوَّأَ صِدْقٍ منزل صدق میں۔ وہ زمین مصر یا شام یا اردن فلسطین یا بیت المقدس وفارس ہو اقوال میں اور مفسرو بیضاوی وغیرہ نے مصر وشام اختیار کیا اور مشہور یہ ہے کہ بعد خروج مصر کے بنی اسرائیل پھر اس میں داخل نہیں ہوئے اور ابن جریر وغیرہ نے اختیار کیا کہ داخل ہوئے۔ وَرَزَقْنَٰهُم مِّنَ ٱلطَّيِّبَٰتِ۔ اور رزق دیا ہم نے انکو مستلذات یا حلال سے قال فی السراج۔ وقال الحافظ فی التفسیر اس میں حق تعالے نے جو بنی اسرائیل پر دینی ودنیاوی انعام فرمائے بیان فرماتا ہے اور منزل صدق سے مراد لی گئی کہ وہ مصر وشام ہے چنانچہ جب اللہ تعالے نے فرعون کو ہلاک کیا تو مصر پر موسی کی حکومت تمام قائم ہوئی لقولہ تعالے واورثنا القوم الذین کانوا یستضعفون مشارق الارض ومغاربہا التی بارکنا فیہا وتمت کلمۃ ربک الحسنی علی بنی اسرائیل بما صبروا ودمرنا ما کان یصنع فرعون وقومہ وما کانوا یعرشون۔ وقولہ تعالے فاخرجناہم من جنات وعیون وکنوز ومقام کریم کذلک واورثناہا بنی اسرائیل الآیۃ۔ ولیکن بنو اسرائیل حضرت موسی علیہ السلام کے ساتھ بیت المقدس جو ملک خلیل علیہ السلام ہے وہاں جا کر رہنا چاہتے تھے اور اس زمین میں قوم عمالقہ رہتے تھے انسے لڑنے میں بنو اسرائیل کچے ہو گئے تو اللہ تعالے نے چالیس برس انکو تیہ میں قید کیا اسمیں پہلے ہارون پھر موسی علیہما السلام کا انتقال ہوا اور اکثر سابق اسرائیلی مر گئے پھر نوجوان اولاد کو لیکر یوشع بن نون پیغمبر علیہ السلام نکلے اور خوب خوب جہاد کیے حتی کہ بیت المقدس اللہ تعالے نے فتح کیا اور مدت تک بنی اسرائیل کی سلطنت وہاں رہی اور انبیا واولیا ہوئے یہاں تک کہ بگڑ گئے اور بخت نصر شاہ بابل نے قتل وغارت کیا پھر بنو اسرائیل نے غلبہ کیا پھر سکندر شاہان یونان نے فتح کیا اور مدت دراز تک انکے زیر حکم رہے اور اس حال میں بہتیرے شرک وبدعت میں ہوئے پھر اسی حال میں حق تعالے نے عیسی بن مریم کو بھیجا اور یہود نے بادشاہ یونانی کو عیسی کی ذات سے غدر کا خوف دلا کر قتل کرانا چاہا پس اللہ تعالے نے عیسی کو اپنے پاس اٹھا لیا اور جب تک وہ گرفتاری کو آئے تو اسی پر حق تعالے نے عیسی کی شباہت ڈالی اسی کو پکڑ کر سولی دیدی اور بعض نے عیسی علیہ السلام کو اور بعض نے سولی کی نسبت صحیح جانے اور پھر السلام کے لئے کا اعتقاد کیا پھر بعد مسیح علیہ السلام کے قریب تین سو برس کے قسطنطین فیلسوف جو بادشاہ تھا نصرانیت میں داخل ہو بعض کے کہا کہ دکھایا تھا اور بعض نے کہا کہ حیلے سے دین بگاڑنے کو ایسا کیا تھا یہ مسئلہ کی ہے سو مقصد یہ کہ علما نصاری نے قوانین بنا کے جن میں بعض باتیں کی مداخلت سے بدعات نکالیں اور اسی مقدار کی لئے صلیب وتعظیم صلیب وتصویریں وغیرہ جیسی چیزیں تو سہی تھا

مسیح کے بیٹے ہونے پر زبردستی مارپیٹ سے دستخط کرائے اور بہتیرے خود راضی تھے غرضکہ اسی طرح تحریف وتبدیل وتغییر ووضع وغیرہ کے ساتھ برائے نام نصرانیت کا دین نام رکھکر خوب پھیلایا اور درحقیقت دین مسیح پر سوائے چند راہبوں کے جو بھاگ کر جنگلوں وپہاڑوں میں سے تھے کوئی باقی نہ رہا اور رفتہ رفتہ بالکل معدوم ہوگیا اور اس زمانہ میں نصاریٰ کے قبضہ میں اسی بادشاہ کے بنائے ہوئے شہر قسطنطینیہ سے لیکر روم وشام وموصل وغیرہ سب آگیا اور قسطنطین نے قمامہ وبیت لحم وبیت المقدس کے کنائس وشہرہائے حوران و بصرہ وغیرہ باسکا کام بنائے اور اسی وقت سے نصرانیوں نے صلیب کو پوجنا شروع کیا اور شرق کی جانب رخ کرکے نماز پڑھی اور کنائس میں تصویریں بنائیں اور سور کا گوشت حلال کرلیا اور سوائے اس کے اور بہت بدعات اپنی اعتقادیات وعملیات میں نکالیں جنکا شمار دشوار ہے بالجملہ برابر دین نصرانیت جو اسطرح توحید سے تغیر کرکے شرک کا اصل اصول کردیا گیا اور اسپر نصرانیت کا نام رکھ لیا گیا تھا پھیلتا رہا اور یہ تمام ملک انھیں لوگوں کے قبضہ میں رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اہل البلاد پر رحم فرما کر رسول کرم محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور آخر آپ کے صحابہ رض نے یہ ملک ان نصرانیوں کے قبضہ سے نکال لیے تاکہ دین توحید پھیلے۔ اور لکھا کہ قولہ رزقنا ہم من الطیبات۔ اسے حلال پاکیزہ نافع جو شرعاً مباح وطبعاً خوشگوار ہیں بترجم کہتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بکثرت احادیث میں آگاہ فرمایا تھا کہ تمام شام وغیرہ سب تمہارے قبضہ میں آجاوینگے ولیکن تم لوگ جلدی کرتے ہو یعنے اوقات مقدرہ میں جلدی مت کرو۔ اور پھر جہاں اپنی امت کے بگڑنے کا حال بیان فرمایا منجملہ ان احادیث کے ایک یہ ہے کہ تین قرن تک ایمان کامل ہے پھر نقصان آویگا حتی کہ جو امور اب اس زمانہ میں مسلمانوں میں نظر آنے لگے سب کی خبر فرمائی ہے اور صحیح فرمایا کہ قیامت کے قریب نصاریٰ سب سے زائد اور قوی وغالب ہونگے۔ یہ معجزہ شریف اسوقت معائنہ ومشاہدہ ہوتا چلا جاتا ہے حتی کہ آگاہ فرمایا ہے کہ مسلمانوں کے قبضہ میں خالی نہیں صوبہ رہجاوینگے اور اسکے آثار بھی سلطنت روم کے ضعف سے ظاہر ہیں وللہ الامر من قبل ومن بعد یفعل مایشاء ویحکم مایرید پھر اللہ تعالیٰ نے نصاریٰ ویہود کا انجام کار بیان فرمایا بقولہ۔ فَمَا اخْتَلَفُوا حَتّٰى جَآءَهُمُ الْعِلْمُ سو آپس میں پھوٹ نہیں ڈالی یہانتک کہ آگیا انکے پاس علم یعنی بنواسرائیل بعد علم توریت کے مختلف ہوکر اعتقاد واعمال میں بگڑے اور بعد بعثت مسیح ؑ کے بنواسرائیل مع ان لوگوں کے جو انکے دین پر یہود ونصاریٰ تھے توریت وانجیل پڑھنے واحکام جاننے کے بعد آپس میں مختلف ہوئے ایسا اختلاف کہ ایک دوسرے کی تضلیل کرتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ علم سے جو کتاب آسمانی ہے یہ نتیجہ ہونا چاہیے تھا کہ آخرت وتوحید پر جزم ویقین کرتے برخلاف اسکے مسیح ؑ کو بیٹا وغیرہ بنانے کے فاسد وباطل اعتقاد نکالے۔ ورحدیث میں ہے کہ یہود کے اکہتر فرقے ہوئے اور نصاریٰ کے بہتر فرقہ ہوئے اور میری امت کے تہتر فرقے ہوجاوینگے جنمیں سے ایک جنت میں اور باقی دوزخ میں ہیں پوچھا گیا کہ یارسول اللہ جنتی کون ہیں فرمایا کہ جسپر میں اور میرے صحابہ ہیں۔ رواہ الحاکم ہکذا الحدیث فی السنن والمسانید وقیل لفظ کلھم فی النار الا واحدۃ۔ مدرج ہے واللہ اعلم ولیکن معنی صحیح ہیں۔ یہ تفسیر تو اس بنا پر ہے کہ ما اختلفوا سے بنواسرائیل کا اپنے دین میں اختلاف کرنا مراد ہو اور دوسرا قول یہ ہے کہ انکا اختلاف آنحضرت صلعم کے ساتھ مراد ہے یعنے پہلے توریت وانجیل سے صفت ونعت محمد صلعم پڑھکر برابر یقین کرتے چلے آتے تھے یہاں تک کہ جب قرآن مجید سے بامتواتر معجزات سے آپکا صدق ظہور جان چکے تو دنیاوی لالچ وہواوہوس سے مختلف ہوکر ایمان سے اعراض کرگئے۔ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ بے شک تیرا رب ان میں فیصلہ وحکم کردیگا قیامت کے روز جس امر میں وے اختلاف کرتے تھے۔ اسمیں تسلی ہے کہ استعجال مت کرو اور انکے فیصلہ کا وقت عنقریب قیامت میں موجود ہے اور حدیث میں ہے کہ آپ نے دو انگلیاں ملائیں اور فرمایا کہ میں بھیجا

قیامت کے ساتھ ایسے یعنی جیسے دونوں انگلیاں یعنے نہایت ملا ہوا کہ بعد آپ کے کوئی نبی نہ ہوگا۔ اور یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ چودھویں صدی میں قیامت ہے اس کو اللہ تعالیٰ جانے اور یہ قول قابل تصدیق نہیں ہے کیونکہ اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے کوئی دوسرا نہیں جانتا ہے اور بظاہر یہی فتح قسطنطنیہ و خروج دجال و نزول عیسیٰ علیہ السلام جو ہونگے باقی میں لیکن ثابت قریب میں واللہ اعلم

فَإِنْ كُنْتَ فِي شَكٍّ مِّمَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ فَسْئَلِ الَّذِينَ يَقْرَءُونَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ

سو اگر تو ہو شک میں اس چیز سے جو اتاری ہم نے تیری طرف تو پوچھ ان سے جو پڑھتے ہیں کتاب تجھ سے پہلے البتہ

جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ۝ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الَّذِينَ كَذَّبُوا

آیا تجھ کو حق تیرے رب سے سو تو مت ہو شبہ لانے والا اور مت ہو ان میں جنھوں نے جھٹلایا

بِآيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُونَ مِنَ الْخٰسِرِينَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ ۝

آیتیں اللہ کی پھر تو بھی ہو وے خراب ہونے والا جن پر ثابت ہو گئی بات تیرے رب کی وہ نہ ایمان لائیں گے

وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ آيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ۝ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَا

اگرچہ پہنچیں ان کو ساری نشانیاں جب تک نہ دیکھیں دکھ کی مار سو کیوں نہ ہوئی کوئی بستی کہ یقین لاتی پھر کام آتا اس کو

إِيمَانُهَا إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ ۚ لَمَّا اٰمَنُوا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ

یقین لانا مگر یونس کی قوم جب یقین لائی کھولدیا ہم نے ان پر سے ذلت کا عذاب دنیا کی زندگی میں اور کام چلایا ان کا

إِلٰى حِينٍ ۝

ایک وقت تک

فَإِنْ كُنْتَ فِي شَكٍّ مِّمَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ پھر اگر تو شک میں ہو اس چیز سے جو ہم نے تیری طرف نازل کیا فَسْئَلِ الَّذِينَ يَقْرَءُونَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ تو پوچھ لے ان لوگوں سے جو پڑھتے ہیں کتاب تو رات پہلے علماء نے اس آیت کی تفسیر میں اس بات پر تاویل کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو شک جائز نہیں ہے کیونکہ آپ کو خود شک ہو تو دوسرے کو بدرجہ اولیٰ ہوگا اور نیز حضرت ابن عباس کا قول ہے شک زوال نہیں ہوا علاوہ بریں اگر شک ہو تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو چیز آپ کو پوچھنے سے ہونا آگاہ رہتے ہیں اگر شک رفع ہوگا لہٰذا تاویل ظاہر ہو اور ایسا ہی ظاہری تاویل کا کلام ٹھیک ہو اور جیسے کسی سے کہتے ہیں کہ اگر تو پورا انسان ہے تو ایسا کر اور اپنی اقضامیں دیکھئے یعنی آپ کی اقتضا عین نہایت علم تو آپ کا علم نہایت ہی اعلیٰ ہے پھر تاویل قول بیان کی ہے اور بعض نے کہا کہ عرض مراد ہے یعنی بالفرض اگر تجھے شک ہو ان قصص میں جو ہم نے تجھ پر نازل فرمائے ہیں تو اہل کتاب سے دریافت کر لے کہ یہی بات ان کے ہاں ثابت ہے ثابت ہوگئے نزدیک محقق ہے اور حاصل یہ کہ یہ قصص جو تجھ پر نازل ہوئے تھے سابقین کے ہاں بھی ثابت ہیں اور بلا ساقطین سے تعلق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اعلام فرمایا ہے اور قرآن مجید ان کا مصدق ہے اور قرآن کے مصدق ہونے کے یہ معنے ہیں کہ جس کتاب کو ملعون مثل تحریف کرتے تھے تو جس امر کی قرآن تصدیق فرماوے وہ اصل ہے اور جو نہ فرماوے وہ تحریف ہے اور بعض نے کہا کہ جس کتاب کو خوب جانتے ہیں سو جو آپ صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا یہ بے شک صحیح وحق ہے یا مقصود یہ کہ آنحضرت کو خوش فرمایا اور زیادہ استقامت دی یا کلام اس سے کہ شک تو ہونا تو درکنار رہا یہ بھی نہیں کہ ایسا شک ممکن ہو سکے اسی واسطے آنحضرت صلعم نے فرمایا لا اشک ولا اسئل یعنے میں نہ شک کرتا ہوں

اور نہ پوچھوں۔ رواہ قتادہ رح مرسلا وروی عن ابن عباس ونحوہ عن سعید بن جبیر والحسن رح اور ابن کثیر رح نے کہا کہ اس میں امت کے لیے
بھی زیادہ تثبیت ہے کیونکہ انکو معلوم ہوگیا کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی صفات اگلی کتب میں موجود ہیں قلت وفیہ نظر فافہم۔ اور
بعض مفسرین نے زعم کیا کہ فی الجملہ شک روا ہے تو قاضی عیاض رح نے شفا میں انکار کیا ہے کہ یہ زعم غلط اور ایسا جائز نہیں ہے۔ مترجم
کہتا ہے کہ بے شک قاضی رح نے سچ کہا اور جسنے امکان شک کا زعم کیا وہ خاطی ہے تو وقوع شک کا زعم محض غلط و واہی ہے اور قرآن پاک
میں بہ سبیل فرض کئی جگہ خطاب ہے نحو قولہ یا ایہا النبی اتق اللہ ولا تطع الکافرین والمنافقین الآیۃ۔ اور قولہ لئن اشرکت لیحبطن عملک الآیۃ۔
باوجودیکہ یقین ہے کہ شرک کرنے کا امکان بھی نہیں ہے۔ اور جیسے عیسیٰ کو کہا۔ اذ قال اللہ یا عیسیٰ أأنت قلت للناس اتخذونی وامی الہین
من دون اللہ۔ حالانکہ ایسا کہنا مسیح کی طرف سے محض بھی نہیں ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ تو قطعی تھا کہ رسول اللہ صلعم کو شک نہیں و لیکن
اسواسطے خطاب کیا کہ جواب میں تصریح کرے کہ مجھے کچھ بھی شک نہیں کہ ایسے سامع کے دل میں صدق کی وقعت عظیم ہو اور نظیر اس کی
قول آئمی ملائکہ کو کہ اہؤلاء ایاکم کانوا یعبدون۔ بدین غرض کہ صریح جواب دیں بقولہ سبحانک انت ولینا من دونہم بل کانوا یعبدون الجن
الآیۃ۔ اور جیسے عیسیٰ سے تصریح برائت کا جواب مقصود ہے انتہی۔ یہ تاویل ہے کہ جیسے سلطان کسی امر میں اپنے امیر کو خطاب کرتا ہے حالانکہ تعمیل اسکی
امیر کے ماتحت لوگوں سے مقصود ہوتی ہے ایسے ہی یہاں آنحضرت صلعم کو خطاب کیا اور مقصود امت والے ہیں خصوص کفار قریش جو یہود اہل کتاب
کو علم والا جانتے تھے پس تنبیہ کی کہ اے قریش اگر تم کو اس میں شک ہو تو جاؤ اہل کتاب سے پوچھ کر مطابقت کر لو۔ اور ثعلب ومبرد رحمہما اللہ کا بھی
مقصود ہے جو انہوں نے کہا کہ معنی آیت کے یہ ہیں کہ قل یا محمد للکافر فان کنت فی شک الخ یعنے محمد صلعم پر نازل فرمایا کہ تو کافر و مشرک سے کہہ دے
کہ اگر تجھے اس منزل میں شک ہو تو اہل کتاب سے تصدیق کر لے قلت یہ توجیہ اچھی ہے و لیکن آنحضرت صلعم نے جب کہا کہ میں شک نہیں
کرتا اور نہ پوچھوں تو معلوم ہوا کہ خطاب آپ ہی کو ہے اور جواب یوں ممکن ہے کہ کلام بظاہر آنحضرت صلعم کو تھا تو اسی راہ سے آپ نے
جواب عرض کر دیا اور تحقیقاً امت کو تھا انپر اگر شک کریں گے تو حجت قائم ہے اور اسی سے دفع ہوگیا جو بعض نے زعم کیا کہ یہ توجیہ خلاف
ظاہر ہے کیونکہ اسکا انکار نہیں کہ ظاہر خطاب آپ کو ہے پس زعم کرنے والے کو معنوی کلام ہونے سے ذہول ہوگیا۔ وقال الزجاج ان اللہ تعالیٰ
خاطب الرسول وہو شامل للخلق یعنی خطاب آنحضرت صلعم کو کیا اور وہ امت کو شامل ہے اور مراد زجاج کی واللہ اعلم یہ کہ جس کسی کو مخلوق
میں سے شک ہو وہ اہل کتاب سے پوچھے و لیکن بظاہر آنحضرت صلعم کو خطاب کیا تا کہ بدون واسطہ آنحضرت صلعم کے کسی کو خطاب کرنا لازم
نہ آوے۔ اور یہی معنی ہیں جو بعض نے کہا کہ معنی یہ ہیں۔ فان کنت ایہا السامع فی شک مما انزلنا الیک اے بواسطۃ نبیک انزلنا الیک بالجملہ
تاویلات دو وجہ ہیں اول آنکہ خطاب آنحضرت صلعم کو اور آپ ہی مقصود از خطاب بھی ہیں تو کلام بطریق فرض ہے۔ یعنے بالفرض اگر تجھے شک ہو آخر
اور دوم یہ کہ خطاب آپ کو ہو لیکن آپ مقصود نہیں ہیں کیونکہ کبھی خطاب سے دوسرا مقصود ہوتا ہے جیسے تعریض وغیرہ میں محاورات معروف ہیں تو اس صورت
میں جو مقصود ہے وہ امت ہے یا ہر سننے والا۔ اور بعض نے کہا کہ خطاب کبھی شاید غیر کو ہووے لیکن بعید ہے اور احسن وجہ دوم ہے کیونکہ افید و اشمل ہے
چنانچہ ظاہر خطاب سے آنحضرت صلعم نے کہا کہ میں نہ شک کروں نہ پوچھوں اور مقصود خطاب سے امت والوں کو تثبیت ہے۔ قال البیضاوی رح اسمین
تنبیہ ہے کہ جب دین میں کسی کو شبہ پیش آوے تو فوراً اہل علم یعنے قرآن و حدیث جاننے والوں سے پوچھکر تسکین کر لے قلت بہت ضروری ہے ورنہ وسوسہ
شیطان قبول کرے غوطہ کھانے لگیگا کیونکہ درحقیقت اسکو علم الٰہی و امر اسے خبر نہیں اور حق تعالے نے جو دین مستقیم بھیجا بے شک نہایت صحیح و مضبوط ہے اسمین
نہی ہی سمجھ کا قصور ہوگا ورنہ کسی شبہ کو گنجائش نہیں ہے۔ لقد جاءک الحق من ربک قسم ہے کہ آگیا حق تیرے رب کے پاس سے ایسا حق واضح بدلائل

قاطعہ کہ جس میں شک کو دخل نہیں۔ فلا تکونن من الممترین پس تو مت ہو جیو ان لوگوں میں سے جو شک کرتے ہیں یعنی شک کرنے والوں سے
متزلزل ہونا تثبیت ہے امت کو اور تعریض ہے کافروں منکروں پر کہ باوجود وضوح حق کے شک کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ فلا تکونن فا
تفریع ہے قولہ فان کنت فی شک الخ پر۔ اور قولہ ولا تکونن من الذین کذبوا بآیات اللہ [illegible] تفریع ہے [illegible] حق
آگیا تو مت ہو جیو ان کافروں سے جنھوں نے آیات اللہ کو جھٹلایا فتکون من الخاسرین کہ تو زیان کاروں سے ہو جاوے۔ یعنی اگر
بالفرض تم ان لوگوں میں سے ہو تو زیان کاروں میں سے ہو جاؤ گے [illegible] کافروں [illegible] کتاب پر [illegible] آیات اللہ کی
کی تکذیب کر کے زیان کار ہوگئے اور جو کوئی ان کی [illegible] آخرت [illegible] دنیا
[illegible] دنیا سب ملعون اور یہ زندگی [illegible] دنیا کی نعمتیں [illegible]
والا ان کے ذریعے سے درجات آخرت [illegible] امتحان [illegible] کامل [illegible] قریش [illegible]
سمجھا کرتے کہ آنحضرت صلعم [illegible] دین کی طرف رجوع [illegible] کافروں کی [illegible]
قولہ فلا تکونن من الممترین [illegible] کافر [illegible] شرک [illegible] کتب سابقہ میں نعت
وصفت و بعثت آنحضرت صلعم صریح [illegible] کما قال اللہ تعالیٰ الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندہم فی التوراۃ والانجیل الآیۃ وقال یعرفونہ کما
یعرفون ابناءہم الآیۃ۔ باوجود اس کے [illegible] شرک [illegible] دنیا [illegible] کی بات [illegible]
تو فرمایا۔ ان الذین حقت علیہم کلمت ربک لا یؤمنون بے شک جو لوگ [illegible] کا کلمہ ثابت ہو چکا ہے
لوگ اصرار کر کے کافر رہیں گے [illegible] ولو جاءتہم کل آیۃ [illegible] اگرچہ
آجاویں ان کے پاس سب نشانیاں [illegible] آخرت [illegible]
اللہ تعالیٰ کا رسول [illegible] رسالت [illegible] آخرت [illegible]
حتی یروا العذاب الالیم یہاں تک کہ عذاب الیم دیکھیں [illegible] آخرت [illegible]
اسوقت کوئی نفع نہیں ہے چنانچہ فرعونیوں نے تمام معجزات باہرات دیکھے اور عجیب عجیب [illegible] محسوسات کی [illegible]
ان کی طینت تھی اسی کے معجزات تھے کہ ایمان نہ لائے اور جو ایمان [illegible] بصیرت [illegible]
لاتا ہے اگرچہ ایک معجزہ بھی نہ دیکھے کیونکہ علم معانی [illegible] معجزہ [illegible]
اسواسطے تھا کہ ان کی راہ چلے تب معانی تک پہونچے [illegible] مومن [illegible] معانی [illegible] اسواسطے اس امت
میں جو مومن ہوئے مثلاً اصحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم [illegible]
تھی کہ اب تک امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات [illegible]
خبر نہیں ہو سکتی ہے پس اس معجزہ [illegible] زندگی میں [illegible]
گذر چکی بخلاف بنی اسرائیل وغیرہ کے جو محسوس معجزات پر ایمان لائے [illegible] بصیرت [illegible] معانی تک پہنچیں [illegible]
تک رسائی ہوئی [illegible] معانی [illegible]
لا یعقل ہیں ان محسوس چیزوں میں بڑی دستگاہ [illegible] معانی کو فطرت [illegible]

دنیا مین متاع دنیاوی کی کثرت حصول کے اور یہ خود ہیچ ہے لہذا جن لوگون کو محسوس کی پیروی ہے وہ آخرت کے معانی پر شکوک رہتے
ہین اگرچہ حسّی معجزات پر ان جاوین اسی واسطے قریش کو اللہ تعالیٰ نے یہ قصص سنائے اور فرمایا وما منعنا ان نرسل بالآیات الا ان کذب
بہا الاولون وآتینا ثمود الناقۃ مبصرۃ فظلموا بہا وما نرسل بالآیات الا تخویفا بیان سے انزال معجزات سے خالی تخویف کا فائدہ ہونے کی
وجہ بھی ظاہر ہوگئی۔ پس قریش جو واہی تباہی معجزے محسوسات کے مانگتے تھے اسی وجہ سے نہ دیئے گئے یہ مطبوع کافر کی علامت ہے کہ
خالی محسوسات پر ایمان لاوے تو وہ معانی تک کب پہونچیگا لہذا ہر معجزہ اسکو کارآمد نہ ہوگا جیسے فرعون کو کارآمد نہ ہوا حتی کہ اس نے
عذاب الیم دیکھا اور اسوقت ایمان بیکار ہے پہلے جب عالم محسوس مین غیب الآخرۃ پر ایمان لاتا تو ان آیات معجزات سے البتہ نفع پاتا مگر
مطبوعی مقدری کافر کو کچھ نفع نہین دیتا ہے لہذا فرمایا۔ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ آمَنَتْ اے فہلا کانت اہل قریۃ آمنوا الخ۔ یعنے یہ شہرون
والے جنکو آخر ہم نے ہلاک کر دیا ہے عذاب دیکھ لینے سے پہلے کیون نہین ایمان لائے اور فرعون کی طرح اس عذاب دیکھنے تک نہ تاخیر کی ہوتی
فنفعہا ایمانہا تھا کہ اس شہر والون کو انکا ایمان نفع دیتا اور ضائع ہوتے بیکار نہ جاتا کیونکہ معائنہ سے پہلے وقت امتحان ہی مین ایمان
واقع ہوتا ہے بخلاف فرعون کے کہ عذاب معائنہ کرنے کے وقت ایمان لایا تو بیکار گیا پھر اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کو استثنا کیا بقولہ۔ إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ
علماء نے اس استثنا مین کلام کیا کہ منقطع ہے یا متصل ہے پس دونون ہو سکتے ہین تو منقطع ہونے کی صورت مین تقریر یہ ہے کہ فلولا یعنی ہلا حرف
تحضیض ہے جسکے معنی آمادگی دلانے و برانگیختہ کرنے و ابھارنے کے ہوتے ہین پس قولہ فلولا کانت قریۃ آمنت فنفعہا ایمانہا۔ سے اہل عبرت وموجودہ
لوگون کو آمادگی دلائی کہ اگلے قریات یعنے عذاب سے برباد ہو جانے والے قریہ کے لوگون مین سے کسی قریہ والون نے یون کیون نہ کیا کہ دیر نہ کرتے
ور شک مین نہ پڑے رہتے کہ دیکھو عذاب کی وعید معلوم نہین سچ ہے یا جھوٹ ہے بلکہ ایمان لے آتے تاکہ انکو وقت تکلیفی یا ایمان غیب مین ایمان
نافع ہوتا کیونکہ عذاب واقع ہو جانے و گھیر لینے سے پہلے ہوا پھر قوم یونس کہ بیان کیا کہ لیکن قوم یونس اسکا یہ حال ہوا کہ اپنے عذاب واقع ہونے
کے قریب تک تاخیر کی تھی لیکن ہنوز عذاب واقع نہوا تھا کہ ایمان لے آئے۔ لَمَّا آمَنُوا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ
الدُّنْيَا پھر جب وے ایمان لے آئے تو ہم نے اُنسے دور کر دیا عذاب خواری کو حیات دنیا مین۔ وَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَىٰ حِينٍ اور تمتع دے دیا انکو
ایک وقت تک یعنی انکی آخر زندگی مقدری تک کہ وہ وقت موت ہے۔ آیت سے معلوم ہوا کہ دنیا مین کفار پر جو عذاب آتا ہے وہ عذاب
الخزی ہے یعنے دنیا مین خوار کر دیے گئے اور بعد اس کے موعود عذاب الآخرہ وہ عذاب جہنم بہت سخت ہے اعوذ باللہ منہ اور یہان محسوس
نہین ہے تاکہ امتحان مین کلام الٰہی کی تصدیق کرنا ظاہر ہو۔ بالجملہ اگر استثنا منقطع ہے تو الا بمعنے لکن ہے اور طیبی رحمہ نے کہا کہ قریہ سے مراد
اسکے لوگ ہین جنکے حق مین یہ وصف صحیح ہے کہ فلولا کانت الخ کیون نہ ایمان لائے کہ انکو نفع دیتا انکا ایمان پس وہ ایمان سے موصوف نہوئے
برخلاف قوم یونس کے کہ ایمان سے موصوف ہوئے تو گویا مستثنیٰ منہ اور مستثنیٰ دونون دو جنس مختلف ہوئے تو استثنا منقطع ہوا اور اس صورت
مین استثنا متصل کرنے سے معنی بگڑ جائینگے کیونکہ لولا حرف تحضیض ہے تو یہ معنے ہوئے جاتے ہین کہ ہلاک کیے ہوئے قریات کو ایمان نافع پر
آمادگی دلائی سوائے قوم یونس کے۔ حالانکہ مراد یہ کہ ایمان نافع کیون نہ لائے قریات ہالکہ اور بے ایمان مرے ولیکن قوم یونس کو ایمان
نافع مل گیا۔ یہ تو استثنا منقطع کی تقریر تھی۔ اب رہا یہ کہ استثنا متصل بھی ہو سکتا ہے اسکی یہ تقریر ہے کہ لولا اگرچہ حرف تحضیض ہے مگر متضمن معنے
نفی کو ہے چنانچہ یون آمنت کے معنی کیون نہین ایمان لائے۔ پھر چونکہ یہان تحضیض کے معنی حقیقی خود ان قریات ہالکہ کے حق مین نہین ہین
کیونکہ وے تو ہلاک ہو چکے اب انکو آمادگی بیکار ہوگی بلکہ آمادگی کا فائدہ موجودہ قریات و پچھلون کو ہے لہذا قریات ہالکہ کے حق مین گویا نفی ایمان نافع کا

بیان ہے گویا یوں کہا کہ امنت قریۃ بالایمان انتفاع الاقوم یونس یعنی کوئی گاؤں ویسا ایمان نہ لائے جو انکو نافع ہوتا سوا قوم یونس کے
اس تقریر سے استثنا متصل درست ہے حاصل آنکہ جملہ منفی ہے اور استثنا سے نفی کا اثبات قوم یونس کے لیے ہے ۔ وقال البیضاوی بعض قراء نے
قوم یونس بالرفع بنا بر بدل ہونے کے پڑھا گیا تو یہ استثنا متصل ہونے کا مؤید ہے ۔ قصہ قوم یونس جو انشاء اللہ سورۂ صافات میں مفصل بیان
کیا جائیگا یہ ہے کہ یونس نینوی کو جو نزدیک موصل ہے بھیجے گئے مگر اس شہر والوں نے انکو جھٹلایا اور اصرار کیا تو انکو عذاب کا خوف دلایا کہ
تین روز تک یا چالیس روز تک تم پر عذاب آویگا مگر انھوں نے پرواہ نہ کی پس یونس وہاں سے نکل گئے پھر جب میعاد قریب آئی تو آسمان
دھواں دھار ہو گیا اور لٹک کر انکے شہر کے گرد چھا گیا تو ہیبت ناک ہو کر حضرت یونس کو ڈھونڈتے دوڑے مگر نہ پایا اور عذاب کا انکو یقین ہو گیا
اور حضرت یونس کو رسول برحق جان لیے پس فقیروں کے ٹوٹے کپڑے پہنکر عورتیں بچے دبائیں روتے بہت پرپٹ میدان میں نکل گئے اور ہر مرد و عورت
و مادہ و بچہ کو جدا کر دیا اور آپس میں گریہ وزاری شروع کی اور صدق دل سے اخلاص کے ساتھ توبہ کی اور سخت نادم ہوئے اور ورد ایمان لانے کا
جناب باری تعالیٰ میں اظہار کیا اور چالیس روز تک یہی حالت رہی اور اپنی حماقت پر نہایت غم کے ساتھ ہراساں تھے اور کھانے پانی سے
متنفر پس ارحم الراحمین ذوالجلال والاکرام نے رحم فرمایا اور عذاب انسے دور کر دیا اور جمعہ کے روز دسویں محرم کو واقع ہوا ابن کثیر نے قولہ
فلولا کانت قریۃ امنت الآیۃ میں معنی استثنا کی لطیف توجیہ کی طرف اشارہ کیا اگرچہ نظر سیاق بعید ہے چنانچہ کہا کہ اگلی امتوں میں سے جہاں
جہاں رسول بھیجے گئے سبھوں نے تکذیب کی کما قال تعالیٰ وکذلک ما اتی الذین من قبلہم من رسول الا قالوا ساحر او مجنون وما نند اسکے آیات
کثیرہ میں اور قولہ یاحسرۃ علی العباد ما یاتیہم من رسول الا کانوا بہ یستہزءون ۔ اور حدیث صحیح میں ہے کہ انبیاء پیش کیے گئے تو کسی نبی کا گزر ہوتا تو کوئی
نبی گزرا کہ اسکے ساتھ چھوٹے سے آدمیوں کے گروہ تھے اور کسی نبی کے ساتھ ایک ہی مرد تھا اور کسی کے ساتھ دو مرد اور کوئی تنہا کہ اسکے ساتھ
ایک بھی نہ تھا پھر امت موسیٰ کی کثرت پھر سب سے بڑھکر اپنی امت کی کثرت بیان فرمائی ۔ بالجملہ غرض یہ کہ قری مذکورہ میں سے کوئی قریہ
تمام و کمال اپنے نبی پر ایمان نہ لایا کہ اسکو ایمان بچاتا سوائے قوم یونس کے کہ نینوی کے رہنے والے تھے سب کے سب ایمان لائے ۔ پھر قتادہ سے بعض
قوم روایت کیا کہ کسی قریہ کو بعد کفر کے عذاب آ جانے پر ایمان لانے سے کچھ نفع نہ ہوا کہ چھوڑے جاتے سوائے قوم یونس کے کہ جب عذاب قریب ہوا
تو اللہ تعالیٰ نے انکے دلوں میں توفیق توبہ ڈالی اسطرح کہ فقیروں کے کپڑے پہنے آخر تک نقل کیا پھر چالیس رات انکی گریہ وزاری مصرح ہے
اور قتادہ نے کہا کہ ہم سے ذکر کیا گیا کہ نینوی زمین موصل سے ہے پھر لکھا کہ ایسا ہی ابن مسعود و مجاہد و سعید بن جبیر وغیرہم سلف صالحین رضی اللہ
عنہم سے مروی ہے اور لکھا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بجائے فلولا کانت کے فہلا کانت پڑھتے تھے قلت کلاہما واحد پھر لکھا کہ ابو عمران نے ابو الجلد سے
روایت کی کہ انھوں نے اس حال میں اغاثیش عالم کے یہ دعا مانگنی شروع کی تھی یاحی حین لاحی و یاحی محیی الموتی و یاحی لا الہ الا انت ۔ یعنے
ان پاک اسماء وصفات سے دعا مانگتے تھے قلت کانہم ادعوا الاسم الاعظم الذی اذا دعی بہ استجیب وتقدم ان اللہ لا الہ الا ہو الحی القیوم ہذی ثلث
یا اجمع فیہا الاسم الاعظم اور فضیل بن عباس سے روایت ہے کہ انکی یہ دعا تھی کہ اللہم ان ذنوبنا قد عظمت اجل منہا المعرب یا رب بیشک ہمارے
گناہ بڑے و بھاری ہیں لیکن تو سب سے بڑا ہے عظیم و اجل ہے ہمارے حق میں وہ کر جو تیری شان کے سزاوار ہے اور وہ مت کر جسکے ہم
مستوجب ہیں قلت دعا میں دونوں اچھی ہیں لیکن یہ امر کہ انکے الفاظ کیا تھے تو اسکو اللہ تعالیٰ عز و جل جانتا ہے واللہ اعلم بالصواب ۔ پھر واضح ہو
کہ آیت میں عذاب دور کرنا حیات دنیاوی میں مذکور ہے اس سے مفسرین کے دو قول ہوئے ایک یہ کہ فقط دنیا میں وہ عذاب آخرت سے
بچے جیسا کہ آیت میں ہے اور عذاب بجز آخرت انپر باقی ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ نہیں بلکہ دونوں عذاب سے نجات پائی لقولہ تعالیٰ

وارسلناہ الی مائۃ الف او یزیدون فآمنوا فمتعناھم الی حین الآیۃ- پس انپر مومن ہونے کا اطلاق کیا اور ایمان عذاب آخرت سے نجات دینے والا ہے- قال الحافظ اور یہی قول اظہر ہے واللہ اعلم- قلت اسی قول پر یقین و جزم نہیں کیا کیونکہ آیہ ارسلناہ آخر مین مچھلی کے پیٹ سے نجات دینے کے بعد ارسال بیان فرمایا ہے اور نینوی سے نکل جانے کے بعد مچھلی کا واقعہ ہے تو محتمل ہوا کہ شاید یہ دوسری قوم ہو- اور خروج مغاضبا کے بعد مچھلی کا واقعہ بدلیل حدیث ابن مسعود درمنثور ہے جو آنحضرت صلعم سے روایت کی کہ یونس نے اپنی قوم کو دعوت فرمائی انھون نے قبول سے منہ موڑا تو انکو آگاہ کر دیا کہ فلان روز اسطرح تمپر عذاب آویگا اور خود نکل گئے اور انبیاء جب اپنی قوم کو عذاب کا وعدہ دیتے تو خود نکل جاتے تھے پھر جب قوم پر عذاب نے اپنا سایہ ڈالا تو نکلے اور عورت و اسکے بچہ مین اور بکری و اسکے بچہ مین جدائی کر دی اور اللہ تعالے کی جناب مین چلّا چلّا کر رونا شروع کیا اور اللہ تعالے نے انکا صدق جان لیا پس انکی توبہ قبول فرمائی اور عذاب انسے پھیر دیا اور یونس علیہ السلام راستہ مین بیٹھے راہ گیرون سے خبر پوچھتے تھے کہ ایک آدمی گزرا اس نے بیان کیا کہ انھون نے ایسا ایسا کیا تو کہا کہ مین اپنی قوم پاس پھر نجاؤنگا جنھون نے مجھے جھٹلایا اور وہان سے چلدیے درحالیکہ مغاضبت یعنے مراغم تھے- رواہ ابن مردویہ- قلت حدیث مین فوائد بہت ہین از انجملہ یہ کہ قریش پر کچھ عذاب نہ آیا جب تک آنحضرت صلعم وہان تھے پھر جب ہجرت کرکے مدینہ آگئے تو دوسرے ہی سال بدر مین قریش کو بطریق سزا کے تھوڑی سی مار دی گئی جو بڑے معجزہ کے طور پر آیات الٰہی سے واقعہ ہوا باوجودیکہ آنحضرت صلعم انکی ہلاکت کی خواہش نہین کرتے تھے بدلیل آنکہ بحکم الٰہی جبرئیل نے عرض کیا کہ آپ چاہین تو ان گستاخون کو ہلاک کیا جاوے آپ نے شکر الٰہی کے بعد درخواست کی کہ پروردگار مجھے امید ہے کہ ان کے نطفہ مین ایمان والے پیدا ہونگے- اور جو قنوت مین آپ نے ولید بن الولید وغیرہ کی رہائی کے لیے دعا کی اور ابوجہل وغیرہ کے او پر لعنت کی تو یہ درخواست عذاب نہین ہے بلکہ رحمت سے مطرود اور کفر پر مرنا ہوگا اور یہ دوسری بات ہے چنانچہ ابوجہل کافر مرگیا- پھر مترجم کہتا ہے کہ قوم یونس سے عذاب آخرت دور ہونے پر یقینی دلیل ملتی ہے اسطرح کہ جب قبل عذاب نازل ہونے کے توبہ کی توفیق و ایمان پایا تو وقت تکلیف ثابت ہے اور یونس علیہ السلام پر مدت تک انکا ایمان لانا معلوم تو قطعاً مومن ہوئے پھر شک کی کوئی وجہ نہین ہے اور رہا یہ کہ آیت مین کشف عذاب مقید بحیات دنیا ہے تو فائدہ اسکا یہ ہے کہ یون وہم نہ کیا جاوے کہ شاید قبول ایمان واسطے دفع عذاب آخرت ہو مگر دنیا مین عذاب دیدیا گیا ہو جیسے گوسالہ پوجنے والے بنواسرائیل سے قبول توبہ و دفع عذاب آخرت مین دنیاوی قتل دور نہوا اور جیسے محصن زناکار سے دنیاوی سنگسار کیا جانا دور نہین ہوتا اگرچہ ایسے شخص سے توبہ قبول بلکہ آخرت کے عذاب سے نجات ہونا محض خصوص وقائع مین صحیح حدیث مین آیا ہے اور خصوص وقائع کی قید سے مترجم نے اشارہ کیا کہ امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک عذاب آخرت کو کل بحکم حق تعالے ہے چاہے عذاب کرے اور چاہے عفو کرے جو کہ امید ہے اور دنیاوی سزا سیاست شرع ہے نہ تطہیر ذنوب اور حدیث مین جن بعض کے حق مین تطہیر ذنوب آیا ہے وہ خاص واقعہ کسی شخص نیک کے ساتھ تھا اور لوگ آپس مین بحسب نیات و صدق وغیرہ کے متفاوت ہوتے ہین پس سب کا ایک قیاس نہین ہو سکتا- فافہم ہٰذا تنقیح للمترجم ولا تحفہ بہ نفسہ فلعلہ سبق الیہ غیرہ واللہ اعلم- ف فی العرائس فی اشارات تلک الآیات قولہ تعالے فان کنت فی شک الآیۃ واضح ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ازل مین تو مصطفے رسول نبی اکرم مخصوص بمقام محمود و شفاعت کبری و سردار انبیاء تھے لیکن دنیا مین موافق سنت الٰہیہ عزوجل کے اصطفائیت ازلی تک وصول کے منازل مین جب چاہا تک پہلے ہی منازل نبوت و رسالت ورد ہوے اور ہنوز حال مین سرمدیت حاصل نتھی کیونکہ ابتدائی تو حال و سر اطن مین معارضہ ہوا کہ آپ کو حال کم ہونے کا خوف ہوا پس حق تعالے نے خطاب خاص سے تسلی فرمائی اور اگلی کتابون کی طرف حوالہ دیا کہ آنحضرت ازلی اصطفائیت

وفضائل وعموم رسالت وکمالات کاملہ مذکور چلے آتے ہیں جب سے اطمینان ہو کسی حال سے نزلی وصفائیت میں تمیز ہوگا کہ تمہیں متردد ہت ہوا ور فی الجملہ امتحان میں سنت آئی عزوجل جاری ہے۔ قد قال تعالے اود عک ربک وما قلیٰ ان سلسلہ خطاب ووحی میں فترۃ ہونا بدرجہ شدت کا مقام ہے اور اس میں حال جاتا ہے سے خوف تھا کیا تو یہ نہیں دیکھتا کہ فوق خطاب ووحی اور انتظار ہیکہ خوشخبر جبریل میں مانند فترۃ الوحی میں کیونکر کو ہ حراء سے اپنے آپ کو گرانے کا قصد کیا تھا یہاں تک کہ جبریل نے حاضر ہو کر سلام آئی دونوں سے تسلی و تسکین دی اور کہئے کیا تھا کہ زملونی زملونی مجھے اڑھا دو پس خود طرز تعبیری بیان کچھ تعجب کی بات ہے اگرچہ شان رفیع ہو اور مشاہدہ قدم اگرچہ ثابت ہو پیشتر سر الٰہی ہو کہ صدیقین کے دلوں تک پہونچا اور رواۃ عزیمت کو فنا کر دیا ہو تو بھی دن معارضہ نفس سے تپا ہو وہ یہ عارضہ از جانب حق سبحانہ تعالیٰ بطریق امتحان وعبرت کے واقع ہوتا ہے تاکہ طالب صادق پر آفتاب عنایت و سعادت سایہ افگن ہو پس جن کو تو دیکھ کہ استقامت سے متصف ہو کیا تو نہیں دیکھتا کہ کیونکر آنحضرت صلعم نے فرمایا انہ لیغان علی قلبی وانی لاستغفر اللہ فی کل یوم سبعین مرۃ یعنی میرے دل پر کچھ بدعند حلاوت سی چھا جاتی ہے اور میں ہر روز ستر بار اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں قلت قد رواہ مسلم اور نیز آپ نے فرمایا نحن اولی بالشک من ابراہیم الحدیث انہ فی ابراہیم علیہ السلام کی نسبت ہم کو بدرجہ اولیٰ شک کرنا چاہئے الخ الحدیث رواہ الشیخان ولیکن تو ہوشیار ہو کہ [illegible] اور یہ [illegible] بلکہ بعض معارضہ نفس دفع کرلے اور حضرت دور کرلیتے ہیں جو سابق حال میں قبل استقامت کے پیش آئے [illegible] بلکہ استقامت ہو جاوے تو نہیں دیکھتا کہ بعد استقامت کے فرمایا کہ لا اشک ولا اسئل نہیں شک کرتا ہوں اور نہ پوچھتا ہوں۔ قال المترجم یہ حدیث تو آیت کے نزول پر فرمائی تھی لہذا اگر کوئی کہے کہ آیت ابتدائی حالت میں ہوتا تھی درجۂ استقامت کے کیا معنی ہیں تو مترجم کی طرف سے جواب یہ ہے کہ شیخ عارف کا یہ منشا نہیں ہے کہ ابتدائی حال میں آپ سے شک واقع ہوا بلکہ اس تمام تقریر سے حاصل یہ مقصود ہے کہ پہلے سبب الذات نفسی کی معارضہ شک ممکن تھا اگرچہ موقوف باتیں ایمان آخرت کی ایسی نہیں کہ تمہیں شبہ یا کو شک ہو تو قولہ فان کنت فی شک بطریق فرض صادق ہو نے کے یہ اتنا ہی کافی ہے ولیکن آپ سے کبھی شک کا وقوع نہیں ہو سکتا تھا اور کبھی نہ شک کیا اگرچہ استقامت کا مرتبہ حاصل ہو جانے پر خطاب آیت نازل ہوا ہو مترجم کہتا ہے کہ دراصل لفظ شک کی تحقیق سے غفلت ہے جس سے اشکال وارد ہوتا ہے لہذا واضح ہو کہ شک عوام ما خلت اوہام انکے عقول کے ادراک میں بطریق خاطر یا معارضہ ہے پس یہ عوام ہی سے مخصوص ہے کیونکہ وہم کو مداخلت باقی ہے اور وہاں درک عقل و مشاہدہ مراتب نہیں دیتا یہ قلب میں بعض معانی ہوتے ہیں جیسے وہم یا وقوف بھی ممکن نہیں کیونکہ جب تک یہ حیثیت طاری ہے تب تک وہ شک نہیں ہو سکتا اور دلیل اسکی تولہ نحن اولیٰ بالشک ہے کیونکہ ابراہیم علیہ السلام کو شک نہیں تھا نہیں تھا جو منافی بیان ہو سے یہ کہ قولہ قال اولم تؤمن قال بلیٰ ولکن لیطمئن قلبی میں صریح ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو اطمینان کامل نہ تھی نہ شک کے یا شیخ میں مراد شک کے لفظ سے وہ معنی نہیں مراد ہیں جو عوام کے خیال میں متبادر ہوتے ہیں یا معنی مناسب انبیاء وغیرہ منافی تصدیق کامل نہیں فان قلت فاعلم نحن [illegible] من مقامات الیقین کامل لیکن ہمارا یقین کامل اصطفاء یقین الغیب [illegible] جاذان الیقین العرض الجوہری [illegible] [illegible] [illegible] تعلق ہی [illegible] آنحضرت [illegible] [illegible]

ہوتا ہے پس قدم میں حدوث مضمحل ہوا اور قدم کو دیکھا اور نہیں دیکھا کہ میں نے قدم کو بحدوث دیکھا پس ان دونوں دیدار میں مدہوش ہوئے
کہ خطاب ازل سنتے تھے پس انوار قدم میں حدوث کو متکلف بافعال پاتے تھے اور یہ امر عجیب ہے۔ ابن عطاء رح نے کہا کہ قولہ فان کنت
فی شک مما انزلنا الیک ای مما شرفناک وفضلناک یعنی اگر شک ہو اس میں جو ہم نے تجھے فضل و شرف دیا ہے تو اہل کتاب سے پوچھ لے
کہ وے کیونکر تیرے اوصاف جمیل وفضائل شریف کو اگلی آسمانی کتابوں میں مفصل پاتے ہیں۔ قولہ تعالے ان الذین حقت علیہم کلمت
ربک سر ازلی نے ازل سے قہر و لطف کے لیے لوگ چاہے کہ ہر ایک اپنے مقام سے صادر اور اسی طرف راجع ہوا اور انکے اوصاف متفاوت
ہوں پس حق سبحانہ تعالے نے سر قہر کو اپنے کلمات سے اہل سعادت کے سعید ہونے اور اہل شقاوت کے شقی ہونے کا جواب دیا پس نشان
لطف مقبولوں کے چہروں پر اور نشان قہر مقہوروں کے منھ پر لازم ہوئے لہذا اہل لطف تو ازل سے ابد تک لطف میں ہیں اور جو کچھ ازلی ارادہ
و مشیت و احکام قضاء و قدر صادر ہوتے ہیں انکو قبول کرتے ہیں اور انکے برعکس حال اہل قہر کا ہے کہ ازل سے ابد تک قہر میں ہیں کہ احکام ازل
سے مخالفت قہری لیتے ہیں اسواسطے انکو آیات آلہی و انبیاء و اولیاء نظر نہیں آتے بلکہ برعکس دیکھکر مخالف و منکر ہیں واسطی رح نے کہا کہ جسکو
نور ازلی نہیں ملا وہ صدق اور وقت نہیں جانتا کیونکہ یہ نتیجہ نور ازل ہے قلت یہ تبدیل عبارت ہے اور اصل حدیث میں ہے کہ اللہ تعالے نے مخلوق کو
تاریکی میں پیدا کیا اور اسپر اپنا نور چھڑکا جسکو پہونچا وہ مومن ہوا اور جسکو نہ پہونچا وہ منکر ہوا۔ قولہ تعالے لما آمنوا کشفنا عنہم عذاب الخزی فی الحیوۃ
الدنیا اس سے آگاہ کیا کہ شان مشیت الٰہی ہر عقل و فہم سے باہر ہے چنانچہ طریقہ مواخذہ یہ تھا کہ بعد معائنہ عذاب کے پھر کسی طرح چھٹکارا نہ ہو
مگر یہاں قوم یونس کی تضرع و عاجزی و زاری کو قبول فرمایا اس سے استفادہ ہوا کہ امر آلہی سبحانہ بمقدار عقول نہیں ہے اور کسی درک کو اسکی
حکمت میں مجال نہیں ہے۔ قوم یونس نے تضرع کیا تو صبح وصال نے مطلع جمال سے بعد گم ہونے تاریکی ضلال کے طلوع فرمایا اور آفتاب
الوہیت کے انوار نے انکو تاریکی قہر سے چھڑا لیا کیونکہ رحمت اس کی غضب پر سبقت لیے ہوئے ہے اور اگر کشف نہوتا تو پردہ انکار میں رہکر جل جاتے
در نہیر جبکہ ایمان لائے بعد کشف انوار کے انکے دلوں میں تو دوری فراق کا عذاب ان سے دور ہوا قلت یہ اشارہ ہے پھر حق تعالے نے بیان فرمایا
کہ اہل اختصاص و صد لطائیت بدون کسی علت و اکتساب کے محض بمشیت ازلیہ ہے اور اجماع ہے کہ نبوت محض فضل ربانی ہے اور یقین ہے کہ
ولی کسی اپنے فعل سے نہیں ہو جاتا ہاں کرم و لطف سابقہ ہے کہ جس قوم کو چاہا بلند کیا یعنے ایمان و عرفان دیا اور جس قوم کو چاہا پست کیا یعنے کفر و
ضلالت میں ڈالا پس تصریح کردی کہ چاہتا سب کو ولی کر دیتا بقولہ تعالے

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ؕ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى
اور اگر تیرا رب چاہتا یقین ہی لاتے جتنے لوگ زمین میں سارے ہیں تمام اب کیا تو زور کریگا لوگوں پر تاکہ

يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى
ہو جاویں ایمان اور کسی جی کو نہیں ملتا کہ یقین لاوے مگر اللہ کے حکم سے اور وہ ڈالتا ہے گندگی اُنپر

الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝
جو نہیں بوجھتے

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ۔ اور اگر چاہتا تیرا پروردگار اے محمد صلعم تو ضرور ایمان لاتا ہر وہ شخص جو زمین میں ہے۔
كُلُّهُمْ سب کے سب کہ کوئی ان میں سے چھوٹ نہ رہتا۔ جَمِيْعًا درحالیکہ مجتمع ہوتے ایمان پر اور کوئی مختلف نہوتا۔ اسمیں صاف

حجت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے سب مجموع کا ایمان نہیں چاہا اور جسکا ایمان اسنے چاہا وہ ضرور ایمان لاوے گا پس اسی کی مشیت پر ایمان و
کفر ہے تو اسی کے ارادت ایمان والا ہو جاتا ہے اور اسی کی مشیت سے کافر ہوتا ہے پھر چونکہ آنحضرت صلعم بہ حرص کرتے تھے کہ تمام روئے
زمین کے لوگ مومن ہو جاویں اور غمناک ہوتے کہ کیوں مومن نہیں ہوتے تو اس آیت میں تسلی فرمائی اور تصریح کر دی کہ۔ اَفَاَنْتَ
تُکْرِہُ النَّاسَ کیا تو اکراہ کرتا ہے لوگوں پر حتیٰ یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ یہاں تک کہ مومن ہو جاویں یعنی بطریق استفہام انکاری فرمایا کہ
جو امر کہ اللہ تعالیٰ نے کسی قوم سے نہیں چاہا ہے کیا تو انکو اکراہ کرتا ہے کہ مومن ہی ہو جاویں پس خلاف مشیت الٰہی نہیں ہوگا اور قولہ
افانت ضمیر کو بیچ فعل پر مقدم کرنے میں دلالت ہے کہ خلاف مشیت کے ہونا محال ہے تو اکراہ کرنے سے اسکا حاصل کر لینا ممکن نہ ہوگا
اور جب تو اکراہ کر کے حاصل نہیں کر سکتا تو تیرے معمولی طریقہ سے جو وعظ و نصیحت و آیات کی دلالت وغیرہ ہو بدرجہ اولیٰ وہ مومن نہ ہونگے
اور بیضاوی نے ذکر کیا کہ بعض روایت میں اس کا سبب نزول بھی یہی ہوا کہ آنحضرت صلعم اپنی قوم کے مومن ہو جانے کو بہت چاہتے تھے
بالجملہ اللہ تعالیٰ عز و جل کی حکمت بالغہ کو کوئی آدمی یا مخلوق ہو ہرگز احاطہ نہیں کر سکتا کیونکہ اسکا علم غیر متناہی ہے پس ضرور اسکی حکمت ہے
کہ سب کے سب مجموع ایمان نہ لاویں ورنہ ہم کہتے ہیں کہ دو حال سے خالی نہیں کہ یا تو اس نے سب کا ایمان چاہا یا نہیں چاہا پس اگر چاہا تو
خلاف اسکے چاہنے کے کیونکر ہو سکتا ہے کیونکہ وہ کسی امر میں عاجز نہیں ہے اور اگر نہیں چاہا تو بھی کیونکر خلاف ہو سکتا ہے اسی وجہ سے
معلوم ہوا کہ اسنے سب کا ایمان نہیں چاہا اور نہ سب مومن ہو گئے تو ہمیں اسکی حکمت بالغہ میں عدل و انصاف ہے پس آنحضرت صلعم کو منع کر دیا
کہ جو اسنے چاہا ہے اسکے خلاف تم حرص مت کرو اور یہی آیات میں مصرح ہے کقولہ تعالیٰ ولو شاء ربک لجعل الناس امۃ واحدۃ ولا یزالون
مختلفین الا من رحم ربک و لذٰلک خلقھم و تمت کلمۃ ربک لاملئن جہنم من الجنۃ والناس اجمعین۔ وقولہ تعالیٰ افلم ییأس الذین آمنوا ان لو یشاء اللہ
لھدی الناس جمیعا۔ اسیواسطے اس آیت میں انکاری قولہ افانت تکرہ الناس۔ سے تلقیم یعنی کیا تو لوگوں کے ذمہ لازم کرتا ہے یا چپکاتا ہے
خواہ نخواہ ایمان کو یعنی یہ تو امور نہیں یہاں تک کہ ضرور مومن ہو جاویں یعنے یہ خلاف مشیت الٰہی نہیں ہوگا اور قال تعالیٰ انک لا
تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء الآیہ۔ قال تعالیٰ انما علیک البلاغ و علینا الحساب۔ قال تعالیٰ انما انت مذکر لست
علیھم بمصیطر۔ اور اسکے دیگر آیات میں جو صریح دلالت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی جسکو چاہتا ہے ایمان دیتا اور جسکو چاہتا ہے نہیں دیتا ہے
اسیواسطے مصرح فرمایا بقولہ۔ وما کان لنفس ان تؤمن الا باذن اللہ۔ اور واضح ہو استقام ایسا ذلک۔ اور نہیں ہے کسی نفس کے لیے
یہ کہ ایمان لاوے یعنی خود کسی نفس کو قدرت نہیں کہ مومن ہو جاوے مگر باذن اللہ مگر اجازت یعنی ارادہ و حکم الٰہی سے پس جب
اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو وہ شخص ایمان لاتا ہے اور بدون اسکی توفیق کے نہیں لا سکتا۔ آنحضرت صلعم کو تسلی دیدی کہ جب ایسا ہے تو اپنی جان کو
سب لوگوں کے مومن ہو جانے کی خاطر کے لیے مشقت میں مت ڈال کیونکہ غیر کا معاملہ بلاغ رسالت الٰہی ہے اور مومن کر دینا
اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ واضح ہو کہ ایمان معرفت الٰہی خود حس و حضور کے شہود میں ہے اور کوئی مخلوق ہو یہاں تک کہ زمین
کی قیادت و زمین کے ذرے سب اسکے قبضۂ قدرت میں تحریک بصرف مشیت ہے اور اسی کی تحریک دیتا ہے اور بصرف حرکات کرتے ہیں اگر جسم
جاہل ذی مرتبہ حرکات و سکنات کو بے قابو سمجھے مگر درحقیقت یہ ہی بارادت الٰہی ہے تو نہیں دیکھتا کہ ہر ایک حرکت و سکون کسی چیز کا
جو وجود عالم الٰہی میں پہلے سے معلوم تھا کیونکہ اگر نہ معلوم ہوتا تو گویا اللہ تعالیٰ کو اس کا علم نہ تھا یہ محض غلط گمان ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی شان ایسی
نہیں ہی یہ اسے باطل ہونا اسی طرح صحیح نہیں ہے پس ضرور ہر امر اسکو معلوم ہے خواہ وہ ابھی واقع ہوا ہو یا نہ ہوا ہو کیونکہ اسکی ذات و صفات میں کسی

طرح تغیر نہین و بدلتا کہ کبھی کچھ ہو پھر کچھ اور ہو یا کمی بیشی ہو ہرگز صحیح نہین ہے تو اسکا علم بھی ازل سے ابتک یکسان ہے لہذا جس مخلوق
بندہ سے جیسا اس کے علم مین ہے ویسا ہی واقع ہوگا اور یہ بھی ممکن نہین کہ اسکے قبضۂ قدرت سے باہر ہوکر کوئی مخلوق جو چاہے کرے تو ضرور
ایمان یا کفر اسی کے قبضۂ قدرت مین ہے پھر ایمان جو معرفت و نعمت و وصول بدرجہ کرامت ہے جسکو چاہتا ہے یہ درجۂ عالی عطا فرماتا ہے
بدون اس کے انعام کے نہین ہو سکتا وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ اسے عذاب یا خواری یا کفر جو مقابل ایمان ہے یعنے اور کر دیتا ہے کفر کی پلیدی کو
عَلَى الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ان شخصون پر جو سمجھ نہین رکھتے ہین یعنے عقل کو کام مین نہین لاتے کہ اللہ تعالےٰ کی آیات واضحات سے
اسکی توحید و صفات تک پہونچین و ایمان حاصل کرین لفظ الذین اسم موصول واسطے ذوی العقول کے ہے پھر انکو لا یعقل قرار دیا تو
اسی وجہ سے کہ اللہ تعالےٰ نے عقل دونون سے کر دیا اگر انھون نے عقل سے کام نہ لیا اور مراد یہان سمجھ سے دینی سمجھ ہے جسکا نتیجہ باقی و معتبر ہے
اور جن لوگون کو دین کے برخلاف دنیاوی متاع و نام و شوکت و حشمت حاصل کرنے مین سمجھ ہو وہ دراصل جہالت ہے کیونکہ فانی چیزون کے
حصول مین شفقت و دانائی محض نادانی ہے اور مومن تو دنیا سے بقدر ضرورت حاصل کرتا ہے کہ زادراہ آخرت جمع کرے اسی سے
کہا گیا کہ دنیا کھیتی ہے کہ اس سے آخرت کے لیے غلہ لیا جاتا ہے پھر اگر مومن کے حیلہ سے رزاق عزوجل نے اسکو رزق وسیع دیدیا تو وہ بھی
پسندیدہ ہے کہ آخرت کا توشہ اس نے اچھی طرح بھرا۔ باالجملہ دنیا کے اموال مین اگر انھین پر نظر ہے تو یہ بھی رجس اور وہ شخص بھی رجس
ہے کہ اس کو عقل نہین ہے اور اگر اس کی نظر آخرت پر ہے اور ان اموال سے انہ روزہ نماز کے توشہ عقبیٰ چاہتا ہے تو مضائقہ نہین
ولیکن اس نیت سے بھی اموال کے جمع مین کوشش کرنا ضرور مذموم ہے کما صرح بہ الغزالی رحمہ اللہ ہان اگر اللہ تعالےٰ حلال حیلہ مین کسی کو
رزق وسیع عطا فرماوے کیونکہ رزاق وہی ہے تو اسکے لیے خیرات و صدقات سے اور جور و اور بال بچون وغیرہ کے نفقات سے ثواب جمیل حاصل
کرے بتوفیق اللہ تعالےٰ۔ آیت مین تلویح ہے کہ عطاے ایمان واسکی توفیق از حضرت حق سبحانہ تعالےٰ اپنی حضوری کی اجازت و کمال انعام
ہے برخلاف کفر کے کہ وہ پلیدی ہے لہذا جو قومین شرک و کفر مین مبتلا ہین انکی کثرت بہت ہوتی ہے اور قولہ تعالےٰ لو اعجبک کثرۃ الخبیث
صریح تنبیہ ہے کہ کفر و شرک والے ہر زمانہ مین اس ملعون دنیا مین کثرت سے رہینگے یون ہی مشیت الٰہی جاری ہے اور وہ پاک خالق علیم
سبحانہ تعالےٰ اپنی حکمت بالغہ کا خود ہی دانا ہے پس ہوشیار رہنا چاہیے کہ کوئی قوم مشرک جو توحید سے خارج ہے چاہے کسیقدر کثرت سے
ہو کبھی اس کے حق ہونے کا وہم و وسوسہ شیطان کی طرف سے دل مین نہ لاوے اور دنیا خود ملعون اور جو اس مین ہے وہ بھی ملعون تو
پلیدون کو پلیدی بھی لائق ہے لہذا دنیاوی دولت و حشمت سے کسی کو حق پرست خیال کرو کہ یہ محض استدراج ہے لہذا اصحاب رضی اللہ عنہم
باوجود فتوحات پے درپے و خزائن بے شمار حاصل ہونے کے خلیفہ سے ادنیٰ تک دنیا کے اموال ترک کیے ہوئے فقیری لباس مین بسر کرتے
اگرچہ اموال غنیمت کو غالی اس خوشی سے لیتے کہ اسکی خیرات وغیرہ تو ذخیرہ تو ابلکہ آخرت مین ترقی ہوگی پس مومنون پر فرض ہے کہ انکا اقتدا کرین اور
ان کے مانند نظر کو دنیا سے دور اور آخرت پر محصور رکھین واللہ یوفق من یشاء و یہدی والیہ المرجع والمآب ف فی العرائس قولہ تعالےٰ
ولو شاء ربک لاٰمن من فی الارض کلہم جمیعا۔ اگر اللہ تعالےٰ عزوجل جو خالق الکل ہے ایسا چاہتا تو ضرور ہوتا اور وہ ہر شان مین ہر چیز پر
قادر ہے جو چاہے وہ کرے اور جو کرے وہ عین عدل و صواب و کمال حکمت بالغہ ہے پھر جونکہ سب مومنین نہین ہین تو ظاہر ہوا کہ اس نے نہین
چاہا بلکہ ایک قوم کو رحمت سابقہ کی غذا دی وہ مومن ہوئے اور باقیون کو قہر ازلی کی غذا دی وہ تمام مقہور و ملعون غذائین لینے دنیا کو
کھا کر مطرود اور ملعون ہین پس لطف و قہر تعالےٰ کی دونون صفتون کا ظہور بکمال حسن و حکمت اس مخلوقات سے ظاہر ہے پھر چونکہ اہل ایمان کو

معرفت سے اپنے ہمجنس مخلوقات پر رحم آتا ہے کہ یہ لوگ خدا ملعون پر حریص ہو کر اگتا ہے کھاتے ہیں اور آتش جہنم میں گھٹے جاتے ہیں لہٰذا وہ لوگ اپنی سمجھ کے موافق طمع و حرص کرتے ہیں کہ کاش یہ لوگ بھی کسی طرح ایمان لاکر آنکھوں والے ہو جاویں اور دیکھیں کہ یہ کیا عجائب ظہور الٰہی ہیں کہ جس سے آنکھیں کھلیں اور بصیرت سے دیکھ کر ہوشیار ہوں کہ افسوس ہم کس خواب غفلت میں تھے کہ جس راہ جاتے تھے وہ بالکل آگ و عذاب ہے اور الحمد للہ تعالیٰ جس نے ہم کو اس سے نجات دی پس از دست عارفانی غرض کہ اہل ایمان واتقیٰ تمام مخلوق کفار و مشرکین پر یہ طمع رہتی ہے و لیکن حکمت بالغہ الٰہی سے آگاہ ہیں ... ہو ... سبحانہ تعالیٰ نے اس کلام پاک سے ... طمع خواہ مخواہ کافروں کے مومن ہو جانے سے قطع کر دی اور واضح ہے کہ یہ غرض نہیں ہے کہ کوئی مومن کسی کافر کی نسبت مومن ہو جانے کی طمع نہ رکھے کیونکہ یہ تو پسندیدہ خصلت اور عین صواب ہے بلکہ تنبیہ یہ ہے کہ تو خود کسی کے مومن ہو جانے پر در پے نہ ہو اور غم کھانے پر قدرت نہیں اور نہ یہ اس کے اختیار میں ہے اور خلاصہ یہ کہ بندہ مومن تمام مخلوقات پر شفقت و رحمت رکھتا ہے ... اس کا یہ حال ہوتا ہے کہ چند روزہ زندگی کے بعد وہ رضوان الٰہی پا کر دائمی راحت جنت میں ہو جاوے لہٰذا ہر ایک کو نصیحت کرتا ہے لیکن اس سے غمناک متوحش نہ ہوں نہ مانا بلکہ جان لے کہ یہ خاص اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے ... مخلوق کا دائرہ ... توفیق ... کسی کی نہ ہوگی وہ کبھی ایمان نہیں لاوے گا اور یہ بات نہ تو ابھی معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ شخص کافر رہا ہے ... حق تعالیٰ کے کسی کو نہیں معلوم ہے لہٰذا نصیحت در شان ہے کسی وقت ہاتھ اٹھانا نہیں چاہیے اور اسکو ... آنحضرت کی ... کہ یہ کسی کے اختیار میں ہے ہی کہ جو ظاہر میں مومن ہو وہ ... اسکا ایمان ... ثابت ... اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وما کان لنفس ان تؤمن الا باذن اللہ جس نفس کو سعادت و معرفت ... نہ ہو ... سعادت ... عرفان ... ہو تو ایمان و معرفت پر ہوگا کیونکہ ایمان یہی ہے کہ صفات الٰہی کا دل یقین ہو ... ہوگا کہ اللہ تعالیٰ عز وجل ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ ایمان یہی ہے ... بلکہ ... حاصل ہو چکی ہے ... تصدیق قلب عارف کے مظاہر آیات واضحہ مخلوقات آسمان و زمین پر تو ولا ... دکھنے کی طرف بلایا۔ قولہ تعالیٰ

قُلِ انْظُرُوا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ

تو کہہ دیکھو تو کیا کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں [illegible]

فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ

سو اب کچھ راہ دیکھتے ہیں مگر انہیں کے سے دن کی جو ہو چکے ہیں [illegible] میں بھی تمہارے ساتھ

الْمُنْتَظِرِيْنَ ۝ ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

راہ دیکھتا ہوں پھر ہم بچا دیتے ہیں اپنے رسولوں کو اور جو ایمان لائے [illegible]

اوپر کی آیت میں تھا کہ یجعل الرجس علی الذین لا یعقلون ... جو لوگ عقل سے کام نہیں لیتے وحدانیت و قدرت الٰہی پر یقین کرکے ایمان پر ہو جاتے تو کفر کی نجاست نہیں رہتی ... آیت میں لوگوں کو مخلوقات کی آیات میں غور و فکر کرنے کا حکم دیا۔ قولہ تعالیٰ۔ قُلِ انْظُرُوْا تو کہہ اپنے رشاد و ہدایت کو ... لوگوں کو ... دیکھو و فکر کرو ... ماذا فی السموات ... کیا ہے ان آسمانوں و زمین میں یعنی کیا عجائب صنعت آتی ... ہے تاکہ تم کو حضرت صانع عز وجل کی وحدت و کمال قدرت

ظاہر ہو۔ ماذا۔ استفہامیہ ہے جو انظروا کے عمل سے معلق ہے اور اگر ما موصولہ ہے تو مفعول انظروا ہے اے انظروا ما فیہا من العجائب یعنی جو عجائب ان دونوں محسوسات کے درمیان محصور ہیں انکو دیکھو تاکہ خالق عزوجل کی کمال قدرت سے جانو کہ وہی وحدہ لاشریک لہ ہے وہاں کسی بت یا مسیح یا ملائکہ وغیرہ کے شرک کو گنجائش نہیں اور کسی غیر کو کچھ بھی قدرت خود مختاری ممکن نہیں ہے۔ پھر واضح ہو کہ انظروا خطاب یا تو خاصۃً کفار کو ہے جیسا کہ بعض مفسرین نے زعم کیا۔ یا عام ہے کہ کفار و مومنین سب کو شامل ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ رات میں ایک ساعت تفکر کرنا تمام رات عبادت سے افضل ہے کما مر مفصلاً فی قولہ و یتفکرون فی خلق السموات والارض الآیۃ۔ اور اسی طرف ابن کثیر رح نے اشارہ کیا کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کو اپنی مخلوقات میں تفکر کرنے کی رہنمائی فرماتا ہے کہ آسمانوں کے عظیم جسم و کواکب ثوابت و سیارات و شمس و قمر و انکے فوائد و ہیأت پر غور کرو اور آسمان مزین و سقف محفوظ ہے کہ اسکے آگے حس کو تجاوز نہیں اور ہر ایک متحیر ہو کر اٹکل و قیاس دوڑاتا ہے حتیٰ کہ بعضے ملحدین جو وجود آسمان کے قائل نہیں وے بھی سرگرداں ہوں کہ باوجود اس انکار کے بھی عقل دنگ ہے کہ آخر اسکے کوئی حد بھی ہے یا نہیں ہے۔ زمین میں پہاڑ و پتھر و درخت طرح طرح کے بے شمار ہر ایک کی خاصیت علیحدہ و صفت و صورت مختلف اور پھل پھول رنگ رنگ کے عجیب و غریب پھر کبھی روز روشن ہے اور کبھی تاریکی شب کا ہجوم ہے کبھی کمی اور کبھی بیشی و بروج میں تحویل وغیرہ عجائب صنع الٰہی نہایت محکم اور با این ہمہ حیوانات بے شمار جنکے مقامات و مسکن و اوضاع متفاوت اور ہر ایک کا رزق بفضل حضرت خالق عزوجل بدون تجاوز کے اوقات معینہ پر پہونچتا وغیر ذلک پس پاک ہے وہ معبود حق سبحانہ تعالیٰ جسکی قدرت و احاطہ علم کا کوئی پار نہیں پا سکتا پھر یہ سب فانیات ہیں کسی وقت و موسم میں موجود اور کبھی فانی ہیں لہذا ان فانی اشیاء کو چھوڑ کر خالق عزوجل کیطرف دل لگا کر اسی کی حضوری فرض و واجب ہے کہ آخر بعد چند روزہ حیات کے دارالسلام رضوان الٰہی کے ساتھ دائمی نعمت سے سرفرازی ہو جسکو فنا نہیں جہاں کچھ فکر و تکلیف نہیں وہاں سلامت نعمت ہے جسکا بیان حد امکان سے باہر ہے پس یہ عجائب صنع الٰہی صریح و واضح دلیل حق تعالیٰ کی کمال قدرت و خود مختاری و الوہیت و پاکی و وحدانیت و فردانیت پر ہیں کہ جنمیں کچھ بھی پوشیدگی نہیں ہے ولیکن با این ہمہ یہ عجیب قدرت ہے کہ بعض اقوام کو یہ بصیرت دی اور بہتیروں کو اندھا کر دیا ہے اور یہ وہی لوگ ہیں جو آیات الٰہی میں عقل سے کام نہیں لیتے اور جانوروں کے مثل ہو رہے بلکہ بدتر ہیں چنانچہ فرمایا۔ وَمَا تُغْنِي الْآيَاتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ اور نہیں پیش پڑ سکتے ہیں آیات و نذر ایسی قوم سے جو ایمان نہیں لاوینگے۔ آیات جمع آیہ بمعنی علامت چنانچہ یہی مخلوقات مذکورہ جو اپنے خالق عزوجل کی وحدانیت و کمال پر علامات ہیں۔ نذر جمع نذیر یعنی رسول یا وہ امر جس سے انذار کیا جاوے یعنی تخویف کے ساتھ آگاہ و ہوشیار کیا جاوے معنی یہ کہ جو قوم کہ علم الٰہی میں موافق اسکی مشیت کے مومن نہیں ہوئے ہیں کافر ہی مطبوع ہیں انکے واسطے چاہے یہ آیات واضحات ہوں اور چاہے کلام انذار ہو کچھ فائدہ نہیں اور انکو کفر پر مرنے و عذاب میں گرفتار ہونے سے کوئی بھی اغنا و بے پروا نہیں کرتا اور کچھ بھی کافی نہیں ہے پس وے بھی سب مخلوق سموات و ارض اندھوں کیطرح دیکھتے اور نذر یعنی رسل انکو انذار سناتے ہیں تو بہروں کیطرح سنتے ہیں مگر ایمان نہیں لاتے گویا وعدہ عذاب وغیرہ میں شک کیے ہیں تعین اسوا فرمایا۔ فَهَلْ يَنْتَظِرُونَ استفہام بمعنی نفی ہے یعنے نہیں انتظار کرتے ہیں إِلَّا مِثْلَ أَيَّامِ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ مگر مثل ایام ان لوگوں کے جو انسے پہلے تھے۔ عرب کے لوگ محاورہ میں ایام کسی واقعہ پر جو نعمت کا یا عذاب کا یادگاری کے قابل ہووے اطلاق کرتے ہیں اسی سے یوم البغاث وغیرہ جو درمیان عرب والوں میں ہوئیں اور جو کچھ واقعات پیش آئے انکو ایام العرب کہتے ہیں اور اسی معنی میں ہے قولہ تعالیٰ فذکرهم بایام اللہ یعنی اللہ تعالےٰ سے مہر ذکر کرنے کہ وہ واقعات انکو یاد دلا دے۔ اور اردو زبان میں بھی یہ محاورہ موجود ہے کہ فلاں شخص کو اس کے دن یاد دلا دو یا فلاں شخص کیا اپنے دن بھول گیا۔ اور یہاں وقائع عذاب کفار مراد ہیں اور معنی یہ ہیں کہ نہیں انتظار کرتے ہیں یہ کفار جو محمد صلعم کو جھٹلاتے اور

منتظر یہ صرف کیے جاتے ہیں مگر یہی کہ انکے ساتھ بھی واقع ہو مثل وقائع ان اگلے کافروں کے یعنی جب کسی طرح ایمان نہیں لاتے تو اسکا نتیجہ یہ
ہوتا ہے کہ عذاب نازل ہو جیسے اگلے کافروں کے ساتھ واقع ہوا پس گویا یہ بھی منتظر ہیں کہ انکے ساتھ بھی ویسے ہی عذاب کے واقعات پیش آویں
جو اگلوں کے ساتھ پیش آئے کیونکہ اسکے سوا اور کسی چیز کے مستحق نہیں ہیں لہذا تہدید فرمائی کہ قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ
تو کہدے کہ اگر یہی ہے تو پھر انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں یعنی تم ایسے وقائع کا انتظار کرو میں بھی منتظر
ہوں یا تم میرے برباد ہونے کے منتظر ہو تو میں بھی تمہارے ہلاک کا منتظر ہوں گو دل اولے ہے یہ کہ وقائع سے کے انتظار میں
نتیجہ کا انتظار ہے اور نتیجہ ہلاکت کفار اور نجات رسول ہے جو اگلوں کے ساتھ ہوا ہو جیسے اگلے کافروں کا جو واقعہ ہوا اسکا نتیجہ اسی
وقت کا یاد دلایا کہ اگلے کفار بھی اپنے رسولوں کی تکذیب کیے جاتے اور کسی طرح نہیں مانتے بلکہ رسولوں کو سخت ایذا دیتے تھے اور رسول ایمان
والے انکو نصیحت کرتے وصبر کرتے آخر انجام یہ ہوتا کہ ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا پھر ہم نجات دیتے ہیں رسولوں کو اور ان لوگوں کو
جو رسول پر ایمان لائے یعنی اے کافرو انتظار کرو تو اسی کا جو ہم نے اگلوں سے کیا کہ انکو ہلاک کرتے اور رسولوں ومومنین کو نجات دیتے ہیں۔
كَذٰلِكَ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ، کذلک ننجی المومنین حق ذلک علینا حقا پس حقا مفعول مطلق فعل محذوف ہے اور
جملہ معترضہ ہے۔ المعنی ایسا ہی نجات دینا جو مذکور ہوا ہے ہم مومنوں کو نجات دیتے ہیں یہ ہم پر حق ثابت ہے۔ گر کہا جاوے کہ اللہ تعالے
جو کچھ کام فرماوے سب فضل وکرم ہے یا جسکو عذاب فرماوے سب عدل ہے اس پر کسی کا کوئی حق نہیں ورنہ اس پر کوئی امر واجب ہے
کیونکہ یہی مالک مخلوق ہیں جس طرح چاہے تصرف کرے لہذا چاہے مطیع ومومن کو عذاب کرے اور چاہے گنہگار کو بخشے اس پر کوئی اعتراض
عقلی نہیں اگرچہ وہ اپنے کرم سے ایسا نہیں فرماتا ہے بلکہ مطیع کو ثواب و عاصی کو عذاب دیتا یا سوائے کفر وشرک کے معاف فرماتا ہے۔ یہی
بالاجماع اہل السنۃ کا مذہب ہے جو آیات واحادیث سے صحیح و ثابت ہے پھر یہاں قولہ حقا علینا کیونکر فرمایا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالے
پر حق واجب ہے کہ مومنوں کو نجات دے تو جواب یہ ہے کہ یہاں اپنے فضل وکرم کو بیان فرمایا ہے یعنی اپنے فضل سے اپنی طرف سے یہ
لکھ دیا ہے کہ ہم ضرور مومنوں کو نجات دینگے کما فی قولہ کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ آلایۃ۔ اور جیسے حدیث میں آیا کہ ان اللہ کتب کتابا
الحدیث۔ پھر واضح ہو کہ کلام میں لطیف اشارت خبر غیب کی ہے اور تہدید بھی موجود ہے اسطرح کہ پہلے کافروں کے برتاؤ کو بیان کیا کہ
ایسا برتاؤ کرتے ہیں کہ اگلوں کے مانند گویا انکے واقعات کے منتظر ہیں پھر دھمکایا کہ اچھا انتظار کرو میں بھی منتظر ہوں پس صریح انکو
عذاب کا حکم نہیں دیا بلکہ مومنین کا نجات دینا قطعی کر دیا سو ایسے واقع ہوا کہ بدر میں کفار ذلیل ہو کر تہ تیغ ہوئے اور رسول کو عزت دی گئی اور فتح
ہو گیا اور ایمان والے دنیاوی فتنوں سے چھوٹے اگرچہ کافروں پر عذاب استیصال کرنے والا نہیں آیا۔ فافہم۔ ف فی العرائس قولہ تعالے
قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ آلایۃ پس نفوس و قلوب و ارواح و عقول کو خبر دے اور صفات ظاہر ہیں جو موجودات ہیں اور صفات ذات ہیں چنانچہ ابراہیم
خلیل علیہ الصلوات والسلام نے آخر یہ فرما ظاہر کر دیا کہ انی بری مما تشرکون اور ہر جہت سے بے جہت کی طرف رجوع کیا بقولہ
انی وجہت وجہی للذی فطر السموات آلایۃ۔ اور اشارہ کیا کہ حق بات سے منہ موڑنا ہی رجوع بحق ہو جب ہوا اور یہ نظر صرف جہت
تو یہ ہے اور یہ قرآن میں دیکھو کہ حکم قولہ تعالیٰ للہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللہ آلایۃ ہر جہت پر جاؤ کہ سوا کسی نہیں یا مرتا قائل
اشارت کہ صفات کی بصیرت ہو تو مخلوقات سے بحکم کمال صفت صنعت خلقت دیکھ کر نور ذات دیکھو تاکہ قدم ظاہر ہو کہ جس کی آنکھ نہ ہو سکو
جمال نظر نہیں آتا ہو تو فرمایا۔ وما تغنی الآیات والنذر یعنی آیات پیدا کرنے والے سے جو منہ موڑے اسکو آیات کیا نفع دیتی ہیں وہ نور بیان سے

محروم ہو اور محروم فرمانے والا وہی خالق آیات ہو اور خالی عقل تو اہل اللہ تعالے کو آخر مین ملتی ہو ورنہ ہر ایک اپنے وہم مین یا عقل جزوی مین گرفتار ہو پھر اسکو سبیل نجات کیونکر نظر آوے اور جب خذلان و محرومی کا اندھیرا چھایا تو عقل کا نور بے اثر رہا کیونکہ خود کوئی چیز بھی موثر نہین ہو بلکہ محروم کو اسکی عقل سے سبیل ہلاک نظر آتی ہو کیونکہ عقل وغیرہ اپنے خالق کی مراد پر مطیع ہین اور خالق عزوجل نے کافر کو محروم رکھکر دنیا کیطرف متبع ہوا و ہوس کر دیا تو عقل بھی اس سے یہی برتاؤ کرتی ہو۔ قولہ تعالے ثم ننجی رسلنا والذین آمنوا معہ۔ اشارت ہو کہ انبیاء علیہم السلام و انکی اتباع کرنے والے مومنین کو قہر الٰہی سے بلطف الٰہی نجات ہو وفی الحدیث اللھم اعوذ برضاک من سخطک الحدیث اور انبیاء کو حجاب خطرات سے نجات ہو اور عارفون کو حجاب شہوات سے اور مومنون کو غارت ابلیس سے کہ انکے ایمان کو شیطان اپنے وساوس سے نہین چھین سکتا کیونکہ محبت ایمانی و لطف ازلی انکا نگہبان ہو بخلاف کفار کے کہ وہ شیطان کے تختہ مشق کیے گیے ہین کیونکہ قہر سے خذلان انپر ہر دم طاری ہوتا جاتا ہو یہان تک کہ مرین درحالیکہ کفر مین کامل ہین دوسرا اشارہ ہو کہ انبیاء عین الجمع مین قہر سے معصوم ہین اور مومنین عین التفرقہ مین محفوظ ہین اول ذات کے دیدار مین اور دوم صفات کے انوار مین ہین۔ قولہ کذالک حقا علینا ننجی المومنین۔ کیونکہ ازل مین انکو کرامت کے لیے برگزیدہ فرمایا تو رعایت پاک کرنے کی ہر فتنہ و وسوسہ سے مقتضاے رحمت ازلیہ ہو بعض نے کہا کہ رسولون کو انکے نفس کی خواہش و ارادت سے اور غفلت ہمہ وجوہ سے نجات ہو اور مومنین چونکہ انھین کی اتباع و قدم بقدم ہین تو انکو بھی وہی نعمت ملی جو ان کے سردار پیشوا کو ملی ہو فلت اسی واسطے اہل الحق ہر زمانہ مین مریدون کو ہر اعتقاد و اعمال مین راہ سنت لازم پکڑنے کی تاکید کرتے رہے تاکہ خواہش نفس و وسوسہ مین نہ پڑجاوین اور انکو خبر بھی نہو کیونکہ یہان عقل کو مجال تحقیق نہین ہے ؎ مپندار سعدی کہ راہ صفا + توان رفت جز در پئے مصطفےٰ + پھر اہل شک مشرکون کو اپنے یقین توحید سے ہوشیار کرنے کا حکم دیا۔ بقولہ۔

قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ شَكٍّ مِّنْ دِیْنِیْ فَلَاۤ اَعْبُدُ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ

تو کہہ اے لوگو اگر تم شک مین ہو میرے دین سے تو مین نہین پوجتا جنکو تم پوجتے ہو اللہ کے

اللّٰهِ وَ لٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ ۖۚ وَ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ وَ اَنْ اَقِمْ

سوائے لیکن مین پوجتا ہون اللہ کو جو تم کو کھینچ لیتا ہو اور مجھ کو حکم ہو کہ رہون ایمان والون مین اور یہ کہ سیدھا کر

وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا ۚ وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝ وَ لَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا

منھ اپنا دین پر حنیف ہوکر اور مت ہو شریک والون مین اور مت پکار اللہ کے سوائے ایسے کو کہ نہ

یَنْفَعُكَ وَ لَا یَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ وَ اِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ

بھلا کرے تیرا نہ بُرا پھر اگر تو نے یہ کیا تو تو بھی اسوقت ہو گنہگارون مین اور اگر پہونچاوے اللہ تجھ کو کچھ تکلیف

فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَ اِنْ یُّرِدْكَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ یُصِیْبُ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ

تو کوئی نہین اسکو کھولنے والا سکے سوائے اور اگر چاہے تجھپر کچھ بھلائی تو کوئی پھیرنے والا نہین اسکے فضل کو پہونچاوے وہ جسپر چاہے اپنے بندون مین

وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝

اور وہی ہو بخشنے والا مہربان

واضح ہو کہ ابتداے سورہ سے حق تعالے نے لوگون کو انکی اصلیت و حقیقت سے لیکر اصلی مراد تک مع توضیح دلائل و تحقیق حجج و دفع اوہام

وبطلان شرک وغیرہ کے حق بیان فرمایا جس سے کافرون کا اپنے اٹکل کے تابع ہونا اور حق سے بھاگ کر بہر شکوک کے اوپر جمانا ظاہر ہوا اور
حق صریح میں اوہام دوڑانا کہ جادو ہے اور مانند اسکے امور نفس و شیطان کے پیرو ہونا صریح کر دیا تو اپنے رسول کرم صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا
کہ بنیاد اعتقاد حق باعلان کہدے بقولہ قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ تو کہدے کہ اے لوگو یعنے اہل مکہ اور قیامت تک کے سب لوگ داخل ہیں ۔
اِنْ كُنْتُمْ فِیْ شَكٍّ مِّنْ دِیْنِیْ اگر تم شک میں ہو میرے دین سے یعنی معجزات و آیات و فصاحت و بلاغت قرآن مجید سے عاجز ہو کر جادو وغیرہ
کہکر اپنے نفس کی بات پر جاتے ہو ولیکن مضطرب و مشکوک ہو کر اور جب تک شک باقی ہے کافر ہو یا میرے دین میں اعتقاد توحید و قیام قیامت و بعث
و حشر کچھ ہے اور تم ان سب میں شک کرتے ہو تو یقین کرو کہ میں بالیقین بدون شک کے تمھارے پریشان و باطل دینوں سے بیزار ہوں ۔ فَلَآ
اَعْبُدُ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ پس میں نہیں پوجتا ان لوگوں کو جنھیں تم پوجتے ہو اللہ تعالے کو چھوڑ کر الذین اسم موصول عاقلون
کے لیے ہے اور جو ان میں عقل کیا روح بھی نہیں تو شاید لات و عزی وغیرہ جنکے نام پرست بنالے وہ لیے گئے یا عموماً مثل مسیح و عاملون و غیرون
کو پوجنے والے لے گئے کیونکہ خطاب شامل تا قیامت لوگوں کو ہے پس علم و قدرت و حکم و عبادت وغیرہ جو فقط اللہ تعالے ہی کے واسطے حضرت
میں اس طرح کسی غیر میں جاننا یا کرنا شرک و پرستش ہے پس اہتمام کر کے پہلے شرکوں کے معبودوں سے جو فقط انکے زعم میں گڑھے ہوئے اور حقیقت
میں باطل ہیں کچھ نہیں محض معبود مخلوق ہیں انسے بیزاری ردی کہ میں انکو یا نہیں سے کسی کو نہیں پوجتا اور جو معبود خاص اللہ تعالے ہی کے واسطے
مخصوص ہیں وہ ان میں سے کسی کے لیے ثابت نہیں کرتا پھر توحید حق کو ثابت کیا بقولہ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ ولیکن میں عبادت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ
کی یعنے فقط اسی کی ۔ الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ جو تم کو وفات دیتا ہے یعنی وفات دنیا اسی کے اختیار میں ہے پس حیات دنیا و موت دنیا
اسی پاک عز و جل کے قبضۂ قدرت میں ہے تو باقی نعمتیں جو حیات باقی رکھنے وغیرہ سے متعلق ہیں لامحالہ اسی کی طرف سے ہیں جبکہ
اصل یعنی پیدا کر دینا اسی کی طرف سے ہے اور پیدا کرنا اور مارنا جب اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے تو سوائے احمق بیوقوف جاہل کے
اور کوئی شک نہیں کر سکتا کہ جب چاہے دوبارہ پیدا کر سکتا ہے اسی بشارت کے لیے صفات آلہیہ میں سے توفاکم یعنی وفات دینے کی
صفت بیان کرنے کے لیے مخصوص کر دی گئی اور نیز اس وجہ سے کہ موت کی ہیبت دلوں پر خصوص کافر دلوں پر بہت ہوتی ہے اور اسوقت آدمی
خوفناک ہو کر سب خیالات سے ایک طرف ہو جاتا ہے پس نیک نصیحت اچھی طرح اثر کرتی ہے اور نیز اس لیے کہ اوپر انکو تہدید کی گئی کہ
اگلی امتوں کے مانند وقائع عذاب و ہلاک کے منتظر ہیں یہاں متنبہ کر دیا کہ موت جو لامحالہ واقع ہونے والی ہے اسی کے قبضۂ قدرت میں
ہے تو اگر عذاب الخزی سے بچ گئے تو بھی لامحالہ وہی موت دینے والا ہے پس اپنے اعمال کا بدلا چکھ لو گے ۔ حاصل یہ نکلا کہ اٹکل کے ماننے والے
و شہوات کے پنجہ میں گرفتار ہو کر اپنے خالق کو بھولنے والے اور اسی دارمحنت پر قناعت کر کے عقل کھو کر اپنے مانند مخلوق کو بلکہ اپنے سے بھی
حقیر چیزوں بتوں وغیرہ کے پوجنے والے لوگوں کو خطاب کر کے کہنے کا حکم دیا کہ اے کافرو اگر تمھیں میرے دین حق میں شک ہے تو خوب غور
کرو اور آگاہ ہو کہ میرا دین حق یہ ہے کہ جنکو تم پوجتے ہو اللہ تعالے کو چھوڑ کر انکو میں کسی حال میں کسی طرح نہیں پوجتا انسے بیزار ہوں ولیکن عبادت کرتا ہوں
خالق ذوالجلال والاکرام کی جسکی صفات پاک بہت ہیں از انجملہ یہ ہے کہ حیات و موت اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے لہذا حیات کی نعمت میں اس کے
حکم کی فرمانبرداری واجب ہے تاکہ موت کے بعد جب اسی کی طرف مرجع ہے تو رضا و خوشنودی ہو کیونکہ موت یقینی ہے ورنہ اگر نافرمانی و غفلت کی گئی تو
قطعی موت کے بعد عذاب شدید و غضب الٰہی ہوگا لقولہ ہو یحیی و یمیت و الیہ ترجعون ۔ پھر اس پاک معبود عز و جل کے احکام انکی تعمیل ہے اسکی خوشنودی
ہوا ارشاد کیے بقولہ ۔ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ اور مجھے حکم دیا گیا ایسے یعنی میں مومنین سے ہوں یعنی اللہ تعالے ہی سے واسطے اخلاص

عبادت کرنے والا ہوں بالکل شرک نہ کروں ورنہ نافرمانی کردن۔ دوم یہ کہ۔ وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ٹھیک سا رکھ اپنے چہرہ کو
دین کے واسطے درحالیکہ چہرہ تیرا حنیف ہو یعنے ہر کجی سے مڑکر راہ راست کی طرف مستقیم ہو یا ایسے دین کے لیے جس کی شان یہ ہے کہ دین
حنیف ہے یعنے طریقہ مستقیم ہے بالکل اس میں کجی نہیں ہے۔ بیضاوی رح نے کہا کہ آن اقم عطف ہے آن اکون پر اگرچہ امر صیغہ طلب کا
عطف مضارع صیغہ خبر پر ہے تو مقصود میں بیان کچھ فرق نہیں ہے کیونکہ دونوں پر حرف اَنْ مصدریہ سے معنی مصدری کی دلالت
یکساں ہوگئی اور معنے یہ ہیں کہ مجھے حکم دیا گیا دین میں ستقامت کا اور اس میں مضبوط رہنے کا اس طرح کہ فرائض وواجبات جو اعمال
محمودہ ہیں انکو ٹھیک ادا کروں یا قبلہ کا استقبال کردن۔ پھر دین کا دوسرا رکن یعنی مخالفت از اعمال قبیحہ کو بیان کیا بقولہ۔ وَلَا تَكُوْنَنَّ
مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اول یہ کہ تو مشرکوں میں سے مت ہو جیو یعنی مسلمین سے ہو جیو۔ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا
يَضُرُّكَ اور دوم یہ کہ مت پکار یو اللہ تعالے کے سوا ایسی چیز کو جو نہ نفع دے سکے تجھے اور نہ تجھے ضرر پہونچا سکے۔ یعنے نفع وضرر پہونچانا تو
تولہ یونس قالوا کی تفسیر سے معلوم ہو چکا کہ حیات ومنافع اور موت ومضار اُسی حق تعالے کے قبضہ قدرت میں ہیں تو اور کسی کے اختیار میں نہیں
پس کسی کو مت پکاریو یا کسی کو مت پوجیو جسکی لامحالہ یہی حالت ہے کہ نہ اسکو نفع کا اختیار ہے اور نہ ضرر کا۔ پھر اسکے خلاف کرنے اور اسکے نتیجہ کو فرمایا
بقولہ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ پھر اگر تو نے ایسا کیا یعنے اگر تو نے ایسی چیز کو پکارا تو اس حال میں تو ظالموں میں سے ہوگا۔
یعنی مخالفت کرنے سے یہی نہوگا کہ غیر نافع ومضر کو پکارنا بیفائدہ گیا بلکہ خود اپنے اوپر ظلم کرنے والا ہو جائیگا اس لیے کہ جو بات مخصوص بخالق
عزوجل تھی اسکو مخلوق میں ثابت کیا تو مخلوق کو خالق بنایا اور خالق حقیقی کو بھول گیا بلکہ مخالفت کی تو اس سے زیادہ بڑھکر کون ظلم ہے لہذا فرمایا
کہ ان الشرک لظلم عظیم الآیۃ یعنے شرک کرنا بڑا بھاری ظلم ہے پس جتنا بڑا ظلم ہے اسیقدر بڑی اسکی سزا ہے۔ واضح ہو کہ کلام میں لطیف اشارہ اس
امر کا کہ مخصوص خطاب آنحضرت صلعم کو ہے یہ کہ استقامت توحید کامل طور پر اور امتثال امر واجتناب از نہی بطور کامل یہ آپ ہی کی شان تھی
کیونکہ رسول معصوم تھے تو آپ کا یہ دعوی بتوفیق الٰہی صحیح ہے اور یہاں سے نکلا کہ جو کچھ حدیث میں صحیح ہو وہ تکمیل دین قدیم اور صراط مستقیم ہے
اور شرک دعوت غیر ہے وفی الآیۃ اشارات وعلوم لایحتملہا البیان واللہ تعالے الملہم۔ پھر آنحضرت صلعم کو صریح توحید سے خطاب کیا کہ امت والے
متنبہ ہوں۔ بقولہ۔ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ اور اگر اللہ تعالے کے حکم سے چھودے یعنی پہونچے تجھے کوئی ضرر تو۔ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا
هُوَ کوئی اسکو کھولنے والا یعنی دور کرنے والا نہیں مگر وہی پس وہی جب چاہتا ہے بندہ کو ضرر پہونچاتا ہے پھر جب وہی چاہتا ہے تو دور ہو جاتا ہے اس میں
کسی غیر کو کچھ دخل نہیں ہے اور بدون حکم الٰہی ومشیت مقدری کے کسی کو ضرر نہیں پہونچ سکتا اگرچہ تمام مخلوقات ایکطرف ہو جاوے اور نہ
اُنسے ضرر دور ہو سکتا ہے۔ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ اور اگر تیرے ساتھ ارادہ کرے خیر کا اور اگر تجھے بھلائی پہونچانی چاہے۔ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ تو کوئی اسکے فضل کو
پھیر دینے والا نہیں یعنے کوئی آڑ نہیں ہو سکتا کہ تجھے فضل پہونچنے سے مانع ہو بیضاوی رح ونیشاپوری رح وغیرہ نے لکھا کہ خیر پہونچنے کی صورت
میں اللہ تعالے نے ارادہ فرمایا اور ضرر کی صورت میں مس فرمایا یعنے ضرر تو چھو جاوے اور خیر کو اللہ تعالے ارادہ فرماوے باوجودیکہ ضرر ہو یا نفع
ہر ایک اُسی کے ارادہ سے ہے تو شاید اس تنبیہ کے لیے ہے کہ خیر پہونچانا تو بالذات مراد ہے اور ضرر کا چھو جانا اگرچہ بارادۂ الٰہی ہے لیکن بقصد اولی نہیں
ہے۔ قال بعض الفضلاء قلت وفی ہذا النظر فان المس ہو امر وراء الارادۃ فہو مستلزم لہا انتہی کلامہ اقول نظرہ ہذا مہمل من الانظار التی لا بصارۃ
لہا فان مس الضر معلول الارادۃ ومغائرتہا لاینکرہا احد فضلا عن العلامۃ البیضاوی رحمہ اللہ بل مرادہ ان اللہ تعالے لم یقل فی جانب الضر
ان اراد اللہ بک ضرا الخ کما قال فی الخیر مع کونہا جمیعا بارادۃ اللہ تعالے فذلک للتنبیہ علی ان الخیر بالقصد الاول ولذلک صرح بالارادۃ

فیہ وان الضر لا بالقصد الاول ولذلک لم ینسبہ الی ارادتہ تعالے مع انہ بارادتہ تعالے کالخیر فافہم والناظر کانہ لم یدرک ما قالہ القاضی رحمہ اللہ
تعالے۔ ومایدل علی قوۃ الخیر ان الکلام یدل علی ان اللہ تعالے مزیل الضر ومصیب الخیر فدل ان الخیر مطلوب بالذات والضر مراد بالعرض
وما بالذات اقوی مما بالعرض ویدل علیہ قولہ علیہ السلام عن اللہ تبارک وتعالے ان رحمتی سبقت غضبی۔ وان اللہ تعالے قال وھو الغفور
الرحیم فاید الرحمۃ فدل ان الخیر مرغوب مطلوب والثانی عرضی لمصلحۃ فافہم۔ پھر بیضاوی نے کہا کہ قولہ فلا راد لفضلہ میں فلا راد لہ ست
للخیر کافی تھا ولیکن ضمیر کی جگہ فضل کو رکھنے میں دلالت ہے کہ جو بھلائی بندوں کو اپنے ارادہ سے پہونچائی وہ محض فضل الٰہی ہے کچھ انکے استحقاق
پر نہیں ہے۔ اور واضح ہو کہ کلام الٰہی میں استثناء نہیں یعنی ان شاء یوں نہیں فرمایا کہ فلا راد لفضلہ ان شاء اللہ تعالے۔ چونکہ یہ حکم سب کے لیے ہے
کہ جب کسی کام کو کہے تو ان شاء اللہ تعالے کے ساتھ کہے کیونکہ وہ فاعل مختار نہیں بخلاف ارادہ الٰہی کے کہ وہ کسی طرح رد نہیں ہو سکتا ہاں
پہونچانا وارادہ کرنا اسکی مشیت واختیار میں ہے لہذا فرمایا۔ یُصِیبُ بِہٖ پہونچاتا ہے خیر کو۔ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ جس کسی کو اپنے بندوں میں
سے چاہے یعنی جس کسی کو پہونچانا چاہے اسکو خیر پہونچاتا ہے کوئی روک نہیں سکتا۔ وَھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ وہی غفور رحیم ہے پس اس کی رحمت
کے سامنے پیش ہو اسطرح کہ نماز وغیرہ طاعات ادا کرو اور ناامید مت ہو اور محروم نہ ہو اسطرح کہ معصیت کیے جاؤ یا معصیات کی مغفرت سے
ناامید ہو جاؤ کیونکہ توبہ سے شرک تک معاف ہو جاتا ہے۔ وعن ابن مالک ان رسول اللہ صلعم قال اطلبوا الخیر دھرکم کلہ وتعرضوا لنفحات رحمۃ ربکم فان للہ
نفحات من رحمتہ یصیب بہا من یشاء من عبادہ واسألوہ ان یستر عوراتکم ویؤمن روعاتکم۔ رواہ ابن عساکر وروی نحوہ آخر عن ابی ھریرۃ مرفوعا
بمثل ثقات وھذا المعنی ثبت مما فی الصحاح یعنی آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اپنے تمام دہر بھر بھلائی مانگا کرو اور اپنے رب کی نفحات کے سامنے پڑو سینہ
سے مل کیونکہ اللہ تعالے کی کچھ نفحات ہیں اسکی رحمت سے جسکو اپنے بندوں میں سے چاہتا ہے پہونچاتا ہے اور اللہ تعالے سے مانگو کہ تمہارے پردہ چھپا دے
اور تمہارے دل مطمئن کرے۔ بالجملہ کلام میں بیان ہے کہ اللہ تعالے وہی خالق وموجد ومبدع ومعید اور وہی معبود ہے نہ دوسرے میں یہ صفات
نہیں اور کوئی شخص کسی چیز کا خود مستقل خالق نہیں بلکہ سب مخلوق کے ہاتھ اسکی طرف محتاجی کے ساتھ اٹھے ہوئے ہیں اور مغفرت ورحمت اسکی
طرف سے برستی ہے والحمد للہ رب العالمین ف فی العرائس قولہ تعالے وان اقم وجہک الآیۃ اس مقام پر اشارت دین سے محبت وشوق ومعرفت
ہی لیکر اپنے دل وجان سب سے ایک طرف متوجہ ہو اور وہ یہی صفات ہیں جو ہر مخلوق کی محبت سے پاک اور اللہ تعالے ہی کی طرف راجع ہیں
پھر مشاہدہ میں استقامت اختیار کرو اور بدون کسی تصوری صورت یا خیالی گمان کے ہماری طرف متوجہ ہو کر اسکو اسی کے ساتھ دیکھے اور اسی سے
اس تک پہونچے اور نور ذات سے کمال کو پہونچے اور شان یہ ہے کہ اگر ایک ذرہ برابر فرض کرو کہ منکشف ہو تو عرش سے لیکر تمام مخلوق فنا ہو جاوے
ومنہ ما قال علیہ السلام حجابہ النور لو کشفہ لاحرقت سبحات وجہہ ما انتہی الیہ بصرہ من خلقہ اقول رواہ مسلم وقد روی الطبرانی باسناد جید ایضا۔ بالجملہ
اشارت ہے کہ استقامت چاہیے کہ وصول از حق بحق ہو تعالے شانہ پھر غیر کی طرف التفات سے حذر کرے پھر تنبیہ فرمائی بقولہ ولا تکونن من المشرکین
یعنی کسی حادث وغیرہ کی طرف التفات نہ کرنا۔ ابن عطاء نے کہا کہ شرک خفیہ کی۔ فائدہ یہ ہے کہ معرفت میں مستقیم وہ ہے جو معرفت حاصل کر
اور کسی غیر کی طرف التفات مت کر۔ قول مترجم تو دنیا کی طرف دل لگانے میں التفات تو دنی چیز ہے پھر خاص مومنین کو التفات بجانب
نعمہائے آخرت وحظ نفس بھی درجہ مرسلین تک کبھی پیش مناسب نہیں التفات ہو سکتا ہے اور شاید یہ اشارت ہو قولہ علیہ السلام انہ لیغان علی قلبی حتی
ولکن اولیاء وصدیقین کو جو التفات ممکن ہے وہ آنحضرت صلعم سے مرفوع ہے پس شیخ نے جو اشارہ کیا تو کسی غیر کی طرف التفات مت کر یہ تو غیر سے بیان
عبارات صفات کے مانند ہوگا نہ انتہا اعتبار کے فافہم پھر تنبیہ حرمت کی کہ اور غیر سے منع فرمایا کہ فرمائی بقولہ ولا تدع من دون اللہ

بالانفعک الآیۃ۔ اس میں توکل کو خوب مضبوط کر کے ظاہر کر دیا کہ آسانی و سختی کے امتحان میں جو مغلوب ہو جاتا ہے وہ مراد سے محروم اور اللہ تعالےٰ سے
محجوب و غیر کے ساتھ ہو کر خراب ہوتا ہے پس وہ ظالم ہوا کہ اسنے ربوبیت ایسی جگہ رکھی جو عبودیت میں بھی پوری نہیں ہو سکتی۔ شقیق بلخی رح نے کہا کہ مخلوق
سے امید کرنے والا ظالم ہے کیونکہ ایسے سے نفع چاہا جو اپنی ذات کے نفع پر قادر نہیں یا ضرر کا خوف کیا جو اپنی ذات سے ضرر دور نہیں کر سکتا پس جو اپنے
ذاتی نفع و ضرر پر قادر نہیں وہ دوسرے کے لیے کہاں سے درستی کر سکتا ہے پھر اللہ تعالےٰ نے مصرح فرمایا بقولہ وان یمسسک اللہ بضر فلا کاشف لہ الا
ہو۔ اسمیں خوب معرفت دیدی کہ کوئی ذرہ بدون ارادۂ الٰہی حرکت نہیں کر سکتا اور ہر ایک پر مقادیر قضا و قدر جاری ہیں اور ہر نفع و ضرر بحکم قدیم ہے
پس غیر کو درمیان سے دور کر دینا چاہیئے و علیٰ ہذا اگر حجاب ہو تو سوائے نور وصال کے دور نہیں ہوگا اور اگر کشف جمال چاہے تو کوئی سبب و علت حتیٰ کہ
اعمال تک اسکے بالغ نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ اسباب حادث ہیں اور وہ مشیت قدیم چنانچہ فرمایا یصیب بہ من یشاء من عبادہ الآیۃ۔ ابن عطار رح نے کہا کہ
بندوں کو خوف و امید میں اپنی ہی طرف راہ بتلائی کہ وہی ضار و نافع ہے اور دوسرے میں کچھ قدرت نہیں ہے پھر اللہ تع نے اقامت حجت کے بعد بندوں پر
الزام ثابت کیا اور اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو اقامت تبلیغ وحی پر تسلی دیدی۔ بقولہ تعالےٰ

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ

تو کہہ اے لوگو حق آچکا تمکو تمہارے رب سے اب جو کوئی راہ پر آوے سو وہ راہ پاتا ہے اپنے بھلے کو

وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَاۤ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ۝ وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى

اور جو کوئی بھولا پھرے سو بھولا پھریگا اپنے برے کو اور میں تم پر نہیں ہوا مختار اور تو چل اسی پر جو حکم پہونچے تیری طرف اور ثابت رہ جب تک

يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۝

فیصلہ کرے اللہ اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنیوالا ہے

ع ۱۱

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ تو کہدے اے لوگو یعنی اے اہل مکہ۔ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ بے شک آگیا تمہارے پاس تمہارے پروردگار
سے حق یعنی رسول یا قرآن اور حجت قائم ہوگئی اب تمہارے لیے کوئی عذر لاعلمی و بے خبری وغیرہ کا باقی نہیں رہا اور بحکم فاما یاتینکم منی ہدی الآیۃ
وعدہ پورا ہوگیا۔ فَمَنِ اهْتَدٰى پس جس نے ہدایت اختیار کی یعنی ایمان کی راہ مستقیم اور پیروی اختیار کی۔ فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ۔ تو
اسنے اپنے ہی واسطے ہدایت اختیار کی۔ کیونکہ نیک راہ کا نفع اسی کو ہے اور حق تعالےٰ عز و جل کی رضامندی اسکو حاصل ہوئی جس سے وہ دائمی
نعمت و فضل میں رہیگا۔ وَمَنْ ضَلَّ اور جو گمراہ ہوا یعنی اپنے کفر پر اڑا رہا اور رسول و قرآن کو نہ مانا تو اللہ تعالےٰ پاک پروردگار غنی ہے اسکو کسی کے
ایمان سے نفع نہیں اور کسی کے کفر سے ضرر نہیں ہے بلکہ جو گمراہ رہا۔ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وہ اپنی ہی ذات پر گمراہ رہا کیونکہ چند روزہ زندگی کے
بعد اس گمراہی کا وبال اسی پر ہوگا۔ اللہ تعالےٰ ایسا پاک ذوالجلال ہے کہ تمام روئے زمین کی مخلوق کافر ہو تو اسکی سلطنت میں ذرہ برابر بھی کمی نہ ہو
اور خود کیا مجال ہے کہ کوئی گمراہی کر سکے بدون اسکے حکم کے ایک ذرہ حرکت نہیں کر سکتا پھر جو گمراہ ہوا اسکا وبال اسی پر ہے۔ وَمَاۤ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ
اور میں تم پر کچھ وکیل یعنے نگہبان نہیں ہوں یعنے حق پہونچانے والا ہوں وہ پہونچا دیا اور تم پر نگہبان نہیں ہوں کہ تمہارے کفر کی مجھ سے پرسش ہو
بلکہ ہر ایک کی ہدایت و ضلالت کو اللہ تعالےٰ خوب جانتا اور اسی کے قبضۂ قدرت میں ہر ایک مسخر ہے۔ پھر حکم دیا بقولہ۔ وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ
اور تو پیروی کر اس کی جو تجھے وحی کیا گیا یعنی خود اسکے موافق عمل کر اور لوگوں کو اللہ تعالےٰ کے احکام اوامر و نواہی پہونچا دے۔ وَاصْبِرْ اور
صبر کر یعنی کافروں کو دین حق کی دعوت کرنے میں اور انکی طرف سے اذیت برداشت کرنے میں صبر کر۔ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ اسوقت تک کہ اللہ تعالےٰ

حکم فرماوے۔ اس میں اشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم کسی وقت میں آنے والا ہے اور مراد اس سے حکم جہاد ہے یا آنکہ اللہ تعالیٰ نصرت عطا فرماوے
وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ وہی خیر الحاکمین ہے اس لیے کہ اسکے حکم میں چوک جانے کا کچھ احتمال نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ ظاہر و باطن کو اور ماضی و حال
و مستقبل کو یکساں جانتا اور جس طرح جانتا ہے ویسا جاننا کسی مخلوق سے ممکن نہیں ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ حکم منسوخ ہے سبب اسکے کہ کافروں
پر جہاد کرنے و سختی کا حکم دیا اور یہی ابن عباس رضہ کا قول ہے اور مترجم کہتا ہے کہ منسوخ کا لفظ یہاں مصطلح معنی پر نہیں ہے اور مراد یہ ہے کہ جیسے شیخ
مفسر رح نے لکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم الٰہی صبر کیا اور کفار سے تحمل کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حکم کیا کہ مشرکوں سے قتال کریں اور
سوائے ایمان کے کچھ منظور نہ کریں اور اہل کتاب یہود و نصاریٰ سے جزیہ قبول کریں۔ ف فی العرائس قولہ قل یا ایہا الناس الخ ظاہر تفسیر میں
حق سے مراد قرآن ہے اور حقائق اشارت میں ظہور معرفت تجلی صفات و فعل حق تعالیٰ ہے پس ہر انسان برکت اس تجلی سے برکت لی جیسے
ہر محروم سے بہتر گی اور قولہ فمن اہتدی الخ ظہور تجلی قدم ہے جسنے دیکھا وہ عدم سے وجود حیات ابدی میں آیا ورنہ مردہ سے بدتر ہے یعنی جسنے معرفت الٰہی
پائی جو بدون تعلیم رسول اللہ صلعم و اتباع نبوت کے ممکن نہیں ہے وہ بجانب حق راجع ہوا اور اسی کو ملا جو کچھ ملا اور جو اس معرفت سے جاہل رہا وہ
ڈوبا اگرچہ اپنے زعم باطل میں بسبب دنیائے ظاہر و اس کی زینت و غرور میں گرفتار ہونے کے گویا حق پر پہنچتا ہو پھر شان کبریائی
پاک ہے کہ وہاں معرفت و جہالت دونوں کو کچھ مداخلت نہیں لیکن معرفت اپنے لیے ہے اور نہایت فوز عظیم ہے اور ایسے ہی جہالت و کفر بھی اسی
کافر کے اوپر ہے اور نہایت قبیح مذموم ہے۔ پھر بیان فرمایا کہ ہدایت و ضلالت کا متولی و قدرت والا کوئی نہیں سوائے حق تعالیٰ کے
بقولہ وما انا علیکم بوکیل یعنی وکیل نہیں کہ خواہ نخواہ تم کو ایمان پر لاؤں کیونکہ یہ میرے اختیار میں نہیں ہے۔ واسطی رح نے کہا کہ
اگر نعوت و صفات کی وجہ سے تفاضل ہوتا تو ذات معلول ہوتی لیکن جو کچھ ظاہر فرمایا وہ مخلوق ہی کے لیے ہے پس احسان بھی مخلوق
کے لیے ہے کما قال تعالیٰ ان احسنتم احسنتم لانفسکم اگر ہدایت دنیا جاری کیا تو بھی مخلوق کے لیے ہے بدلیل قولہ فمن اہتدی فانما یہتدی
لنفسہ الخ اور ایسے ہی اگر شکر جاری کیا تو مخلوق کے لیے ہے بقولہ تعالیٰ ومن شکر فانما یشکر لنفسہ الآیہ پس حق تعالیٰ نے خود مصرح کر دیا بقولہ
ان اللہ لغنی عن العالمین پس جب وہ مخلوق سے خواہ آدمی ہو یا جن ہو یا فرشتہ ہو یا کفر ہو یا اسلام ہو طاعت ہو یا معصیت ہو ہر
ایک سے مستغنی ہے تو ہر ایک خیر و بھلائی اپنے کرنے والے کی ہوگی اور ہر شر و برائی اپنے کرنے والے کی ہوگی اور وہ خود قادر نہیں
بلکہ کمانے والا ہے اور تمام امر قضا و قدر الٰہی ہے۔ پھر اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم کیا۔ مراد یہ کہ متابعت کرے
اور عبودیت میں مستقیم رہے اور بلا و امتحان پر صابر رہے اور قضائے الٰہی پر راضی و شاکر رہے بقولہ واتبع ما یوحی الیک الخ جو خطاب نازل ہو تیرے
قلب میں نازل ہو کر تیری روح کو پاکیزہ کرتا ہے اسکی پیروی کر اور خوشبوت وصال پر صابر رہنا چاہیے مضطرب نہ ہونا چاہیے مقام رسالت کا
وقت درمیان تک کہ اللہ تعالیٰ حجاب اٹھا دینے کا حکم کرے بس عارفین و محبین و مشتاقین اسی کے حجاب سے چھوٹتے ہیں وہی خیر الحاکمین ہے
آمدہ یا عنایت تفریق فرمائیگا اور اہل سعادت و عرفان کو اہل شقاوت و حرمان سے تمیز و علیحدہ کرےگا۔ سہل رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں
احکام جاری کیے اور مخلوق کو ان احکام کی اتباع کی قوت دی پس کسی کی قدرت نہیں بغیر صبر کرنا اتباع احکام الٰہی پر
فی الحال نجات ہے خوف نفس سے اور نجات کا رستہ مخالفت سے۔ اللہ تعالیٰ اعلم۔ ف کشاف و بیضاوی میں جو سورہ یونس کے پڑھنے پر ثواب چند
مومنین قوم یونس و کافرین کی حدیث مرفوع مذکور ہے اسکو ثعلبی و واحدی و ابن مردویہ نے ابی بن کعب سے روایت کیا لیکن وہ موضوع ہے
جیسا کہ ابن الجوزی نے لکھا کذا قال السیوطی رح واللہ اعلم

سورة هود مكية وهي مائة وثلث وعشرون اٰية

سورہ ہود مکیہ ہے اور وہ ایک سو بائیس ۱۲۲ یا تیئیس ۱۲۳ آیات ہین اور مفسر رحنے کہا کہ مکیہ ہے باستثناء اقم الصلوۃ الآیۃ۔ اور یا باستثناء فلعلک تارک الآیۃ و اولئک یؤمنون بہ۔ مترجم کہتا ہے اسکی تفصیل یہ ہے کہ حسن وعکرمہ وعطاء وجابر ومجاہد وابن زید کے قول مین یہ سورت مکیہ ہے اور ابن عباس وقتادہ رحنے فرمایا کہ باستثناء قولہ واقم الصلوۃ طرفی النہار الآیۃ۔ اور مقاتل رحنے دونون آیتون کو مستثنیٰ کیا ہے جنکو ساتھ ذکر کیا گیا۔ والحاصل ابن عباس کے نزدیک مدنی ایک آیۃ ہے اور مقاتل رحمہ اللہ کے نزدیک وہ نہین اُسکے سوا دو آیتین ہین ابن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اقرؤا ہود یوم الجمعۃ رواہ الدارمی وابو داؤد والبیہقی وغیرہم یعنے تم لوگ جمعہ کے دن سورہ ہود پڑھا کرو۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ پر بڑھاپے کی سپیدی جلدی دوڑی۔ فرمایا کہ شیبتنی ہود آخرہ یعنے مجھے ہود و واقعہ ومرسلات وعم یتساءلون واذا الشمس کورت نے سپید کر دیا۔ اخرجہ الطبرانی وحسنہ الترمذی۔ بعض علماء نے اس سورت کے سبب سے شیب طاری ہونے کی یہ وجہ بیان کی کہ اس مین احوال قیامت وبعث وحساب وجنت ودوزخ وغیرہ کا ذکر ہے واللہ اعلم بمرادہ ورسولہ صلے اللہ علیہ وسلم۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

الٓرٰ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۝ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ

کتاب ہے کہ جانچ لی ہین باتین اسکی پھر کھلی ہین ایک حکمت والے خبردار کے پاس سے کہ نہ پوجو مگر اللہ کو

اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ ۝ وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا

مین تم کو اسکی طرف سے ڈرسناتا ہون اور خوشخبری پہنچاتا ہون اور یہ کہ گناہ بخشواؤ اپنے رب سے پھر رجوع لاؤ اسکی طرف کہ برتاوے تمکو اچھا برتوانا

اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ۭ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ ۝

ایک وعدہ مقرر تک اور دیوے ہر زیادتی والے کو زیادتی اپنی اور اگر تم پھر جاؤگے تو ڈرتا ہون تم پر ایک بڑے دن کی مار سے

اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ۚ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

اللہ کی طرف ہے تمکو پھر جانا اور وہ ہر چیز پر قادر ہے

الٓر اللہ تعالے وہی داناتر ہے کہ اس سے اس کی کیا مراد ہے۔ کِتٰبٌ اے ہذا الکتاب یہ کتاب ہے اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ احکام کی گئی ہین آیات اس کی یعنے اس کی نظم بدیع اور بلیغ ایسی محکم ہے کہ معنے یا لفظ کی راہ سے کسی خلل کو طاری ہونے کی گنجائش نہین (ح) یا محکم یعنی فساد اور نسخ سے ممنوع ہے کیونکہ آیات سے اسی سورت کی آیتین مراد ہین جن مین سے کوئی منسوخ نہین ہین یا احکام حجج ودلائل مراد ہین یا یہ معنی ہین کہ احکمت آیاتہ اے جعلت حکمۃ کیونکہ یہ آیات امہات حِکم نظریہ وعلمیہ پر مشتمل ہین (ق) ثُمَّ فُصِّلَتْ پھر بیان کی گئین یہ آیتین باحکام وقصص ومواعظ (ح) یعنی یہ فوائد عقائد واحکام ومواعظ واخبار یا انکی تفصیل کے یہ معنی ہین کہ انکو سورت سورت کیا گیا اتارنے مین نجم نجم کیا گیا یا بقدر ضرورت کی تلخیص کر دی گئی (ق) مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ از جانب حکیم خبیر یعنے اللہ تعالےٰ (ح)

یہ جملہ کتاب کے لیے دوسری صفت ہے یا دوسری خبر ہے یا احکمت یا فصلت کا صلہ ہے یعنی اسکے احکام اور تفصیل کی تقریر ہے باعتبار اُس کے
ظہور امر اور اخفا کی اکمل وجہ پر بیان کیا (ق) اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۔ اے بان لا تعبدوا الا اللہ یا بایں طور کہ مت پوجو مگر اللہ ہی کو (ق)
وقیل لان لا تعبدوا ۔ اور بعض نے کہا کہ ان مفسرہ ہے کیونکہ تفصیل آیات میں قول کے معنی ہیں اور جائز ہے کہ کلام ابتدا ہو بغرض اغرا علی
التوحید اور امر ہے بیزاری از عبادت غیر گویا کہا گیا کہ غیر کی عبادت چھوڑ کر اللہ عزوجل کی عبادت پر لزوم اختیار کرو ۔ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ
وَّبَشِيْرٌ بالثواب علی التوحید بیشک میں تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈر سنانے والا ہوں عذاب الٰہی کا جو شرک پر مرے اور
خوشخبری سنانے والا ہوں ثواب الٰہی کی جو توحید پر ثابت رہے ضمیر منہ راجع بحق سبحانہ تعالیٰ ہے بعض نے کہا کہ منہ یعنی کائناً من جہۃ
اللہ سبحانہ ۔ ولیکن ظاہر یہ جید نہیں کیونکہ صفت اپنے موصوف پر مقدم نہیں ہوتی ہے تو نذیر کی صفت نہ ہوگا اور شاید کہنے والے کی مراد یہ
معلوم ہوتی ہے کہ درصل یہ صفت ہے اگر متاخر ہو ولیکن چونکہ مقدم واقع ہوا تو حال ہوگیا کما صرح بہ ابو البقاء ۔ حاصل صواب یہ ہے کہ کائناً من
جہۃ اللہ تفسیر کیجاوے ۔ بعض نے کہا کہ منہ کی ضمیر کتاب کی طرف راجع ہے یعنی میں تمہارے حق میں نذیر یعنی ڈرانے والا ہوں کتاب کی مخالفت کرنے
سے اور بشارت دینے والا ہوں جو اسکے موافق ایمان لاوے اور نیک کام کرے ۔ نذیر کو مقدم کیا کیونکہ خوف دلانا مقدم ہے جس سے انسان
بداعمال سے باز رہتا ہے ۔ بعض نے کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے مانند قولہ ویحذرکم اللہ نفسہ کے ۔ ہے والاول اولی ۔ وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ
ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ اور یہ کہ تم استغفار کرو اپنے رب سے پھر اس کی طرف توبہ کرو ۔ پہلے استغفار کرنے پھر توبہ کرنے کو اس لیے فرمایا کہ استغفار
وسیلہ توبہ ہے پہلے بندہ اپنے رب سے اپنے گناہوں کی پردہ پوشی یا ان کا محو چاہیگا پھر پاک ہو کر اس کی طرف رجوع لاوے گا ۔ بعض نے
کہا کہ استغفار کے پورے ہونے میں سے یہ بھی ہے کہ توبہ کرے ۔ اور بعض نے کہا کہ استغفروا ربکم کے معنے یہ کہ اپنے رب سے توبہ کرو ۔ پھر تم
توبہ کے معنے یہ کہ اخلاص کے ساتھ اس پر قائم رہو اور بعض نے کہا کہ استغفار کرو گلے گناہوں سے پھر توبہ کرو جو آئندہ سرزد ہو جاویں ۔
بعض نے کہا کہ استغفار کرو شرک سے پھر توحید پر جاکر اپنے رب کی طرف رجوع لاؤ ۔ فراء نے کہا کہ ثم یہاں بمعنے واو ہے ۔ بعض نے
کہا کہ مغفرت ہی اصل مقصود ہے اور توبہ اس کے حصول کا سبب ہے پس جو آخر میں حاصل ہو اس کو باب میں مقدم کیا ۔ بعض نے
کہا کہ استغفار کرو صغائر سے اور توبہ کرو کبائر سے ۔ والاول اولی ۔ پھر جو پہلے دو ذکر فرمایا اس پر دو باتیں مرتب فرمائیں ۔ يُمَتِّعْكُمْ
مَّتَاعًا حَسَنًا ۔ امتاع درصل اطالہ یعنی درازی دنیا چنانچہ دعا میں امتع اللہ بک بولتے ہیں تو معنے آیت کے یہ ہوئے کہ اللہ تم
طول دیگا تمہارے نفع کو دنیا میں عمدہ پسندیدہ منافع سے کہ رزق میں فراخی عیش میں فراغت پاؤگے ۔ اور بعض نے کہا کہ فیمتعکم
متاعا حسنا ۔ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کو جو میسر آوے اس پر رضامندی کی وجہ سے جو قدر پیش آوے اس پر صبر کی توفیق اس زندگی
میں عطا کرے ۔ بیضاوی نے کہا کہ تو یمتعکم متاعا حسنا تو امن و راحت میں زندہ رکھے ۔ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ایک مدت معلوم تک اور
وہ تمہاری عمر مقدر کا آخر ہے ۔ ورنہ شاید یہ نہی اجل کے نہ ہونے ۔ یعنی تم کو عذاب استیصال سے ہلاک نہ کرے ۔ رزق و اجل کی تحقیق
اعمال پر معلق کیا ولیکن وہ ہر ایک کی اضافت سے مقدر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے ہر بندہ کو کہ وہ نیک عمل میں مشغول ہوگا تو یہ اسکے
ترقی عمر کا باعث ہونگے پس کوئی تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا ۔ واضح ہو کہ احادیث صحیحین میں بھی اعمال نیکی سے عمر کا زیادہ ہونا اور عمر کا ذکر پایا جاتا
حدیث قدسی عبادی انما ہی اعمالکم احصیہا لکم حدیث و نیک اعمال سے عمر بڑھ جانے کی احادیث پس آیات و احادیث متوافق ہیں اور یہ صریح
دلیل ہے نیکی کا ہی سے صلاحت و فلاح دارین ہے اور یہ تمام آیات و احادیث سے ثابت ہے و توفیق میں کہ جو مقدر ہے وہی ہے جیسا کہ

قولہ تعالے ولو آمن اہل القریٰ الآیۃ۔ وقولہ لاکلوا من فوقھم الآیۃ۔ وقولہ فلولا کانت قریۃ آمنت فنفعھا ایمانھا الا قوم یونس الآیۃ پس
خلاصہ جواب جو جیفادی رحمہ نے دیا یہ ہے کہ علم الٰہی عز سلطانہ اپنی مخلوق کو محیط ہے اور جسطرح اُسنے جس مخلوق کو پیدا کیا سب اپنی قدرت
و اختیار سے پیدا کیا ورنہ نعوذ باللہ لازم آتا ہے کہ اللہ تعالے کو اپنی مخلوق سے آگاہی نہ تھی کہ یہ کیا کریگی پس خلاف علم الٰہی واقع نہیں ہو سکتا
اور استطاعت میں ہر ایک کے کان ناک آنکھ حواس دیدیے ہیں کچھ ظلم نہیں کیا اور رزق پاک و فراخ اور عمر دراز جن اعمال پر منوط
فرمائی ہے بحال خود منوط ہے پس جس نے ان اعمال کو اختیار کیا اس نے حصہ وافی پایا اور یہ وہی کریگا جسکے حق میں موافق علم الٰہی محیط
کے یہ قدر ہو چکا ہے اور جو ایسا نہ کریگا وہ محروم رہا اور یہ وہی ہوگا جو علم ازلی میں محروم رہا تھا اکوئی تغیر واقع نہیں ہو سکتا پھر واضح ہو کہ ہر
عمل جو دنیا و آخرت دونوں میں نیک نتیجہ دے وہی ہوگا جو بحکم الٰہی ہو ورنہ اگر کوئی قوم کسی ایسے افعال کو اختیار کرے جو عقلی حسن و قبح کے
موافق اچھے ہیں مثلاً اس نے اپنے اخلاق میں سے یہ مقرر کیا کہ باہمی اتفاق رکھیں اور قوم کو نفع پہونچا دیں اور مشورہ سے دنیا کے کام
کریں اور تمام لوگوں کے لیے مدارس تعلیم باہمی جاری کریں اور ایک ساختہ تہذیب پر سب کو جمع کریں اور ظلم وغیرہ اپنی رائے کے موافق
ہونے دیں تو اس قوم کو دوسری اقوام پر جنہیں یہ باتیں نہوں ترقی ہوگی ولیکن ان اعمال کا نتیجہ انکو دنیا میں بھرپور دیدیا جائیگا بمانند
عروج سلطنت و مال و متاع دنیاوی مگر چونکہ درحقیقت انکی نیت کے موافق بدلا ملا جو محض فانی ہے پھر دار الآخرۃ باقی میں انکی لازوال نعمتوں
میں سے ایسی قوم کے لیے کچھ نہیں ہے لہٰذا دین حق کی پیروی کرنے والے جبکہ اپنی پیروی پر قائم ہوں دونوں جہان میں بہتری اٹھاوینگے چنانچہ
مزید فضل کی طرف تخصیص فرمائی بقولہ ویؤت کل ذی فضل فضلہ اور عطا کریگا ہر فضل والے کو اسکا فضل یعنی جو کوئی دین حق کے
واجبات پورے کرکے نوافل و مستحبات کا عامل ہو اسکو بسکے اس واجب سے بڑھتی کی جزا بھی دنیا و آخرت میں عطا فرماویگا بیضاوی رحمہ نے کہا
کہ یہ وعدہ ہر مومن موحد تائب کو کہ اسکو دونوں جہان میں بہتری ملیگی۔ بالجملہ جسکی نیکیاں موافق حکم الٰہی پوری ہوں اور بڑھتی اسپر اللہ تعالے
فضل عظیم فرماویگا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جسنے کوئی برائی کی اسپر ایک برائی لکھی جاویگی اور جسنے ایک نیکی کی اسکے واسطے
دس نیکیاں لکھی جاوینگی پھر جو اسنے برائی کی تھی اگر اس کے عوض دنیا میں اس سے عقوبت لیلیگئی تو اسکی دسوں نیکیاں باقی رہیں اور
اگر دنیا میں اس بدی کا بدلا اس سے نہ لیا گیا تو آخرت میں دس سے ایک نیکی کم کردی جاویگی اور نو اسکے لیے باقی رہجاوینگی پھر ابن مسعود فرماتے
ہیں کہ مردہ ہلاک تو وہ ہوا کہ جسکی دہائیوں پر اکائیاں بڑھگئیں رواہ ابن جریر مترجم کہتا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضہ نے احادیث صحیحہ کا خلاصہ
اپنے قول سے بیان کردیا اور مضمون صحاح احادیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم میں ثابت ہے شیخ ابو العالیہ نے آیت کی تفسیر میں کہا کہ دنیا میں
جسکی طاعات بہت ہوں اسکی خوبیاں و مرتبے جنت میں بڑھتے ہوئے ہونگے مترجم کہتا ہے کہ ان بزرگوں نے عمدہ باتیں تفسیر میں بیان کردیا
اور ظاہر یا قیاس یہ ہے کہ جو کوئی کتاب الٰہی و رسول اللہ کی پیروی سے اللہ تعالے عز وجل کی طاعت پر قائم ہو پس اگر اسنے فرائض و واجبات
پر عمل پکا کیا تو اللہ تعالے اسکو اسکی موت تک اچھی طرح متمتع فرماویگا اور امید قوی ہے کہ آخرت میں بخشش و جنت عطا فرماوے اور جسنے
فرائض و واجبات پر نوافل و مستحبات کی کثرت کی اور فضل حاصل کیا تو اسکو اسکا فضل بھی دنیا و آخرت میں عطا فرماوے گا کیونکہ
اللہ تعالے کی عظمت و کبریائی و فضل کی انتہا نہیں ہے پیچھے بیان سے پوری ترغیب و بشارت فرمائی پس جو اب بھی نافرمان ہوا وہ بڑا
بدبخت ہے اسنے منہ موڑنے والے کو تہدید فرمائی۔ وان تولوا اور اگر تم نے منہ موڑا یعنے خالص اللہ تعالے کی عبادت کرنے سے اور استغفار
و توبہ کرنے سے تم نے منہ موڑا اور شرک و نافرمانی پر رہے۔ فَاِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ كَبِیْرٍ تو میں خوف کرتا ہوں تم پر

عذاب یوم کبیر کا۔ وہ یوم القیامۃ ہے اور اسکو کبیر اسلیے کہا کہ اس دن بڑے سخت ہولناک وقائع پیش آوینگے اور بعض نے کہا کہ کبیر کا لفظ صفت
عذاب ہے یعنی عذاب کبیر اور اسکو جو بسبب جوار یوم کے جر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کفر و شرک سے یہ ضرور نہیں کہ خواہ نخواہ دنیا میں عذاب ہو اور
ظاہر حق یہ ہے کہ رسول سے جو دعوے لیے پھر جو اسکو نہ مانیں اور نہ مانیں وہ دنیا کی عذاب میں بھی بچے جاوینگے اور بعد رسول کے دنیا کی عذاب
ضروری نہیں ہے بیضاوی رحمہ نے کہا کہ بعض کے نزدیک عذاب یوم کبیر سے [illegible] چنانچہ قریش [illegible]
[illegible] جبکہ آنحضرت صلعم نے بددعا فرمائی تھی [illegible]
[illegible]
[illegible] قال بیضاوی [illegible]
[illegible] عبادت [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] عبادت [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] استغفار [illegible] عبادت [illegible]

اور عارف لوگ اپنے اسرار کے جرم سے استغفار کرین اور غیر کی طرف التفات نظر سے توبہ کرکے اسی کی طلب انوار مین رجوع لاوین۔ استغفار کو
توبہ پر مقدم کیا اس لیے کہ استغفار تقدیس ہے اور توبہ تخلیص ہے استغفار تو لغزش سے ہوتا ہے اور توبہ غفلت سے ہوتی ہے سہل بن عبد اللہ سے
پوچھا گیا کہ استغفار کیا ہے فرمایا کہ پہلے فرمان قبول کرنے پر آمادہ ہونا پھر گڑگڑا کر جھک پڑنا پھر توبہ کرنا پھر مغفرت مانگنا۔ اور استغفار تو ظاہر سے
ہے اور گڑگڑا کر جھکنا قلب سے ہے اور توبہ ہمیشہ مغفرت مانگنا اور اسی مین قصور سے استغفار ہے بعض نے کہا کہ قولہ استغفروا ربکم یعنی ہر دعوی سے اور
توبوا الیہ یعنی مذموم خطرات سے شیخ یوسف رح نے کہا کہ عوام کا استغفار اپنے گناہون سے ہے اور خواص کا استغفار اپنے افعال دیکھنے سے نہ
دیدار منت و فضل سے یعنی افعال اسی کا احسان و اسی کی طرف سے ہے تو التفات سے استغفار کرتے ہین یا یہ مراد ہے کہ افعال کو کچھ عمل کرنے والا دیکھکر
استغفار کرتے ہین کیونکہ اندر حقیقت اسی کے فضل و منت پر ہے واللہ اعلم اور جو سب سے خاص لوگ ہین وہ سوا حق کے ہر چیز کے دیکھنے سے استغفار
کرتے ہین شیخ نے لکھا کہ جب مین تفسیر مین یہان پہونچا تو میرے بعضے مصاحبون نے عارفین کے حقائق استغفار کو پوچھا تو مین نے کہا کہ عارفین
اس امر سے استغفار کرتے ہین کہ حق کے ساتھ انکا کوئی وجود ہوا اور اس امر سے کہ معرفت مین اُنسے حضرت حق تعالیٰ کی صفات کی حقیقت پہچاننے مین
نا تحقیقی عبودیت سے عبادت ممکن ہو تقصیر دیکھکر استغفار کرتے ہین اگرچہ ساحت قدم مین حدوث کو کوئی مجال نہین ہے اور اس امر سے استغفار کرتے ہین
کہ مقام صحو مین سکر مین اُنسے دعوی انانیت سرزد ہوا اور اس امر سے کہ مشاہدہ ربوبیت مین عین عبودیت کا غاشیہ اُٹھائے ہوئے ہین چنانچہ آنحضرت صلعم کے
قول پاک کو نہین دیکھتا کہ فرمایا۔ انہ لیغان علی قلبی وانی لاستغفر اللہ فی کل یوم سبعین مرۃ یعنی میرے دل پر غین لایا جاتا ہے اور مین دن مین اللہ تعالیٰ
سے ستر مرتبہ استغفار کرتا ہون۔ آنحضرت کے وجوہ استغفار کے منجملہ اس مقام پر یہ ہے کہ وجود حق مین اپنے وجود کو دیکھنے سے اور مشاہدہ صرف وحدانیت
مین مشاہدہ التباس دیکھنے سے اور دیدار ازلیت کے بعد خطرہ انانیت سے استغفار کرتے تھے۔ پھر حق تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ بندے جب ماسواے
حق سے مڑکر حق تعالیٰ ہی کیطرف رجوع لاوین تو وہ انکو لقاء و وصال و فرحت کا بدلا عمدہ عطا فرماویگا لقولہ تعالیٰ یمتعکم متاعا حسنا۔ سب سے زیادہ متاع
خوب یہ ہے کہ ہمیشہ انوار مواجید و صفاء احوال مین اور روشنی ذکر اور حلاوت فکر مین اور نزول حقائق کشف و لطائف معارف مین رہے اور رضوان
الٰہی و مشاہدے سے تمام فرحت مین پاکیزہ زندگی بسر کرے لقولہ تعالیٰ فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ الآیۃ۔ اور کیا خوب کہا۔ ؎ مناٸی من الدنیا لقاءک مرۃ + فان نلتھا
استوفیت کل منائیا + میری تمنا دنیا مین سے ایک مرتبہ تیرا دیدار ہے اگر مل جاوے تو مجھے بھرپور میری مراد مل گئی۔ قولہ تعالیٰ۔ ویؤت کل ذی فضل فضلہ
پس فضل مشاہدہ اسکو جسکو معرفت مین فضل ہے اور فضل وصال جسکو فضل شوق جمال ہے اور فضل کرامات جسکو فضل عبادات مین اور فضل تحقیق جسکو
فضل توفیق ہے اور فضل کفایت اسپر جسپر فضل عنایت ازلی ہے اور منجملہ فضل کے یہ ہے کہ بندہ اگلے گناہون پر نادم ہوا اور اپنی لغزشون سے استغفار و توبہ
کرے اور دل سے خالق کیطرف رجوع لاوے۔ پھر جسکو یاد الٰہی کی توفیق ہے اسکو طمانینت قلب کا فضل ملتا ہے اور خلق کو فراموش کرنے سے دیدار احسان
حق کو دیکھتا ہے اور یہی فضل ہے کہ نسیم وصال سے حیات مین موانست و لذت حاصل رہے۔ واسطی رح نے کہا کہ قولہ یمتعکم متاعا حسنا یعنی پاکیزگی نفس و
وسعت رزق و امر مقدر پر رضامندی۔ قلت قول حسن۔ اور سہل رح نے کہا کہ وہ ترک کرنا مخلوق کو اور متوجہ ہو جانا خالق عز و جل کیطرف ہے۔ ابو الحسن
الوراق رح نے کہا کہ وہ نصیب ہو جانا اچھے فقرا و عارفین کا ساتھ ہے۔ جنید رح نے کہا کہ بندون کے لیے اس سے بہتر کچھ نہین کہ حقیقت سے لزوم
پاوین اور اپنے سر باطن کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ محفوظ رکھین حسین رح نے کہا کہ وہ رضامندی اس امر پر جو میسر آوے اور صبر اس امر پر جو عدم
پیش آوے۔ واسطی رح نے کہا کہ اہل فضل والا وہ بندہ ہے جسکو استغفار و توبہ کے بعد یہ نصیب ہوا کہ دل سے اللہ تعالیٰ کیطرف جھکا رہے اور تمامتر خشوع کے
ساتھ اپنے باطن کو جھکائے رکھے نصرآبادی رح نے کہا کہ جسنے فقط فضل پر نظر رکھی وہ فضل دینے والے کو دیکھنے سے ویساہی محروم رہجاتا ہے جیسے احسان کو دیکھنے والا

محسن کے دیکھنے سے غافل ہوتا ہے بعض نے کہا کہ ہر فضل والے کو اسکا فضل ملنا یہ کہ قرب و درجات میں سے ہر ایک جسکا مستحق ہے پاوے گا۔
جوزجانی رح نے کہا کہ جسکے لیے فضل بقدر مواد وہ پیدا ہو گر اس فضل کو فضل الٰہی یاد گیا ابوعثمان رح نے کہا کہ قولہ یوت کل ذی فضل فضلہ یعنے
جسنے اپنے پروردگار سے نیک گمان رکھا وہ اپنی مراد کو پہونچیگا مترجم کہتا ہے کہ بعض تفاسیر انہین سے مبنی بر احوال ہین و ہر ایک کے لیے محمل
صحیح ہے اور آیت کریمہ ان سب کو شامل و محتمل ہے کیونکہ فضل عام ہے اور ہر ایک فضل کے لیے مراتب ہین واللہ اعلم۔

اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ؕ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ

سنتا ہے وہ دوہرے کرتے ہین اپنے سینے کہ پردہ کرین اس سے سنتا ہے جسوقت اوڑھتے ہین اپنے کپڑے وہ جانتا ہے جو چھپاتے ہین

وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

اور جو کھولتے ہین وہ جاننے والا ہے جیون کی بات

آیت کی شان نزول مین مفسرین کے اقوال ہین بعض مفسر رح نے لکھا کہ نزول اسکا اس شخص کے حق مین ہے جو بیجا نہ پیشاب پھرتے وقت یا جماع
کرتے وقت حیا کرتا کہ فرج کا وصول بجانب آسمان ہو کما رواہ البخاری عن ابن عباس رض یعنی ایسے وقت مین وہ اپنا سینہ موڑتا اور اپنے آپکو
کپڑون سے خوب ڈھانکتا کہ مفضی ہو اور مفسر رح نے کہا کہ بعض قول مین اسکا نزول منافقون کے حق مین ہے قال فی الکمالین بعض منافقین تھے
کہ جب آنحضرت صلعم حکم دیتے تو وہ اپنی پیٹھ موڑتا اور سر آگے ڈالتا اور منھ ڈھانپ لیتا تاکہ آنحضرت صلعم سکو نہ دیکھین رواہ ابن جریر عن عبداللہ بن شداد
بن الہاد بیضاوی رح نے کہا کہ اس قول مین نظر ہے کیونکہ آیت تو بالاتفاق مکیہ ہے اور نفاق کا پیدا ہونا مدینہ سے شروع ہوا اور کمالین مین اسکا جواب دیا
کہ اخنس بن شریق حلیف بنی زہرہ مکہ مین منافق تھا ابن کثیر رح نے بعد روایات بخاری از ابن عباس لکھا کہ حضرت ابن عباس رض سے دوسری
روایت مین اس آیت کی تفسیر مین آیا کہ مراد اس سے شک کرنا اللہ تعالے کے وجود مین اور گناہ کا مرتکب ہونا۔ ایسا ہی مجاہد و حسن
وغیرہم سے مروی ہے ابن کثیر رح نے کہا کہ مقصود یہ کہ قول بد و عمل بد کے وقت سینہ موڑتے کہ اللہ تعالےٰ کو آگاہی نہو گی مترجم کہتا ہے کہ اولی یہ ہے کہ آیت کریمہ
اپنے ماسبق سے مربوط کی جائے جیسے بیضاوی رح وغیرہ نے کیا ہے اور جو اسباب نزول مذکور ہین وہ سب اس ربط ماسبق مین شامل ہین حاصل یہ کہ
اللہ تعالے نے اب آگاہ فرمایا کہ سابق مین جو انذار و بشارت مذکور ہوے وہ انہین کارگر نہین ہوے اور نہ انکے دل نرم ہوے بلکہ وے عناد و کفر پر مصر رہے
سیواسطے حرف تنبیہ سے تعجب کیواسطے مصدر فرمایا بقولہ۔ اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ الآیہ حرف تنبیہ تاکہ ہر مومن عاقل اپنے خالق کی معرفت والا
انکی جہالت سے متنبہ ہو کر تعجب کرے کہ کسقدر اپنے رب سے جاہل ہین یثنون از ثنی یقال ثنی صدرہ عن الشی جبکہ اس شے سے اپنا سینہ موڑ دے و
منحرف کرے پس کنایہ ہے اعراض سے قال البیضاوی ای یثنونہا عن الحق و ینحرفون عنہ یعنی خبردار ہو کہ بے شک وے لوگ منحرف کرتے ہین
اپنے سینے حق سے یعنی حق سے منحرف ہوتے ہین اور بعض نے کہا کہ ثنی بمعنی عطف ہے یعنے پیچ دیا یعنے اپنے سینون کو لپیٹ دیتے ہین اور انکی تہ مین کفر و
عداوت الرسول صلعم پیچ دیتے ہین اسطرح کہ یہ سب بد خصال انکے سینون مین چھپکر مخفی رہین جیسے کپڑے کی تہ مین چیز پوشیدہ رہتی ہے چنانچہ منافقین
کہا کرتے کہ جب ہم نے اپنے دروازے بند کر لیے اور کپڑون سے اپنے آپ کو لپیٹ کر ڈھانپ لیا اور محمد صلعم کی عداوت سے اپنے سینے پیچ دیے تو ہمے کون آگاہ
ہوگا۔ قال البیضاوی رح یا معنی یہ ہین کہ پیچ دیتے ہین اپنے سینون کو عداوت رسول صلعم پر۔ قال البیضاوی رح ایک قرأت مین تثنونی صدورہم
بیا تحتیہ و بتا فوقانیہ ہے اور یہ افعوعل مبالغہ ہے یعنے تثنونی اثنونی سے ہے۔ و نیز جو وجہ دوم مذکور ہے یعنے کپڑے کی تہ کی طرح اپنے سینون کو عطف
کرتے ہین لیستخفوا منہ تاکہ چھپاوین اللہ تعالےٰ سے یعنے اپنے اسرار کو اپنے زعم مین اللہ تعالےٰ سے پوشیدہ کرنے کو۔ سطرح عطف کرتے ہیں پھر کلمہ تنبیہ کو مکرر کیا

اسوقت کے بیان کے لیے جب ثنی صدور کرتے تھے اور فرمایا۔ اَلَا حِیْنَ یَسْتَغْشُوْنَ ثِیَابَهُمْ خبردار ہو جسوقت ڈھانکتے ہین اپنے کپڑے ابن عباس رض نے کہا یستغشون اے یغطون رؤسہم یعنی جب اپنے سرون کو ڈھانپتے ہین بیضاوی رحمہ اللہ نے اسکو حقیقت پر محمول کیا یعنی خبردار ہو جبکہ بستر پر آتے اور اپنے آپ کو کپڑون سے ڈھانپتے ہین ا دیر گذرا کہ ابن عباس رض نے کہا کہ مراد اس سے شک فی اللہ و عمل سیأت ہے اور ایسا ہی مجاہد و حسن وغیرہم نے کہا یعنی جب کوئی معصیت کا قول کہتے یا فعل کرتے تو وے اپنے سینون کو پیچ دیتے اور گمان کرتے کہ اس سے ہم یہ بات اللہ تعالے سے چھپا ڈالینگے۔ پس اللہ تعالے نے آگاہ فرمایا کہ خبردار جب وے تاریک رات مین اپنے آپ کو کپڑون سے ڈھانک لیتے ہین۔ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ اللہ تعالے جانتا ہے جو وے پوشیدہ کرتے ہین یعنی اپنے دلون مین۔ وَمَا یُعْلِنُوْنَ اور جو اعلان کرتے ہین یعنی زبانون و منھون سے حاصل یہ کہ علم الٰہی تعالے انکے سر و علانیہ سب کو یکسان محیط ہے اسپر کوئی چیز مخفی نہین ہوسکتی ہے۔ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ وہ بے شک خوب جانتا ہے ذات الصدور کو یعنی اسرار ذات الصدور کو یا دلون والے احوال کو پس حاصل یہ ہے کہ کفار اپنے خالق کو پہچانین کہ وہ انکے پوشیدہ و علانیہ سے یکسان آگاہ ہے کوئی امر اس سے پوشیدہ نہین پس کفر وغیرہ پر اصرار نہ کرین اور علی ہذا جو کوئی منافق ہے اپنے نفاق کو کبھی مخفی نہین کرسکتا۔ اور اسی سے یہ احکام نکلے کہ بندہ ہر دم اپنے خالق پاک عزوجل کے علم مین ہے وہ اسکو خوب دیکھتا و جانتا ہے پس جو امور اس نے مانند پیخانہ و پیشاب کے یا جماع حلال کے جائز کیے ہین انکو کرے اور اگر کسی طرح چاہے کہ مین پوشیدہ رکھون تو معرفت سے محض بعید ہے کیونکہ خالق عزوجل کے علم محیط سے خارج نہین ہوسکتا۔ فافہم واللہ تعالے اعلم۔ ف عرائس مین صرف قولہ تعالے یعلم مایسرون ومایعلنون کے معانی شاملہ کے اشارات مین لکھا کہ خطرات کو جانتا و علانیہ نظر کو جانتا ہے اسکے دیکھنے و جاننے مین دونون حال مین کچھ فرق نہین ہے قلب کا ذکر جانتا اور علانیہ اخبار غیب جانتا ہے۔ حالات اسرار کو اور علانیہ معاملات کو یکسان جانتا ہے اللہ تعالے نے قلوب صدیقین کو اپنے انوار جلال سے پرتو دیا ہے لہذا خلائق کے دلون مین جو مضمر ہوتا و جو خطرات آتے ہین وے اپنے قلوب کے ابصار سے جو پرتو نور جلال ہے ایسا ہی دیکھتے ہین جیسے ظاہری آنکھ سے ظاہری امر کو دیکھتے ہین چنانچہ حق تعالے نے فرمایا فمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فہو علی نور من ربہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اتقوا فراسۃ المؤمن الحدیث یعنی مومن کی فراست سے بچو کہ وہ اللہ تعالے کے نور سے دیکھتا ہے۔ فارس رح نے کہا کہ تم جو اپنے احوال پوشیدہ رکھو وہ ویسا ہی جانتا ہے جیسے علانیہ افعال کرتے ہوئے تو تم کو پیدا کرنے و ایجاد کرنے سے پہلے تم سے خوب آگاہ تھا۔ فارس رح نے کہا کہ حرکات تو جوارح پر ہین اور مشاہدہ اسرار پر ہے بعض نے کہا کہ وہ تعالے خوب علیم ہے جو پوشیدہ کرین اخلاص سے اور جو علانیہ کرین عبادات سے۔ پھر اللہ تعالے عزوجل نے اپنے محیط علم کو اور اپنی تمام مخلوق کی کفالت کو بیان فرمایا۔ بقولہ تعالے۔

تمّ الجزء الحادی عشر ویتلوہ الجزء الثانی عشر

تنبیہ الغافلین ۔ مسائل دینیہ ۔ ۱۰ر
حیرت الفقہ ۔ مسائل مشکلہ فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری ۔ ۱ر
جواب السائلین ۔ بطور استفتا ۔ ۲ر
کنز الدقائق ۔ اُردو ترجمہ از مولوی محمد سلطان خان ۔ عہ ر
چہل مسائل فقہ ۔ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری ۔ ر
رسالہ تجہیز و تکفین ۔ از محمد عمر ۔ ۱ر

فقہ فارسی

ہدایہ پیشانی پر اصل عربی اور تحت مین ترجمہ فارسی مع شرح از علمائے کلکتہ جو مدت سے متداول ہے ۔ دو مجلد کامل ۔ عنہ ر
شرح سفر السعادت ۔ از مولانا شاہ عبد الحق محدث دہلوی معروف ۔ ہے ر
گنج لا یخج ۔ مسمی بہ غایۃ الشعور از ملا محمد شاہ ۔ عہ ر
تذکرۃ الجمعہ ۔ احکام جمعہ از مولوی عبد السلام ۔ ر
تبیان ۔ در حکم تمباکو و حقہ از ملا معین الدین ۱ر
بدائع منظوم ۔ مسائل فقہ نظم فارسی از ملا ناظم علی ۔ ۲ر
نام حق ۔ مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری ۔ ۱ر
مائۃ مسائل ۔ سو مسائل از مولانا احمد اللہ رحمہ اللہ ۔ ۲ر
شرح وقایہ فارسی ۔ مع حاشیہ منتقی الابحر از شاہ عبد الحق محدث دہلوی ۔ عہ ر
مسالک المتقین ۔ مرغوب علماے ولایت از مولوی اللہ یار خان ۔ عہ ر
فتاوی برہنہ ۔ جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین ۔ عہ ر
قدوری ۔ مترجمہ مولانا ابو القاسم ۔ ۶ر
شرح فارسی مختصر وقایہ ۔ از عبد الرحمن جامی ۔ ۱۵ر
کنز فارسی ۔ از مفتی نصیر الدین کرمانی محشی مع فرہنگ ۔ ۱۳ر
مالا بد منہ ۔ از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ مع وصیت نامہ ۔ ر
شرح مختصر وقایہ کور میری ۔ از مولانا جلال الدین سمرقندی ۔ عہ ر
رسالہ تنبیہ الانسان ۔ در حلت و حرمت جانوران ۔ ۱ر
رسالہ قاضی قطب ۔ ذکر ایمان و ارکان ۔ ر

فقہ عربی

برجندی شرح مختصر وقایہ ۔ از مولانا عبد العلی برجندی معتبر شرح ۔ ے ر
فتح القدیر ۔ حامل المتن بقلم جلی ہدایہ اور بقلم خفی فتح القدیر از امام کمال الدین بن الہمام نہایت مستند با عظمت شرح مشہور و معروف اور آخر مین تکملہ زین الدین آفندی کا ہے جو چار جلد ضخامت کی گئی ضخیم جدید الطبع ۔ عہ ر
ہدایہ ۔ محشی بحواشی جدیدہ جناب مولانا محمد حسن سنبھلی مرحوم مولانا نے جن فوائد کا اضافہ فرمایا ہے وہ قابل دید ہین ہر چہار جلد کامل دو مجلدات مین بشرح ذیل
(۱) جلدین اولین عبادات ۔ للعہ ر
(۲) جلدین آخرین معاملات ۔ صہ ر
ہدایہ مع شرح الکفایہ ۔ از سید جلال الدین کرمانی بہت معروف و مستند متداول چار جلد مین اس شرح ہدایہ پر حاشیے بہت مستند لکھے گئے ہین بتفصیل ذیل ۔
ہدایہ جلد اول و ثانی تا آخر کتاب النکاح ۔ للعہ ر
ایضاً جلد سوم و چہارم تا آخر کتاب ۔ للعہ
فتاوی قاضیخان مع سراجیہ از امام قاضی حسن بن منصور قاضی خان مستند معتمد معروف متداول دو جلد کامل ۔ معہ ر
شرح وقایہ ۔ از امام صدر الشریعہ جلی قلم مع کامل حاشیہ خیرۃ العقبی یوسف ابن جنید چلپی داخل درس تقطیع کلان خوشخط و صحیح ۔ عہ ر
شرح وقایہ خرد ۔ مع دائرہ مندیہ متوسط قلم ۔ ۱ر
الاشباہ والنظائر مع شرح حموی معروف مستند متداول ۔ صہ ر
ملا مسکین ۔ از ہر نوع تا وصایا محشی جدید کابل اور اطراف کابل مین داخل درس ہے ۔ عہ ر
مستخلص الحقائق ۔ شرح کنز الدقائق مشہور متداول ۔ عہ ر
عینی شرح کنز الدقائق ۔ محشی ہر چہار جلد مستند معروف متداول دو مجلد مین ۔
(۱) جلدین اولین عبادات مین ۔ عنہ ر
مختصر وقایہ محشی ۔ از امام صدر الشریعہ درسی متداول ۔ ۱۱ر
عمدۃ البضاعۃ ۔ فی مسائل البضاعۃ از

مولوی تراب علی مرحوم - ار
کنز الدقائق عربی جدید حواشی کے ساتھ
قیمت ۱۰ ار

اخلاق و تصوف اردو

جامع الاخلاق - ترجمۂ اخلاق جلالی - ۷ ر
باب دانش - مولفہ مولوی محمد کریم بخش - ۰۲ ر
اوقات عزیزی - از سید غلام حیدر خان ۴ ر
ترجمۂ عوارف المعارف - کامل دو جلد مین
مترجمہ مولانا ابوالحسن فرید آبادی - ۱۲ ار
تحریرۂ دانش - ہوشمندی کی تعلیم از مولوی
محمد کریم بخش - ۰۳ ر
بحر الحقیقت - اصلاح نفس مین - ۰۲ ر
انجیات - اخلاق و موعظت مین مصنفہ
منشی کامتا پرشاد - ۰۳ ر
کیمیائے حکمت - حصہ اول بیان شریف
علم و ادب - ۰۲ ر
پیراہن یوسفی - اردو ترجمہ مثنوی مولانا روم
کا نظم شعر بشعر اور حاشیہ پر اردو مین حاصل
مطلب مع فوائد تصوف - کامل دو جلد مین
بتفصیل ذیل
(جلد اول) ترجمہ دفتر ۱ و ۲ و ۳ - زیر طبع
(جلد دوم) ترجمہ دفتر ۴ و ۵ و ۶ - زیر طبع
شجرۂ معرفت محشی - منتخبات مثنوی مولانا
روم مترجمہ سید غلام حیدر صاحب - ۱۲ ر
چشمۂ فیض - نظم ترجمہ اردو پند نامۂ عطار
کلام عارف کامل حضرت شیخ فریدالدین قدس سرہٗ
از مولوی عبدالغفور خان بہادر - ۲ ر

مذاق العارفین - ترجمہ احیاء علوم الدین عربی
ہر چہار جلد کامل ۱۰ ر
تہذیب احسانی - مولفہ حکیم احسان علی - ۳۰ ر

کتب اخلاق فارسی (اہل سنت)

گلستان - جلی قلم کاغذ سفید گندہ محررۂ منشی
شمس الدین صاحب اعجاز رقم مرحوم ۱۲ ر
گلستان مع فرہنگ - متوسط قلم آخر مین
مشکل معانی کی فرہنگ کاغذ حنائی و سفید ۱۲ ار
گلستان بالتصویر - کاغذ حنائی و سفید رسمی
۳/۲ ۹ ر
گلستان مع فرہنگ - متوسط قلم رسمی محررۂ
منشی شمس الدین صاحب مرحوم - ۸ ر
گلستان محشی اردو - اسمین طلبا کی آسانی کے
لئے اردو کے حواشی دیے گئے ہین - ۱۴ ار
شرح گلستان - از شیخ ولی محمد صاحب
اکبرآبادی شارح مثنوی مولانا روم اس مین
تصوف کے نکات کو خوب حل کیا ہے - ۱۳ ار
گلستان مترجم - فارسی با ترجمہ اردو - ۱۲ ار
گلستان خرد - فارسی - ۰۵ ر
تضمین گلستان سعدی - منشی ہرگوپال صاحب
تفتہ سکندرآبادی نے اس صفائی سے گلستان
کے اشعار کو تضمین کیا ہو کہ سعدی اور تفتہ کے
کلام مین فرق کرنا بھی دشوار ہے - ۷ ر
بہارستان جامی - اخلاق و نصائح مین
قابل قدر کتاب ہے از مولانا جامی - ۵ ر
خارستان - حکایات پند و نصائح بطرز
گلستان سعدی از ملا امجد الدین - ۸ ر

عقد گل و عقد منظوم - یعنی انتخاب
گلستان و بوستان - ۹ ر
بوستان جلی قلم - محررۂ منشی شمس الدین صاحب
اعجاز رقم مرحوم کاغذ سفید حنائی - ۱۰ ر
بوستان محشی کلان - اس میں ضروری
حواشی درج ہین - ۱۳ ار
بوستان محشی متوسط قلم - چھاپہ مطبع علوی
نہایت ہی صحیح اور صاف چھپی ہے - ۸ ر
بوستان محشی خرد - ۰۵ ر
بوستان مترجم منظوم - معمولی ترجمہ نہیں ہے
بلکہ کمال یہ ہے کہ بوستان کی بحر مین
ہر شعر کا شعر مین ترجمہ کیا ہے از منشی
گوبند پرشاد فضا - ۱۳ ار
بہار بوستان - بوستان کی جامع شرح از منشی
سکھچند بہار صاحب بہار عجم مبسوط شرح ہے - ۱۲ ر
اخلاق جلالی محشی - منشی فاضل کے کورس مین
ہے اور عموماً طلبا کے درس مین داخل ہے - ۱۰ ر
اخلاق ناصری - منتہیان فارسی کے درس مین
داخل ہے - اور اخلاق مین بڑے پایہ کی کتاب ہے
از علامہ نصیرالدین طوسی کاغذ سفید گندہ - ۱۲ ر
اخلاق محسنی - داخل درس از ملا حسین واعظ
کاشفی - ۸ ر
مثنوی سلسبیل - اخلاق و موعظت مین ایک دُر
بے بہا ہے از حکیم منور حسین صاحب امروہوی - ۲ ر
مجموعۂ صد پند سودمند - حضرت لقمان کے
نہایت قابل قدر نصائح - ۲ ر ۲ پائی -

المشتہر مینیجر صیغہ بکڈپو نولکشور پریس لکھنؤ